

مطبوعاتِ مجلسِ یادگارِ غالب

پنجاب یونیورسٹی، لاہور



پنج آہنگ

میرزا اسداللہ خان غالب

پنج آہنگ

طابع : سید اظہارالحسن رضوی
مطبع عالیہ ۵/۱۲۰ ٹمپل روڈ ، لاہور



مطبوعاتِ مجلسِ یادگارِ غالب
پنجاب یونیورسٹی، لاہور

۸

پنج آہنگ

(تکمیلِ تالیف ۱۸۶۸ء)

میرزا اسد اللہ خان غالب

تدوینِ نو و تصحیح و تحقیق

سید وزیر الحسن عابدی

۱۹ ۶۹ء

مجلسِ یادگارِ غالب

★

صدرِ مجلس

پروفیسر حمید احمد خان ستارۂ پاکستان ستارۂ امتیاز وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور

ارکان

جناب عبدالرحمٰن چغتائی لاہور

مولانا غلام رسول مہر لاہور

پروفیسر ڈاکٹر سعید اللہ سابق صدر شعبۂ فلسفہ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

سیّد امتیاز علی تاج، سیکرٹری مجلسِ ترقیِ ادب لاہور

مولانا حامد علی خان، مدیر مؤسسہ مطبوعاتِ فرینکلن لاہور

کیپٹن عبدالواحد مؤسسہ مطبوعاتِ فرینکلن لاہور

ڈاکٹر جسٹس ایس اے رحمٰن، سابق چیف جسٹس پاکستان لاہور

پروفیسر ڈاکٹر قاضی سعید الدین احمد صدر شعبۂ امورِ طلبا پنجاب یونیورسٹی لاہور

گروپ کیپٹن سیّد فیاض محمود، ناظم شعبۂ تاریخ ادبیات پنجاب یونیورسٹی لاہور

پروفیسر ڈاکٹر سیّد عبداللہ صدر دائرۃ المعارفِ اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

ڈاکٹر شیخ محمد اکرام، ناظم ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور

پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر، پرنسپل یونیورسٹی اورینٹل کالج و صدر شعبۂ فارسی پنجاب یونیورسٹی لاہور

سیّد وقار عظیم، غالب پروفیسر اردو پنجاب یونیورسٹی، لاہور

سیّد وزیر الحسن عابدی، ریڈر شعبۂ فارسی پنجاب یونیورسٹی لاہور

جناب احمد ندیم قاسمی، مدیر مجلّہ فنون لاہور

پروفیسر ڈاکٹر عبادت بریلوی، صدر شعبۂ اردو پنجاب یونیورسٹی لاہور

جناب صفدر میر، روزنامہ پاکستان ٹائمز لاہور

پروفیسر ڈاکٹر محمد اجمل، صدر شعبۂ نفسیات، گورنمنٹ کالج لاہور

پروفیسر اختر اقبال کمالی، شعبۂ انگریزی اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

ڈاکٹر وحید قریشی، ریڈر شعبۂ اردو پنجاب یونیورسٹی لاہور

جناب انتظار حسین، روزنامہ مشرق لاہور

جناب اقبال حسین، شعبۂ تاریخ ادبیات پنجاب یونیورسٹی لاہور

معتمد

ڈاکٹر آفتاب احمد خان، جائنٹ سیکرٹری وزارت اطلاعات و نشریات حکومت پاکستان ڈھاکہ

ڈاکٹر عبدالشکور احسن، ریڈر شعبۂ فارسی پنجاب یونیورسٹی لاہور

نائب معتمد

سیّد سجاد باقر رضوی، لیکچرر انگریزی، یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور

پیش لفظ

مجلسِ یادگارِ غالب کا قیام پنجاب یونیورسٹی کے ایک فیصلے کے مُطابق عمل میں آیا اور پروفیسر حمید احمد خاں صاحب اس کے صدر مُقرر ہُوئے۔ مجلس نے غالب کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے جو کتابیں شائع کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اُنھیں مَیں غالب شناسوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہُوں۔

یُونیورسٹی کے ایک اَور فیصلے کی رُو سے شعبۂ اُردو میں کُرسیٔ غالب قائم ہُوئی۔ مَیں مسرّت کے ساتھ اِعلان کر رہا ہُوں کہ اِس اسامی پر پروفیسر سیّد وقار عظیم کا تقرر کیا جا چُکا ہَے۔

(پروفیسر) علاءُالدّین صِدّیقی
وائس چانسلر، جامعۂ پنجاب
لاہور

سینیٹ ہال
مارچ ۱۹۶۹ء

تعارف



فروری ۱۹۶۹ء میں مرزا غالب کی وفات پر ایک سو برس پورے ہو رہے ہیں۔ اِس موقع کی مناسبت سے پنجاب یونیورسٹی نے شاعر کی عظمت کے اعتراف کے طور پر نہ صرف شعبۂ اُردو میں ایک پروفیسر کی نئی اسامی (کرسیِ غالب) قائم کی ہے، بلکہ مجلسِ یادگارِ غالب کے تعاون سے ایک سلسلۂ مطبوعات شائع کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ یہ کتاب اِسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

مجلسِ یادگارِ غالب کے قیام کی تحریک جنوری ۱۹۶۷ء میں ڈاکٹر آفتاب احمد خان نے کی۔ وہ مجلس کے پہلے معتمد اور سیّد سجّاد باقر رضوی شریک معتمد مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر آفتاب احمد خان کے لاہور سے ڈھاکے منتقل ہو جانے پر ڈاکٹر عبدالشکور احسن مجلس کے دُوسرے معتمد قرار پائے۔

اواخر ۱۹۶۸ء میں جب ہمارا سلسلۂ کتب طباعت کے مرحلے میں داخل ہوا تو صدرِ مجلس کو ڈاکٹر محمد باقر کی مسلسل اعانت اور مشورہ بھی قدم قدم پر میسّر رہا۔ جن اربابِ فکر و نظر نے مجلس کی درخواست پر اس سلسلۂ کتب کی ترتیب، تالیف یا تصنیف میں حصّہ لیا اُن میں سے ہر ایک کا نام متعلقہ کتاب کے سرورق

کی زینت ہے۔ مجلسِ یادگارِ غالب کے ارکان کے ناموں کی پوری فہرست
اِس کتاب کے شروع میں الگ شائع کی جا رہی ہے۔

مجلس کے سلسلۂ مطبوعات میں سب سے پہلے مرزا غالب کی تصانیف آتی ہیں جو اُردو اور فارسی نظم و نثر پر مشتمل ہیں۔ یہ تصانیف نفسِ مضمون کی رعایت سے یا موزونی ضخامت کا لحاظ کر کے مختلف جلدوں میں تقسیم کر دی گئی ہیں۔ اِن سب کتابوں پر مؤلفین نے دیباچے لکھے ہیں اور حسبِ ضرورت حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے۔ نیز جہاں تک ممکن ہو سکا دستیاب وسائل کی مدد سے ہر متن کی تصحیح کی ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ مرزا غالب کی تصانیف میں سے کوئی کتاب رہ نہ جائے۔ چنانچہ اُن کی بعض نگارشات جو مرورِ زمانہ سے تقریباً ناپید ہو چکی تھیں، اب پھر اہلِ نظر کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہیں۔ دیوانِ غالب کا نسخۂ حمیدیہ، جسے صدرِ مجلس نے مرتّب کیا ہے، ایک پہلے فیصلے کے مطابق مجلسِ ترقّیِ ادب، لاہور، کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔ غالب کی صِرف یہی ایک کتاب مجلسِ یادگارِ غالب کی مطبوعات میں شامل نہیں۔

مرزا غالب کی تصانیف کے علاوہ مجلس کی مطبوعات میں وہ کتابیں بھی شامل ہیں جن میں اِس یگانۂ روزگار کے شخصی، فنّی اور فکری کمال کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو انگریزی دان لوگ اُردو نہیں جانتے، نہیں

غالب کے فکر و فن سے متعارف کرنے کے لئے ایک مفصّل کتاب انگریزی زبان میں شائع کی جا رہی ہے۔ ایک اور کتاب میں غالب پر شائع شدہ مواد کے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ پھر اس سوال کا جواب کہ "مَیں نے غالب سے کیا پایا" ایک تیسری کتاب کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ اِس میں متعدد غالب شناس حضرات کے ذاتی تاثّرات جمع کئے گئے ہیں۔ اِسی طرح ایک اور مجمُوعے میں گذشتہ ایک سو برس کی تنقیدِ غالب کا خاکہ اِقتباسات کی صُورت میں پیش کیا گیا ہے۔

یہ کتابیں فروری ۱۹۶۹ء میں شائع ہو رہی ہیں۔ گویا اِن کی تاریخِ اشاعت سے مرزا غالب کی حیات بعدِ ممات کی دُوسری صدی شروع ہوتی ہے۔ مجلس کو یقین ہے کہ اِس دُوسری صدی میں غالب کے قبُولِ عام کی سرحدیں کچھ اور وسیع ہو جائیں گی۔ خدا کرے کہ دُنیا کو ہند اسلامی تمدّن کے آخری ترجمان سے رُوشناس کرانے میں مجلس کی یہ سعی رائگاں نہ جائے۔

حمید احمد خاں
صدر مجلس یادگار غالب
جامعۂ پنجاب، لاہور

سینیٹ ہال
فروری ۱۹۶۹ء

فہرست مندرجات

پنج آہنگ

(توضیح : ہر آہنگ کے ذیلی مندرجات میں متعلقہ عنوان کے مقابل صفحۂ آغاز کا شمارہ درج کیا گیا ہے - آہنگ پنجم میں ہر مکتوب الیہ کے نام کے خطوط اور ہر خط کے صفحہ آغاز کی نشان دہی کے لیے پہلا ہندسہ خط کا ترتیبی شمارہ اور علامتِ تعین (:) کے بعد کا شمارہ صفحۂ آغاز کا ہے - خط کا ترتیبی شمارہ مکتوب الیہ کے نام کے خطوط کی تعداد کے لحاظ سے ہے - جہاں کسی کے نام ایک ہی خط ہے وہاں صرف مکتوب الیہ کے نام کے مقابل صفحۂ آغاز درج کیا گیا ہے)

آہنگ اول :

آہنگ دوم :

آہنگ چہارم :

* قلابین کے درمیان جو عنوان درج ہیں وہ پنج آہنگ کے دیباچے میں بتائے گئے ہیں - لیکن متن میں مذکور نہیں - زمزمۂ سوم کا موضوع دیباچے میں 'مصطلحات' اور متن میں 'اصطلاحات' لکھا ہے -

آہنگِ پنجم

مکتوب الیہ (نام کسی قدر مختصر کرکے
درج کیے گیے ہیں) :

دیباچۂ مرتّب

پنج آہنگ کی اس اشاعت کے لیے کتاب کے حسبِ ذیل نسخوں سے استفادہ کیا گیا ہے :

۱ - **پنج آہنگ** (قلمی، کتابت شدہ ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۸۳۵ء)

۲ - **پنج آہنگ** (قلمی، کتابت شدہ ۱۸۴۰ء)

۳ - **پنج آہنگ** (مطبوعہ اگست ۱۸۴۹ء)

۴ - **پنج آہنگ** (مطبوعہ اپریل ۱۸۵۳ء)

۵ - **پنج آہنگ** مندرجہ **کلیات نثرفارسی** (قلمی، کتابت‌شدہ

---

۱ - شیرانی کلیکشن ، پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے -

۲ - نذیریہ پبلک لائبریری ، دہلی میں محفوظ ہے -

۳ - مطبع سلطانی قلعۂ دہلی میں چھپی تھی- ایک نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں ہے -

۴ - مطبع دارالسلام دہلی میں چھپی تھی - ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے -

۵ - یہ نسخہ جس کی کتابت میر مہدی مجروح کے لئے میر حسن موسوی دہلوی نے کی ڈاکٹر اظہر علی مرحوم کے کلیکشن میں پنجاب پبلک لائبریری میں محفوظ ہے -

۷ جمادی الثانی ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۸٦۸ء)*

٦ - **پنج آہنگ** مندرجہ **کلیات نثر فارسی** (مطبوعہ جنوری ۱۸٦۸ء)

۷ - **پنج آہنگ** مندرجہ **کلیات نثر فارسی** (مطبوعہ جنوری ۱۸۷۱ء)

اب تک کی غالبیات میں **پنج آہنگ** کے بارے میں یہ تصور رہا ہے کہ اس کے پہلے آہنگ کا موضوع ہے "القاب و آداب و مراتبِ متعلقہ آن" دوسرے کا "مصادر و مصطلحات و لغات فارسی" پھر تیسرا آہنگ **غالب** کے منتخب فارسی اشعار پر مشتمل ہے جو اس عنوان کے تحت درج ہیں : "اشعارِ مکتوبی منتخب از دیوانِ رشکِ گلستان کہ در مکاتبات بکار آید۔" اس کے بعد ہے آہنگِ چہارم بعنوان "خطب کتب و تقاریظ و عباراتِ متفرقہ" اور پھر آہنگِ پنجم "مکاتبات" پر مشتمل ہے۔ اسی ترتیب کو نظر میں رکھ کر اور **پنج آہنگ** کے دیباچہ نگار اور مرتّب **میرزا علی بخش رنجور** کے اس بیان کی بنیاد پر "چون درآن ایام دیوانِ فیض عنوان کہ مسمّی بہ **میخانہ**

---

* یہ تاریخ پنج آہنگ کی کتابت کی ہے ، جو اس مجموعے میں شامل ہے -

٦ - یہ نسخہ مطبع نولکشور، لکھنؤ میں چھپا تھا - مرتّب کے کتب خانے میں ہے -

۷ - یہ نسخہ بھی مطبع نولکشور، لکھنؤ میں چھپا تھا- مرتّب کے کتب خانے میں ہے -

آرزو سرانجام است تازہ فراہم آمدہ و پیرایۂ اتمام پوشیدہ بود آنچہ از نثر درآن ہمایون صحیفہ صورتِ ارقام داشت ہمہ را بخدمتِ والای آن خسروِ اقلیم سخنوری خواندم بخاطر چنان گذشت کہ ہمگی نثر از دیوان برچیدہ یکجا کنم و عبارتِ متفرقۂ دیگر بآن ربط دہم و سوادِ اوراقے کہ نزدِ من است ضمیمۂ آن سازم ۔ لاجرم این ارادہ صورتِ ظہور گرفت و سازِ سخنےمشتمل بر پنج آہنگ آراستہ شد" یہ سمجھا جاتا رہا ہے کہ کتاب کے مندرجۂ بالا تین آہنگ ۱۲۴۱ھ (۲۶-۱۸۲۵ء) میں بھرت پور کی دوسری یورش (دسمبر ۱۸۲۵ء تا ۱۶ جنوری ۱۸۲۶ء)کے موقع پر مرتب ہوچکےتھے، جس کے بعد ۱۲۵۱ھ (۱۸۳۵ء) میں جب غالب کا فارسی دیوان مرتب ہوا ہے دو آہنگ بڑھا دیے گئے جو غالب کی مختلف فارسی نگارشات اور فارسی خطوط پر مشتمل ہیں ۔

دراصل پنج آہنگ کی اولین تدوین میں آہنگوں کی ترتیب یہ نہ تھی جو مطبوعہ نسخوں میں ہے ۔ اولین تدوین وہ ہے جو ہمیں ۱۸۳۵ء اور ۱۸۴۰ء کے قلمی نسخوں میں ملتی ہے اور جس میں آہنگوں کی ترتیب یہ ہے :

۱ ۔ نثرہایِ داخلِ دیوان

۲ ۔ نثرہایِ خارج از دیوان

۳ ۔ القاب و آداب

۴ - مصادر و مصطلحات و لغات

۵ - اشعارِ مکتوبی

اس اولین ترتیب کو نظر میں رکھ کر **رنجور** کے اس جملے پر غور کیا جائے "ہمگی نثر از دیوان برچیدہ یکجا کنم و عبارات متفرقۂ دیگر بآن ربط دہم و سوادِ اوراقے کہ نزدِ من است ضمیمۂ آن سازم" تو واضح ہو جاتا ہے کہ مختلف نثری نگارشات اور خطوط 'ضمیمہ' نہیں ہیں ، بلکہ

۱ - القاب و آداب ۲ - مصادر و مصلحات و لغات اور

۳ - اشعارِ مکتوبی

ان تین آہنگوں کے لیے لفظ 'ضمیمہ' استعمال ہوا ہے - ان میں سے "القاب و آداب" والا آہنگ جسے **رنجور** نے 'ضمیمہ' کے نام سے تعبیر کیا ہے مسلم طور پر ۱۸۳۵ء سے پہلے جیسا کہ سمجھاجاتا ہے موجود تھا - یہ وہی آہنگ ہے جسے ۱۸۲۵ء کی تصنیف اور کتاب کی بنیاد مانا گیا ہے - **رنجور** نے اپنے دیباچے میں مندرجۂ بالا اقتباس سے پہلے کی سطور میں اسی آہنگ کے بارے میں بتایا ہے "حسب الالتماسِ من ورقے چند از آداب و القاب و شکرِ رسیدِ خطوط و شکوۂ عدمرسیِ مکاتبات رقم فرمود و بمن عطا نمود -"

خود **غالب** نے بھی آداب و القاب والے حصے کے آغاز میں جو مطبوعہ نسخوں میں آہنگِ اول کے عنوان سے درج ہے

کہا ہے ''در عرضِ سہ روز سوادِ این اوراق بپایان می رسد''
ہمارے استنباط کے مطابق صرف یہی ایک آہنگ تین دن میں
لکھا گیا تھا نہ کہ تینوں آہنگ (جو مطبوعہ نسخوں میں
شروع کے آہنگ ہیں) جیسا کہ اب تک کہا گیا ہے۔

دوسرا آہنگ اس کے کچھ مدّت بعد مرتّب ہوا۔ اس
دوسرے آہنگ کے آغاز میں **غالب** نے جو کچھ لکھا ہے اس
سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ اس آہنگ کی نگارش کے وقت
غالب کا قیام ریگستانی علاقے میں تھا ، لیکن اس بات میں نہ
'عرضِ سہ روز' کی قسم کا کوئی اشارہ ہے، نہ ایسا کوئی قرینہ
موجود ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ آہنگ بھی عرضِ 'سہ روز'
کے تحت آتا ہے۔ ''ریگستانی علاقے'' کا حوالہ بتا رہا ہے کہ
یہ آہنگ بھرت پور میں نہیں جو دوآبے میں واقع ہے بلکہ
فیروز پور میں لکھا گیا جو ریگستانی علاقے میں ہے۔

تیسرے آہنگ کے ۱۸۳۵ء سے پہلے مرتب ہونے کا
کوئی ثبوت موجود نہیں۔ اس کے علاوہ اس آہنگ میں یہ بات
بھی اب تک مجہول یا مبہم رہی ہے کہ رنجور کے اس جملے
میں ''ہمگی نثر از دیوان برچیدہ یکجا کنم'' 'ہمگی نثر' سے
کون سی نگارشات مراد ہیں۔ اب تک یہی سمجھا جاتا رہا ہے
کہ یہ وہی نثر ہے جو دیوان فارسی مطبوعہ ۱۸۴۵ء کے
شروع میں درج ہے یا کچھ کلیات نظم فارسی مطبوعہ ۱۸۶۳ء

کے شروع میں یعنی 'دیباچہ' اور کچھ آخر میں یعنی 'تقریظ۔ در حقیقت ایسا نہیں ہے۔ **پنج آہنگ** کے ۱۸۳۵ء اور ۱۸۴۰ء کے قلمی نسخوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ نگارشات وہ ہیں جو ان نسخوں میں **"نثرہای داخلِ دیوان کرامت نشان"** کے عنوان سے **آہنگِ اول** میں درج ہیں۔ ان کے عنوان حسب ذیل ہیں :

۱ ۔ دیباچۂ دیوانِ فارسی

اس دیباچہ کا آغار "یگانہ یزدان را" کے الفاظ سے اور اختتام "برقِ ماسوی شو" پر ہوتا ہے۔

۲ ۔ دیباچۂ گلِ رعنا

اس کے آغاز کے الفاظ ہیں : "خداوندا نا امیدی" اور آخری الفاظ ہیں : "ماسوی ہوس"

۳ ۔ دیباچۂ دیوانِ ریختہ

آغاز کے الفاظ ہیں : "مشامِ شمیم آشنایان را" اور آخری الفاظ ہیں : "نجفی‌مدفن نیز باد"

۴ ۔ نامہ بنامِ نواب سید **اکبر علی خان** متولیِ امام‌باڑۂ‌ہوگلی‌بندر۔
شروع کے الفاظ ہیں : "قبلۂ خدا پرستان" اور آخر کے الفاظ ہیں : "غالبِ ہوا خواہ"

۵ - **خاتمہ گل رعنا**، شروع کے الفاظ : "شبے کہ" اور آخری الفاظ : "گزاردہ آمد"

۶ - **خاتمہ عبارت و باعث ترتیب دیوان فارسی**، آغاز کے الفاظ ہیں : "اندیشہ نسجد" اور آخر کے الفاظ ہیں : "خواہد شدن" جو اُس شعر کی ردیف ہے جو آخر میں درج ہے -

۷ - **خاتمہ دیوان فارسی** ، آغاز کے الفاظ ہیں : "یزدان را "اور آخر کے : "این بودے" جو اس رباعی کے چوتھے مصرعے کے آخری دو الفاظ ہیں جو آخر میں درج ہوئی ہے -

۸ - مندرجہ بالا نمبر ۷ کے آخر میں **علی بخش خان رنجور** کی لکھی ہوئی چند سطریں ہیں ، جو مطبوعہ نسخوں میں حذف کر دی گئی ہیں - یہ سطور حسب ذیل ہیں :

"للہ الحمد کہ جامع این اوراق یعنی **علی بخش** سخن مشتاق ہمگی نثر از دیوان قبلہ اہل نظر جناب حضرت **غالب** دام برکاتہ درین اجزا نقل کرد و آہنگ اول را سرانجام داد و آمادۂ گزارش دومین آہنگ شد - مخفی نماند کہ نثرہای خارج از **دیوان** بسیار است و جمع کردن آن بر تفحص دشوار زیرا کہ دستور حضرت رضوان پناہی مدظلہ آنست کہ در مکاتبات ہرگز مسودہ نمی فرمایند و

ہمچنین قلم برداشتہ می‌نویسند ناچار آنچہ سر دست میسر
آمد، درین آہنگ رقم می پذیرد و اوراق سادہ گذاشتہ
می شود تا بعد ازین آنچہ دست بہم دہد نگارش یابد و
نیز باحباب اجازتِ این معنی دادہ می آید کہ ہرچہ از
عباراتِ غالبی در زمانہای مختلف بنظر گذرد آنرا درین
آہنگ جادہند و بر جامعِ این پنج آہنگ منت نہند۔"
چنانچہ ۱۸۳۵ء کے نسخے میں خطوط کے آخر میں
نو صفحے بطور بیاض چھوڑ دیے گئے ہیں۔

اس کے بعد آہنگِ دوم شروع ہوتا ہے جس کا عنوان ہے
"نثرہای خارج از دیوان۔" دیوان فارسی کے قدیم ترین
قلمی نسخے میں جو ۱۸۳۵ء کا کتابت شدہ ہے اور جس کی
مرمت اور تکمیل کی تاریخ ۲۱ جنوری ۱۸۳۸ء ہے جو
نگارشات شامل ہیں ان میں سے صرف دیباچۂ دیوانِ فارسی اور
خاتمۂ دیوانِ فارسی کو دیوانِ فارسی مطبوعہ ۱۸۴۵ء اور
کلیاتِ نظمِ فارسی مطبوعہ ۱۸۶۳ء میں شامل کیا گیا اور
دیباچے کے آخر میں وہ عبارت بڑھا دی گئی جو مذکورۂ بالا
آہنگِ اول میں جداگانہ عنوان "خاتمۂ عبارت و باعثِ ترتیبِ
دیوانِ فارسی" کے تحت چھٹی نگارش تھی۔ دیباچے کو شروع
میں اور خاتمۂ دیوانِ فارسی کو آخر میں رکھا گیا اور اسے تقریظ
کا نیا عنوان دیا گیا۔

پنج آہنگ کے ۱۸۳۵ء کے نسخے میں آہنگِ دوم کا عنوان ہے "نثرہای خارج از دیوان"۔ ۱۸۴۰ء کے نسخے میں یہ عنوان نہیں ہے ، لیکن اس کے مندرجات ترتیب وار وہی ہیں ، جو ۱۸۳۵ء کے نسخے میں ہیں ، لیکن یہ ۱۸۴۰ء کا نسخہ ناقص الآخر ہے اور جو اوراق غائب ہیں ان میں آہنگ دوم کے آخر کا کچھ حصہ بھی شامل ہے ۔

جس طرح آہنگِ اول میں متفرق نثروں کے ساتھ ایک خط بھی ہے، آہنگِ دوم میں، جس میں بیشتر خطوط ہیں، چند متفرق نثریں بھی شامل ہیں جو حسبِ ذیل ہیں :

۱ ۔ عنوان : "تقریظِ تذکرۂ اردوکہ تالیفِ نواب مصطفی خان بہادر است ۔"

۲ ۔ عنوان : "نثرے کہ بر پشتِ دیوانِ ریختہ رقم فرمودہ بخدمتِ شیخ امام بخش ناسخ فرستادہ اند ۔ "آغاز: "این ورقہای" اختتام: "افروزد"

۳ ۔ عنوان : "بفرمانِ نواب غلام حسین"
آغاز کے الفاظ ہیں : "دمیکہ سرہنگِ سیاست"
اور اختتام کے : "مژدۂ سرور آورد"

۴ ۔ "بفرمانِ نواب غلام حسین"
آغاز کے الفاظ : "ہنگامیکہ روشنی"
اختتام : "بہر وصال" (رباعی کے آخری الفاظ)

۵ - عنوان : "تقریظِ دیوانِ حافظ"

پنج آہنگ کے مطبوعہ نسخوں میں تمام متفرق نثریں یک جا کرکے آہنگِ چہارم میں اور تمام خطوط الگ کرکے آہنگِ پنجم میں رکھے گئے -

پنج آہنگ مطبوعہ ۱۸۴۹ء کے آہنگِ چہارم میں حسبِ ذیل متفرق نثریں ہیں جو قلمی نسخوں کے آہنگِ اول اور آہنگ دوم سے اسی ترتیب سے لی گئی ہیں جس ترتیب سے وہاں درج ہیں :

۱ - دیباچۂ دیوان فارسی
۲ - دیباچۂ گل رعنا
۳ - دیباچۂ دیوان ریختہ
۴ - خاتمۂ گل رعنا
۵ - خاتمۂ دیوان فارسی
۶ - تقریظِ تذکرۂ اردو تالیفِ نواب مصطفی خان بہادر
۷ - نثرے کہ بعنوانِ قصیدۂ مدح رقم فرمودہ اند -
۸ - نثرے کہ بر پشتِ دیوانِ ریختہ رقم نمودہ بہ شیخ امام بخش ناسخ فرستادہ شد -
۹ - "آرایشِ گفتار درظہورِ ہور و نموداریِ صبح" (یہی عنوان ۱۸۳۵ء کے نسخے میں بھی ہے - ۱۸۴۰ء کے نسخے میں یہ عنوان نہیں ہے ، اس کے بجائے

صرف یہ لفظ ہیں "بفرمانِ نواب غلام حسین"

۱۰ - **سخن در ہجومِ ظلمتِ شب** (یہی عنوان ۱۸۳۵ء کے نسخے میں بھی ہے ، لیکن ۱۸۴۰ء کے نسخے میں نہیں - وہاں پھر وہی الفاظ ہیں "بفرمانِ **نواب غلام حسین**"

۱۱ - **تقریظِ دیوانِ خواجہ حافظِ شیرازی** رحمۃ اللہ علیہ

۱۲ - **دیباچۂ دیوانِ میرزا رحیم الدین بہادر**

۱۳ - **عبارت در صنعتِ مقطّع الحروف**

۱۴ - **از عبارتِ تقریظِ رسالۂ موارد الکلم از منشآت شیخ ابوالفضلِ فیضی** (کذا) در صنعتِ تعطیل حسب گفتنِ ضیاءالدین احمد **خان بہادر** از زبانِ کاتبش **فخرالدین** محمد **خان** در ضبطِ نگارش درآمدہ -

۱۵ - **دیباچۂ دیوان منشی ہرگوپال تفتہ**

۱۶ - **تقریظِ آثار الصنادید**

پھر ۱۸۵۳ء کے مطبوعہ نسخے میں دو نثروں کا اضافہ ہوا:

۱ - **دیباچۂ دیوانِ ریختہ نواب حسام الدین حیدر خان بہادر**۔

۲ - **دیباچۂ تذکرہ موسوم بہ طلسمِ راز فراہم آوردۂ میر مہدی**۔

اس کے بعد **کلیاتِ نثرِ فارسی** (مطبوعہ ۱۸۶۸ء) کی **پنج آہنگ** کے **آہنگِ چہارم** میں مذکورہ مندرجات کے آخر میں ذیل کی تین نگارشوں کا اضافہ ہوا -

۱ - وہ نگارش جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے ”بسم اللہ الرحمان الرحیم - کمالِ کلام وابستہ بہ“

۲ - وہ نثر جس کا آغاز ہے ”بسم اللہ الرحمان الرحیم - خدای راسپاس“

۳ - پھر وہ تقریظ ہے جو غالب نے مولوی ظہور علی کے تألیف کردہ تذکرۂ شعرایِ اردو کے لیے لکھی تھی - آغاز کے الفاظ ہیں : ”خدایا“ اور اختتام کے : ”برخوردار باد“

پنج آہنگ کی اوّلین تدوین میں رنجور کے دیباچے کے علاوہ جو توضیحات رنجور کی طرف سے تھیں یا خطوط کے جو عنوانات ایسے تھے جو اُن کی طرف سے تھے وہ کتاب کی پہلی طباعت (۱۸۴۹ع) میں خارج کر دیے گئے - چنانچہ بعد کی اشاعتوں میں بھی نہیں ہیں - پنج آہنگ کے یہ محذوفات حسب ذیل ہیں :

۱ - پہلی تدوین کے آہنگ اول (مطبوعہ پنج آہنگ کے آہنگِ چہارم) کا مختصر خاتمہ جو رنجور کی طرف سے تھا - اس کا متن ہم شروع میں نقل کر چکے ہیں -

۲ - پہلی تدوین کے آہنگِ دوم (مطبوعہ پنج آہنگ کے آہنگِ پنجم) میں رنجور کے نام غالب کے پہلے خط کا عنوان تھا ”نامہ کہ از دہلی بنامِ این مستہام رقم فرمودہ“ اس کے

بجائے یہ عنوان رکھا گیا "نامہ کہ از دہلی بنام مرزا علی بخش خان بہادر رقم شد"۔

دوسرے خط کا عنوان تھا : "رقعہ بنامِ جامعِ کتاب" جس کے بجائے "ایضاً" لکھا گیا ۔

تیسرے اور چوتھے خط کے عنوانات بہ ترتیب یہ تھے : "خط بنام کمترین کہ از کلکتہ فرستادہ اند" اور "خط کہ نیز از کلکتہ بہ عقیدت کیش نگاشتہ اند "۔

مولوی محمد صدرالدین آزردہ کے نام کے پہلے خط کا عنوان چند توضیحی الفاظ کے ساتھ یوں تھا "رقعہ بنامِ نامی مولوی صاحب والا مناقب مولوی محمد صدر الدین خان بہادر صدر الصدور کہ روزے جناب اخوی صاحب قبلہ بہ دولت خانہ شان تشریف بردہ بودند و حضرت مولوی صاحب بہ کچھری رفتہ بودند"۔ یہاں یہ الفاظ "اخوی صاحب قبلہ" رنجور کی طرف سے تھے ۔ اس عنوان کے بجائے صرف یہ عنوان رکھا گیا "بنام مولوی محمد صدر الدین خان بہادر صدر الصدور "۔

نواب مصطفیٰ خان کے نام کے پہلے خط کے عنوان میں مکتوب الیہ کے نام کے بعد یہ توضیحی الفاظ تھے "کہ نواب صاحب غزلے از غزل‌ہای خود فرستادہ فرمایشِ تحریرِ اشعار فرمود "۔ یہ الفاظ حذف کر دیے گئے ۔

یہاں ہمیں متن کی دوسری لفظی تبدیلیوں سے بحث نہیں

جو اولین اشاعت میں ہوئی ہیں ۔ ان کا بیان پنج آہنگ کے متن کی تصحیح وتنقیح کے مستقل موضوع کے تحت آئے گا جو ہم جداگانہ شائع کر رہے ہیں ۔ اس لیے کہ زیرِ نظر مجموعے کی ضخامت بہت بڑھ گئی ہے اور مجلس یادگارِ غالب کی طرف سے اس جلد کے لیے صفحات کی آخری تعداد معین کر دی گئی ہے ۔

پہلی تدوین (جو قلمی نسخوں میں ملتی ہے) اور دوسری تدوین (جو اولین طباعت کے لیے کی گئی) کے درمیان مذکورہ اختلافات کا ذکر ہم نے اس لیے کیا ہے کہ پنج آہنگ کے مرتب کی حیثیت سے رنجور کا اس کتاب سے تعلق واضح ہو جائے ۔ ظاہر ہے کہ دوسری تدوین میں رنجور پسِ پردہ رہ جاتے ہیں اور کتاب اب غالب کی طرف سے مرتب ہو کر شائع ہوتی ہے ، البتہ رنجور کا دیباچہ رہنے دیا گیا ہے ۔ آہنگوں کی اولین ترتیب بھی جس کی تفصیل شروع میں بیان ہو چکی ہے غالب نے دوسری تدوین میں بدل دی اور مکتوب الیہم کے ناموں کے ساتھ کے القاب میں جزئی تبدیلیاں کیں جو ہم تنقیحات اور اختلافاتِ متن کے ضمن میں بیان کریں گے ۔ اس کے علاوہ اُن خطوں اور نگارشوں کا بھی اضافہ کیا جو قلمی نسخوں میں درج نہیں ہیں ، پہلے مطبوعہ نسخے میں ہیں اور پھر اُن میں ۱۸۶۸ع کی اشاعت تک مزید اضافے کیے

جاتے رہے ۔ البتہ ۱۸۷۱ء کی اشاعت میں آخر کے جو دو خطوں کا اضافہ ہے منشی نولکشور یا مطبع نولکشور کی طرف سے ہے۔ اس اشاعت کے لیے جو ۱۸۶۸ع میں ہوئی غالب نے مختصر خاتمہ لکھا تھا ۔ ۱۸۴۹ع اور ۱۸۵۳ع کی اشاعتوں میں خاتمہ نہیں ہے ۔ لیکن پنج آہنگ کا دیباچہ آخر تک وہی رنجور کا لکھا ہوا رہا ، غالب نے پوری کتاب کا کوئی دیباچہ نہیں لکھا تھا، نہ بعد میں لکھا ۔ چند سطروں کی تمہید ضرور غالب کی لکھی ہوئی ہے جو کتاب کی تمہید نہیں ، آہنگِ اول کی تمہید ہے جو آہنگ اول کی تصنیف کے ساتھ لکھی گئی ہے ۔ اس تمہید میں سببِ تالیف بیان کرتے ہوئے غالب نے لکھا ہے "در سال یک ہزار و دو صدو چہل و یک ہجری کہ گیتی ستانانِ انگلشیہ بر بھرت پور لشکر کشیدہ و آن روئین دژ را درمیان گرفتہ اند من درین یورش با جناب مستطاب عالی مقدار فخر الدولہ دلاور الملک نواب احمد بخش خان بہادر رستم جنگ دام اقبالہ و زاد افضالہ رفیقم و گرامی برادرِ ستودہ خوی مرزا علی بخش خان بہادر ہمسفراست ۔ روزانہ برفتار ہمقدمیم و شبانہ بیک خیمہ فرود می آیئم ۔ برادرِ والا قدر کہ سیمایِ سعادتمندی و فروغِ دانش‌جوئی دارد از من آرزو کرد کہ القاب و آدابِ متعارفۂ رسمیہ بروی ہم ریختہ و الفاظِ شکر و شکوہ و شادی و غم باہم آمیختہ برای نامہ‌نگاران

دستورالعملِ مؤجزی ساختہ آید ''۔

اس تمہید کا اختتام ان جملوں پر ہوتا ہے : ''درین پردہ آرایشِ سخن نمیکنم و خواہشِ سائل سر انجام میدہم ۔ در عرضِ سہ روز سوادِ این اوراق بہ پایان می رسد و پیش از شروع در مقصود گفتہ می شود'' اس کے بعد آہنگِ اول کی اصل عبارت شروع ہوتی ہے ۔ تمہید کے اختتامی الفاظ جو فعلِ حال کے ساتھ ہیں اور پھر بیان کا انداز صاف بتا رہا ہے کہ یہ تمہید آہنگِ اول کی تصنیف کے کچھ دن بعد نہیں اسی موقع پر لکھی گئی جب آہنگِ اول لکھا گیا ہے اور اس طرح اس کی نگارش کی تاریخ وہی ۱۲۴۱ھ ہے جو غالب نے تمہید میں درج کی ہے ۔ اس کے مقابل عیسوی سال ۱۸۲۵-۲۶ع ہے اور سال ۱۲۴۱ھ کا آغاز ۱۶ ماہ اگست ۱۸۲۵ع سے ہوتا ہے ، اس لیے جیسا کہ جناب غلام رسول مہر نے اپنے مقالے 'پنج آہنگ' (رسالہ آج کل ، دہلی فروری ۱۹۵۸ع) میں بتایا ہے انگریزوں کی یہ لشکر کشی جس کے موقع پر غالب بھی ساتھ تھے اور ان کا قیام بھرتپور کے مقام پر لشکر کی خیمہ گاہ میں تھا وہ ہے جو دسمبر ۱۸۲۵ع میں ہوئی تھی اور چند ہی دن میں یعنی ۱۶ جنوری ۱۸۲۶ع کو انگریزوں نے بھرت پور لے لیا تھا ۔ غالب کی اس تمہید میں یہ الفاظ آتے ہیں ''ہرچند بیگانگیِ این روش از شیوۂ غالبِ مستمند نہ

چندانست کہ بہ گفتن نیاز داشتہ باشد و اداشناس داند کہ ہنجارِ من در نگارش این است کہ چون کلک و ورق بکف گیرم مکتوب الیہ را بہ لفظے کہ فرا خورِ حالتِ اوست در سر آغازِ صفحہ آواز دہم و زمزمہ سنجِ مدّعا گردم۔القاب و آداب و خیریت گوئی و عافیت جوئی حشوِ زائداست و پختگان حشورا دفع نہند و نیز دانا شناسد کہ درین باب چہ ساحری توان کرد و درین شیوہ گنجایشِ سخن‌گستری تا کجاست لیکن چون خاطرِ نازکِ پژوہندہ عزیز بود فرمایش از راہِ گوش بہ دل دریافت و دل را از جا برانگیخت . . .“

غالب کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انیسویں صدی کے ربع اول میں فارسی نامہ نگاری میں :

(۱) صاحب طرز تھے ،

(۲) اُن کا اسلوب ”القاب و آدابِ متعارفۂ رسمیہ،، والے روایتی اور رائجُ الوقت اسلوب کے خلاف تھا اور اُس کی بنیاد اس ادبی عقیدے پر تھی کہ ”القاب و آداب، خیریت گوئی اور عافیت جوئی،، حشوِ زائد ہے ۔

(۳) وہ اپنے اس روایت‌شکن اسلوب میں پوری اثر آفرینی پر قادر تھے جسے انھوں نے ’ساحری‘ کہا ہے ۔

(۴) اُن کا اسلوبِ نامہ‌نگاری جسے انھوں نے ’شیوۂ غالب‘ کہا ہے اور جو عام روایتی روش سے بالکل مختلف تھا

معاشرے میں جانا پہچانا تھا ۔ اُن کے اسلوبِ بیان کے اداشناس اُن کی اس خصوصیت سے واقف تھے ۔

(۵) **پنج آہنگ** کا القاب و آداب والا آہنگ انھوں نے محض علی بخش رنجور کی خاطر لکھا تھا ۔

جناب **ڈاکٹر شیخ محمد اکرام** صاحب نے '**غالب نامے**' کے '**آثارِ غالب**' والے حصے میں **پنج آہنگ** کی اسی تمہید کی بنیاد پر لکھا ہے "**غالب** نے **مرزا علی بخش** کی استدعا پر جو فارسی رسالہ ۱۸۲۴ع میں فارسی مکتوب نویسی کے متعلق لکھا تھا اس سے خیال ہوتا ہے کہ خط و کتابت کے متعلق ان کا شروع میں ہی ایک خاص نقطۂ نظر تھا اور وہ چاہتے تھے کہ مکتوب نویسی میں وہی زبان استعمال کی جائے جو گفت و شنید میں استعمال ہوتی ہے ۔ وہ لکھتے ہیں "نامہ نگار را آن باید کہ نگارش را از گزارش دور تر نبردہ نبشتن را رنگِ گفتن دہد ۔" (**آثارِ غالب** : طبع مرکنٹائل پریس لاہور ۔ صفحہ ۲۲۶) ۔ اگرچہ وہ یہ ضرور کہتے ہیں کہ **غالب** نے "فارسی خطوط میں اس نقطہ نظر کی پوری طرح پیروی نہیں کی ۔" (ایضاً)

اپنی دوسری تصنیف '**حیات غالب**' میں (صفحہ ۶۲) انھوں نے آہنگ اول کی تمہید کا اور آہنگ اول کے آغاز کے مذکورہ جملے کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے "بعض نقاد مرزا کے اسلوبِ مکتوب‌نویسی کو سفرِ **کلکتہ** کی سوغات اور

فورٹ ولیم کالج کا عطیہ سمجھتے ہیں کاش وہ ان سطور کو دیکھ لیتے جو مکتوب نویسی اور اندازِ تحریر کے متعلق غالب نے سفر کلکتہ سے تین سال پہلے لکھیں "۔

سبط حسن صاحب نے محمد عمر مہاجر صاحب کی اردو پنج آہنگ کے پیش لفظ میں شیخ صاحب کی اس رائے کی تردید کرتے ہوئے خیال ظاہر کیا ہے کہ "غالباً آہنگ اول کی تمہید بھی ۱۸۳۸ع یا ۱۸۳۹ع ہی لکھی گئی تھی ۔" لیکن سبط حسن صاحب کے اس خیال کی تردید اس سے ہوجاتی ہے کہ زیرِ بحث تمہید پنج آہنگ کے اس قلمی نسخے میں جس کی کتابت ۱۸۳۵ع میں ہوئی ہے بجنسہٖ موجود ہے ۔ اس سے پہلے ہم اس بات کے ثبوت میں کہ یہ تمہید بھی اسی وقت لکھی گئی ہے جب 'آہنگ اول' تصنیف ہوا ہے داخلی شواہد پیش کرچکے ہیں ۔ البتہ 'آہنگ دوم، ضرور نہ صرف بعد میں بلکہ بھرت پور کے بجائے فیروز پور میں لکھا گیا ہے ۔ بھرت پور کی مہم سے واپسی پر لکھا گیا ہوگا ۔ اس کے ثبوت میں ایک داخلی شہادت کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں ۔ آہنگ دوم کے آغاز میں لکھا ہے "اکنون کہ بدین خستگی پایش از پیش رفت تا نسنجند کہ فرومانده و گسستہ دم است می سنجد کشادہ روی نشستن و بطرفِ آن گریوہ طلسمی ببازیچہ بربستن ۔ زمینی شور کہ چون ذوقِ می در طینتِ زاہد ہیچ گلبن را در آنجا ریشہ

در خاک ندود و خاکی نا استوار کہ ہر دیوار کہ در آن ریگستان بر کشند پیش از سایۂ خود بخاک افتد ۔ بہ طاسمی کہ درین چنین اہرمن جای بندند سنبل و ریحان را چہ روز بازار منظر و ایوان را کدام بار نامہ ؟" یہاں جس علاقے کی تصویر کھینچی گئی ہے وہ بھرت پور نہیں ہو سکتا جو زرخیز اور سرسبز و شاداب دو آبے میں واقع ہے ۔ فیروز پور ہی کا علاقہ ہو سکتا ہے جو ریگستانی علاقہ ہے ۔ جغرافیے میں ان دونوں علاقوں کا یہ فرق ایک مسلّم حقیقت ہے ۔

پنج آہنگ کی تالیف پہلی مرتبہ مرتبہ ۱۸۳۵ع ہی میں ہوئی 'آہنگ اول' اور 'آہنگ دوم' کی تالیف کے وقت پانچ آہنگوں کا تصور نہ رنجور کے دیباچے میں ملتا ہے نہ غالب کی تمہید میں، بلکہ 'آہنگ اول' کی اس تمہید میں تو لفظ 'آہنگ' بھی نہیں آتا ۔ البتہ دوسرے آہنگ کے آغاز میں یہ لفظ پہلی مرتبہ ملتا ہے ۔ پنج آہنگ کا منصوبہ غالب کی سفرِ کلکتہ سے واپسی کے بعد کی چیز ہے ۔ کلکتے میں قتیل کے شاگردوں اور پیرووں نے غالب کے کلام پر اعتراضات کے ضمن میں قتیل کی تصنیف چار شربت کے حوالے دیے تھے ۔ کچھ بعید نہیں کہ غالب نے چار شربت کے مقابل پنج آہنگ کا منصوبہ بنایا ہو ۔

پنج آہنگ کے خطوط کے اسلوب کے بارے میں ہمارا تأثر یہ ہے کہ یہ تمام خطوط مجموعی طور پر نامہ نگاری

کے ان اصولوں کا پورا ساتھ دیتے ہیں جنھیں غالب نے تمہید میں ”شیوہ غالب“ سے تعبیر کیا ہے۔ مہاجر صاحب کی اردو پنج آہنگ کے ’پیش لفظ، میں سبط حسن صاحب نے لکھا ہے کہ ”پنج آہنگ کے ترجمے کو اُردوے معلی کے خطوں میں شامل کردیا جائے تو اصل اور ترجمے میں تمیز کرنا مشکل ہو جائے گا۔“ اس کے معنی یہ ہوئے کہ پنج آہنگ کے خطوط اور اردوئے معلی کے خطوط میں صرف زبان کا فرق ہے اسلوب کا نہیں۔

حقیقت بھی یہی ہے۔ جن لوگوں کو پنج آہنگ کے فارسی خطوط میں بمقابلہ اردو خطوط کے یک گونہ تکلف محسوس ہوتا ہے وہ بیشتر دونوں زبانوں کے مزاج کا اور دونوں کے ادب کے مزاج کا فرق ہے۔

پنج آہنگ کی زیر نظر اشاعت میں خطوط کا متن ہم نے وہی رکھا ہے جو غالب نے رکھا تھا۔ ان کی اصلوں میں غالب نے جو رد و بدل کی اسے ہم نے متن یا اس کے حواشی کے بجائے تنقیحات کی جداگانہ بحث کے لیے اٹھا رکھا ہے۔ اس اشاعت میں ہم نے:

(۱) متن کی عبارت بندی کی ہے۔

(۲) لغات و مصادر و معانی والے حصے کو فرہنگ نویسی کی طرز پر ترتیب دیا ہے اس طرح کہ لغات و مصطلحات و مصادر نیچے اوپر ایک ستون میں رہیں اور معانی مقابل ہوں ، لیکن

ان کی تقدیم و تأخیر کو نہیں بدلا ہے تاکہ **غالب** کی قائم کردہ ترتیب اسی طرح رہے۔ اس ترتیب میں حروفِ تہجی کے لحاظ سے ردیف بندی کا التزام نہیں ہے۔

(۳) آہنگ چہارم اور آہنگ پنجم میں ہر نگارش کے عنوانات کو سر صفحہ رکھا ہے۔

(۴) آہنگِ پنجم میں ہر مکتوب الیہ کے خطوط کو یکجا کردیا ہے، لیکن مکتوب الیہم اور ہر مکتوب الیہ کے نام کے خطوط کی تقدیم و تأخیر وہی رکھی ہے جو **غالب** کی قائم کردہ تھی۔ خطوں کے عنوانات میں ایک ہی مکتوب الیہ کا نام صرف وہاں دہرایا ہے جہاں **غالب** کی پنج آہنگ میں یہ نام کسی لفظی فرق سے مکرر آیا ہے ورنہ صرف ایضاً یا خط کا شمارہ لکھ دیا ہے۔

(۵) جملوں میں الفاظ کے نحوی رشتوں کے لحاظ سے اُن کے فصل و وصل کو نسبتاً واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

۶۔ اضافتوں کے اظہار کا التزام رکھا ہے۔ غلط اضافتیں صحیح کی ہیں اور ہزاروں اضافتیں اضافتی کسرۂ اضافت اور ہمزہ (علامت یایِ اضافت) لگا کر واضح کی ہیں۔

۷۔ اسلامیں ب اور پ (مثلاً اسب اور اسپ) اور ک اور گ (مثلاً کشادن اور گشادن)، افگندن اور افکندن، شگفتن اور شکفتن) کے ابدال کے معاملے میں **غالب** کے استعمال کو قائم

رکھا ہے جو پاک و ہند کے عام املا اور تلفظ کے مطابق ہے ، لیکن ذال معجمۂ فارسی کو زایِ ہوز سے نہیں بدلا ۔

۸ ۔ یائے تنکیر و وحدت ، یائے احتمالی و تمنائی اور لفظ کے آخر میں ایسی یائے اصلی کو جو پاک و ہند کے عام تلفظ میں یائے مجہول ہے ماقبل مفتوح ہو یا ماقبل مکسور یاے معکوس کی صورت میں ظاہر کرنے کا التزام کیا ہے تاکہ عام قاری کو فہمِ عبارت میں سہولت رہے ۔ حرفِ نون کی کامل صورت کو یعنی دائرے والی شکل کو ہر جگہ منقوط رکھا ہے ۔

جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کرچکے ہیں **پنج آہنگ** کے مختلف قلمی اور مطبوعہ نسخوں کے لفظی اختلافات اور متن کی تصحیح و تنقیح کے وجوہ اور دلائل ہم **پنج آہنگ** کی تمام لغوی ، ادبی ، سوانحی اور تاریخی بحثوں کے ساتھ ایک جدا گانہ جلد میں بیان کریں گے ۔ اس جلد کی ضخامت کی وجہ سے **مجلس یادگار غالب** نے تعلیقات کے لیے تعداد صفحات کی حد بندی کر دی ہے ، اس لیے تعلیقات کے باقی مسائل و مطالب بھی اِسی جلد میں پیش کیے جائیں گے ۔ فی الحال متن کے ساتھ جو تعلیقات ہیں وہ **پنج آہنگ** کے خطوط کی تاریخوں کے تعین سے متعلق ہیں ۔ ان تعلیقات میں بھی بحث و استدلال کو زیادہ سے زیادہ ممکن اختصار کے حدود میں رکھنا پڑا ہے ، لیکن زمانی تعین کے تمام وجوہ کا اجمالی بیان ان میں آگیا ہے ۔

پنج آہنگ کے قلمی اورمطبوعہ نسخوں کے متنی اختلافات کے ساتھ جناب پروفیسر سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب کے مرتبہ فارسی خطوط 'متفرقاتِ غالب' جناب قاضی عبدالودود صاحب کے مجموعے 'مآثر غالب' اور جناب اکبرعلی صاحب ترمذی کے مرتبہ 'نامہ ہای فارسی غالب' کے علاوہ آن چیزوں کے حوالے سے جو مختلف رسائل میں شائع ہوئی ہیں مثلاً جناب امتیاز علی عرشی کی چاند تنقیحات اور مدیر نقوش کی شائع کردہ غالب کے چند فارسی خطوط کی اصلیں اسی الگ جلد میں زیر بحث آئیں گی۔ یہاں اس بات کا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ پنج آہنگ میں غالب۔ جو خطوط شامل کیے تھے ہم نے صرف وہی رکھے ہیں، البتہ جیسا کہ شروع میں کہا جا چکا ہے دو خطوط جو منشی نولکشور نے ۱۸۷۱ء کی اشاعت میں بڑھا دیے تھے اُنھیں حذف نہیں کیا ہے۔ لیکن متفرقاتِ غالب، مآثرِ غالب، باغِ دودر اور نامہ ہایِ فارسیِ غالب، کے خطوط کو پنج آہنگ کے آہنگ پنجم میں یکجا کردینا ہمارے منصوبے میں تھا۔

پنج آہنگ کا مسودہ مطبع کو دینے کے لیے نقل و تسوید میں جن عزیزوں نے میری مدد کی ہے اُن کی توفیقات کے لیے میں دعا گو ہوں اقبال صلاح الدین۔ صاحب ایم اے (اردو و فارسی)، حکیم فیض الحق صاحب عارفی ایم۔اے (اردو و فارسی)،

محمد رشید صاحب (ایم - اے) اور **محمد بشیر** صاحب (ایم - اے) نے رات دن ایک کر کے کم سے کم وقت میں آہنگِ پنجم کی نقل میرے لیے مکمل کردی جس میں بین السطور کافی تھا ، اور مجھے اس کھلی کھلی صاف اور خوشخط تحریر میں عبارتوں کی تصحیح کرنے ، علامتیں لگا کر اضافتوں کو ظاہر کرنے اور فصل و وصلِ کلمات کو مطبع کے حروف چین کے لیے عمودی خط بنا کر واضح کرنے میں بڑی سہولت ہوئی - عزیزم **ڈاکٹر میاں بشیر حسین صاحب** ، لیکچرار فارسی ، یونیورسٹی اورینٹل کالج نے ابتدائی پروفوں کی غلط گیری کا کوفت انگیز کام بڑے صبر و تحمل اور استقامت و مستعدی سے انجام دیا ، جس سے بعد کے پروفوں میں میری طرف سے تصحیح آسان ہو گئی اور کام غیر معمولی تیزی سے آگے بڑھتا رہا - خدا انھیں مراتبِ عالیہ پر فائز کرے -

اقبال صلاح الدین صاحب ایم - اے بھی پروفوں کی تصحیح میں برابر میرے دست و بازو بنے رہے - خداوند تعالیٰ انھیں اپنی تائیدات و توفیقات سے سرفراز فرمائے -

مالکِ **مطبعِ عالیہ سید اظہار الحسن صاحب رضوی** نے پنج آہنگ میں اضافتوں کے اظہار کے اہتمام اور فصل و وصلِ کلمات کے ہزار در ہزار پیچ و خم کے باوجود طباعت کی رفتار اور حسنِ طباعت کے معیار کو قائم رکھا - انھوں نے کتاب کا کمپوزنگ

کرانے میں مسودے کے مطابق ہزاروں اضافتوں کے اظہار کی ذمہ داری لی اور الفاظ کے درمیان جو فصل و وصل قائم کیا گیا تھا اس کی پابندی کی ۔ اس طرح کے التزام میں کمپوزیٹر کا وقت کمپوزنگ میں اور پروفوں کی تصحیح کا ساتھ دینے میں عام معمول سے کئی گنا زیادہ صرف ہوتا ہے اور پریس کی رفتارِ کار پر کئی گنا زیادہ بار پڑتا ہے ، لیکن مطبعِ عالیہ کے مالک نے عالی ظرف کا ثبوت دیا اور علمی اور قومی خدمت سمجھ کر اس مشکل کام کا ذمہ لیا ، پاکستان و ہند میں شاید ہی کسی مطبع نے فارسی نثر کی اتنی ضخیم کتاب اس التزام سے چھاپی ہو۔ غالب کی پنج آہنگ کے لیے اس التزام کی شدید ضرورت تھی۔ غالبیات خاص طور پر اس کی معترف رہے گی ۔ وما توفیقی الا باللہ

لاہور ، ۲۰ اگست ۱۹۶۹ء   وزیرالحسن عابدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعدِ تقدیمِ نیایشِ داورِ جہان آفرین و تمہیدِ ستایشِ حضرتِ **سیدالمرسلین** و دریوزهٔ ہمت از نفوسِ قدسیهٔ بزرگانِ دین میگوید ذرهٔ ناتوان و خاکسارِ ہیچمدان **علی بخش خان** ابن **الٰہی بخش خانِ** مغفور که در ایامیکه بگوشهٔ بساطِ قربِ عمِ مرحوم **فخر الدوله دلاور الملک** نواب **احمد بخش خان بهادر رستم جنگ** جا داشتم و در سایهٔ رأفت آن والاپایه پرورش می یافتم ، ہر چند از **دهلی** به **فیروزپور** و از **فیروزپور** به **دهلی** آمد شد اتفاق می افتاد ، اما اغلبِ اوقات به **فیروزپور** می گذشت - عنفوانِ جوانی بود و اسبابِ عیش آماده ، گلہایِ اقبال شگفته بود و درہایِ دولت کشاده ، بزرگے چون **فخرالدوله** خدایش در بہشتِ برین جا دہاد ، بر سر سایه گستر - از ناز و نعمت و جاه و مکنت چہا که نداشتم - بالجمله عمر در لہو و لعب و سرور وطرب بسر می شد و ہر گز فکرِ معاش و غمِ معاد نبود - مہین برادرِ قدسی اثر جنابِ **اسدالله خان** متخلص به **غالب** که در نظم و نثر یگانه و در سخنوری مشہورِ زمانه است از راهِ کہترنوازی سرے بهآموزگاریِ من داشت و چون درمیانِ این نحیف و آن سخنورِ یکتا از دو سو پیوندِ قرابت استواراست و محبت و مؤدت که غازهٔ رخسارهٔ قرابت ہمان تواند بود بسیارست ، لاجرم مرا بانواعِ لطف و مکرمت نواختے و ہمواره بدانش و بینش رہنائی کردے تا اینکه حسب الالتماس

من ورقے چند از آداب و القاب و شکرِ رسیدِ خطوط و شکوۂ عدم رسیِ مکاتبات، رقم فرمود و بمن عطا نمود۔ آن اوراق را چون تعویذ ببازو بستم و آن نگشتہہا را در فنِ تحریر دستور العملِ خود ساختم ۔

بعدِ چندے کہ زمانہ بیوفائی آغاز نہاد و سنگِ تفرقہ در بزمِ مراد افگند، نخست حضرتِ اخوان پناہی مد ظلہ العالی بجانبِ کلکتہ رہگرای شدند و مقارنِ آن حال عمِ نامدارکہ شفقتِ پدری بلکہ رحمتِ ایزدی از ذاتِ بابرکاتش لمعۂ ظہور داشت ، ازین عالمِ ناپایدار طبلِ رحیل فروکوفت ۔ **شمس الدین خان** خلفِ اکبرِ آن امیرِ نامور بروسادۂ سروری بجایِ پدر نشست ۔ چندے از اوباشِ ناپاک طینت فراہم آمدند ، آن گرم و سردِ روزگر دیدہ و بے سعی و تلاش بدولت رسیدہ را برنگِ خود برآوردند ۔ کارہا دگرگون شد و حالتہا برگشت و کارِ ملک و دولت ابتر گردید ۔ من خود را از آنمیان بکنار کشیدم و ترکِ وطن کردم ۔ چندے بہ **لکھنئو** و مدتے **بہ جیپور** بناکامی بسر بردم ، تا اینکہ درآغازِ سالِ یکہزار و دو صد و پنجاہ و یک ہجری **شمس الدین خان** رابقضای آسانی آن پیش آمد کہ ہیچ آفریدہ مبیناد و آن خود از غایتِ شہرت بشرح احتیاج ندارد و بعدِ آن ہنگامہ ہم دران ہنگام از **جیپور بہ دہلی** رسیدم و بکاشانۂ برادرِ والا شان و آموزگارِ مہربان

مولانا **غالب** زاد افضاله فرود آمدم ـ

چون دران ایام دیوانِ فیض عنوان که مسمّٰی

به میخانهٔ آرزو سرانجام است تازه فراہم آمده و پیرایهٔ اتمام پوشیده بود ، آنچه از نثر دران ہمایون صحیفه صورتِ ارقام داشت، ہمه را بخدمتِ والایِ آن خسروِ اقلیمِ سخنوری خواندم ـ بخاطر چنان گذشت که ہمگی نثر از دیوان برچیده یکجا کنم و عباراتِ متفرقهٔ دیگر بآن ربط دہم و سوادِ اوراقیکه نزدِ منست، ضمیمهٔ آن سازم ، از ہجومِ افکار و وفورِ آلام فرصت میسر نمی آمد تا آنکه ارشادِ جنابِ معلی‌القاب مسند نشینِ عزّ و تمکین ، سالکِ مسالکِ دانش و یقین، فلاطون علمِ مسیحا نفس، سخن شناسِ دقیقه‌رس ، عالیشان ، والا دودمان حکیم **رضی الدین حسن خان‌بہادر** محرکِ این داعیه شد و ابرامِ ذوق افزایِ غازهٔ عارضِ پسندیده خوئی پیرایهٔ شاہدِ نکوئی براستی پیوندندهٔ دل بازبان **میر محمد حسین خان** که به‌درسِ این نثرہا بامن ہم سبق و شریکِ گرداندنِ ورق بوده اند ، باعثِ تصمیمِ عزیمت گردید و نیز بطمعِ استفادهٔ برخوردارِ خجسته آثارِ کامگار توانائیِ دل و آسایشِ جان **غلام فخر الدین خان** که خدایش از عمر و دولت برخورداری دہاد و در علم و عمل بمدارجِ اعلیٰ رساناد ، رغبتِ خاطر ازیکے به هزار کشید ـ لاجرم این اراده صورتِ ظہور گرفت و سازِ سخنے مشتمل‌بر **پنج آهنگ** آراسته شد ـ **آهنگِ اول** القاب و آداب و

مراتبِ متعلقهٔ آن ، **آهنگِ دوم** مصادر و مصطلحات و لغاتِ فارسی، **آهنگِ سوم** اشعارِ مکتوبی منتخب از دیوانِ رشکِ گلستان که در مکاتبات بکارآید ، **آهنگِ چهارم** خطب و کتب و تقاریظ و عباراتِ متفرقه ، **آهنگِ پنجم** مکاتبات ـ

یا رب این سازِ سخن تا دمِ نفخِ صور بلند آوازه و ذوقِ این زمزمه در دلِ همنفسان جاودان تازه باد ـ

آهنگِ اول
در القاب و آداب و مایتعلق بہا

حمدِ ایزدی را کہ برتر از اندازۂ توانائیِ بیانست، زبان نامحرم و نعتِ نبوی را کہ شرفِ نفسِ ناطقہ درگروِ آنست، گفتار نارسا۔لاجرم اندیشۂ آسمان پیوند از مقامِ خویش پایۂ چند فرود آمدہ سخن ریزہ ہا فراہم می آورد تا بر دانا و نادان ایثار توان کرد ۔ درسالِ یک‌ہزار و دو صد و چہل و یکِ ہجری کہ گیتی‌ستانانِ انگشیہ بر **بھرت‌پور** لشکر کشیدہ و آن روئین دژ را درمیان گرفتہ اند،من درین یورش باجنابِ مستطاب‌عمِ عالیمقدار **فخرالدولہ دلاور الملک نواب احمد بخش خان بہادر رستم جنگ** دام اقبالہ و زاد افضالہٗ رفیقم وگرامی برادرِ ستودہ خوی **مرزا علی بخش خان بہادر** ہم سفراست۔ روزانہ برفتار ہمقدمیم و شبانہ بیک خیمہ فرود می آئیم۔برادرِ والاقدر کہ سیمای سعادتمندی و فروغِ دانش جوئی‌دارد، از من آرزو کرد کہ القاب و آدابِ متعارفۂ رسمیہ برویِ ہم ریختہ و الفاظِ شکر و شکوہ و شادی و غم باہم آمیختہ برایِ نامہ نگاران دستور العملِ موجزی ساختہ آید ۔

ہر چند بیگانگیِ این روش از شیوۂ **غالبِ** مستمند نہ‌چندانست

که به گفتن نیاز داشته باشد و اداشناس داندکه هنجارِ من در نگارش اینست که چون کلک و ورق به‌کف گیرم ، مکتوب الیه را بلفظے که فراخورِ حالتِ اوست در سر آغازِ صفحه آواز دہم و زمزمه سنجِ مدعا گردم ـ القاب و آداب و خیریت گوئی و عافیت جوئی حشوِ زائد ست و سخنگان حشو را دفع نهند و نیزدانا شناسد که درین باب چه ساحری توان کرد و درین شیوه گنجایشِ سخن گستری تا کجاست ، لیکن چون خاطرِ نازکِ پژوہنده عزیز بود، فرمایش از راهِ گوش بدل در رفت و دل را از جا بر انگیخت ـ آن مادهٔ سودا از سویدا بانامل دوید ـ جنبشے دربنان پدید آمد تا رقمہا زده و ورقہا بدین رنگ نگاربسته شد۔ از آنجاکه خود نمائی و بیہده سرائی خوبی نیست و با اینہمه سیر چشمِ نعمتِ گفتارم و دستم ازین گرانمایه کالا تہی نیست، درین برده آرایشِ سخن نمی کنم و خواهشِ سائل سرانجام میدہم و در عرضِ سه روز سوادِ این اوراق بپایان میرسد و پیش از شروع در مقصود گفته میشود :

بدان اے ہوشمندِ سخن پیوند که نامه‌نگار را آن باید که نگارش را از گزارش دور تر نبرده نبشتن را رنگِ گفتن دہد و مطلب را بدان روش گزارد که دریافتنِ آن دشوار نبود و اگر مطلبے چند داشته باشد در تقدیم و تأخیر ژرف‌نگہی بکار برد و ازان پرہیزد که سخن گره درگره گردد و اجزایِ مدعا بہمدگر فرو خورد ـ

زنهار استعاره های دقیق و لغاتِ مشکلهٔ نا مأنوس در عبارت درج نکند و در هر نورد رعایتِ رتبهٔ مکتوب الیه در نظر دارد۔ تا تواند، سخن را درازی ندهد و از تکرارِ الفاظ محترز باشد و بیشتر بمذاقِ اهلِ روزگار حرف زند و از احاطهٔ قواعد و قوانینے که قرار دادهٔ این مردم است، بدر نرود، اما اندازهٔ خوبیِ زبان نگهدارد و این پارسیِ آمیخته بتازی را در کشاکشِ تصرفاتِ هندی زبانانِ پارسی نویس ضائع نگذارد و لغاتِ عربی جز بقدرِ بایست صرف ننماید و پیوسته‌دران کوشد که سادگی‌و نغزی شعارِ او بود ۔ اقسامِ مکاتیب خاصه در خطوط و عرایضے که به‌حکمِ نویسد و مشتمل بر معاملات باشد ، از اغلاق و اغراق احتراز واجب داند و سخن به استعاره و اشاره نگزارد و نرم گوید و سنجیده گوید و آسان گوید ۔

بالجمله مراتبِ اعیانِ روزگار منحصر برسه پایه است، اعالی واواسط وادانی۔ اما اعالی آنانکه فراتر وبلندتر ازخود اند مثلِ پدر و آقا و استاد و مرشد و اواسط برادران و دوستان اند و ادانی پسران و نوکران ، و به اندک تأمل دانسته میشود که این هر سه پایه را پایه‌های بیشمار است ، لیکن شرط چنانست که مختصر گوئیم و زود گوئیم ۔

ابتدا از القابِ پدر

قبلهٔ کونین و کعبهٔ دارین ، حضرت ولی‌نعمی مدظله العالی، آدابِ بندگی و تسلیم که حصولِ سعادتهایِ دو جهانی در

گرو آنست، بتقدیم رسانیده معروض میدارد، **ایضاً** قبلهٔ دو جهان و کعبهٔ جسم و جان، حضرت ولی نعمی دام اقباله، بعدِ تقدیمِ مراسمِ تسلیم و کورنش که مهین دست‌آویزِ حصولِ فخر و سعادت است، بعزِ عرض میرساند ، **ایضاً** قبلهٔ حاجات و کعبهٔ مرادات، حضرت‌ابوی مخدومی مد ظله العالی، بعدِ تمهیدِ مراتبِ عجز و انکسار وتقدیمِ لوازمِ عبودیت و افتقار بعرضِ خدامِ ذوی الاحترام میرساند ، **ایضاً** قبلهٔ جسم و جان و کعبهٔ روح و روان حضرت قبله گابی مد ظله العالی، گلهای تسلیم از راهِ تعظیم زیبِ سر و دستارِ بندگی ساخته بعزِ التماسِ باریافتگانِ گوشهٔ بساطِ فیض مناط میرساند ، **ایضاً** قبلهٔ مقاصدِ دین و دنیا وکعبهٔ مطالبِ بردوسرا حضرتِ ابوی مخدومی مد ظله العالی، بتقدیمِ قواعدِ کورنش و تسلیمِ طالعِ سر و دست را باوجِ قبول میرساند و معروضِ حاضرانِ محفلِ فیض منزل میگرداند ، **ایضاً** قبله و کعبهٔ کونین ولی نعمتِ دارین حضرتِ ابوی مخدومی دام اقباله، ادای آدابِ خضوع و خشوع و ابرازِ مراسمِ عجز و نیاز را کفیلِ حصولِ سعادات و مباهات ساخته بگزارشِ مدعا لب میکشاید ـ

همین القاب و آداب بتغییرِ دو سه لفظ بمرشد و اوستاد و آقا نیز توان نگاشت، چنین که مرقوم میگردد : قبله وکعبهٔ خافقین حضرت پیر و مرشدِ برحق مدظله العالی، آداب و کورنش و تسلیم

که سعادتِ جاوید مرهونِ ادای آنست بجا می‌آرد و معروضِ فیض اندوزان انجمنِ ملایک موطن میدارد، **ایضاً** قبلهٔ جان و دل و کعبهٔ آب و گل حضرتِ پیر و مرشدِ برحق مدظله العالی، سرِ نیاز از راهِ ارادت بکفِ پایِ عرش پیمای سوده سعادتِ ابدی حاصل میسازد و بحضورِ خدامِ عالیمقام بگزارشِ مطلب می پردازد، **ایضاً** قبلهٔ جسم و جان کعبهٔ دین و ایمان حضرتِ پیر و مرشدِ بر حق مدظله العالی، لوازمِ عبودیت و انکسار و مراسمِ عجز و افتقار ادا ساخته بعزِ عرضِ عالیِ متعالی میرساند۔

ایضاً منبعِ فیوضِ نامتناهی واسطهٔ حصولِ رحمتِ الٰهی حضرتِ پیر و مرشدِ برحق مدظله العالی، بادایِ آدابِ تسلیم و تقدیمِ قواعدِ تعظیم سر عزت بسپهر افراخته و خود را بحصولِ سعادتهایِ نشأتین امیدوار ساخته معروض میدارد۔

باید دانست که درالقاب و آدابِ استاد نیز همین الفاظ مرسوم و معمولست و در عرضداشتهائی که بخداوندِ نعمت و فرماندهانِ عهد باید نگاشت، قاعده چنین است که ورقی دراز بگیرند و پارهٔ بدرازی بگذارند و در پهنا خطی کشند و فرازِ آن خط القابِ حاکم وآقا بنویسند، وزیرِ آن خط به‌یک گوشهٔ ''بعرضِ عالیِ متعالی،، و به گوشهٔ دیگر، ''میرساند،، نگارند، و اما اگر

مکتوب‌الیه نواب گورنر جنرل بهادر است باید نگشت : جنابِ مستطاب معلٰی القاب جهانیان مآب جم جاهِ انجم سپاه سپهر بارگه‌نواب گورنر جنرل بهادر دام اقباله و زاد افضاله، **ایضاً** نواب صاحب قبله و کعبهٔ دو جهان فیض بخش فیضرسان دام اقباله، **ایضاً** نواب صاحب قبله خداوندِ خدایگان دام اقباله، **ایضاً** نواب صاحب قبله و کعبه خداوندِ نعمت دام اقباله، **ایضاً** نواب صاحب خدایگانِ فیض بخشِ فیضرسان دام اقباله -

باید دانست که در عرضداشتها فقراتِ خیریت نوشتن رسم نیست، اما فقراتِ خیریت که در مکتباتِ پدر و مرشد و استاد بکار برند، اینست : **فقراتِ خیریت** : بعنایتِ الٰهی و توجهاتِ نامتناهیِ آن امیدگاه حالِ عقیدت سگال نکو است و سلامتِ صحتِ ذات حمیده صفات را همواره از جنابِ واهب العطیات خواهان میباشد، **ایضاً** بفضلِ جهان آفرین حالاتِ عقیدت آیین نیکومیگذرد وسلامتِ ذات و صحتِ حالاتِ گرامی را پیوسته از خدا می‌خواهد، **ایضاً** منت ایزد را که‌حالاتِ فدوی در خورِ ادای سپاسِ افضالِ الٰهی ست و صحت و عافیتِ حضورِ پر نور مدام مستدعی. **ایضاً** لله الحمد که غلام بخیر و عافیت مصروفِ دعایِ دوامِ دولت و اقبالِ جنابِ مستطاب است - داورِ جهان آفرین همواره زیب افزایِ مسندِ کامرانی داراد - **ایضاً** شکر بدرگاهِ بخشندهٔ بے منت که

حالِ عبودیت تمثال طرازِ عافیت دارد و سلامتِ ذات و فرخندگیِ حالاتِ جنابِ فیض مآب را بدعا خواهانست ، **ایضاً** احوالِ نیاز اشتمال مقرون بخیروصلاح است و دعایِ سلامتِ ذات‌وجمعیتِ اوقاتِ بابرکت وردِ زبان دارد، **ایضاً** بتفضلاتِ آفرینندهٔ جسم و جان و توجهِ باطنیِ آن قبلهٔ دو جهان فدوی بخیرو عافیت است ، امید که پیوسته نویدِ صحت و سلامتِ مزاجِ مبارک موجبِ مسرت وجمعیتِ جان و دلِ باشد، **ایضاً** الحمد لله و المنه که روز نامهٔ احوالِ عبودیت‌کیش عافیت طراز است و نویدِ صحت و سلامتِ ذاتِ ربوبیت آیات همواره سامعه نواز -

دیگر در بابِ رسیدِ ملاطفاتِ این بزرگان نیز اشتراک است- ازینجا است نوازشنامهٔ تفقدطراز شرفِ وصول ارزانی داشته سرفراز گردانید ، **ایضاً** تفقد رقم نامهٔ عنبرین شمامه به پرتوِ وردوِ خود جان و دل را نور آگین ساخت ، **ایضاً** والا نامهٔ ربوبیت‌طراز به پرتوِ وصولِ خود ظلِ عطوفت بفرقِ نیاز افگند، **ایضاً** گرامی نامهٔ عطوفت رقم پرتوِ ورود ارزانی داشته فرقِ عبودیت را فرقدان‌سای گردانید ، **ایضاً** عطوفت نامهٔ ربوبیت مضمون بشرفِ وصولِ خود معزز و مباہی گردانید، **ایضاً** عطوفت رقم نامهٔ عنبرین شمامه به پرتوِ وردوِ خود سایهٔ دستِ عنایت بر سر گسترد ، **ایضاً** عنایت نامهٔ عالی ظلِ ورود بر فرقِ عبودیت

انداخته سرِ نیاز را از سپهر گذرانید ، **ایضا** پرتوِ وصولِ گرامی نامهٔ عطوفت‌طراز طالعِ فرقِ نیاز را باوجِ سعادت رسانید، **ایضاً** رافت نامهٔ اشفاق نگار پرتوِ وصول افگنده طالعِ فرقِ عبودیت را اوج‌گرای گردانید ، **ایضاً** شفقت نامهٔ گرامی عزِ ایراد ارزانی داشته معزز و مفتخر گردانید ، **ایضاً** نواز شنامهٔ والا سایهٔ ورود بر سرِ تسلیم انداخته کامیابِ مطالبِ کونین ساخت ، **ایضاً** گرامی نامهٔ عاطفت تحریر بمیامنِ وصولِ مباهات حصول سرفراز فرموده شکر گزارِ بختِ بلند گردانید ، **ایضاً** نوازشنامهٔ ربوبیت مضمون شرفِ ایرا د ارزانی داشته در حقِ عبودیت کیش نزولِ آیهٔ رحمت گردید ، **ایضاً** والا نامهٔ رأفت نگار عزایراد یافته سرمایهٔ سعادتِ کونین ارزانی داشت ، **ایضاً** کرامت نامهٔ عبودیت آگین بعزِ ورودِ خود معزز ساخته کلاه گوشهٔ تسلیم را باوج عیوق رسانید ، **ایضاً** عطوفت‌نامهٔ گرامی رقم چهرهٔ حالِ نیاز را به پرتوِ وصول افروخته طالعِ بندگی را فروغِ قبولِ بخشید، **ایضاً** آنکه مرقومِ خامهٔ تفقد گار شده بود ، **ایضاً** آنکه نوک ریزِ خامهٔ مشکین رقم گردیده بود، **ایضاً** آنکه نگاشتهٔ کلکِ عنبرین رقم بود، **ایضاً** آنکه بزبانِ خامهٔ فیض نگارحواله رفته بود، **ایضاً** زبانِ کلکِ الهام ترجمان بدین مضمونِ عنایت مشحون گویا بود ، **ایضاً** آنکه بزبانِ خامهٔ اعجازطراز در کسوتِ حرف و رقم جلوهٔ ارشاد یافته بود ، **ایضاً** آنکه قلم تفقد رقمِ پیرایهٔ اظهار داده بود، **ایضاً**

آنکه خامهٔ اعجاز نگار شرفِ تحریر بخشیده بود، **ایضاً** آنکه بفیضان خامهٔ تفقد نگار تجلیِ ارقام یافته بود ، **ایضاً** آنکه قلمِ نوازش رقم فروغِ ارشاد داده بود ، **ایضاً** آنکه از زبانِ کلکِ عنایت‌رقم پرتوِ تحریر یافته بود ، **ایضاً** آنکه به فیضِ تحریرِ کلکِ اعجازرقم جلوهٔ اظهار داشت ـ

نرسیدنِ خط : در شکایتِ نارسیدنِ مکاتباتِ بزرگان اینچنین دادِ تحریر توان داد : دیرست که فروغِ وصولِ والا نامه جان و دل را تجلی زارِ سعادت نساخته است ؛ عمریست که آفتاب ورودِ گرامی نامهٔ تفقد رقم بر ساحتِ تمنایِ عقیدت کیشان نتافته است ؛ مدتِ مدید گذشته است که بعزِ وصولِ نوازشنامه سرمایه اندوزِ سعادت نگردیده است ؛ عرصهٔ بعید منقضی گشته است که بشرفِ ورودِ پروانهٔ عنایت شمعِ اقبال در کاشانهٔ طالع نیفروخته است ؛ مدتِ مدید میگذرد که به ورودِ عنایت‌نامهٔ والا سرمایهٔ عز و افتخار نیندوخته است : عرصهٔ دراز میگذرد که عطوفت نامهٔ ربوبیت‌رقم سایهٔ رحمت بر فرقِ بندگان نینداخته است ؛ روزهاست که بعزِ ورودِ کرامت نامهٔ نوازش مضمون کله گوشه بآفتاب نرسانیده است : زمانهٔ ممتد گذشته است که بیمنِ وصولِ والا نامهٔ رأفت عنوان سرفراز و ممتاز نگشته است ؛ روزگاریست که تفقد نامهٔ فیض آگین حرزِ جانِ اندوہگین نشده است ؛ زمانِ دراز میرود که فیضِ

ورودِ والا نامهٔ عنبرین شمامه دماغِ جان را ببوی ِ مراد معطر نساخته است ؛ دیرست که از ورودِ گرامی نامهٔ عطوفت رقم محروم است ؛ مدتیست که بنشاطِ وصولِ نوازشنامهٔ عنایت شمامه گلدستهٔ سعادت و مسرت نبسته است -

فقره هایِ دعائیه که در خاتمهٔ مکاتبات نویسند دریتجاعه نیز متفاوتست، بلکه برایِ پدر و مرشد و استاد ''زیاده حد ادب'' کفایت میکند - برای آقا البته ضرورست : آفتابِ دولت و اقبال تابان و درخشان باد ؛ آفتابِ دولت و اقبال از مشرقِ جاه و جلال طالع و لامع باد ؛ بقای دولت و اقبال جاودان و بهارِ جاه و اجلال بیخزان باد ؛ ظلِ رأفت و عنایت بر مفارقِ فدویان علی‌الدوام مبسوط باد - **بدینگونه** باستاد و مرشد نیز ، اگر خواهند، اینچنین بر نگارند ؛ آفتابِ هدایت و افادت همواره پرتو افگن باد؛ خورشیدِ افادت از مشرقِ هدایت همواره طالع باد -

به آقا : ماهچهٔ رایتِ ظفر آیت در جهانستانی و نورافشانی با خورشیدِ گیتی‌افروز توام باد : صبحِ مراد خندان ، آفتابِ اقبال پرتو فشان باد ؛ پرتوِ خورشیدِ اقبال عالمگیر و عالم از فروغِ جاهِ خدایگانی اشاعت پذیر باد ، سمندِ اقبال همواره زیرِ ران و فتح و نصرت پیوسته همعنان باد : تمثالِ شاهدِ جاه و جلال در مرآتِ دولت و اقبال جلوه‌گر باد : دولت و اقبال همواره

پیشترو ِ عساکر ِ جاه و جلال باد ؛ جلوهٔ فتح و ظفر در آئینهٔ اوقات ِ خدایگانی علی‌الدوام باد ۔

دیگر آنکه بعد ازین آداب و القاب ِ متوسط که بالفعل عبارت از تحریر ِ مراسلات ِ احباب است نگرش میرود ۔ پوشیده مباد که درمیان ِ احباب مراسلات متفاوت است ۔ مجملاً القاب یا نگاشته می آید ۔ ہرچه در خور ِ حفظ ِ ہر رتبه باشد، رعایت ِ آن ملحوظ باید داشت و آن اینست که در میزان ِ متصدیان ''شفیق'' بر ''مشفق'' و ''مشفق'' بر ''مہربان'' می چربد و ''کرمفرمای ِ مخلصان'' بر ''کرمفرمای ِ دوستان'' تفوق دارد ۔

نقلے درین باب شنوده بودم ۔ تقریباً از زبان ِ خامه بیرون ریختهٔ ۔ گویند در سرکار ِ **راجه بهرت پور** در زمان ِ قدیم منشئے بود ، از عالم ِ ہوش و تمیز بصد مرحله دور ۔ مراسلات ِ **راجه** صاحب باطراف می نگاشت و دعویهای ِ بلند در فن ِ انشاء داشت ۔ قضا را **راجه** با او دل بد کرد و خدمت ِ انشاء بدیگرے تفویض نمود ۔ منشی ِ معزول خونہا میخورد و باخود را یہا میزد تا مگر انگشتے برحرفش نہد و بازار ِ او را شکستے دہد ۔ ناگه روزے اتفاق چنان افتاد که منشی ِ حال خطے از طرف ِ **راجه** به یکے از دوستان ِ **راجه** که **راجه** را باو نیازے بود بنوشت ۔ چون عنوان درست کرد و سرنامه برنگاشت ، منشی معزول خیره خیره در عنوان ِ مکتوب نگریست وسرے جنبانید و

تبسمے کرد ـ **راجه** ازین ادا بدگمان شد ، اما توضیحے بمیان نیاورد ـ بعدِ برہم زدنِ ہنگامۂ بزمِ منشیِ معزول را در خلوت خواند و باعثِ آن ادا پرسید ـ منشی بعدِ ادایِ مراسمِ مدح و ثنا گفت کہ بندگانِ پروردۂ نعمت و ہوا خواہِ دولتیم ـ تازه آیندگان را اینقدر پاسِ نمک و حبِ رونقِ سرکار چرا خواہد بود ، خاصہ این مردمِ اہلِ قلم کہ از **شاهجهان‌آباد** اند ، حقِ نمک نگه ندارند و خیرِ آقایِ خود بجویند ـ این منشیِ تازه بہ فلان سردار کہ حضور ہمواره بدلجوئی و بتعظیمِ او میکوشند و دوستیِ او راموجبِ سودِ کارہا و صلاحِ حال‌ہا میدانند **"مهربان،،** بہ ہای کوچک نوشتہ و حال آنکہ من ہمواره تعظیماً او را **"مهربان،،** بہای کلان می نگاشتم ـ اکنون کہ تفاوت در تعظیم کہ عبارت از تبدیلِ ہای کلان بہایِ کوچک است پدید خواہد آمد، البتہ او در دلِ خود خواہد آزرد و رنجشِ او برایِ سرکار نیکو نخواہد بود ـ **راجه** برآشفت و منشیِ حال را طلب داشت و عتاب کرد و گفت "تو کہ باشی کہ کسے را کہ ہمواره از سرکارِ ما "مہربان" بہایِ کلان مینوشتہ باشند ، بہای کوچک بر نگاری، بہانامیخواہی کہ دوستانِ مارا عدو گردانی"ـ قصہ مختصر او را براند و منشیِ قدیم را بنواخت ـ فاعتبروا یا اولی الابصار ـ

ایضاً میر صاحب مشفقِ مہربان شفیقِ عطوفت فرمایِ نیازمندان زاد لطفہ ، بعدِ اتحافِ تحائفِ سلام و نیاز و شرحِ

تمنای گرامی مواصلت واقرالمسرت مرفوع رأی لطف اقتضا گردانیده می آید ، **ایضاً** مرزا صاحب مشفق مهربان کر مفرمای مخلصان سلمه الله تعالیٰ ، بعد از ابلاغ سلام مسنون و گزارش اشتیاق از اندازه افزون مشهود ضمیر منیر میگرداند ، **ایضاً** خانصاحب مشفق و مکرم الطاف نشان سلمه الله تعالیٰ ، بعد گزارش سلام ودادانضمام و نگارش آرزوی ملاقات مسرت آیات که مافوق طاقت حرف و بیان است منطبع ضمیر مرآت نظیر باد، **ایضاً** خانصاحب اشفاق نشان، مجمع محامد بیکران، سلامت، اشتیاق ملاقات کثیر البرکات نه بدان اندازه است که بدستیاری خامه و کار پردازی تحریر یکے از بزار و اندکے از بسیار شرح کرده آید ـ ناچار آنرا حواله بوجدان ضمیر حق پذیر کرده بارقام مدعا میگراید ، **ایضاً** خانصاحب، مشفق مهربان سلمه الله تعالیٰ ، بعد سلام و شوق ملاقات که حدے و نهایتے ندارد مکشوف ضمیر الفت تخمیر باد ، **ایضاً** خانصاحب جلیل المناقب مظهر اشفاق فراوان زاد عنایته ، بعد ابراز لوازم و عرض مراتب آرزومندی گرامی مواصلت کثیر الافاذت معروض رأی بیضا ضیاء گردانیده می آید ، **ایضاً** خانصاحب شفیق عطوفت فرمای نیازمندان ، سلامت ، پس از اهدای سلام و نیاز التماس میرود ، **ایضاً** خانصاحب والا مناقب عمیم الامتنان اشفاق فرمای نیازمندان، دام رأفته، بعد اظهار مراتب نیاز و

هوا خوابی که خلاصهٔ مکنوناتِ خاطرِ مودت‌مظاہرا ست، بگزارشِ مدعایِ ضروری الاظہار می پردازد، **ایضاً** خانصاحبِ مشفق و مکرمِ مظہرِ عنایتِ اتم، سلامت ، افسانهٔ شوق چون حکایتِ مدحِ اخلاقِ گرامی بی پایان است، لا جرم ہر دو را بوجدانِ ضمائرِ طرفین گذاشته کمیتِ قلم را در وادیِ مطلب نگری جولان میدہد، **ایضاً** خانصاحبِ اشفاق فرما مجموعهٔ خوبیہایِ بی انتہا سلمه الله تعالیٰ ، پس از تمہیدِ مراتبِ سلامِ مسنون الاسلام و اظہارِ مراسمِ اشتیاقِ ملاقاتِ مباہجت فرجام به تحریرِ مطالب می پردازد، **ایضاً** خانصاحبِ مشفقِ اشفق کرمفرمایِ دوستان سلمه الله تعالیٰ، بعدِ سلامِ موالفت پیام و نگارشِ تمنای سامیِ مواصلت که برتر از وسعتِ حوصلهٔ تحریر و تقریرست مکشوفِ رأیِ سامی باد ، **ایضاً** خانصاحبِ اشفاق نشان وافرالاحسان، سلامت ، بعدِ درنوردیدنِ بساطِ تکلفاتِ رسمی نیِ خامه را سازِ آہنگِ مدعا میگرداند ، **ایضاً** بہارِ باغِ وداد آب ورنگِ گلشنِ اتحاد خانصاحبِ الطاف مناصب سلمه الله الواہب ، خیال بتصورِ رنگینی ہایِ بہارِ اخلاق نشاط انگیز است و نفس بدردِ سہجوریِ آن گلِ رنگینِ گلشنِ وفاق ناله خیز ـ پیداست که چه‌قدر با گل بگریبانِ تحریر باید ریخت و تا کجا شرر به پردهٔ دل توان بیخت ـ لاجرم ازین خیابانہا گلِ اظہار نچیده غنچهٔ مدعا را بتحریکِ نسیمِ تحریر شگفتگی میدہد ،

ایضاً بهارِ گلستانِ مروت رونقِ گلزارِ فتوت خانصاحبِ عمیم‌الاخلاق جلیل الاشفاق دام لطفه، بعدِ گل‌چینیِ خیابانِ تمنایِ مواصلت و گلگشتِ فضایِ چمنستانِ شرحِ اوصاف و محامدِ آن بهارِ محبت گلِ اظهارِ مدعا را طرهٔ دستارِ تحریر میسازد ۔

فقراتِ خریت به تغییرِ بعضِ الفاظ بهٔنست که در صدر نوشته شد ۔ اینجا علی‌الخصوص دو سه فقره رقمزدهٔ خامه می گردد، **ایضاً** منت ایزد راکه خیریتهایِ طرفین حاصلست ۔ شکر بدرگاهِ جهان‌آفرین که نگارنامهٔ حالاتِ بهمدگر بنقوشِ عافیت و بهجت مزین است، **ایضاً** مجاریِ حالاتِ مخلص بفضلِ ایزدی عافیت اسلوب است و اخبارِ اخیارِ آن کرمفرما همواره مسئول و مطلوب، **ایضاً** الحمد لله که عنوانِ اوقاتِ احقر العباد رقمِ عافیت دارد و نویدِ صحتِ مزاجِ وہاج پیوسته از جنابِ باری بدعا خواسته می آید، **ایضاً** لله الحمد که اوقاتِ حیاتِ مستعار، چنانکه آفرینندهٔ زمان و مکان خواسته است، نیکو میگذرد و مژدهٔ سلامتِ ذات و خرسندیِ حالاتِ دوستان همواره مسموع گردیده جان و دل می پرورد، **ایضاً** شکرِ خدا که از نکوئیِ حالاتِ خود پیوسته بشکرِ خدا تر زبان ست و جمعیتِ اوقاتِ احباب را همواره از جنابِ او تعالیٰ شانه خواهان، **ایضاً** شکر و سپاسِ صانعِ حقیقی که زبان بشکر و سپاسِ او گویا و دلِ محبت منزل

خیریت ِ دوستانرا جویا ست ، **ایضاً** ہزاران ہزار ستایش نخلبند ِ گلستان ِ آفرینش راکہ گلزار ِ حیات در کمال ِ رنگینی و دست ِ خیال در بہارستان ِ نوید ِ شگفتگیہای ِ گل ِ اخبار ِ احبا وقف ِ گلچینی ست ، **ایضاً** گلہای ِ شکر و سپاس نذر ِ حدیقہ‌پیرای ِ ایجاد کہ گل ِ عافیت رنگین و دل از اخبار ِ اخیار ِ سلامت ِ احباب بہار آفرین ست ۔

دیگر فقرات ِ وصول ِ مکاتیب ِ احباو ما یتعلق بہا، هذا: تلطف رقم ملاطفۂ سامی رنگ ِ ورود ریختہ پیمانۂ دل ِ محبت منزل را لبریز ِ می ِ نشاط گردانید ، **ایضاً** محبت نامۂ موالات طراز چہرۂ وصول افروختہ دیدہ و دل را نور و سرور ِ بے اندازہ عطا فرمود، **ایضاً** رقیمۂ الطاف ضمیمہ وصول ِ مسرت شمول آوردہ خورسندیہای ِ از اندازہ افزون ارزانی داشت ، **ایضاً** نسیم ِ ورود ِ نگرین نامۂ موانست بہار ِ غنچۂ خاطر را سامان ِ صد چمن شگفتگی عطا فرمود و دماغ ِ جان را بنکہت ِ گلہای نشاط بیندود، **ایضاً** ورود ِ رنگین نامۂ شگفتگی مضمون یک چمن گل ِ نشاط بگریبان ِ تمنا ریخت و بہار ِ اہتزاز را بدفع ِ خزان ِ افسردگی برانگخیت ، **ایضاً** نگرین نامۂ مودت‌نگار بمسرت ِ ورود ِ خود سراپای خیال را در جوش ِ بہار پیچیدہ و نظارہ را بمشاہدۂ بیاض ِ آن رنگین نامہ صبح ِ اقبال از شش جہت دمید ، **ایضاً** مودت نامۂ

الطاف مضمون ورود آورد و دل را بیش از پیش مرہون ِ عنایت ِ یادآوری کرد ، **ایضاً** نامهٔ نامی و ملاطفهٔ گرامی وصول نمود و دل از مشاہدهٔ آن بطاق ِ ابروی بر سطر ماغر ِ انبساط بپمود ، **ایضاً** مفاوضهٔ میمنت رقم به نشاط ِ ورود ِ خود دل را ممنون ِ چشم گردانید و سواد ِ حروف و سطورش چشم ِ جان را بسرمهٔ مراد رسانید ، **ایضاً** ابتهاج ِ وصول ِ سامی تمیقه و انشراح ِ ورود ِ مکاتبهٔ گرامی بدان اندازه است که اگر آنرا برنگرد، مشکل که در ہزار نامه نیز بپایان رسد ـ ایزد ِ جہان آفرین باین یادآوریہا سلامت دارد ، **ایضاً** مہربانی نامهٔ محبت رقم بورود ِ سراسر سود ِ خود زنگ ِ ملال از آئینهٔ خاطر زدود و صورت ِ طرب را در نظر ِ مخلصان جلوه گر نمود ، **ایضاً** صحیفهٔ گرامی که در ہر سطرش از دلنوازیہا مضمونے، بلکه ہر حرفش برای شگفتگی ِ خاطر افسونے بود ، بہار ِ وصول گل کرده بشاشت ِ بے اندازه و مسرت ِ تازه وقف ِ دل ِ اتحاد منزل ساخت، **ایضاً** تعویذ ِ بازوی ِ اخلاص یعنی صحیفهٔ شریف در زمانیکه دل از دستبرد ِ شدائد ِ انتظار ستوه آمده بود بداد ِ مشتاقان رسید و خاطر را از بند ِ حزن و ملال نجات بخشید، **ایضاً** ورود ِ خجسته نامه بفروغ ِ عنوان دیده را نور و دل را سرور بخشید و سوادش کحل الجواہر ِ چشم ِ جان گردید ، **ایضاً** وصول ِ مہربانی نامه مسرتے که در قیاس نگنجد ره آورد ِ خاطرمشتاق داشت ودل را بیش از پیش خرسندی بہم رسید،

ایضاً لطف ِ ورود ِ دلنوازنامهٔ نقش ِ طرب بر صفحهٔ خاطر کشید و دل بدریافت ِ خوشی ِ حالات ِ سامی خوشنود گردید، **دیگر آنکه** بنوک ِ خامهٔ موانست رقم در آورده بودند، **آنکه** از نوک ِ کلک ِ محبت‌رقم برون تراویده بود ، **آنکه** از کلک ِ مشکین رقم ریخته بود، **آنکه** ریختهٔ نوک ِ خامهٔ لطف طراز بود، **آنکه** برون طراویدهٔ خاطر ِ سحر طراز بود، **آنکه** در کسوت ِ حرف ورقم جلوهٔ اظهار یافته بود، **آنکه** در صنعت آباد ِ تحریر جولان ِ بیان داشت، **آنکه** بزبان ِ خامهٔ جادو نگر پرداز ِ تحریر داشت، **آنکه** قلم ِ محبت رقم رنگ ِ اعلام ریخته بود، **آنکه** مرقوم ِ کلک ِ گوہر سلک بود، **آنکه** صریر ِ خامهٔ مہربانی نگر نوای ِ اظہار این مدعا داشت، **آنکه** خامهٔ رفعت طراز علم ِ تحریر ِ این معنی برافراشته بود ، **آنکه** بدستیاری ِ صیقل ِ تحریر جلوهٔ اظہار داشت ، **آنکه** از افق ِ تحریر جلوهٔ طلوع ِ اعلام برون داده بود. **آنکه** رقم کردهٔ قلم ِ مشکین رقم بود **آنکه** نوکریز ِ خامهٔ یگانگی طراز بود ـ

دیگر آنکه در شکایت ِ نا رسیدن خطوط بمین فقرات ِ رسید ِ خطوط را به تغیر ِ کیفیت صرف میتوان کرد، کما لایخفی علی الطبع السلیم. عمریست که ورود ِ خجسته نامه بفروغ ِ عنوان دیده ودل را سرور و نور نه بخشیده است و سوادش کحل الجواہر ِ چشم ِ جان نگر دیده ؛ روزہاست که رنگ ِ ورود ِ مہربانی نامہہا فروغ ِ طالع ِ

نشاط نداده است : دیر است که دوستانِ صمیمی را بتحریرِ رقائم خلت ضمائم یاد نیاورده اند : مدتیست که نسیم ورودِ رنگین نمه های بهارآیئن برفضایِ گلشن دلهایِ محبان نوزیده است : روزها میگذرد که چشم از نظارهٔ جمالِ حروفِ مسطورِ مهربانی نمه متمتع نیست ؛ عرصهٔ دراز میگذرد و زمانِ ممتد میرود که صبحِ ورودِ صحائفِ خلت طراز از مشرقِ انتظار ندمیده است و شبِ دیجورِ ناکامی و محرومی بپایان‌نرسیده ؛ دیرست که دل به‌نشاطِ وصولِ مسرت نامه آشنا و شاهدِ تمنا در جلوه‌گهِ نگهِ شوق پرده کشانیست ؛ دیرست که عنوانِ صحیفه های مودت رقم بسر انگشتِ شوق وا نگشته است ؛ عمریست که نگهِ شوق گل از خیابانِ عنوانِ رنگین نامه هایِ ودادنگر نچیده است ؛ مدتِ مدید میرود که مخلص خود را بار سالِ رقیمة الوداد ممنونِ الطاف نساخته اند ؛ عرصهٔ بعید منقضی میشود که خامهٔ مودت نگر بدلنوازی مخلصان نپرداخته تسطیر نوید است و صفحهٔ کاغذ را به پیرایه شگفتگی گلهایِ احوال جولانگاهِ بهار نساخته : دیر است که دست و قلم رابخاطرجوئی احباب نگماشته اندو نقشِ عنایتے به تسخیرِ دلهایِ دوستان نگذشته ؛ روزگاریست که چشمِ انتظارِ نامه چون صحیفهٔ نانوشته سفید و دل بے نسیمِ ورودِ رقائم از شگفتگی نا امید است : عرصه ایست که چشمِ مشتاق بسوادِ عنبرین نامه های تودد رقم آشنا نیست : روزها گذشته و میگذرد که خاطر از نارسیدنِ

خیریت نامهٔ سامی مشوش و نعلِ دل از جوشِ اضطرار در آتش است ؛ مدتها گذشت که غنچهٔ دل به نسیمِ ورودِ نگارین نامه شگفته نگشت : روزگاریست که دل از نارسیدنِ رقائمِ خلت طراز در کشمکشِ بیتابی اسیر و گوشِ خیال از خامهٔ مودت آرزومندِ صریرست : دیرست که بارسالِ رسائلِ عطوفت شمائل درِ انبساط بروی مشتاقان نکشاده اند ، عمریست که آتشِ شوقم را به نمِ ارسالِ مکاتباتِ صفوت آیات فرو ننشانده اند ؛ دیرست که دل جویای اخبارِ اخیارِ آن مجموعهٔ مهربانی و چشم در بوسِ سوادِ نامی نامه‌ها درعینِ نگرانیست .

فقراتِ دیگر که در خاتمهٔ نامه‌های احباب رسم تحریر أنست هذا : چشمداشت از عینِ عنایت آنکه تا حصولِ زمانِ مواصلت به تحریرِ مهربانی‌نامه‌های خیریت رقم چشمِ مشتاق را نقدِ مدعا در کنار میریخته باشند ؛ مرجو که از مهربانی بمواره به تسطیرِ رقائمِ خلت‌طراز یاد آورِ دوستان باشند ؛ مأمول که پیوسته تا رفعِ حجابِ مفارقت مخلص را به تسطیرِ نمائقِ بهجت وثائق فرا یادِ خاطر دارند ؛ توقع از مهربانی با آنکه تا چشمِ مشتاقِ بلقای فرحت انتما کامیاب نگردد، محرومیِ نگه از سوادِ بلطف نامه‌ها روا ندارند ؛ از عنایتهای دوستانه چشم آن دارد که تا زمانِ

بر افتادنِ پردهٔ مهاجرت سررشتهٔ ارسالِ خیریت نامه‌ها از هم نگسلد و دست و قلم به دلنوازیِ احبا مامور باشد، مترصد که همواره بارقامِ صحائفِ صفوت طرازِ و ایمایِ بجاآوریِ فرمایشهایِ لائقهٔ این دیار شادان و ممنونِ احسان دارند، رجاکه گاه گاه بفرسودن نوک گیاه چارهٔ نگرانیهایِ دلِ منتظر میفرموده باشند، ترصدکه به مقتضایِ مهربانی از نمِ روانیِ سامی مراسلات آبے بر آتشِ انتظار میریخته باشند، تصورِ مهربانیهایِ سامی زنگِ این آرزو میریزد که تا زمانِ حصولِ مسرتِ لقایِ روح افزا بورودِ رنگین نامهایِ تودد رقم گلهایِ در جیب و آستینِ تمنا باشد، از الطافِ مشفقانه تمنایِ آن نشاط دارد که اگر پیوسته نباشد گه گاه به تسطیر و ترسیلِ خلت نامه‌هایِ خیریت رقم سرمایه اندوزِ فرحت و انبساط میفرموده باشند۔

در تعین القاب ثالثه فروعِ بسیارست۔ **اول** برادران و فرزندان باشند **ثانیاً** رفقایِ همنشین که در تعین رتبهٔ هریک برایِ راقم خطوط است **ثالثاً** ملازمان و متوسطان علی العمومِ اما برادران و فرزندان را بدین طرز میتوان نگاشت: برادر بجان برابر بلکه از جان بهتر و خوشتر سلمه الله تعالیٰ، بعدِ دعواتِ مزیدِ حیات و ترقِ درجات مرفوعِ ضمیرِ سعادت تخمیر باد، برادرِ گرامی‌منش فرخنده سیر از جان گرامی‌تر زاد

قدره و طولِ عمره ، بعدِ دعای افزونی عمر و بقای دولت مشهودِ رای سعادت انتهاء آنکه ، برادرِ عزیز تر از جان سعادت و اقبال نشان مُد عمره ، بعدِ اظهارِ شوقِ دیدارِ بهجت آثار واضحِ خاطرِ عاطر باد ، برادرِ عالیقدرِ سعادت نشانِ اقبال توأمان حفظه الله تعالیٰ ، بعدِ شرحِ تمنای لقای فرحت افزا واضح و لائح باد ، برادرِ گرامی لقای خجسته دیدارِ سعادت شعارِ اقبال آثار همواره از عمر و دولت برخوردار باشند ، بعدِ ادراکِ شوقِ ملاقاتِ فرحت آیات مطالعه نمایند .

چون فقراتِ خیریت و رسیدِ خطوط و گله تا رسیدنِ خطوط و مایتعلق بها در مکتباتِ خوردان ، چه فرزند و چه برادر و برادر زاده و امثالِ آن بر یک وتیره است ، لهذا مقرر کرده که بعدِ القابِ فرزندان آن مجموعهٔ نوشتنیهارا یک جا برنگارند ، بذا : فرزندِ دلبندِ سعادت مند طول عمره ، بعد دعای طول عمر و دوامِ صحت و راحت معلوم نمایند ، نورِ چشم راحتِ جان سعادت مندِ اقبال نشان مدعمره ، بعدِ شوقِ دیدار که بیش از بیش است مکشوف باد ، برخوردارِ خجسته دیدار سعادت و اقبال آثار زاد عمره ، بعدِ ادعیهٔ وافیه معلوم باد ، نورِ چشم و سرورِ دل طول عمره ، پس از شرحِ تمنای دیدنها آنکه — ، راحت و نیروی جان و تن طول عمره ، بعدِ دعای عمر و دولت و اقبال و شوقِ نظارهٔ جمال مدعا آنکه

درینجا خیریت ست و صحت و عافیتِ ایشان مطلوب ـ لله الحمد که حالم تا دمِ تحریر نیکوست و خیر و عافیتِ آن نورِ چشم پیوسته از جنابِ الٰهی مسئول ، صد شکر که روز نامهٔ حالات خیریت عنوان است و دعای سلامت و صحتِ آن گرامی منش همواره برزبان ، شکر است که از صفحهٔ احوالِ خود رقمِ عافیت می خوانم و خیر و عافیتِ آن قوتِ بازو را پیوسته از خدا خواہان ، شکرست که خیر و عافیتِ آن نورِ چشم شنیده میشود و باعثِ خوشنودی خاطر میگردد ـ بفضل الٰهی درینجا خیر و عافیت است و خوشی و خرمیِ ایشان ہمیشه مطلوب ـ کتابتِ مرسله رسید و خاطر را خرم گردانید ، خطِ بهجت نمط وصول آورد و دل را به دریافتِ نکوئیِ حالِ ایشان مسرور کرد ، مکتوبِ فرحت اسلوب در عینِ نگرانیِ دل رسید و دیده را روشن و سینه را گلشن گردانید ، خیریت نامهٔ فرحت رقم ورود نموده جانرا آرامش داد و درِ طرب بروی دل کشاد ، نامهٔ سعادت عنوان رسید و مژدهٔ خوشی و خرمی آن برخوردار رسانید ، خیریت نامه رنگِ ورود ریخت و دل از دریافتِ خیریتِ ایشان گل گل شگفت ، خطِ فرحت نمط آمد و رنگِ نشاطِ تازه بر روی دل آورد ، مکتوبِ مسرت اسلوب در عینِ نگرانیها رسید و خاطر را بیش ازان که توان گفت خرسند ساخت ، سعادت نامهٔ خجسته رقم بورودِ خویش

خاطرِ پریشان را جمعیت و دلِ حزین را سرور و فرحت داد ، مراسلهٔ مرسله رسید - چون مخبرِ عافیتها بود، بمطالعه‌اش مسرتِ بسیار فراهم آمد و دل از تفرقهٔ انتظار رہائی یافت -

دیگر آنکه در حیّزِ تحریر در آورده بودند، آنکه برنگشته بودند ، آنکه رقم کرده بودند ، آنکه تحریر نموده اند ، آنکه مرقوم بود ، آنکه در قلمِ سعادت در آورده آند ، آنکه ریختهٔ خامهٔ سعادت طراز بود ، آنکه بتحریر آمده بود ، آنکه نگشتهٔ کلکِ فرحت رقم بود ، آنکه قلمی بود -

دیگر گلهٔ نارسیدنِ خطوط نیز اگرچه از رسیدنِ خطوط استنباط میتوان کرد، اما قلیلے بطریقِ اجمال نوشته میشود : دیرست که به فرستادنِ خیریت نامه‌ہا تغافل ورزیده اند ، روزہاست که خطِ فرحت نمط نرسیده و خبر و عافیتِ ایشان معلوم نگردیده، مدتیست که ورودِ سعادت نامه‌ها باعثِ انبساطِ خاطر نگشته ، از دیر باز بسببِ کاهل قلمیهای ایشان معلوم حالِ ایشان نشده است - ندانم رسمِ نامه نگری چرا مرفوع القلم ساخته اند ، دیربازست که بسہو نیز از کلکِ ایشان حرفے نتراویده است - ندانم در چه شغل اوقات تلف میکنند ، مدتیست که رسمِ دیرینِ نامه و پیام بر انداخته اند و خود را غافل و ما را فراموش ساخته - روزگاریست که دل نگرانِ اخبارِ ایشانست ،

ندانم که در نارسیدنِ خطوط جرمِ نامه برانست یا فی‌الحقیقت تغافلِ آن عزیز تر از جان است، روزها گذشته که مکتوبِ خیریت اسلوب نمیرسد و احوالِ خیرمآلِ ایشان معلوم نمیگردد - دل رہینِ اضطراب و خاطر اسیرِ پیچ و تاب است ، از روزہای دراز نه رسیدنِ خطوطِ ایشان صبر و شکیب از دل برده است و جان را در کشمکشِ دامِ قلق در آورده ، عرصهٔ دور و دراز گذشت که چشم از مشاهدهٔ مکتوبِ ایشان روشن نگشت- دو سه سطر برپارهٔ کاغذ رقم زدن نه آن قدر دشوارست که آدمی دران درماند و بجا آوردن این کار نتواند ، مدتهاست که پارهٔ کاغذے نه فرستاده اند و از خیریتِ خود آگهی نداده اند که خاطر از نارسیدنِ خطوطِ آن طرف پریشان و دل حیرانِ طرزِ کاهل قلمیهای ایشانست -

فقراتِ دیگر درخاتمهٔ مکاتیب این مردم : زیاده دعا ، واندعا ، والسلام ، **اما فقرهٔ دعائیه** بے الفاظِ مغلق بنویسند، زیاده زیاده است ، زیاده ازین چه نویسم ، بیش ازین چه نویسم ، زیاده عمر باد ، عمر و دولت زیاده باد ، زیاده عمر باد و مزهٔ عمر ، شبها بفرخی روز باد ، سعادتِ روزافزون روزی باد ، دوامِ آگہی نصیب باد ، ایامِ بہجت مدام باد ، خوش دلی روز افزون باد -

در استدعای ارسال خطوط بدین روش رقم میتوان کرد ، لازمهٔ سعادت‌مندی آنکه بارسالِ خطوط خاطرِ مشتاق را مسرور دارند ، باید که پیوسته این‌جانب را در یادِ خود دانسته بنامه یاد میکرده باشند ، خرسندیِ خاطر در آنست که همواره نویسانِ خیریتها باشند ، که در ارقامِ رقائم تغافل نکرده جاودانه کاتب خیر و عافیت باشند ، لازم که تا زمانِ حصولِ مسرتِ دیدارِ خود تغافل در تحریرِ نامه روا ندارند ، مستلزمِ رضا جوئی آنکه علی‌الدوام بارسالِ مکتوب شادمان‌دارند ـ

دیگر در القابِ نوکران و ملازمان تفاوتها بسیارست ـ اندازهٔ ارزشِ هرکس نگه توان داشت ودران خطوط راه و رسم فقرات خیریت نباشد و تکلف در چنین عبارتها نگنجد ـ **هذا** : اعتضادِ دوستان سلمه‌ٔ بعدِ شوق واضح باد ، مهربانِ دوستان سلمه ، پس از شوقِ ملاقات مشهود باد ، گرامی قدر فلانی بعافیت باشند ، عزیزالقدر فلانی محفوظ باشند ، شجاعت نشان فلانی بعافیت بوده بدانند ، تهور دست گاه شجاعت پناه حفظه الله تعالیٰ ، شرافت پناه نجابت دست‌گاه فلانی محفوظ باشند ، معتمد الخدمت فلانی امیدوارِ عنایت بوده بدانند ، خیر خواهِ نیک اندیش فلانی امیدوار بوده بدانند ، مراسلهٔ مرسله رسید احوال معلوم گردید ، مکتوبهٔ مرسله رسید مخبر حالات گردید ، عرضیِ مرسله از نظر گذشت ، کوائفِ معروضه معلوم گشت ـ

بهرحال بهمین طرز مدعا رقم توان کرد و نامه را بپایان باید رسانید ، اما مکتوبه و مراسله برای کسانی است که که "مهربان دوستان و اعتضادِ دوستان و شرافت پناه و شجاعت دستگاه" القاب شان باشد و عرضی مرسله برای معتمدالخدمتان و خیرخواهان و نیک‌اندیشان است ۔

دیگر درباب **تعزیت و تهنیت** ۔ اول آنکه تعزیت منحصر بر یک مقدمه است یعنی ماتم پرسی، اما مراتب آن تفاوت دارد ، یعنی در تعزیتِ کودکان و طفلانِ شیرخوار عبارتِ دیگر صرف باید کرد و در موقعِ مستورات الفاظِ دیگر مروج است ۔ خلاصه آنکه نخست اظهارِ اندوه و ملال است از شنیدنِ خبرِ آن‌واقعه، دوم تعلیمِ صبر و شکیبائی سوم مغفرت خواستن برای موتی مثلاً فقرات مرقوم میگردد **مثال** : درین ایامِ ملالت انجام که‌در چار سوی خیال روزبازار خستها و متاعِ انبساط ناروامت واقعهٔ جگرگداز فلانی ، برقِ اندوهی بر خرمنِ صبر و تاب ریخت که دود از جان و گرد از دل برانگیخت ۔ دریغا که درنگارخانهٔ دہر فرصتِ اقامت نیست و از چنگِ هادم‌اللذات ہیچ آفریده را مجالِ سلامت نی۔ ہرچند بشریت مقتضیِ حزن و ملال است ، اما ستیزه بقضای آسمانی محال است۔ چار و ناچار بصبر و تسلیم باید پرداخت و خود را دستخوشِ اندوهِ غم نتوان ساخت ۔ جناب باری عزّاسمه آن غریقِ بحرِ رحمت را در سایهٔ مغفرتِ جاوید و خستگانِ غم و دردِ او را مرہمِ شکیبے

بر جراحت نهد ، **ایضاً** سانحهٔ بوش ربا و حادثهٔ اندوه فزای انتقال فلانی خون دل از دیده روان کرد و نشتر به رگ جان ناتوان فرو برد ـ گرفتاران سلسلهٔ تقدیر را چاره جز تسلیم نیست ـ حی لا یموت جز ذات واجب الوجود در عالم امکان کیست ، زنهار سر رشتهٔ حبل المتین صبر از کف ندهند و فرمان خداوندی را بنده وار گردن نهند ـ روح آن سالک مسالک عدم را بفاتحه ودعای آمرزش شاد نمایند و خود را از بے طاقتی بازداشته تکمیل مراتب تسلیم فرمایند ، **ایضاً** خبر کدورت اثر رحلت فلانی سامعه گزا گردیده ، دل را مالا مال اندوه گردانیده و ہجوم اضطرار نالهٔ ماتم را به سپهر رسانید ـ دل تاب این داغ دوزخ‌اثر ندارد و جهان طاقت این اندوه قیامت آشوب نیارد ـ افسوس که بنای عمر استوار نیست و این حیات چند روز پایدار نی ـ در چنین حوادث اگر صبر نکنند ، گرفتاران تقدیر را از دست چه آید ـ اگر دل بنامرادی نبندند از مویه و ماتم چه کشاید ـ جزع و فزع را باعث آزار خود و نارضامندی خالق دانسته مصابرت ورزند و "کل نفس ذائقهٔ الموت"، را حق فهمیده برضای الهی راضی باشند ، **ایضاً** غم‌نامه که حاوی خبر به آغازجا پیوستن فلانی بود بفور ورود صاعقهٔ بردل ریخت ـ چشم ازین غصه اگر خون گرید رواست و دل از تابش این داغ اگر بگدازد ، بجاست ـ میدانند که هیچکس باقضا نتوان آویخت ع : کس را نداده اند برات مسلمی

لاجرم بصبر گرایند و دامنِ رضا از کف نگذارند ـ گریه و زاری سود ندارد و بیتابی وحشت می آرد ـ قصه مختصر بدین طرز و روش باید نگاشت ـ

در **تهنیت** باید که از الفاظِ موحش و نکوبیده بپرهیزند وه تهنیتِ تولّدِ فرزند و تهنیتِ طوی و تهنیتِ صحت و تهنیتِ فتح هر یک جداگانه عالمے دارد ـ مثلاً در تهنیتِ تولّدِ فرزند بدینگونه سخن سرای توان شد ـ **بذا** : دربن زمانِ خجستگی عنوان که خنده بالبها همچو گل فطری و طبیعی و حدیقهٔ مراد را زمانِ رسیدنِ فصلِ ربیعی ست نسیم نویدِ ظهورِ نونهالِ اقبال مشامِ جان را ببوی مراد عطرآگین ساخت ـ آفریدگارِ عالم ورودِ این عطیهٔ غیبی را بران معدنِ لطف و کرم مبارک و همایون گرداناد و آن ثمرة الفواد را بعمر طبیعی رساناد ـ

در مبارک بادِ طویِ فرزند : درین ایام میمنت‌فرجام که کوکبِ مراد را عالم عالم سعادت ارزانی است نوید پیوند یافتنِ نونهالِ گلشنِ اقبالِ ریشهٔ شگفتگے بدل دوانید ـ کردگارِ جهان آفرین قرانِ این هر دو نیّر سپهرِ بختیاری را بران کرمفرما مبارک و مسعود گرداند و دلِ آن مردم چشم مردمی را به نظارهٔ نتائجْ این شکلِ فرح خیز نور و سرور ارزانی دارد ـ

در چشم روشنیِ حصولِ صحت : بخشندهٔ بےمنت را جهان جهان سپاس که مزاجِ لطف امتزاج را از دواخانهٔ رحمتِ عام

عطیهٔ ارزانی داشت و بعطای این دولت رقمِ سرور و فرحت بر صفحهٔ ضمیرِ احباب نگاشت.

تهنیتِ اضافهٔ منصب: خبرِ بهجت‌اثرِ اضافه منصب و ترقیِ مراتبِ آن جلیل‌المناقب با جانِ مشتاق آن کرد که بهار بگلستان کند. ایزد کار ساز این ترقی را سرآغازِ ترقیاتِ بی اندازه گرداند و ذاتِ ستوده‌صفات را بمراتب اعلی رساند.

آهنگِ دوم

و ازین آهنگ چار زمزمه میخیزد ـ نخستین زمزمه بنکاتے که حقیقتِ مصادر ازان بی پرده گردد ، مشتملِ دومین زمزمه بشمارِ مصادرِ فارسی مرغوله ریز سوءین زمزمه در مصطلحات چهارمین زمزمه در لغات :

زمزمهٔ اول

آنرا که بتود درستی در فرجام
هم محرمِ خاص آید و هم مرجعِ عام

آسان نبتود کشاکشِ پاسِ قبول
زنهار نگردی به نکوئی بدنام

نظارگیان را بنویِ تماشا مژده که رهروِ بی توشه وادیِ گفتار غالبِ نیمه دیوانه نیمه هوشیار را بفراخنایِ سخن که صد ره پیمودهٔ اوست ناگاه بکنارِ بیغوله پای بسنگ آمد ـ آزرده پائی و ناتوانائی نیرو نبود که دربادیه نوردی چشم بسایهٔ هر خار بن سیه کردے و از تفته دلی سینه بر بر نسیم کشادے ـ اکنون که بدین خستگی پایش از پیش رفت

تا نسنجند که فروماندہ و گسستہ دم ست سی سنجد کشادہ روی نشستن و بطرفِ آن گرپوہ طلسمے ببازیچہ بر بستن ۔ زمینے شور کہ چون ذوقِ سے در طینتِ زاہد ہیچ گلبن را در آنجا ریشہ‌در خاک ندود ۔ خاکے نا استوار کہ ہر دیوار کہ در آن ریگستان بر کشند پیش از سایۂ خود بخاک افتد ۔ بہ طلسمے کہ در این چنین اہرمن جای بندند سنبل و ریحان را چہ روز بازار و منظر و ایوان را کدام بارنامہ ۔ بیگانہ و آشنا گرد آمدہ و دانا و نادان دست بند زدہ مشکین آہوانِ دشت از من بخمیازۂ ذوقِ کشایشِ کمند ومن درآن گوشہ ببالا بُردنِ کارِ اینِ پَست لاد پای بند ۔ راز گوئی عالم لاہوت را بوا گویۂ رسوائیِ ناسوتیان چہ آمیزش و حلہ بافِ حورانِ معنی را بفرسودہ نمطہایِ صورتیان چہ پیوند ۔ دانش آموزیِ خجستہ برادر مرزا علی بخش خان بہادر بدین روزم نشاند کہ از آمیزۂ پارسی زبان و ہنجارِ این گفتار سخن بایدم راند ۔ دانش‌جویِ خون گرمِ پژوہش را زورِ آز از فرسودگی در انجمن رسوا ۔ اندرزگوی پالودہ مغز و مغز از پالودگی چون خوی بروی روان ۔ اندازۂ این کار جابر شوخیِ اندیشہ تنگ کن و تنگ آبیِ این رود پایِ فکر بلای فروپیچ ۔

مرا رسد سی کشیدن و غزل سرودن و آزاد زیستن و حلقہ بر درِ دل زدن ، نہ خون خوردن و دبستان‌کشودن و دلتنگ بودن و بہ بندِ زبان افتادن ۔ اندازِ رضاجوئیِ فریبندہ برادر در گیرندہ

افسونے بود که تا کارِ من کردند پاسادِ نوآئین رقمی از من بردند و زبانم را بناخوش گفتار کشودند ـ واماندگی بنازد و دنباله‌گردی ببالد که از پیشروان به پویه پیشی برده به نخستین قدمگاهِ پس روان روی آورد ـ ہر چند به غمخواریِ واپسیانِ قافله دوسه گام پس رفتن و آزرده پایان را پرسیدن کاہش ناموس رہروی بار نیارد لیکن چون در روشنانِ روشن مہرِ جہانتاب که چون منش راگوش بمالیدمے خود را بوے ہمسر گرفتمے واژون پوی نیست غمِ آن دارم که ناچار درین رفتار به ننگِ ہمدوشی عطارد گردن بایدم نہاد ـ ہے ہے این نه جای دلتنگی ست ـ بجوانمردی باد نگردم اگر شاد نگردم ، چه اندرین ناسزا کرشمه که محبت برمن گماشت ہم بہین خواہش برادر روائی گرفت و ہم آرزویِ عطارد برآمد ـ

خودستائی پیشکش ، پارسیِ امروزی نیست که آنرا پاره پاره توان کرد و ہر پاره را بقاعدۂ از قواعدِ عربی دوخت ـ زبانیست باستانی و گفتاریست خسروانی ، تا دران ہنگام این را از آموزگر بکدام کرشمه فرامیگرفتند و گوہر پیدائی این راز را بکدام ترازوی می سنجیدند مگر فرمانروایانِ پارس را دبیرستان نبود و آن قلمرو دبستانہا نداشت و دران فرخنده کشور پزشکان نبودند ـ دانش و داد را ازین فرخنده گیتی خدایان نام برآمده ،بزم و رزم ازین جہان پہلوانان آرایش

گرفت - چون این همه بود و تازی زبان نبود - اینچنین کارهای نمایان چگونه ساخته می شد و این سترگ بسیچها بکدام گفتار روائی میبافت -

نظم

گهر از رایتِ شاهان عجم بر چیدند
بعوض خامهٔ گنجینه فشانم دادند
هرچه از دستگهِ پارس بیغما بردند
تا بنالم هم ازان جمله زبانم دادند

اگر گویند اندرین روزگار هم بدین شیوه ساختن و سپای گفتگو هم بدین نمودار افروختن دارد ، گویم فرهنگ نگاران سودمند نامها نوشته و دل‌نشین آئینها باز نموده اند - مراچه برآن دارد که بیهوده سخن دراز کنم و خوش و ناخوش برده با ساز کنم - اگر سر به آئین‌نگاری فرود آرم ، وانموذجی ازانچه دردل ست برون ریزم - جیب و کنار روزگر از گهرهای شهوار پر شود - فرهنگ‌نامه های کهن بشویند و نوشتهٔ مرا بردیده و دل نویسند -

وعده باپژوهندهٔ راز جز این‌قدر نیست که درین آهنگ که دومین صریر ست از کلکِ **غالبی** مصدرے چند و اصطلاحے چند و لغتے چند برروی هم نهم تا گنجورِ این گنجینه یعنی نگهدارندهٔ این سفینه بمشاهده ادای نگارشِ بالوده گویان بشگفت -

راز نیفتد و بخرامِ خامه که که در بیان آلوده بیانان کج رود فریب نخورد ، لیکن چون در سر آغازِ هر سخن از کشودنِ فهرست آن فن گزیر نیست ، پیش از شماره مصادر خلافِ قاعدهٔ خویشتن بحثے می آرم و تا گره در گره نهشود سخن لخت لخت میگذارم ، وانمودِ همگی قواعد را ضامن نیم و نیز التزام آن نکرده ام که هیچ مصدر و مصطلح و لغت ناگفته نماند ـ خودآنچه مرا بر سرِ زبانست بقلم می سپرم ـ هر آئینے که درین جریده مذکور نگردد از کهن جریده‌ها بجویند و هر مصدرے که درین صحیفه پیدائی نداود چون بشنوند هم بدین نمودارها پاره پاره بشمرند ـ

یا رب نگارنده از زبانِ خرده‌گیران رست‌گر و آموزنده از نهالِ آگهی برخوردار باد ـ بدان ای هوش‌مندِ دانش خداوند که ما اندرین زمزمه صرفِ پارسی را بشش دستور شرح میکنیم و دانستنِ مجموع افعال و اسماء را وابسته بدان میداریم و آن شش دستور که اندیشه را بدان توان آویخت مصدر ست و ماضی و مفعول و مضارع و فاعل و امر و این تقدیم و تأخیر که در گزارش بکار رفت بهر آنست که همه از یکدگر هم بدین روش پدیدمی آید و این را جدا جدا باز گوئیم و هر نمودار را به نکتهٔ تعبیر کنیم تا فصلے درمیان و ضبطِ آن در خیال آسان باشد ـ

نکته : مصدر حقیقی ست ساری در جمیع افعال و اسماء ـ

افعال خود از وے بوجود آید و اسماء را جز به پشت گرمی پیوند جزوے از اجزای وے استواری نبود و آخرِ مجموعِ مصادرِ فارسی نون ست و پیش از نونهای مصدری یا دال ست یا تاء ـ چون کردن و گفتن ـ

نکته : چون نون که لازمۂ ذاتِ مصدرست از مصدر برافگنند صیغۂ ماضی پدید آید ـ لاجرم آخرِ صیغۂ ماضی مانندِ ما قبل نونهای مصدری یا دال ست یا تاء ـ چون کرد از کردن و گفت از گفتن ـ

نکته : ماضی را شایستگیِ آن داده‌اند که چون حرفِ آخر آنرا که یا دال ست یا تاء حرکت دہند و ہای ہوز بزنند ، اسم مفعول پیدائی گیرد ، چون کرده از کرد و گفته از گفت ـ

نکته : مضارع در گران‌مایگی پایِ کم از مصدر نیارد و ہم‌چون مصدر وجوبِ ذاتی دارد و خود منشأ پیدائیِ فراوان افعال است و آخر ہر مضارع جز دال نیست ـ چون کند و گوید ـ

نکته : اسمِ فاعل از نفسِ مضارع می خیزد و روشِ آن اینست که ہر حرفے را که بدال پیوسته است از دال بگسلند و بحرکتِ کسری بنون زنند ـ چون آن نون ساکن خواہد بود دال را که در حالتِ مضارعیت آرمیده بود و بحرکتِ فتحی جنبش داده بہایِ ہوز بدوزند ، چون کننده از کند و گوینده

از گوید -

نکته : امر از مضارع میزاید- قاعدهٔ آن برافگندن ِ دالست وبس چون کن از کند و گوی از گوید و همدرین نکته بخاطر باید داشت که هر امر که آخر ِ آن مبنی بر یای تحتانی باشد تلفظ ِ آن بی یای تحتانی نیز مسموع ست چنان که گوی که گو نیز می تواند بود -

نکته : مصدر تا بر حالت ِ خود است هیچ معنی دیگر ندهد ، لیکن چون یای معروف آخر آن در آرند معنی لیاقت پیدا می کند چون گفتنی به معنی ِ درخور گفتن و کردنی به معنی ِ سزاوار ِ کردن -

نکته : ماضی را استعداد آنست که بی آمیزش حرفی دیگر دم از معنی ِ مصدری زند ، چون کرد به معنی ِ کردار و گفت به معنی ِ گفتار -

نکته : اسم مفعول به معنی ِ ماضی ِ صرف نیز بکار رود چون کرده به معنی کرد و گفته به معنی گفت تجاوز از فعلی بفعلی نیز آید -

نکته : مضارع نیز چون مصدر تا بصورت ِ اصلی خودست به معنی خاص ِ خود آید ، لیکن چون الفی درمیان ِ آن درآرند بدعائیه نام برآرد ، چون کناد از کند ، لیکن این قاعده بر مجموع ِ مضارع جاری نتوان کرد الا بدانچه مسموع باشد -

نکته : اسم فاعل یعنی کننده و گوینده همواره برحالِ خویشتن باشد و بهیچ عارضه متغیر نگردد و معنیِ دیگر ندهد ۔

نکته : امر هم بصورتِ خویشتن افادۂ معنی مصدری کند چون سوز به معنی سوختن و گداز به معنی گداختن ، لیکن این حکم نیز اکثریہ است نہ کلیہ ۔

نکته همین امر است کہ چون آخرِ آنرا بحرکتِ کسرہ بہ پیوندِ شین آرایش دهند معنیِ مصدر دهد و نمودارِ آن همین لفظِ آرایش است کہ درین عبارت بزبانِ قلم رفت لیکن نیز اکثریہ است نہ کلیہ ۔

نکته : همین امر است کہ چون آخرین را بہ الف ربط دهند بدعویِ فاعلیت گردن افرازد و این نیز اکثریہ است نہ کلیہ ۔

نکته : همین امرست کہ چون اسمے در اولِ آن در ارند مفیدِ معنیِ فاعلیت گردد چون کارکن و سخنگوی ۔

نکته : برخی از مصادرست کہ آنرا مضارع نیست همچنین قلیلی از مصادرست کہ از نفس مضارعِ آن مصدرے دیگر می خیزد . هم درین نکتہ بضمیر باید گرفت کہ مصدرِ مضارعی را جزآن مضارع کہ این مصدر از وے بوجود آمده است مضارعے دیگر نمی باشد ۔

نکته : چندے از مصادر را اقتضای آن هست کہ هم معنیِ فعلِ

لازمی میدهدو هم‌معنیِ فعلِ متعدی، وهم درین نکته بدین ضابطه آشنا توان شدکه چون خواهندفعلِ لازمی‌را متعدی کنند باید که مصدرے از مضارع بر آرند و الف و نون درمیانِ آن بیفرایند تا لازمی متعدی گردد. لیکن زنهار مصدر اصلی را تابع این حکم نشناسند چه ساختن فعل متعدی از مصادرِ مضارعی مسموعست نه از مصادرِ اصلی۔

نکته : نون از برای نفی است در اول هر مصدر و ماضی و مضارع لیکن از هر صیغهٔ امر خواهی بانفراد باشد خواهی بجمع میم مستعمل ست نه نون چنانکه مکن و مکنید و مگو و مگوئید۔

نکته : استعمال هر صیغه از ماضی و مضارع و امر باآوردن بای زائده در اول آن رواست لیکن مصدر ازین مستثنلی است و آوردنِ بای زائده دراولِ مصدر جز بضرورتِ شعر روا نیست، چنانکه در بیتِ اول این رباعی، **بیت :**

من عهدِ تو سخت و سست میدانستم
بشکستنِ آن درست میدانستم

نکته : این بای موحده را خصوصاً با صیغه‌های امر پیوندیست بسیار محکم، بلکه برخی از صیغه‌های امر که بسبب کثرتِ استعمال به معنی مصدری صورتِ اسم جامد یافته اند آوردنِ آنها به معنی امر بے اضافهٔ بای زائده مخلِ معنی ست

چنانکه ترس که صیغهٔ امرست از ترسیدن و آرام که صیغهٔ امرست از آرامیدن به معنی امر جز بیای زائده نیارند یعنی بترس و بیارام ـ

نکته : الف ممدوده در فارسی بجای دو الف است پس هرگاه بای زائده در اول مضارع یا امر در آرند که ابتدای آن الف ممدوده باشد لاجرم الف اول را بیا بدل کنند و مثال آن لفظ بیارام ست که گفته شد ـ

نکته : قاعده‌ایست که آنرا تفریس نامند و بنای آن بر آنست که مصدرے از مصادر عربی بگیرند و آنرا به هنجار صرف فارسی پاره پاره نمایند ، چنانکه از طلب طلبیدن و از فهم فهمیدن و از طلوع طلوعیدن و از بلع بلعیدن و اما این چنین مصادر را بشمار مصادر جا نخواهیم داد ـ

نکته : اکنون آنچه از مصادر در حافظه موجود است آنرا پاره پاره به شش دستور چنانکه بعنوان نامه گفتیم مینویسیم و اگرآن بحث خصوصیتی دارد آن خصوصیت را در تحت آن بحث بیان می کنیم ورنه هم چنان میگذاریم و میگذریم الله بس باقی هوس ـ

زمزمهٔ دوم

آمدن : آمد ، آمده ، آید ، آینده ، آی ـ

آوردن : آورد ، آورده ، آرد ، آرنده ، آر ، نهفته مباد که مضارع و نحی که متعلق با اوست باضافهٔ واو نیز آید ، آورد

بحرکتِ راء ، آورنده ، آور -

آمودن : آمود ، آموده ، آماید ، آماینده ، آمای -

ایستادن : ایستاد ، ایستاده ، ایستد ، ایستنده ، ایست - آشکارا باد که سراسر این بحث بحذفِ یایِ تحتانی نیز آید یعنی استادن و حذفِ الف نیز رواست یعنی ستادن -

افراختن : افراخت ، افراخته ، بجای خاء شین نیز آید یعنی افراشتن ، افراشت ، افراشته ، بحث مضارع در هر صورت افرازد ، افرازنده ، افراز - سراسر بحث بحذف الف نیز مسموع است -

آشفتن : آشفت ، آشفته ، آشوبد ، آشوبنده ، آشوب -

آغشتن : آغشت ، آغشته ، مضارع این مسموع نیست -

آگندن : آگند ، آگنده ، این را مضارع نباشد -

آرامیدن : آرامید ، آرامیده ، آرامد ، آرامنده ، آرام ، بحث مصدر بحذف الف نیز آید و حذف الف در مضارع روا نیست -

آفریدن : آفرید ، آفریده ، آفریند ، آفریننده ، آفرین -

ارزیدن : ارزید ، ارزیده ، ارزد ، ارزنده ، ارز -

آشامیدن : آشامید ، آشامیده ، آشامد ، آشامنده ، آشام -

آراستن : آراست ، آراسته ، آراید ، آراینده ، آرای -

آلودن : آلود ، آلوده ، آلاید ، آلاینده ، آلای -

آسودن : آسود ، آسوده ، آساید ، آساینده ، آسای -

الدوختن : الدوخت ، الدوخته ، الدوزد ، الدوزنده ، الدوز ـ

اندودن : اندود ، اندوده ، اندايد ، انداينده ، اندای ـ

آختن : آخت ، آخته ، این را مضارع نباشد ـ

آهيختن : آهيخت ، آهيخته نيز گويند ـ

الفختن : بفای مضموم الفخت ، الفخته ، الفخد ، بفای مفتوح ، الفخنده، الفنج، معلوم باد که از الفنجد که مضارعست الفنجيدن پديدمی آيد ـ

انگيختن : انگيخت ، انگيخته ، انگيزد ، انگيزنده ، انگيز ـ

آموختن : هم لازمی و هم متعدی ست آموخت ، آموخته ، آموزد ، آموزنده ، آموز ـ

افسردن : افسرد ، افسرده ، افسرد ، بحرکت را فاعل و امر مسموع نيست و اين بحث بحذف الف نيز می آيد ـ

افزودن : افزود ، افزوده ، افزايد ، افزاينده ، افزای ، سراسر بحذف الف نيز جائز ـ

افگندن : افگند ، افگنده ، افگند ، بحرکت نون ، افگننده، افگن ، سراسر بحذف الف نيز مسموعست ـ

اوفتادن : اوفتاد ، افتاده ، اوفتد ، اوفتنده ، اوفت ، فاعل
این نیز مسموع نیست همانا وجهش این بوده باشد که افتادن
فعل اضطراریست نه اختیاری ـ **دیگر** باید دانست که این بحث
بحذف واو نیز آید یعنی افتادن بلکه بحذف الف نیز رواست یعنی
فتادن ـ

افشردن : افشرد ، افشرده ، افشرد بحرکت را مضارع و
نیز باضافهٔ الف یعنی افشارد و امر ازین مضارع استخراج نمایند:
افشارنده ، افشار سراسر این بحث بحذف الف نیز آید ـ

افروختن : افروخت ، افروخته ، افروزد ، افروزنده ، افروز
بحث مضارع بحذف الف نیز آید لیکن در بحث مصدر حذف الف
نتوان کرد چه اندران صورت افروختن و افروخت ، فروختن و
فروخت میگردد و آن بحثی است جداگانه به معنیِ جداگانه ـ

بودن : بود ، بوده ، بود بحرکت واو چون ازین مضارع
استخراج فاعل و امر نخواستند ـ این مصدر را مضارع دیگر دادند
و فاعل و امر **ازان** بدر کشیدند ـ باشد ، باشنده ، باش ـ

برشتن : ببا و رای مکسور ، برشت ، برشته ، این را مضارع
نباشد ـ

بایستن : بایست ، بایسته ، باید ، مضارع این را فاعل و
امر نباشد ـ

بافتن : بافت ، بافته ، بافد ، بافنده ، باف ـ

بستن : بست ، بسته ، بندد ، بندنده ، بند ، فاعل این در عبارات بکار نمیرود ـ

بالیدن : بالید ، بالیده ، بالد ، بالنده ، بال ـ

بوسیدن : بوسید ، بوسیده ، بوسد ، بوسنده ، بوس و آن بدو معنی است و فاعل آن به معنی دوم رسم نیست ـ

باختن : باخت ، باخته ، بازد ، بازنده ، باز ـ

بردن : برد ، برده ، برد ، بحرکت فتحی را ، برنده ، بر ـ

بریدن : برید ، بریده ، برد ، ببای مضموم ، برنده ، بر ، این بحث بتشدید راء نیز می آید ـ

بیختن : بیخت ، بیخته ، بیزد ، بیزنده ، بیز ، و این به معنی گذراندن چیزهای خشک ست از پارچه مثل آرد وغیره ـ

پالودن : پالود ، پالوده ، پالاید ، پالاینده ، پالای و این به معنی گذراندن سایلات ست از پارچه مثل آب و شراب ـ

پاشیدن : پاشید ، پاشیده ، پاشد ، پاشنده ، پاش ـ

پرداختن : پرداخت، پرداخته، پردازد ، پردازنده ، پرداز ـ

پوئیدن : پوئید ، پوئیده ، پوید ، پوینده ، پوی ـ

پیراستن : پیراست ، پیراسته ، پیراید ، پیراینده ، پیرای ـ

پژوهیدن : پژوهید ، پژوهیده ، پژوهد ، پژوهنده ، پژوه ـ

پریدن : پرید ، پریده ، پرد ، پرنده ، پر ـ

پیمودن : پیمود ، پیموده ، پیماید ، پیماینده ، پیمای ـ

پیوستن : پیوست ، پیوسته ، پیوندد و فاعل این ازین‌جا که بلفظ تنافرے دارد مسموع نیست ، پیوند امر ـ

پذیرفتن : پذیرفت ، پذیرفته ، پذیرد ، پذیرنده ، پذیر ، نوشتن بذال بدانستِ نامه‌نگار خطاست ـ

پختن : پخت ، پخته ، پزد ، پزنده ، پز ـ

پوشیدن : هم لازمی وهم متعدی پوشید ، پوشیده ، پوشد ، پوشنده ، پوش ـ

تپیدن : تپید ، تپیده ، تپد ، تپنده ، تپ ـ امر این بمعنی حقیقی مسموع نیست و نوشتن بطایِ حطی خطاست ـ

ترازیدن : ترازید ، ترازیده ، ترازد ، ترازنده ، تراز ، املای این بطای حطی جائز نیست ـ

تاختن : تاخت ، تاخته ، تازد ، تازنده ، تاز ـ

تافتن : تافت ، تافته ، تابد ، تابنده ، تاب ـ تابیدن ، مصدر مضارعی ـ

توختن : توخت ، توخته ، توزد ، توزنده ، توز ـ

جنبیدن : جنبید ، جنبیده ، جنبد ، جنبنده ، جنب ـ

جستن : بجیمِ مفتوح ، جست ، جسته ، جهد ، جهنده ، جه ـ

جستن : بجیم مضموم ، جست ، جسته ، جوید ، جوینده ، جوی ـ

چسپیدن : بجیم مفتوح فارسی چسپید ، چسپیده ، چسپد ، چسپنده ، چسپ ـ

چیدن : چید ، چیده ، چیند ، چیننده ، چین ـ

چمیدن : چمید ، چمیده ، چمد ، چمنده ، چم ـ

خفتن : خفت ، خفته ، خسپد ، خسپنده ، خسپ ـ

خسپیدن : مصدر مضارعی و این که خوابیدن نیز بمعنے دارد ـ اصل اینست که خواب اسم جامدست در پارسی بمعنی نوم و آنرا متصرف گردانیده اند و این چنین در پارسی بسیارست اما این که قبلهٔ اہل سخن سعدی شیرازی در بوستان فرمایند ـ

فرد :

شتر بچه با مادر خویش گفت
پس از رفتن آخر زمانے بخفت

ازینجا گمان کرده میشود که مگر مضارع خفتن خفتد خواہد بود که شیخ امر آنر بہخفت استعمال کرد و سخن اینست که این از بہر ضرورت قافیهٔ شعر است ورنه ماضی و امر بیک صورت نمیتواند بود ـ

خوردن : بواومعدوله ، خورد ، خورده ، خورد بحرکت راء

خورنده ، خور - امرِ این باضافهٔ الف نیز آید -

خاریدن : بے واو ، خارید ، خاریده ، خارد ، خارنده ، خار -

خواندن : خواند ، خوانده ، خواند ، به حرکت نون خواننده ، خوان -

خواستن : بواو معدوله خواست ، خواسته ، خواهد ، خواهنده ، خواه -

خاستن : بی واو ، خاست ، خاسته ، خیزد ، خیزنده ، خیز -

خستن : خست ، خسته ، این را مضارع نبود -

خزیدن : خزید ، خزیده ، خزد ، خزنده ، خز -

دانستن : دانست ، دانسته ، داند ، داننده ، دان -

دیدن : دید ، دیده ، بیند ، بیننده ، بین -

دمیدن : دمید ، دمیده ، دمد ، دمنده ، دم -

دوختن : دوخت ، دوخته ، دوزد ، دوزنده ، دوز -

داشتن : داشت ، داشته ، دارد ، دارنده ، دار -

دویدن : دوید ، دویده ، دود ، دونده ، دو -

درودن : بفتح دال و ضم راء درود ، دروده ، درود ، بکسر دال و فتح را و واو ، درونده ، درو -

دوشیدن : دوشید ، دوشیده ، دوشد ، دوشنده ، دوش -

دادن : داد ، داده ، دهد ، دهنده ، ده -

رشتن : بکسر راء ، رشت ، رشته ، ریسد ، ریسنده ، ریس -

رفتن : بضم راء ، رفت ، رفته ، روبد ، روبنده ، روب -

رفتن : بفتح را رفت ، رفته ، رود ، رونده ، رو -

رخشیدن : رخشید ، رخشیده ، رخشد ، رخشنده ، رخش ، و این بحث باضافهٔ دال نیز بدین معنی آمده ، درخشیدن -

ریختن : هم لازمی و هم متعدی ، ریخت ، ریخته ، ریزد ، ریزنده ، ریز -

رستن : بفتح را ، رست ، رسته ، رهد ، رهنده ، ره ، در بحث مضارع راء مکسور میگردد -

رستن : بضم راء ، رست ، رسته ، روید ، روینده ، روی ، روئیدن مصدر مضارعی -

راندن : راند ، رانده ، راند ، بحرکت نون رانده ، ران -

رمیدن : رمید ، رمیده - رمد ، رمنده ، رم -

رسیدن : رسید ، رسیده ، رسد ، رسنده ، رس ، رساندن متعدی و رسانیدن نیز -

زدن : زد ، زده ، زند ، زننده ، زن -

زدودن : زدود ، زدوده ، زداید ، زداینده ، زدای -

زیستن : زیست ، زیسته ، زید ، زینده ، زی -

سفتن : سفت ، سفته ، این بحث را مضارع نیست -

سختن : بضم سین سخت ، سخته ، سنجد ، سنجنده ، سنج ، مصدر مضارعی سنجیدن -

سرشتن : سرشت ، سرشته ، این بحث هم از مضارع خالیست -

سرودن : سرود ، سروده ، سراید ، سراینده ، سرای -

ساختن : لازمی و متعدی ، ساخت ، ساخته ، سازد ، سازنده ، ساز -

سوختن : لازمی و متعدی ، سوخت ، سوخته ، سوزد ، سوزنده ، سوز -

سودن : سود ، سوده ، ساید ، ساینده ، سای -

سپردن : سپرد ، سپرده ، سپارد ، سپارنده ، سپار بحث مضارع بحذف الف نیز آید -

ستدن : ستد ، ستده ، ستاند ، ستاننده ، ستان -

سگالیدن : سگالید ، سگالیده ، سگالد ، سگالنده ، سگال -

سپوختن : سپوخت ، سپوخته ، سپوزد ، سپوزنده ، سپوز -

شگفتن : شگفت ، شگفته ، مضارع 'شگفد' - امر ندارد -

شگافتن : شگافت ، شگافته ، شگافد ، شگافنده ، شگاف -

شکستن : لازمی و متعدی شکست ، شکسته ، شکند ، شکننده ، شکن -

شمردن : شمرد ، شمرده ، شمارد ، شمارنده ، شمار ، بحث مضارع بحذف الف نیز آید ـ

شتافتن : شتافت ، شتافته ، شتابد ، شتابنده ، شتاب ـ

شناختن : شناخت ، شناخته ، شناسد ، شناسنده ، شناس ـ

شنفتن : شنفت ، شنفته ، این را مضارع نباشد ـ

شنیدن : شنید ، شنیده این بحث بواو نیز آید و دران حالت نون مضموم گردد ـ

شنودن : شنود ، شنوده مضارع ہردو یکیست شنود بکسر شین و فتح نون و فتح واو ، شنونده ، شنو ـ

غنودن : غنود ، غنوده ، غنود ، غنونده ، ـ

غلتیدن : غلتید ، غلتیده ، غلتد ، غلتنده ، غلت ـ آشکارا باد که نوشتن این بطای حطی غلط است بلکه چون این بطای حطی نویسند خود بصورت غلطیدن میشود و بمعنی غلط کردن ـ

فرمودن : فرمود ، فرموده ، فرماید ، فرماینده ، فرمای ـ

فرسودن : فرسود ، فرسوده ، فرساید ، فرساینده ، فرسای ـ

فرستادن : فرستاد ، فرستاده ، فرستد ، فرستنده ، فرست و این را مضارع فریسد گویند لاجرم فاعل فریسنده ، و امر نیز فریس ، خواہد بود لیکن الاول افصح ـ

کاشتن : کاشت ، کاشته ، کارد ، کارنده ، کار بحث

مصدری بحذف الف نیز آید ـ

کشتن : کشت ، کشته ، بکسر کاف لیکن بحث مضارعی در ہر حال بحال خود باشد ـ

کشتن : بکاف مضموم ، کشت ، کشته ، کشد ، کشنده ، کش ـ

کشیدن : کشید ، کشیده ، کشد ، کشنده ، کش ـ

کوفتن : کوفت ، کوفته ، کوبد ، کوبنده ، کوب ـ

کافتن : کافت ، کافته ، کاود ، کاونده ، کاو ـ

کاستن : کاست، کاسته، کاہد ، کاہنده ، کاه ـ مصدر مضارعی کاہیدن ـ

گزیدن : بفتح کاف فارسی گزید ، گزیده ، گزد ، گزنده ، گز ـ

گزیدن : بکاف فارسی مضموم ، گزید ، گزیده ، گزیند ، گزیننده ، گزین ـ

گستردن : گسترد ، گسترده ، گسترد بتای مضموم و رای مفتوح ، گسترنده ، گستر ـ

گماشتن : گماشت ، گماشته ، گمارد ، گمارنده ، گمار ـ

گزشتن : گزشت ، گزشته ، گزرد ، گزرنده ، گزر ـ

گزاشتن : گزاشت ، گزاشته ، گزارد ، گزارنده ، گزار

باعتقاد نامه‌نگار نگاشتن این هر دو بحث بزای هوز رواست و بذال ثخذ خطاست ـ

گسستن : گسست ، گسسته ـ

گسیختن : گسیخت ، گسیخته ، مضارع این هردو یکیست گسلد ، گسلنده ، گسل ـ

گشتن : بکاف فارسی مفتوح ، گشت ، گشته ، گردد ، گردنده ، گرد مصدر مضارعی گردیدن متعدی گرداندن ، باضافهٔ یا نیز آید یعنی گردانیدن ـ

لغزیدن : لغزید ، لغزیده ، لغزد ، لغزنده ، لغز ـ

لرزیدن : لرزید ، لرزیده ، لرزد ، لرزنده ، لرز ـ

لیسیدن : لیسید ، لیسیده ، لیسد ، لیسنده ، لیس ـ

لائیدن : لائید ، لائیده ، لاید ، لاینده ، لای ـ

مردن : مرد ، مرده ، میرد ، میرنده ، میر ـ

موئیدن : موئید ، موئیده ، موید ، موینده ، موی ـ

مانستن : مانست ، مانسته ، ماند ، مانند ه ، مان ـ

مکیدن : مکید ، مکیده ، مکد ، مکنده ، مک ـ

نواختن : نواخت ، نواخته ، نوازد ، نوازنده ، نواز ـ

نهفتن : نهفت ، نهفته ، و این را مضارع نباشد ـ

نگاشتن : نگاشت ، نگاشته ، نگارد ، نگارنده ، نگار ـ

نهادن : نهاد ، نهاده ، نهد ، نهنده ، نه ـ

نشستن : نشست ، نشسته ، نشیند ، نشیننده ، نشین ، نشاندن ، متعدی و نشانیدن ، نیز ۔

نوشتن : بفتح واو نوشت ، نوشته ، نوردد ، نوردنده ، نورد ، مصدر مضارع نوردن ۔

نوشتن : بکسر واو نوشت ، نوشته ، نویسد ، نویسنده ، نویس ، در بحث مصدری بجاے واو با نیز آید یعنی نبشتن ۔

ورزیدن : ورزید ، ورزیده ، ورزد ، ورزنده . ورز ۔

وزیدن : وزید ، وزیده ، وزد ، وزنده ، وز ۔

هشتن : بکسر های هوز ، هشت ، هشته ، هلد ، هلنده ، هل۔

یافتن : یافت ، یافته ، یابد ، یابنده ، یاب ، اندیشهٔ دانش آموز را بدین شگون استواری باد که شمار مصادر بر لفظِ **یاب** که دعائیست جامهٔ مختصر بپایان رسید ۔ بعد ازین سخن در مصطلحات میرود و درین فصل رعایت حروف تهجی منظورنکرده ایم تا سخن درازنشود ۔

زمزمهٔ سوم در اصطلاحات

آب بریسمان بستن و آب بهاون کوفتن و آهن سرد کوفتن ، اشاره بتقدیم کاری ناسودمند ۔

آتش از چشم پریدن و چراغ از چشم جستن : عبارت از حالتیست که در وقت رسیدن صدمهٔ قوی بر دماغ روی دهد ۔

جامه گزاشتن : بمعنی مردن ۔

آستین افشاندن : عبارت از ترک و تجرید ـ

مشوره با کلاه کردن : نیز عبارت از ترک و تجرید و نزد بعضے کنایه از کمال حزم و احتیاط والاول اصح ـ

پا جفت دویدن : برابر دویدن دو کس ـ

خط دادن : اقرار و اعتراف کردن ـ

سیاهی کردن : بمعنی ظاهر شدن ـ

سیاهی زدن : بمعنی خودنمائی و خودستائی ـ

سیم گل کردن خانه : بمعنی سپید کردن خانه ـ

آبی شدن کار : بمعنی تباه شدن کار ـ

دست و دہن آب کشیدن : یعنی شستن دست و دہن ـ

رو ساختن : یعنی شرمنده شدن ـ

بخیه بروی کار افتادن و پرده از روی کار افتادن : بمعنی ظاہر شدن امرے پوشیده ـ

کاری ازبن دندان کردن : یعنی بذوق تمام کردن ـ

پی کور کردن : بکاف تازی مرادف بے گم کردن ـ

بر کردن چراغ : بمعنی افروختن چراغ ـ

سر چراغ افگندن : بمعنی گل گرفتن چراغ ـ

چشم روشنی : بمعنی تهنیت ـ

بالا خوانی : خود را افزونتر از اندازه ستودن ـ

چهره شدن و طرف شدن : بمعنی مقابل شدن ـ

شیشه در جگر شکستن و آبگینه در جگر شکستن و شرر در پیراهن افشاندن و خانه به پیرهن ریختن و نعل در آتش نهادن : بمعنی بیقرار کردن ـ

گل کردن : بمعنی ظاهر شدن ـ

چشم به چیزی سیاه کردن : بمعنی طمع درآن چیز ـ

دامن بدندان گرفتن : بمعنی عجز کردن و آمادهٔ گریز شدن ـ

خس بدندان گرفتن : بمعنی زینهار خواستن ـ

پای خاکی کردن : بمعنی بسفر رفتن ـ

بچراغ رسیدن : بمعنی توانگر شدن ـ

کفن پاره کردن : یعنی از مرض مهلک و حادثهٔ سخت نجات یافتن ـ

پشت چشم نازک کردن : یعنی آزرده شدن از راه ناز ـ

بسر زلف سخن گفتن : یعنی بناز و تکبر حرف زدن ـ

گردن نهادن و سر نهادن : بمعنی اطاعت کردن ـ

گردن کشیدن و پیچیدن : بمعنی نافرمانی ـ

شگوفه کردن : یعنی قی کردن ـ

تن زدن : بمعنی خموشیدن ـ

تن دردادن : بمعنی رضامند شدن ـ

گوش دادن : بمعنی نگاهداشتن ـ

پای از پیش رفتن : بمعنی لغزیدن پا و افتادن شخص ـ

ازپرکار افتادن : بمعنی رفتن انتظام و باطل شدن ترکیب ـ
دست بهم دادن : بمعنی میسر آمدن ـ
به پوستین افتادن : بمعنی غیبت کردن ـ
دست بند زدن : بمعنی فراهم آمدن گروهی از انسان خواه از حیوان ـ

دامن زیر سنگ آمدن و دامن زیر کوه آمدن : عبارت از در مانده شدن و عاجز شدن ـ

آسمان بابرو پوشیدن : کنایه از انکار از وجود بدیهی ـ
بر شکستن محفل : عبارت از پراگنده شدن آن مجمع ـ
بر خود بالیدن : کنایه از ناز کردن و فخر کردن ـ
در آب و آتش بودن : اشاره بافراط زحمت و رنج ـ
درخود فرو رفتن و بخود فرو رفتن : بمعنی متفکر و متحیر بودن ـ

دست زیر زنخ داشتن و دست ستون زنخ گشتن : اشاره بحالت تحیر و سکوت است ـ

نان بروغن افتادن : عبارت از فراهم آمدن اسباب مراد ـ
انگشت بحرف نهادن : بمعنی اعتراض کردن بر کلام ـ
آب بردست کسی ریختن : کنایه از خدمت آن شخص کردن ـ

شب درمیان دادن : عبارت از وعده کردن ، خواهی وعده یکروز خواهی زیاده -

کاسه گرداندن : کنایه از دریوزه‌گری و گدا را کاسه گردان نامند -

جامهٔ کاغذی پوشیدن : عبارت از استغاثه و داد خواهی -

مشعل بکف گرفتن : نیز بدین معنی آید -

جامه سرخ برسرچوب کردن نیز ازین عالم است -

کچه گل کردن : عبارت از ظاهر شدن راز -

قطره زدن : اشارتست بشتاب رفتن -

کلاغ گرفتن : عبارت از تمسخر و استهزا -

کلاه انداختن و کله گوشه بر آسمان سودن : عبارت از شاد شدن و شوق کردن -

آستان برخاستن : عبارت از ویران شدن خانه -

آب تاختن : بمعنی بول کردن -

آسمان سوراخ شدن : کنایه از تواتر نزول بلا -

نمک بر آتش افگندن : بمعنی شور و غوغا کردن -

مغز در سر کردن : عبارت از خاموش شدن -

سبلت سست کردن : عبارت از فروتنی و ترک دعویست -

برکت شدن : بفتح باء و فتح راء و فتح کاف ، بمعنی تمام شدن آید -

خط به بینی کشیدن : عبارتست از آنکه اقرار بعجز خود کنند -

خط کشیدن و قلم کشیدن : مطلق بمعنی باطل کردن و محو کردن چیزی باشد -

نعل واژون زدن : عبارتست از آنکه وضعی پیش گیرند که مقصود بر مردم پوشیده ماند -

در پس زانو نشستن: مراقبه را گویند و تلمذ و استفاده را نیز -

درخط شدن : عبارت از شرمنده شدن و دربسم گشتن -

دست یافتن : بمعنی غالب آمدن -

زمزمهٔ چهارم در لغات یعنی اسماء مفردهٔ فارسی

وخشور : بواو مفتوح به خاءزده و شین مضموم و واو معروف بمعنی ایلچی عموماً و بمعنی پیغمبر خصوصاً -

ارج : بمعنی قدر و قیمت آید و ازین مرکبست :

ارجمند : بمعنی صاحب رتبه ، چه 'مند' افاده بمعنی صاحبی میکند -

آمیغی : بفتح الف و کسر میم و یای معروف بمعنی حقیقی -

نژم : بنون و زای فارسی بمعنی رطوبتے که در سحرهای

زمستان از ہوا ریزد و تیرگی در جهان پدید آید و آنرا بهندی 'کہر' گویند بکاف مضموم و ہای مضموم ـ

امشاسپند : بمعنی فرشتۀ رحمت ـ

اشکوب : بوزن اجمود عبارت از درجۀ عمارت ـ

اسپهبد و **سپهبد :** بحذف الف سردار سپاه را گویند و مجازاً نفس ناطقہ را نیز نامند ـ

الگاره بیرنگ و گرده : بفتح کاف فارسی نیز خوانند و بهندی ـ 'خاکا' گویند ـ

انبر : بوزن قنبر افزارے کہ آتش بران کشند و آنرا **دسپنا** نامند ـ

آژند : بالف ممدوده و زای فارسی مفتوح ، بہندی 'گره' خوانند بکاف فارسی ـ

انبوبه : بوزن منصوبہ لولہ را نامند کہ بہندی آن 'ٹونٹی' است ـ

بستو : بمعنی اقرار کننده و **خستو** بخاء نیز آید ـ

لشکنج : بنون مکسور بشین زده کاف تازی مفتوح بنون زده گوشت بسر ناخن گرفتن کہ بہندی آن 'چٹکی' است ـ

آلش : بروزن بالش بمعنی عوض چنانکہ گویند فلانی رخت

آلش کرد -

بست : بفتح با صیغهٔ ماضی و اسم طنابے است ، دراصطبل خسروان ایران بندندوبرگنهگار که خود را بوے رساند از انتقام ایمن باشد -

تاہو : شراب را گویند که آنرا در عرف ہند 'ٹھرا' نامند -

دماغه : کلاہے که بر سر باز و شاہین نہند -

پا سبز : بمعنی دلیل و رہنما -

زیر پیچ : بطانه دستار را گویند -

چکسه : بجیم فارسی مفتوح بکاف پیوسته و سین مفتوح بہا زده کاغذے فرو بیچیده که آنرا بهندی 'پوڑیا' گویند -

چک : بجیم فارسی مفتوح امر است از چکیدن و بمعنی قباله نیز آید و قفای سر را نیز گویند -

چلب : بجیم فارسی ہندی آن 'جھانجھ' است و آنرا به فارسی جلاجل نیز گویند -

جلب : بجیم تازی زن فاجره را گویند -

آجل : بجیم مضموم عربی جشا و ہندی - 'ڈکار' و اسم دیگر آروغ -

ره آورد و ارمغان و نواہان و نورہان : بمعنی سوغات -

ارتنگ : بمعنی مرقع تصویر ۔

ارژنگ :نام نقاش

آژنگ : شکنی که بروی افتد و بهندی 'جُھُرّی' گویند ۔

آونگ : بمعنی ریسمان که بسقف آویزند و 'چھینکا' در ہندی خوانند ۔

آورگ : بالف مفتوح بواو پیوسته و رای مفتوح مرده بمعنی ریسمانے است که آنرا بسقف یا شاخ درخت بندند و یا بران گزارند و بهوا آیند و روند و بهندی 'جهولا' نامند ۔

آژخ : عربی ثولول و ہندی 'مسه' ۔

آبستن و آبستنی : باضافهٔ یای تحتانی بمعنی زن حامله ۔ مخفی نماند که آبستن مصدر نیست که آبست ماضی و آبسته مفعول تواند بود بلکه اسمیست جامد و لغتی ست غیر متصرف ۔

ياغوش : بغین مضموم واو مجهول بمعنی غوطه ۔

آوخ : بمعنی افسوس ۔

اکدش : بالف و دال مکسور دو تخمه خواهی انسان خواهی اسپ که آنرا مجنس گویند ۔

چانه : بمعنی استخوان زیر زنخ ۔

پالا : امر است از پالودن و اسپ‌کوتل را گویند ۔

پالهنگ : مخفف پالا 'آهنگ است' یعنی کشندهٔ اسپ کوتل و این اسم ریسمانی ست که آنرا بهندی 'باگ‌ڈور' نامند ۔

اشغر : بوزن اشتراسم جانوریست خاردار که بهندی 'سیه' گفته شود ـ

برخی : بوزن در پی بمعنی صدقه و قربان ـ

کیفر : بکاف مفتوح و فای مفتوح بمعنی سزای کردار بد آید و آنرا **بادافراه** و **بادافره** نیز گویند ـ

پاداش : بمعنی جزای عمل نیک آید ـ

باد فرا و بادفر : اسم چرسی مدورکه ریسمانی دران انداخته بگردانند و هندی آن 'پهرکی' است ـ

بند باز : بمعنی رسن باز و ریسمان باز نیز گویند و آنرا بهندی 'نٹ' گویند ـ

بیاره : بیای مفتوحه آن روئیدگی راگویندکه ساقش افراشته نبود ، مثل خربزه و خیار و کدو و بهندی آنرا 'بیل' گویند بیای مکسور ـ

پاهنگ : بهای مفتوح ، اسم دیگر آن **پای‌افزار** ، عبارت از کفش پاست ـ

پیغاره : ببای فارسی مفتوح بمعنی طعنه ـ

پیغوله : ببای فارسی مفتوح بمعنی گوشه از دشت و صحرا و بمعنی گوشهٔ چشم نیز آید ـ

گریوه : بکاف مفتوح و رای مکسور و یای مجهول اسم

بلندی که در صحرا باشد یعنی پشته و تل بفتح تای قرشت -

بروار : خانهٔ تابستانی ہوا دار -

پست : ببای مکسور ، عربی 'سویق'، و ہندی آن 'ستو'، آن آردیست بریان -

پایاب : معروف و بمعنی طاقت و مقدور -

پرستوک : ببای فارسی مفتوح و رای مفتوح و پرستک بحذف واو نیز اسم ابابیل ست -

پازاچ : و آنرا پیش‌نشین نیزگویند ہندی آن 'دائی جنائی'، -

پاساد : بمعنی حفظ وضع -

پله : ببای فارسی مفتوحه و لام مفتوحه ہندی آن 'پیوسی' -

جاورس : ہندی آن 'باجرا' -

زرت : بضم زا ہندی 'جوار' -

شاخل : بخای مضموم ہندی 'ارہر' -

تابسار : ہندی 'جهروکه' -

تبیر : بوزن فقیر و تبیره بوزن نبیره بمعنی طبل و کوس -

تندر : بتای مضموم و دال مفتوحه عربی رعد -

ترخان : کسیکه از پادشاه در آمد شد اجازت بلا قید داشته باشد -

چپش : بفتح جیم و بای فارسی مضموم گوسپند یکساله را گویند ـ

چامه : بمعنی غزل ـ

رده : براء و دال مفتوحه بمعنی صف آید ـ

نالو : بنون مضموم زمزمه‌ایست از بهر خوابانیدن اطفال و هندی آن 'لوری' ـ

دژ : بدال مکسوره قلعه را گویند ـ

داس : هندی آن 'درانتی' ـ

کلند : بکاف و لام مفتوحه هندی 'کدال' ـ

تیشه : هندی 'بسوله' ـ

مندل : هندی 'پکهاوج' ـ

زغنک : عربی 'فواق' هندی 'ہچکی' ـ

سپندان : هندی 'رائی' ـ

ساماکچه : پوششی است مر زنانرا که هندی آن 'انگیا' است ـ

شار : بمعنی عمارت و ازین مرکبست **شارستان و شارسان** مخفف آنست ـ

پزشک : ببای و زای مکسور فارسی بمعنی طبیب ـ

آداک : بمعنی جزیره ـ

آداش : بمعنی همنام که عربی آن 'سمی است' ـ

آسا : صیغهٔ امر است از آسودن و بمعنی تمکین و وقار نیز آید و معنی مانند دهد و فاژه را گویند که هندی آن 'جمائی' ست -

ارک : بالف مفتوح قلعه کوچکی که درمیان قلعه باشد -

انباغ : بمعنی دو زن که یک شوہر داشته باشند و آنرا بهندی 'سوت'، و 'سوکن'، نامند -

اندروا : بمعنی سرنگون و **ذروا** نیز مستعمل ست -

شبگیر : سفر شب -

ایوار : بفتح الف ، سفر روز -

نوا : بمعنی آواز و ہم بمعنی توشه و ہم بمعنی آول -

نیا : بمعنی جد و پدر ونیاگان جمع آن -

لاد : اسم دیوار -

ساه پروین : اسم جدوار -

باخه : اسم کشف و آنرا سنگ پشت نیز گویند -

کناک : بفتح کاف مرضیست که آنرا زحیر گویند -

کنام : بکاف مضموم بمعنی بیشه و چراگاه -

شمن : بوزن چمن بمعنی بت پرست -

ترس : بتای مضموم اسم سپر -

شفشاہنگ و **شفشاہنج** : تختهٔ فولاد مشبّک که تارہای

زر و سیم برآن در کشند هندی آن 'جنتری' -

چا لیک: بیای معروف نام بازیچه ایست هندی آن 'گلی ڈنڈا' -

کاچار و کاچال: عبارت از رخت و متاع خانه -

پینه: بوزن زینه پیوند چرمین خصوصاً و ہر پیوند عموماً -

کوخ: خانه که از نی و علف سازند و آنرا گاره نیز گویند و **گومه** نیز بکاف فارسی مضموم -

سپنج: بمعنی عاریت و نیز بمعنی خانه که کشاورزان برکنار کشت سازند از نی و علف -

سمراد: بسین مفتوح بمعنی وہم -

فرتاب: بمعنی وحی و کرامت -

شگفت: بمعنی عجب -

ریچار و ریچال: به رای مکسور و یای معروف بمعنی اچار -

قلاوز: راہبر و راہنما را گویند -

یاره: وآنرا دست‌برنجن نیز گویند و آن پیرایه‌ایست که زنان بدست افگنند و ہندی آن 'کڑا' -

سبد: ہندی 'ٹوکرا' -

پائیز : اسم خزانست ـ

کاش ! عربی 'عنکبوت'، و اسم دیگر آن کارتن و خانه آنرا 'نسیج' گویند ـ

بالکانه : تابدان ـ

تارو : بهرای مضموم و واو معروف ، ہندی آن 'چھچڑی' ـ

فوه : بفای مضموم و واو به ہا زده چیزیکه برای افروزشِ رنگِ نگین زیرِ آن نهند و بہندی 'ڈانک' گویند ـ

گشنه : بکافِ فارسی مرادف گرسنه است ـ

سکاس : بمعنی ابرام درطلب چیزے و **مکیس** اماله آنست ـ

بمگر : بہای مفتوحه جولاہه و آنرا پای باف نیز گویند ـ

چاتو : ریسمانیست که مجرم را بدان بسته آویزند تا خفه شود وبمیرد و آنرا 'پھانسی' گویند ـ

گسیل : بکاف فارسی مضموم وسین مکسور وبای معروف و مرادف پدرود یعنی مرخص ـ

لال : بمعنی گنگ که در ہندی 'گونگا' گویند ـ

ناگرفت : بمعنی ناگاه ـ

کچه : بکاف تازی مفتوح وجیم فارسی مفتوح ، ہندی آن چھلّا ـ

کدیور : بکاف تازی مفتوح و دال مکسور و یای مجہول مزارع و باغبان ـ

راد : بمعنی مرد کریم و سخی ـ

پلارک : هم تیغ و هم جوہر تیغ ـ

مردریک : بمیم مضموم و دال مفتوح و رای مکسور و یای معروف و **مردری** بحذف کاف پارسی نیز بمعنی چیزے که از مرده باز ماند یعنی میراث ـ

اینت و آنت : دو کلمه پارسی است بمعنی خہے و زہے ـ

بازنامه : بمعنی رونق ـ

ویژه : بمعنی خاصه و خلاصه و بموقع خصوصاً و علی الخصوص نیز مستعمل گردد ـ

سپری : بضم سین و بای فارسی بمعنی 'آخر' ـ

فرجام : ہم بمعنی رنگ و رونق و ہم بمعنی انجام ـ

گزارش :

لغات ہم بلفظ انجام، انجام یافت امید که درین بےسروپائی فرجامی فروہیده بدست آیدکه بخشنودی ایزد امیدواری و از بند خودی رستگاری دہد ـ

فرد :

میزند دم زفنا **غالب** و تسکینش نیست
بو که توفیق ز گفتار بکردار برد

آہنگِ سوم

مشتمل بر اشعارِ مکتوبی منتخب از دیوان که در مکاتبات

بکار آید و اقسامِ نثر را افزایش دهد

ہر چند در سر آغازِ ہر شعر اشاره بہایستگی آن شعر میرود و از شایستگی که درکدام مقام جلوهٔ ظہور دارد نشان داده میشود ، لیکن چون اشارت در غایتِ اختصارست ، ہرآئنه چنان میدانم که منصبِ من در نگارشِ این ابیات جز انتخاب والتقاط نیست ۔ ہر کس بسلیقهٔ ادا شناسی و طریقهٔ معامله نگریِ خویش ہر نظم را درنثر نشست تواند داد ۔ منکه سخن پیوندِ سخن گزار و گردآورندهٔ این اشعارم دلِ غمزده را باین شغل فریب میدہم و بفراہم آوردنِ اشعارِ تازه‌که خامه فرسودِ کس نیست بر دبیرانِ روزگار منتے می نہم ، الله بس ماسواه ھوس ۔

شائستهٔ پیوند نثری که در نعت حضرت رسول الله

باشد ، علیه السلام ۔ نظم

مطاعِ آدم و عالم محمدؐ عربی

وکیلِ مطلق و دستورِ حضرت باری

شهنشهے که دبیرانِ دفترِ جاهش
به جبرئیل نویسند عزت‌آثاری

چنان‌بود که ببیند‌بخواب کس خود را
ازو مشاهدهٔ حق بعینِ بیداری

از مناسبات مقام نعت۔ نظم

فخرِ بشر امامِ رسل قبلهٔ امم
کز شرعِ اوست قاعدهٔ دانش استوار

در بزمِ رنگ و بوی نگاهش زمرتضے[۴]
در رزم آبروی سپاهش ز ذوالفقار

در مقام اظهار ارادهٔ سوز و گداز۔ نظم

بلب دارم ضمیرآلا بیانے
نفس خون کن جگرپالا فغانے

پریشان تر ز خویشم داستانیست
بدعوی هر سرِ مویم زبانیست

در آتش از نوای سازِ خویشم
کبابِ شعلهٔ آوازِ خویشم

در باب ستایش آب و هوا و خرمی فضا۔ نظم

خس و خارش گلستانست گوئی
غبارش گوهر جانست گوئی

درین دیرینه دیرستان نیرنگ
بهارش ایمن‌ست از گردش رنگ

چه فروردین چه دے ماه و چه مرداد
به هر موسم فضایش جنت آباد

در وصفِ شخصِ کریمِ باذل - نظم

بادهٔ سر مستیِ دل را خمے
از نمِ تر دستیِ خود قلزمے

وا بگل و خار چو آغوشِ ابر
پیشِ کفش غاشیه بر دوشِ ابر

آینهٔ صورتِ جود آمده
جود خود از وے بوجود آمده

زمزمهٔ شورِ حسنِ پریچهرگان بصیغه جمع - نظم

قیامت قامتان مژگان درازان
زمژگان بر صفِ دل نیزه بازان

ز رنگین جلوه ها غارتگرِ هوش
بهارِ بستر و نوروزِ آغوش

دیگر در ستایشِ حسن بصیغه انفراد - نظم

رایتے از نور برافراشته
پردهٔ رنگین به گل انباشته

جلوه گرے آفتِ نظارهٔ
برق ز تمثالِ وے انگارهٔ

رنگِ گل آئینهٔ دیدارِ او
موجِ پری جوهرِ رفتارِ او

پیکرے از لطف فراہم شده
صافیِ آئینہ مجسم شده

در نظر از شوخیِ اعضای تو
بوده چمن‌خیز سراپای تو

وصفِ مردِ قوی ہیکل و زورآور ـ نظم

پیل تنے کز پیِ عرضِ شکوه
رستہ رگِ گردنش از مغز کوه

ہیکلے از کوه تنومند تر
بوده ازو جبہۂ الوند تر

در عرض پریشانی و سرگردانی ـ نظم

کیستم دل شکستہ غم‌زدۂ
بیدلے خستۂ ستم‌زدۂ

از گدازِ نفس بتاب و تبے
در بیابانِ یاس تشنہ لبے

دردمندے جگر گداختۂ
از غمِ دہر زہره باختۂ

خسِ طوفانیِ محیط بلا
سر بسر گردِ کاروانِ فنا

درِ آگاہیِ فنا زدۂ
ہمہ بر خویش پشتِ پا زدۂ

ارزنده بمدحِ شاعر و منشی - نظم :

طرزِ اندیشه آفریدهٔ اوست
در تنِ لفظ جان دمیدهٔ اوست

پشتِ معنی قوی ز پهلویش
خامه را افربهی ز بازویش

طرزِ تحریر را نوی ازوے
صفحه ارتنگِ مانوی ازوے

درنکوهشِ حکامِ جفا پیشه - نظم :

بداوری سروکارم بجمعے افتاده است
که برگزیدهٔ چرخ اند در ستمگاری

چو فتنه جامعِ قانونِ عالم آشوبی
چو غمزه صاحبِ فرهنگِ مردم آزاری

بیان عشرتهای ماضیه بطریقِ حسرت - نظم :

بختم بجیبِ عشرتیان میفشاند گل
سعیم ز پای محنتیان میکشید خار

از چشم و دل نهادِ مرا بود تاج و تخت
وزرنگ و بو بساط مرا بوده پود و تار

شرحِ خستگی های حال - نظم :

نقشم بنامه نیست بجز سرنوشتِ داغ
تارم بجامه نیست بغیر از تنِ نزار

در پیکرم ز درد و دریغست جان و دل
در بسترم ز خاره و خار است پود و تار

اظهار ناتوانی که اصلِ نامرادی و درماندگیست ـ فرد :

کجاست دست که چینم ثمر ز نخلِ مراد
اگر رسد بزمین شاخش از گرانباری

اشاره بمقامیکه دوست بعد از خرابیِ بصره مستفسر
احوال شده باشد ـ فرد :

جانِ غالب تابِ گفتارے گمان‌داری هنوز
سخت بیدردی که میپرسی ز ما احوالِ ما

اظهار نسبت ارادت بروش استفهام ـ فرد :

با بندهٔ خود اینهمه سختی نمیکنند
خودِ را بزور بر تو مگر بسته ایم ما

طلب تفقد بذریعه بخشایش بر طمعِ خام ـ فرد :

گیرم وفا ندارد اثر هم بما گرای
زین سادگی که دل باثر بسته ایم ما

نازش بر نسبت تعارف اگرچه دوست غمخوار نباشد ـ فرد :

با چون توئے معامله بر خویش منت است
از شکوهٔ تو شکرگزارِ خودیم ما

درخور بیان گلهٔ بدعهدی و گزاف پیشگیِ دوست ـ فرد :

تو کے ز جور پشیمان شدی چه میگوئی
دروغِ راست نمائے که داشتی داری

بیان غم و اندوه ـ فرد :

چگویم از دل و جانے که در بساطِ من است
ستمرسیده یکے نا امیدوار یکے

در طلب چستی و چالاکی و منعِ افسردگی و کاہلی ـ فرد :

ہمت ز دمِ تیشهٔ فرہاد طلب کن
مجنون مشو و مردنِ دشوار میاموز

بیانِ انتظارِ قاصد در امر مذبذب ـ فرد :

تا خود پس از رسیدنِ قاصد چه رو دہد
خوش میکنم دلے بامیدِ خبر ہنوز

آرایشِ عنوانِ حسن طلب بطغرای عجز و ادب ـ فرد :

بر دلِ نازکِ دلدار گرانی مکناد
خواہشِ ما که جگر گوشهٔ ابرامے ہست

خواہشِ وصل و تقاضای عیش ـ فرد :

بیا که قاعدهٔ آسمان بگردانیم
قضا بگردشِ رطلِ گران بگردانیم

شرحِ ماجرای خویِ دوست به‌عتابِ آمیخته بناز ـ فرد :

آسوده باد خاطرِ غالب که خویِ اوست
آمیختن ببادهٔ صافی گلاب را

ذریعهٔ این اندوه که اگر ملامت بجاست ، قطع نظر از تحسین ہنر چراست ـ فرد :

باده اگر بود حرام بذله خلافِ شرع نیست
دل ننهی بخوبِ ما طعنه مزن بزشتِ ما

درماندگیِ دوست از آثارِ انتقامِ دل آزاری وا نمودن ـ فرد :

دیدی آخر کا نتقامِ خستگان چون میکشد
آنکه میگفتیم ما کامروز را فرداست ہست

اظهار مراتب امید و بیم برعایت شیوهٔ تسلیم ـ فرد :

از خلد و سقر تا چه دہد دوست که دارم
عیشے بخیال اندر و داغے بجگر بر

دوست را در نفهمیدنِ مدعایِ خویش معاف داشتن وہمدرین پرده شکوه سر کردن ـ فرد :

فرقست نه اندک ز دلم تا بدل تو
معذوری اگر حرفِ مرا زود نیابی

خاطر دوست را بدور باش دوستانه آزردن و به گستاخی و بیدردی کار از پیش بردن - فرد :

آن لابه‌های سهر فزا را محل نماند
بر خوان خود ان یکاد که ما را سپند نیست

نرسیدنِ نامه را بر حوادث و موانع حواله کردن و از تغافلی که در گمان خودست فغان بر آوردن - فرد :

نرسد نامه در اندیشه سببهاست بسے
پرس و جوئے ز عزیزان بگمان میبایست

ابراز این کیفیت که محبت اگر بصدقست ور به‌نفاق بی توزعِ ضمیر نیست - فرد :

گر منافق وصل ناخوش ور موافق هجر تلخ
دیده داغم کرد رویِ دوستان دیدن نداشت

پیش آمدن کار مشکل بجای خطرناک - فرد :

شگافے از جگرِ ذره نم برون ندهد
بوادئے که مرا بار در گِل افتاد است

گزارش شدت رنج و غم بطریقِ ترقی - فرد :

زینکه دیدی به جحیمم طلبِ رحم خطاست
سخنے چند زغمهایِ نهانی بشنو

در موقع تعلیم صبر و شکیبائی ـ فرد :

گر چرخ فلک‌گردی سر بر خط فرمان نه
ور گوی زمین باشی وقف خم چوگان شو

حوالهٔ مادهٔ شکایت بوجدان ضمیر مکتوب الیه ـ فرد :

چون زبانها لال و جانها پر ز غوغا کردهٔ
بایدت از خویش پرسید آنچه با ما کردهٔ

عنوان بیان شدت درد فراق ـ فرد :

تاب هنگامهٔ درد آرم و گویم هیهات
چکنم تا غم هجر تو یقین تو شود

بیان کلفت ناسازی بخت و اندوه پیش نیامدن دولت ـ فرد :

بچراغے نرسیدیم درین تیره سرا
شمع خاموش بود طالع پروانهٔ ما

وصف لکنت زبان ـ فرد :

ز لکنت می تپد نبض رگ لعل گهربارش
شهید انتظار جلوهٔ خویش است گفتارش

خواہش حیات خود از جانب دوست از محبت نشمردن و آنرا بر شدت بیدردی گمان بردن ـ فرد :

نه از مهرست گر غالب بمردن نیستی راضی
سرت‌گردم تو میدانی که مُردن نیست دشوارش

وعدهٔ لطف از زبان قاصد اگرچه باور نداشتن لیکن از فرط محبت دل بدان نهادن ـ فرد :

دلم بعهدِ وفائی فریفت نامه سپار
خوش است وعدهٔ تو گرچه از زبان تو نیست

ترحمِ دوست را نسبت بخویش از ساختگی گمان کردن ـ فرد :

غم شنیدن و لختے بخود فرو رفتن
خوشا فریبِ ترحم چه ساده پرکارست

در مقامِ منع تکلیفِ چاره بتقریبِ از حد گذشتنِ درد ـ فرد :

جیب مرا مدوز که بودش نمانده است
تارش ز هم گسسته و پودش نمانده است

سزاوار مقامیکه دوست پاسخِ نامه نگاشته باشد و جوابِ اصلِ مدعا فرو گذاشته باشد ـ فرد :

نامه بر از پیشگاهِ ناز مکتوبِ مرا
پاسخے آورده است اما جوابے بیش نیست

دوست را نظر به بی التفاتی به بید تشبیه دادن و ازان نیز ترقی کردن ـ فرد :

گر بار نیست سایه خود از بید بوده است
بارے بگو که از تو چه امید بوده است

بیان تنعم دوست و بی برگی خود و طلب تفقد ـ فرد :

ترا که مؤجه گل تا کمر بود دریاب
که غرقِ خون‌به درِ بوستانسرایِ تو کیست

در موقع بیان شدتِ افلاس ـ فرد :

بینوائی بین که گر در کلبه‌ام باشد چراغ
بخت را نازم که بامن دولتِ بیدار ماست

بایسته بمقامیکه دوست اندوهِ دوست را اندک ساخته باشد ـ فرد :

گفتم خود از مشاهده بخشایش آورد
خوش باد حالِ دوست که حالم نکو گرفت

به‌تعلیم تسلیم ـ فرد :

در دستِ دیگریست سفید و سیاهِ ما
با روز و شب بعربده بودن چه احتیاج

شایسته بهدایت نامه که در وے خبرِ ناخوش باشد ـ فرد :

بفگن بآتش و تب و تابم نظاره کن
غمنامهٔ مرا بکشودن چه احتیاج

تسکینِ خاطرِ دوست باظهارِ قربِ زمانِ هلاکِ خویش ـ فرد :

از نالۀام مرنج که آخر شدست کار
شمعِ خموشم و ز سرم دود میرود

گزارش اینمعنی که وعدهٔ لطف در مستقبل چارهٔ ناکامیِ حال نمی تواند بود ـ فرد :

خوش است کوثر و پاکست بادهٔ که دروست
ازان رحیقِ مقدس درین خمار چه حظ

در خور بیان اینمعنی که اندک آسائش و فراغ خاطر وصفای وقت اگر میسر آمدتن بزحمت جستجو نیاید دادوبه بند گرد آوردن مال نباید افتاد ـ فرد :

نشاطِ جم طلب از آسمان نه شوکت جم
قدح مباش ز یاقوت باده گر عنبی ست

از پاس ادب ستوده آمدن و رخصت شکوه طلبیدن ـ فرد :

یک گریه پس از ضبط دو صد گریه رضاده
تا تلخیِ آن زهر توانم ز گلو برد

طلبِ تفقد باظهارِ عزم آوارگیِ خویش ـ فرد :

پیشم ازان بپرس که پرسی و اهلِ کوی
گویند خسته زحمتِ خود زین دیار برد

بیان آزردگی دوست یا عتاب حاکم نسبت بخویش ـ فرد :

اگر شفاعت من در تصورش گذرد
به بزم انس رخ از همدمان بگرداند

اظهار وفای خویش بحاکم یا بدوست - فرد :

غالب خسته بکوی تو رہن تپشے است
که بشاہی نہ نشیند بوزارت نرود

آغاز جواب مکتوب بشکر یاد آوری محبوب - فرد :

جان برسر مکتوب تو از شوق فشاندن
از عهدهٔ تحریر جوابم بدر آورد

اختصار درد دل به وانمودن یک مثال - فرد :

چون گویم از تو بر دل شیدا چه میرود
بنگر بر آبگینه ز خارا چه میرود

شکوهٔ تغافل ایام گذشته بمشاہدهٔ التفات حال - فرد :

با ما که محو لذت بیداد گشته ایم
دیگر سخن ز مهر و مدارا چه میرود

تباہی خود را مقصود دوست دانستن و بدان شادمان بودن - فرد :

دوست دارم گرہے را که بکارم زده اند
کاین ہمانست که پیوسته در ابروی تو بود

بیان شدت غم - فرد :

نومیدی ما گردش ایام ندارد
روزے که سیه شد سحر و شام ندارد

باعث ترک صحبت را مجملاً خاطرنشان ساختن و تفصیل آنرا به بیان ہمدمان حواله کردن ـ فرد :

گو رفته ام ز کوی تو آسان نرفته ام
این قصه از زبانِ عزیزان شنیده باد

طلب تفقد بطریق تنزل ـ فرد :

گیرم که بافشاندن الماس نیرزم
مشتے نمکِ سوده بزخمِ جگرم ریز

اظهارِ حسنِ عقیدت بمقابلهٔ بے پروائی دوست ـ فرد :

بر امیدِ شیوهٔ صبرآزمائی زیستم
تو بریدی از من و من امتحان نامیدمش

در آرزوی ملاقات با بزرگان ـ فرد :

در دل ز تمنای قدمبوسِ تو شوریست
شوقت چه نمک داده مذاق ادبم را

برای شکوه باغشے لطیف عاشقانه تراشیدن ـ فرد :

با ہمه خرسندی از وے شکوه ہا دارم ہمی
تا نداند صیدِ پرسشہای پنهانی مرا

بپاسخ نامه که مضمون عتاب داشته باشد ـ فرد

در نامه تا نبشتی برمن نویدِ قتلے
در دل چو جوہرِ تیغ جا داده ام رقم را

در اظهار گوشه نشینی و خلوت گزینی ـ فرد :

روی سیاهِ خویش ز خود هم نهفته ایم
شمعِ خموشِ کلبهٔ تارِ خودیم ما

لائق معامله بیع و شرا در صورتیکه کاتب بایع و مشتری مکتوب الیه باشد ـ فرد :

دل خود از تست و هم از ذوقِ خریداریِ تست
اینهمه بحث که در سود و زیانست مرا

وعده های دوست بیادش دادن و فراخور آن شگفتگی درخواستن ـ فرد :

فریب خوردهٔ نازم چها نمیخواهم
یکے بپرسشِ جان امیدوار بیا

ابرازِ شکوهٔ نامهربانیِ دوست بشمولِ وفاداریِ خویش ـ فرد :

گیرم ز تو شرمندهٔ آزرم نباشم
تا رفتنِ مهر تو ز دل چون رود از دل

در مقام عرض پریشانی و سرگردانی ـ فرد :

فرسوده گشت پایم از پویه های هرزه
آشفته شد دماغم ز اندیشه های باطل

استدعاے عنایت به نهیبِ قطعِ محبت ـ فرد :

طاق شد طاقت ز عشقت برکران خواهم شدن
مهربان‌شو ورنه برخود مهربان خواهم شدن

عذر تقاعد در نگارش نامه باظهار فقدانِ قاصد ـ فرد :

گریه ام از بیکسی ست بوکه درین پیچ و تاب
تن برواثی دهد نامه ز نم داشتن

دربیانِ گزارش رشکِ رسیدنِ نامهٔ دوست بدیگرے ـ فرد :

وای بر من که رقیب از تو بمن بنماید
نامهٔ واشدهٔ مُهر بعنوان زدهٔ

تلقین بیوفائی از خیر بدلیل ظهوراین صفت باخویش ـ فرد :

ز ما گسستی و با دیگران گرو بستی
بیا که عهدِ وفا نیست استوار بیا

ابرازِ رشک نسبت بنامه بردرِ مشاهده جمال دوست ـ فرد :

شکایت نامه گفتم درنوردم تا روان گردد
بیان در راهِ قاصد ریخت رشکم پیچ و تابش را

بیان ناسودمندی کوشش دربارهٔ حصول مطلب ـ فرد :

ز سعی هرزهٔ بیحاصلی علم گشتیم
چو باد بید پدید آمد از امالهٔ ما

برانگیختن خاطر دوست بتماشای جهان ومنع افسرده دلی ـ فرد :

مشام را بشمیمِ گل نوازش کن
نسیمِ غالیه سا در وزیدن ست مخسپ

شرح شدت بی برگ ونوائی بروش خاص ـ فرد :

در عالم خرابی از خیل منعمانم
سیلم برخت شوئی برقم بخوشه چینی است

پرده کشائی راز افلاس به انداز عاشقانه ـ فرد :

لذت عشقم ز فیض بینوائی حاصلست
آنچنان تنگست دستِ من که پنداری دلست

در مقام این مثل که گوئی هنوز روزاولست ـ فرد :

من سر از پا نشناسم برهِ سعی و سپهر
بردم انجام مرا جلوهٔ آغاز دهد

توجه دوست بحال خویش از تاثیر جاذبهٔ دل ظاهمون ـ فرد :

زمام ناقه بدستِ تصرف شوقست
بسوی قیس گرایش ز ساربان نبود

اظهار تمنای وصل و حسرت اختلاط ـ فرد :

خوشا روزے که چون از مستی آویزم بدامانش
گه از دستم کشد گاہم بروی چشمِ تر گیرد

بیان پشیمانی از عمریکه درفسق و فجور رفت و غم عدم فرصت و تلافی آن - فرد :

تا بچه مایه سر کنیم ناله بعذر بیغمی
از نفس آنچه داشتیم صرف ترانه کرده ایم

از درد تغافل فغان بر آوردن - فرد :

تا چند نشنوی تو و ما حسب حال خویش
افسانهای غیر مکرر کنیم طرح

شایسته جائیکه ذکر بدخوئی معشوق یا بیان سطوت حاکم درمیان باشد - فرد :

سر و کارم بود با ساقئے کز تندی خویش
نفس در سینه میلرزد ز موج باده مینا را

عذر گستاخی خواستن و قاعدهٔ ناشناسی خود را شفیع جرات ساختن - فرد :

مرو درخشم گر دستے بدامان تو زد غالب
وکیلش من نمیداند طریق داد خواهی را

بیان بقیه کلفت و اندوه و ملال بعد سپری شدن روزگاری دراز در غم و درد - فرد :

غبار طرف مزارم ز پیچ و تابی نیست
هنوز در رگ اندیشه اضطرابے هست

مناسب عبارت نامه که در ابراز لوازم نا امیدی نگارش رود ـ فرد :

زسردیِ نفسِ نامه بر توان دانست
که نا رسیده پیام مرا جوابے ہست

شکر التفات زبانی و شکوه فقدان و عنایت دلی ـ فرد :

پراز سپاسِ اداىِ تو دفترے دارم
که یکسر از رقم پرسش نہان خالیست

در آزردگی دوست‌خود را بعلاقهٔ تعلق تسلی دادن ـ فرد :

پیش ازین کے بود اینہم التفاتے بوده است
اینقدر بر خود ز سخنیہای بیجایش مپیچ

یاد کردن اختلاط زمان وصال در ایام ہجر بطریق حسرت ـ فرد :

ہائے این پنجه که با جیب کشاکش دارد
بود با دامن پاکش چه قدرہا گستاخ

شایسته بمقامیکه کس بسبب طول زمان انتظار از سعاودت قاصد مایوس شده باشد ـ فرد :

قاصد من براه مرده و من ہمچنان در شمارهٔ فرسخ

مزاوار بحال کسیکه از تنعم و تمول بر آمده در تلاش معاش افتاده باشد ـ فرد :

دل اسباب‌طرب گم‌کرده دربند غم نان شد
زراعتگه دهقان می‌شود چون باغ ویران شد

در موقع بیان بی مهری اقربا ـ فرد :

گردهم شرح ستمهای عزیزان غالب
رسم امید همانا ز جهان برخیزد

نشید مستانه در گزارش ذوق استماع پیام دوست ـ فرد :

ما لذت دیدار ز پیغام گرفتیم
مشتاقِ تو دیدن ز شنیدن نشناسد

اظهار محبت خود بادوست باوجود بودن وی در رضاجوئی غیر ـ فرد :

رقیبش برده از راهِ وفا بنگر که در چشمم
غبارِ راهِ او مژگان بر گردیده را ماند

ابراز اینمعنی که اگر کار خود بخودی خود سرانجام داده ایم نظر بتخفیف تصدیع دوست بوده است ـ فرد :

مردن و جان بتمنای شهادت دادن
هم ز اندیشهٔ آزردن بازوی تو بود

شعریکه آغاز بیان شکایت بدان تواند کرد - فرد :

ز جوش شکوهٔ بیداد دوست میترسم
مباد مهر سکوت از دہن فرو ریزد

مناسب حال کسیکه در ابتدائے کار بنهایت ہلاک رسیده باشد - فرد :

ہمچوخسے کس شرر چہرہ‌کشائی کند
صورتِ آغازِ ما معنی انجام شد

اظهار آماده بودن خویش بدعای بد یاتظلم و استغاثه - فرد :

بر خویشتن ببخشا ، گفتم ڈگر تو دانی
دارم دلے کہ دیگر تاب جفا ندارد

انکار ظهور اعانت و اقرار حصول محض بسابقهٔ عنایت ازلی - فرد :

ممنونِ کاوشِ مژه و نیشتر نیم
دل موجِ خون ز دردِ خدا داد میزند

در مقام شرح درد و غم - رباعی :

جانے است مرا ز غم شماری در وے
اندیشہ نشانده خار زارے در وے

ہر پارهٔ دل کہ ریزم از دیده فرو
پابند نفس ریزه چو خارے در وے

در موقع عیادت ـ رباعی :

آئی تو که شخصِ مردمی را چشمی
سبحان الله چه مایه بینا چشمی
البته عجب نیست که باشی بیمار
زان رو که بدلبری سراپا چشمی

در باب رسیدن نامهٔ دوست ، رباعی :

این نامه که راحتِ دل ریش آورد
سرمایهٔ آبروی درویش آورد
در برِبن مو دمید جانے یعنی
سامانِ نثارِ خویش با خویش آورد

آہنگ چہارم

خطب کتب و تقاریظ و عبارات متفرقہ ۔

دیباچۂ دیوان فارسی

یگانہ یزدان را بز بانیکہ بخشیدۂ اوست سپاس‌گزارم و خود مرا چہ پایابِ سپاس گزاری اوست کہ چون منے را کہ حرف از حرف نشناسم اینہمہ نیرو کرامت کرد کہ پردہ از رخ این شاہدِ نوخاستہ کہ خردِ نخستین دیوانش نامد بر گرفتم و ہوای جلوۂ دیگر کہ ہنوز صفحۂ اندیشہ بیرنگ آن نہ پذیرفتہ آئینہ زدائی از سر گرفتم ۔ بار خدایا درد ناروائی کالا دل را آنچنان فرونگرفتہ کہ تن بزبونی در ندہم و بدین آرزو منت بر خویشتن نہ نہم کہ یارب پس از من چون من بگرد سراپاے گفتار گردیدہ بیافرینی تا وا رسد کہ دیوار کاخ والای سخن در چہ پایہ بلند است و سر رشتۂ کمند خیالم دران فرازستان بکدامین ذروہ بند ۔

فرد :

ذوقیست ہمدمی بفغان ، بگذرم ز رشک
خارِ رہت بپایِ عزیزان خلیدہ باد

بنام ایزد نخستین نقابیست از روی شاهد هر هفت کردهٔ معنی بجنبش نسیم بر افتاده ، یعنی تنگ کشا کش دست ناکشیده ـ بازپسین چراغیست از گرمی چراغان نیم سوختهٔ پهلو ، رخ به افروختن داده ، یعنی داغ منت خس نادیده ـ کهن داغهای جنونست ، سراسر بناخن شوخی نفس خراشیده، گرما گرم خونابهٔ درونست به تف پنهانی دل ناگه از ناسورتراویده ـ کاغذی پیرهنانند چون پیکر تصویر از حیرت واقعه خاموش ـ مشعل بکف گرفتگانند ، چون آدر از دود دل سیه پوش ـ قلزم آشامان نگه را بدستگیری صلای فراوانی باده دریاب که این خسروی میکده‌ایست در بروی انجمن باز کرده ـ زمزمه‌سنجان طرب را بدمسازی نوید انبوهی نغمه بنواز که این باربدی پرده ایست از بال موسیقار ساز کرده ـ خسروی شبستانے است بصاعقهٔ سرگرمی ذوق انجمن آرا آتش خیزگردیده ـ بچشمک‌زنی درخشندگی اجزای خاکستری از اندوه سرآمدن هنگامه پرده‌کشای ـ قیصری شارستانیست بزلزلهٔ وجد دل کارفرما ، از هم پاشیده ، بشورافگنی تابش ذره های آفتابی از درد برشکستن بارنامه داستان سرای ـ نگویم دود چراغست یا لاله و داغ ، اما سوختگی را سرگذشت است و خستگی را رویداد ـ نگویم تجلی و طوراست یا جنت و حور ، اما نازش‌را قلمروست و آرامش را سواد ـ طلسم شعله و دود است باز بستهٔ زردشت خیال ، شعله پنهان و دود پیدا ـ دل لوح

طلسم و زبان طلسم‌کشا - ہنگامۂ ابر و باد است ، بر انگیختۂ جادوی ِ ابر ِ گہرپاش و باد ِ الماس فشان ، اندیشہ طومار ِ نیرنگ و لب افسون‌خوان - دود ِ کبابے ست ، بانداز ِ پیچ و تابے کہ از شعلہ در دل افتادہ است ، بر ہوا تتق بستہ - خیل ِ غزالے است بہ سامان ِ جنبش ِ برومندی ِ خویش نخلبند ِ ازل را سپاسگزار -

مثنوی

اے نہان بخش ِ آشکارا نواز
دل بہ غم جان بہ تن گرامی ساز

شررے کز تو در دل ِ سنگ است
بر رخ ِ لعل جلوۂ رنگ است

اے بساط ِ زمین نشینان را
وے مشام ِ یگانہ بینان را

از رگ ِ نوبہار نافہ کشای
وز دم ِ باد ِ صبح غالیہ سای

اے فگندہ بہ روی ِ شاہد ِ ذات
عنبرین طرّہ از نقاب ِ صفات

بہ فروغت مہین نیایش جای
از بساط ِ سیاہ کیوان‌زای

ای فلکها حبابِ قلزمِ تو
وی زمین لایِ بادهٔ خمِ تو

از رحیقِ خُمت به دیرِ مغان
لای پالایِ می سهیل فشان

بودنی بخشِ خوب و زشت توئی
رونقِ کعبه و کنشت توئی

ای گزین نقشها کشیدهٔ تو
هرکه و هرچه آفریدهٔ تو

دیده را جویِ خون کشادهٔ تست
ناله را بالِ برق دادهٔ تست

ای مرا فرِّ خسروی داده
پارسی را به من نوی داده

هم به تسلیمِ عجز تن زده ام
کز تو در مدحِ خویشتن زده ام

ناتوانی قوی‌اساسیهاست
خود نمائی خدا شناسیهاست

سخن آفرین خدایِ گیتی آرای را ستایم که تا نهانخانهٔ ضمیرم را از فراوانیِ رنگا رنگ معنی به لعل و گهر انباشت ، بازویم را ترازویِ مرجان سنجی و خامه ام را هنگامهٔ گهرپاشی

ارزانی داشت ـ اینست رایگان دهندهٔ منت نانهنده ـ سخنور نواز داورِ پیروزگر را نازم که چون تن به کشاکشِ تحسین دادن ننگِ گرانمایگیِ بیانم شناخت ، به نازشِ والائیِ بهین روش‌ها و برازشِ زیبائیِ گُزین اداها از قبولِ خلق بے نیازم ساخت ـ آنت ، دشمن کام آفریننده به کوریِ چشمِ دشمن ، برگزینندهٔ فطرت ، پاکیزگیِ گوهرم را درخورِ آلایشِ داغِ همچشمی ندید و پیداست که یکتائی جز او را نزیبد ـ لاجرم مژه‌ام را در خونابه‌فشانی با زبانم همداستان کرد ـ زہے یگانه داورِ دانا ، رحمت حوصلهٔ آفرینش را گنجائیِ اندوهِ غمخواریِ من نبخشید و دانست که رنجور جز به او نشکیبد ـ هر آینه دلم را درین جان گزائی برمن به درد آورد ـ خہے مهربان خدایِ توانا ، به هوایش سینه از بیتابیِ نفسم آذر نگار ـ به ثنایش صفحه از شادابیِ رقم بهار اندای ، نهادے در گدازِ هفت دوزخ غوطه خور ، سوادے از رازِ هشت گلشن پرده کشای ، خرد آشوب زمزمهٔ که به ذوق بخشیِ نشاطِ سامعش زُهره از آسمان فرود آید ، به زبانم ودیعت نهادهٔ اوست و هوش ربا جنبشے که به کرشمه ریزیِ انگیزِ اداش از حورانِ طوبیٰ نشین درود آید ، به نیِ کلکم باز دادهٔ او ـ **فرد :**

رشحِ کفِ جم میچکد از مغزِ سفالم
سیرابیِ نطقم اثرِ فیضِ حکیم است

تار و پود تشریفِ عقیدتِ مسلمانیم و فرزانه قهرمانِ قلمروِ سخن‌رانی ، دل به شراکِ نعلینِ محمدی آویختن کیش و آئینِ من و طغرای والایِ یا اسدالله الغالب نقشِ نگینِ من و لایِ خمِ میخانهٔ سرمدیِ نسبت ناچشیدگان سگالند که هیچمدانے را این مایه سیرابیِ نطق از کجاست ، غافل که نمِ رشحه رشحه یک فیض است که سبزه را دمیدن و نهال را سرکشیدن و میوه را رسیدن و لب را زمزمه آفریدن آموخت و در پرتوِ مهتابِ ازلیِ هدایت شبگیر نکردگان اندیشند که تیره سرانجامے را اینهمه روشنائیِ گفتار چراست - بے خبر که فرهٔ تابش یک نورست که شمع را به شعله و قدح را به باده و گل را به رنگ و درون را به سخن برافروخت - آنکه سیه خیمهٔ لیلی‌منشان را به فروغِ شمع‌هایِ کافوری خاورستان کرد ، وادیِ مجنون‌وشان را از هجومِ کرمکِ شب تاب پردازِچراغان بخشید - ریشهٔ نخلِ آرزو آب از مغزِ سرِ قارون میخورد ، مایه داریِ بینوایان دریاب و خامه در ایثارِ لعل و گهرِ عرضِ گنجینهٔ توانگران میبرد ، فراوانیِ دستگاهِ معنی نگاران بنگر - باغ از گل افشانیِ نهالهایِ دست نشان ، نامهٔ اعمالِ نیکوکارانِ خداپرست است و راغ از انبوهیِ گونا گون لاله‌ هایِ خودرو کارگهِ خیالِ هوسناکانِ شاهد باز -

فرد :

هر دل شده از دست در اندازِ سپاہے ست
مانا کہ نگاہِ غلط‌انداز ندارد

رهروِ آزرده پای را سایهٔ خاربن نشیمن پرواز است و در سپنجِ کشاورز اخگرِ تافتہ گوہرِ شب چراغ ـ سیلِ سرشکے کہ بہ رویِ ماتمیان می دود دیارِ غم را روائیِ فرمانِ درد است و دامنِ برچیده کہ بہ دستِ آزادگان اندراست ، ده کیایِ قلمروِ خرسندی را توقیع ـ تنومندان را رخ بر افروختگی فرخ سرمایہ ، ہمان کفِ خونست کہ اگر بہ شرائین دوید ، گرما گرم از مژه ریختیم و اگر رنگ گردید ، دما دم بہ روی شکستیم ـ خود آرایان را اطلس و سنجاب ارزانی ، فرجام جز آزردنِ اندام نیست و ما بہ تن از ناتوانی تابِ گرانی نداریم و بہ دل از نازکی رنجِ تنگیِ قبا برنتابیم ـ

لطافتِ تازه بہارِ رنگہایِ شکستہ دریافتن نہ زہرهٔ ہر دیده‌ور است و بہ نزاکتِ ویژه قماشِ کتانہایِ مہتابی وا رسیدن نہ اندازهٔ ہر ادا شناس ، اگر ذره از برہنگی آفتاب‌پوشستے زرین طیلسانانِ خود آرای را چہ رشک ، و اگر ویرانہ از جگر تفتگی ماہتاب‌آشامستے ، شبستانیانِ آرمیده‌درون را چہ خبر ـ

داغم از کوته نظرانِ تنگ چشم که دمیدنِ تازه گل از گیاه و درخشیدنِ برق به شبهای سیاه شگفت ندارند و جنبیدنِ زبانهای گویا به سخن های نغز دشخوار انگارند - غنچه مشکین نفس است و باد غالیه سای و گل کشاده روی و بلبل نواسنج - زبان چه گنه کرده است که سخن‌سرای نباشد - مهر جلوه بر تابد و ذره بیتابی و بحر روانی و قطره اشتلم ، دل را که گفته است که از شورش ستوه آید - همانا به دانستِ این گروه باده در خمخانهٔ توفیق همان قدر بود که حریفانِ گذشته را تردماغ ساخته - حالیا بساطِ بزمِ سخن برچیده و جام و سبو بر سرِ هم شکسته و ازان قلزم قلزم راوق نمے برجای نمانده پندارند - کاش به انجمنے که من در فرودین رده به حلقهٔ اوباش قدح میگیرم فرارسند تا وارسند که مے فراوانست و ساقی بے دریغ بخش - پیمانه‌ها جرعه ریز است و لبها العطش گوی ، لله در من قال :

فرد :

هنوز آن ابرِ رحمت دُر فشانست
می و میخانه با مُهر و نشانست

آرے صهبای سخن به روزگارِ من از کهنگی تند و پر زور است و شبِ اندیشه را به فرِ دمیدنِ سپیدهٔ سحری براتِ فراوانیِ نور است - هر آئینه رفتگان سرخوش غنوده اند و من

خرابستم - پیشینیان چراغان بوده اند و من آفتابستم -

قطعه

مسنج شوکتِ عرفی که بود شیرازی
مشو اسیرِ زلالی که بود خوانساری

به سومناتِ خیالم درآی تا بینی
روان‌فروز بر و دوشهایِ زناری

قلم که رودبارِ ناپیدا کنارِ اندیشه را هنجارهٔ آب سنج بوده است ، به روزگارِ گزیده‌یابیم لؤلؤخیز گردابے پیموده است که از بسکه دران آمدشد به نافِ صدفهایِ به گوہر آبستن خلیده ، پنداری خطِ شعاعیِ مهر است به مغزِ شبنمستان فرو دویده - ورق که میکدهٔ سخن را کاسهٔ باده پیمائی است به دورانِ پسندیده جوئیم از بادهٔ نابے شادابِ رشحهٔ ربّانی است که از بسکه نمِ آن قدسی زلال کیفیتِ نشئهٔ خضری به طینتش در آورده ، گوئی چمن سرمایهٔ سفالیست دسته دسته ریحان از خویش بر آورده - دل به نورِ دین افروختهٔ بازپسین وخشورم ؛ اگر گویم که گذشتنِ من به پایهٔ از گذشتگان عجب نیست ، چه عجب ؟ پرورش آموختهٔ نخستین دستورم ؛ اگر سنجم که سر آمدنِ من‌در شیوه بر ہمفنان شگفت نیست ، چه شگفت ؟ خوانِ ایزدی نیایش به ترهٔ ستایشِ خویش آراستن به شمارهٔ

بخششهای داور افزونی ذوق سپاس‌خواستن است ـ تکلف بر طرف ، سعیم در منعم پرستی است ، نه در خود فروشی ـ زمزمهٔ نعت و منقبت در یک پرده به یک آهنگ سرودن ، دلدادهٔ نوای سبز در سبز تولا بودن است ـ تعصب پیشکش ، قدمم در جاده پیمائی ست نه در بی‌راهه روی ـ

قطعه

نه چنانم که بر عقیدهٔ خویش
از فسون کسے ہراس کنم

نه توانم که از نصیحت و وعظ
عالمے را خداشناس کنم

نه که اخبار باستانی را
دیو افسانه‌ها قیاس کنم

نه که در عالم فراخ‌روی
عار از ژندهٔ پلاس کنم

چون نه من ساقیم نه محتسبم
نه بریزم نه مے به کاس کنم

نه به واجب ز سعی در مانم
نه به ہر مدّعا مکاس کنم

بر مدارا اگر مدار نهم
کاخِ الفت قوی‌اساس کنم

لیک ، ناید ز من که در گفتار
مدحتِ لاله سور داس کنم

فصلے از مدحِ خود توانم خواند
گر نه لب را ز لاف پاس کنم

خوش نوایم ، مرا رسد که ز رشک
زهر در جامِ بو نواس کنم

میتوان پنجه از نظامی برد
پارهٔ جمع گر حواس کنم

توسنِ طبعِ من بدان ارزد
که ز بالِ پری قطاس کنم

مزرعِ خویش را به گاهِ درو
ناخنِ حور صرفِ داس کنم

همچو سرو از غمِ خزان برهد
گلبنے را که من مساس کنم

کوثر از موج واکند آغوش
اگر اندازِ ارتماس کنم

چه ازین فرقهٔ ادانشناس
خویشتن را هلاکِ یاس کنم

به دو بیتے ز گفته‌های ِ حزین
صفحه را طرهٔ ایاس کنم

لایقِ مدح در زمانه چو نیست
خویشتن را همی سپاس کنم

کس زبانِ مرا نمی فهمد
به عزیزان چه التماس کنم

سرو اگر به هوایِ تلافیِ عطیهٔ نشو و نما سر به پایِ ابر ساید و ابر در ادایِ سپاسِ سرمایه بخشی گهر بر فرقِ دریا افشاند ، دیده‌وران شناسند که نیرویِ گستاخیِ سرو هم از پهلویِ ابر است و فراخیِ دستگاهِ ابر هم از گنجینهٔ دریا - اے به شادروان سهیل و زُهره فشانِ معنی ، بار نیافته و مرا از کوتهیِ برداشت یا درازیِ فروگذاشت به ترخانی نپذیرفته ، یکره به دانش و داد گرای و به ورزشِ هنجارِ درونی و جستجو و گردشِ پرکارِ آسیغی‌نگاهو سراپایِ چون بویِ گل از بساطت منهای - سخن را بپیمای و هم از خود پرس که روان به شناختنِ رمزِ هر گونه گزارش چه مایه دانا و بنان به گزاردنِ حقِ هر شیوهٔ نگارش چه قدر توانا گردد ، تا ادایِ سره روشے و اندازِ

ویژه خرامشے دست بہم دہد و از عالمِ ناہمواریِ کیش و آئینِ ہستی نشانانِ آشکارا سگال چہا در اندیشہ گرد آید تا برخاستنِ فرجامِ دو روئی و درست نشستنِ نقشِ یکتاگزینی‌را دلکشا انگارهٔ وجود پذیرد - بہ زبانِ موجے کہ صہبارا بہ پیمانہ اندرست سرگذشتِ جوشِ خویشتن‌پالائی کہ در خلوتِ خم میزند شنیدنی ست و بہ نگاہِ رگِ تپشے کہ پروانہ را در بال و پر است برقِ ذوقِ ہستی‌فشانی کہ در نہادِ دل دارد دیدنی ، چنانکہ انتہایِ آرزویِ متقدمین و ابتدایِ آبرویِ متأخرین **شیخ علی حزین** سراید :

فرد :

شمعہا بردہ ام از صدق بہ خاکِ شہدا
تا دل و دیدهٔ خونابہ‌فشانم دادند

انصاف بالایِ طاعت است - در ہوائے کہ بالِ بالا خوانی زده‌ام و در ادائیکہ خود را بہ شگرفی ستوده ، نیمۂ ازان شاہدبازیست ، یعنی ہوا پرستی و نیمۂ دیگر توانگر ستائی ، یعنی باد خوانی - بیداد بین کہ ہر جا بہ شانہ خمے از زلفِ مرغولہ مویان کشوده شود بلا در آویزد تا دل بہ پیچاکِ آن شکن بندمے و خواری نگر کہ ہر گاه از خود غافل و از خدا فارغے بر اورنگِ سروری کج نشیند ، ہوس مرا بر انگیزد تا پیشش بنده وار راست استمے - شادم از آزادی کہ بسا سخن

به هنجار ِ عشق‌بازان گزاردستم و داغم از آزمندی که ورقے چند به‌کردار ِ دنیا طلبان در مدح ِ اہل ِ جاه سیه‌کردستم - دریغا که عمر ِ سبکسیر لختے به چامه و چنگ سرآمد و پارهٔ به دروغ و دریغ رفت -

فرجام ِ گران‌خوابی برنخاست و آشوب ِ ہوسناکی فرونشست ، ہنوز خون را در پوست ہنگامهٔ شورش ِ رستخیز ِ این آز گرم و در جیب ِ دل از خار خار ِ شوق زبان ِ گزارش ِ این آرزو دراز است که ہر آئینه گفتارہای ِ پریشان به فراہم آوردن ارزد و خواہی نخواہی اوراق ِ پراگنده به شیرازه بستن سزد - چه مایه شرمندگی ست درین جہان باد پیمودن و درآن گیتی گسسته دم بودن - حسن را نظر فریبی ِ رنگ و روان آسائی ِ بوی و نشست ِ کرشمه و انگیز ِ اندام و درازی ِ مژه و کوتہی ِ نگاه و راستی ِ بالا و کژی ِ خُوی و دم سردی ِ وفا و خون گرمی ِ جفا و دلربائی ِ التفات و جان گزائی ِ تغافل و سبکخیزی ِ مہر و گرانپائی ِ کین و نکوئی ِ روی و زشتی ِ گمان و توانائی ِ دل و نازکی ِ میان مسلم - سخن را دوشیزگی ِ نہاد و پاکیزگی ِ گوہر و برشتگی ِ مضمون و گداختگی ِ نفس و چاشنی ِ سپاس و نمک ِ شکوه و نشاط ِ نغمه و اندوه ِ شیون و روائی ِ کار و رسائی ِ بار و پرده کشائی ِ راز و جلوه فروشی ِ نوید و سازگاری ِ آفرین و دلخراشی ِ نکوہش و ہمواری ِ صلا و درشتی ِ دورباش و گزارش ِ وعده و سپارش ِ

پیام و بار نامهٔ بزم و هنگامهٔ رزم حاصل ، اما من و ایمانِ من که بوالا دیدِ یگانه بینانِ سهی کیش که سیاه و سپید را وجود و پلاس و پرنیان را تار و پود نیافته اند ، این به چراغانِ دلِ پروانه و آن به بهارانِ زیرِ بالِ بلبل ماند ـ

اشیاء صورِ علمیهٔ حق اند و الوانِ نگارِ بالِ عنقا ـ به نقشهای از رگِ کلک فرو نریخته نقاش را صد رنگ پرده دری ست و نواهای از ساز بدرناجستهٔ مطرب را هزار پردهٔ رامشگری ـ هرچه از پردهٔ گفت بالِ هویدائی زند ، جنبشِ موجِ شهالست و هر چه از آئینهٔ دید جلوه انگیزد ، گردشِ قانوسِ خیال ـ سبک مغزانے که به باد آویخته اند از گفتار جز گفتار چه دریافته و گرانجانانے که به هستیِ اشیأ هستو شده اند ، از سمراد جز سمراد چه واشگافته ، چنانکه پرده سنجِ این سوز و ساز ، خداوندِ گلشنِ راز ، فرماید :

بیت :

هر آنکس را که اندر دل شکے نیست
یقین داند که هستی جز یکے نیست

هله هان ، اسد الله چامه گرد آور نامه سیاه ، اے به کنش تیره و به دانش تباه ! جامه گذاشتنِ دل در نبردِ گردن کشانِ هوا و دامن به دندان گرفتنِ خرد در پیکارِ زور آورانِ هوس نه کم اندوہے و اندک تشویرے ست که به حلقهٔ ماتم نشستهٔ

این مصیبت نشاطِ کارِ دیگر در خود آهنجد و چشم بر پشتِ پا دوختهٔ این خجلت سربرداشتن از زانو سنجد و این که اشارت به کارنامهٔ مینوست و آن رنگارنگ آرزوهای ِ هرزهٔ خون گشتهٔ تن‌پرورانے ست که به گیتی از سرمایهٔ کامرانی بے برگ و نوا ، مشتے به فرمانِ تهیدستی پا به گل و گروہے به امیدِ پاداش سر به ہوا بوده اند ، مزدِ حسرتیانِ دنیا که عبارت از ہنگامهٔ جاه است و آن گوناگون نقشهای ِ به گزافِ انگیختهٔ بے خبرانے ست که سراب را محیطے و ہیچ را به ہمگی برگرفته ، بے شراره و خاشاک باہم در گرفته اند ۔ مفتِ کثرتیان خیالے در نظر خون کردن و گلستان نامیدن ، غبارے از رہگذرِ وہم برانگیختن و آسمان نقش بستن ۔

از معنی به صورت آیم و به مذاقِ آشکاراپرستان پوزش گزار ۔ به بادافراهِ این شوخ چشمی که به ستودنِ خویش در حاسد آزاری دلیری کرده خونها در دل و عقده‌ها بر لب افگنده ام ۔ سخن را در حقِ خویش به پستی در افگنم ، تا آموزگارانه فطرت را گوش تابے داده باشم ۔ لختے خزف ریزه به ریسمان کشیدن و سلکِ گوہرِ شہوار شمردن ، مشتے نے پاره به دمهٔ دم برافروختن و خود را ہیربدِ آذرکدهٔ پارس دانستن ، بوریا بافتن و به دیبا طرازی نام برآوردن ، سنگِ آسیا آژدن و آوازهٔ الماس تراشی افگندن روا بودهٔ کدام دستور و

باز نمودهٔ کدام فرہنگ است ؟ اے آزادهٔ آز گرفتار و اے فرورفتهٔ نشیب‌لاخِ پندار ، اے مسلمان زادهٔ کافر ماجرا و اے شایستهٔ نفت و بوریا ، اے به زبان جهان شور و غریو و اے به دل یک اہرمنستانِ رنگ و ریو ، دلت از تابِ ناروا اندیشه‌ہا خون و زبانت به کیفرِ بےسزه گفتارہا از قفا بیرون باد ـ فریبم دہی که ہنگام را گنجائیِ خرد الفخیدن نیست و به پوستینِ یاران افتی که ہنگامه روائیِ سرسنجیدن ندارد ـ آخر نه از تست در به رویِ ہوس فراز کردن و دیده به دانستِ خویش باز کردن ـ راهِ دانش‌وداد سپردن و روزگر به آراستنِ خوہا و کاستنِ آرزوہا بسربردن ـ با خویش درآفت و باخلق میاویز ـ به کنجِ تنهائی بنشین و از سرِ انجمن آرائی برخیز ـ

فرد :

ز اِلاّ دم زن و تسلیمِ لا شو
بگو الله و برقِ ما سوا شو

اندیشه نسنجد و گمان نسگالد که غالب از دانش بے بہره به دسته بستنِ این گلهایِ خرزہره آہنگِ خود آرائی و اندازِ انگشت نمائی دارد ، بلکه خون گرمیِ ابرامِ والا برادر ، صد ره از جان گرامی تر ، به مهر ابرِ گوہر بار ، و به خشم آتشِ بے زنہار ، تقویٰ پیشهٔ سروری دستگاه ، راستی اندیشهٔ کج کلاه ، به ورع پیشگی از جنید و شبلی خرقه بیاب و به کجکلهی

روکش کیخسرو و افراسیاب ، پرویز بزم ، تهمتن رزم ، مهر جمال ، مشتری خصال ، بهشتی رو ، بهاران خوی ، جفا گسل وفا پیوند ، دوست کشای دشمن بند ـ

مثنوی :

به نیرو سرکشان را پنجه برتاب
به دانش صاحب آثار فرتاب

نظر پروانهٔ شمع جمالش
تماشا بلبل باغ خیالش

نگاهش سالک در دل دویدن
دلش مجذوب بار دل کشیدن

دل و جان تمنّا جلوه‌گاهش
هجوم آرزوها گرد راهش

خطش عنوان نگار خوبروئی
لبش فرهنگ دان بذله گوئی

به همت دهرگلشن ساز ابرے
به سطوت سینه روزن کن هزبرے

نهادش را ز والائی نشانها
زبانش را ز دانائی بیانها

خیابانِ نکوئی را نهالے
بیابانِ شگرفی را غزالے

به دریایِ محبت بےبہا دُر
امین الدین احمد خان بہادر

آنکه پارسائی را در سرشتش از استواری آن پایه که باچون منے عمرہا از یکدلی یکروی بوده و ہیچ گاه در حلقهٔ رسوائیِ من و خلوتِ بُرنائیِ خویش لب به مے نیالوده ۔ آنکه مہرش از دل نشینی در نہادم بدان مایه که اگر به شایستگیِ رونمایش مسلّم نداشتمے ، جان را گرامی نپنداشتمے ، مرا بر این کار داشته و ہمتم را به پنبه دوزیِ این کہن دلق گماشته است ۔

رنگہا از خجلتِ این خودنمائی به رو شکسته را دیدن برنتابد ، و ننگہایِ از قبولِ این رسوائی به خود بازبسته را شنیدن درنیابد ، نه بدان معنی که از سبکمایگیِ کالا خواری میکشم ، بلکه چون متاعم بابِ این قلمرو نیست ، از گرانیِ خاطرِ احباب شرمساری میکشم ۔ آرے چرا چنین نباشد که شخصِ استعدادِ مرا پیرایهٔ نازشِ فضلے و تشریفِ وجودِ مرا سرمایهٔ برازشِ کمالے نیست ، نه ترانهٔ صرف و اشتقاقم برلب است و نه زمزمهٔ سلب و ایجابم بر زبان ۔ نه خونِ حرامم به گردن است و نه نعشِ قاموسم بردوش ۔ نه آبله‌پای جادهٔ صنائعم و نه گوہر آمایِ رشتهٔ بدائع ۔ کبابِ گرمیِ آتشِ

بےدود پارسیم و خراب ِ تلخی ِ بادهٔ پرزور ِ معنی ۔ آتشکدهٔ ناؤسیان ِ عجم را سمندرم ، سوز ِ من هم از من پرس و گلزار ِ نخلبندان ِ پارس را بلبلم ، شور من هم از من جوی ۔ سبزه دماندهٔ ابراست و گل فشاندهٔ باد ۔ چیدن و دسته بستن کمینه صنعت است و یاران پیشه‌ور اند ۔ آرے ، بیکار نشاید زیست ۔ نفس در شراره کاشتن است و زبان در زبانه درودن ۔ در گرفتن و هم از خود مایه بر گرفتن شگرف حالت است و ما اندرین هنگامه ایم ، یعنی از ذوق می توان مرد ۔

فرد :

در ته ِ هر حرف غالب چیده ام میخانهٔ
تا ز دیوانم که سرمست ِ سخن خواهد شدن

دیباچهٔ گلِ رعنا

خداوندا نومیدی از رحمت در گناهم دایر میکند ، رگِ گردنِ جنونم را به زورِ بازویِ نوازش بگسل ، و دل در دیماهِ محرومی از تو سرد میگردد ، بنایِ یأسم را آتش نازده فرو سهل - آتشِ بیدادِ حالم برقِ خرمنِ مستقبل است ، به داغِ دوزخ تابِ بیحاصلیم مسوز ، و عمرم به تماشایِ بهارِ جاوید خـرّمِ جمال گذشته، از تجلیاتِ جلالی چهره ، بهرِ عتابم مفروز و تمکینِ من از چرخِ سبکسیر به باد رفته دستخوشِ بازیِ سیارگانم مخواه و دلم از ستم ظریفیِ روزگار آشفته نقلِ انجمنِ انجمم مپسند -

از تصور هرچه رفت ، خون در جگرم ، محاسبِ عمرم را بفرمای تا روزگارِ گذشته را در حساب ننهد - رویِ شاهدِ سعادت نمی نگرم ، از آئینهٔ زنگ بستهٔ زحل ، یک فلک کبودی بزدای ، تا جلوهٔ مشتری دهد - تا توانی رنگِ عالم عالم نا امیدی میریز و هرچه از تن کاست بر جان بیفزای و گرمیِ اندیشه شرر از پردهٔ دل می بیزد ، بر آبلهٔ جگر ببخشای -

ای از تو نورِ اسپهبدی از بالکانهٔ دماغ بر سراپای دل تافته

و مشتِ خاکِ تیره‌سرانجام ، از تو خردِ روشن و روانِ گویا یافته ، چه شگرف نوازش است خاکیانِ برشته‌جگر را زیرِ سایهٔ لوایِ **محمدی** جادادن وچه سترگ بخشایش است به سلسله جنبانیِ شفاعتش درِ آمرزش بروی بسته‌کاران کشادن ـ اے فرقِ اعتبارِ **سلمان** را به جنبشِ زبانِ گهر فشانِ گرامی و خشورِ تازی به افسرِ منّتا برافراخته و **شهربانو** دختِ **یزد جردِ** عجمی را همخوابهٔ **خامسِ آل عبا** ساخته ، چون جوهرِ اصلِ وجودم نیز از خاکِ **پارس** سرشتهٔ ، در رویِ هموطنانم از بے دستگاهی خجل منشان و از تمغایِ مهرِ **رسول**[۳] و آلش[۴] رشحهٔ طرازِ نجاتے به گریبانِ توقیعِ نهادم افشان ـ آفرینندهٔ آفرین را به کام و زبان ستودن ، اگر راست پرسی ، خودنمائی است و ستودهٔ جهان آفرین را ستایشگر بودن ، اگر غلط نکنم ، دعویِ خدائی ست ـ لاجرم آبله پایانِ وادیِ تسلیمِ سرمدی را جبههٔ عبودیتے زیبد گوهر آسایِ سجود، و هر آئینه آئینه دارانِ حیرتِ جمال **محمدی را قانونِ** عقیدتے باید زمزمه زایِ درود ، اما اِکدشِ اختلاطِ بند و آزادی ، حیرانِ دوراههٔ اندوه و شادی ، جهان جهان رنجِ تن را مطلوب و عالم عالم دردِ دل را طالب ـ

سمرقندی منشاء **اکبر آباد** مولد **دهلی** مسکن **اسد الله خان** المتخلص به **غالب** پس از نوردیدنِ بساطِ دعویِ ستایش و پژوهیدن طریق وادیِ نیایش زبانے از پردهٔ چاک جگر میرویاند و

نارسا نالهٔ دست از اثر به خوناب ِ دل شسته را به گوش ِ یاران میرساند ـ فرارسندگان ِ خوب و زشت ِ سخن و دریابندگان ِ نقص و کمال ِ این فن نکو دانند که به آرایش ِ بساط ِ دعوی برنخاسته ام و در چار سوی ِ سخن به خورده فروشی ننشسته ـ عمرے ست که سخنهای ِ دلپذیر را به ماتم ِ دلهای ِ سخن پذیر نشانده ام و از سواد ِ حرف و رقم مشت ِخاکے بر فرق ِ لفظ و معنی افشانده ـ تماشائیان ِ این باغ ِ دربسته جلوهٔ گل از رخنهٔ دیوار ِ چمن می بینند و خرامندگان ِ فضای ِ این بهارستان گل از سایهٔ گل می چینند ، اما هرکه از سرخوشان ِ بادهٔ مردآزمائی ِ این انجمنست ، از شیشه ریزه های بزم ِ باستانی ِ میکشانش خارها در پیرهن است ـ فرد :

هرزه مشتاب و پی ِ جاده شناسان بردار
اے که در راه ِ سخن چون تو هزار آمدو رفت

منت ایزد را که دل ِ دانا و چشم ِ بینا داده اند و زبان را جز به ستایش ِ یاران و نفرین ِ خویش نکشاده ـ نه دلکش‌نوایم نه هرزه خروش ، نه تحسین‌خریدارم ، نه شعرفروش ـ دماغم آتشکدهٔ راز است و دلم سرچشمهٔ گداز ـ برگوشهٔ بساط ِ لفظ ریزه چین و کاسه لیس ِ گذشته جادوبیانان و بر طرف ِ بساط ِ معنی خواجه تاش و هم‌پیالهٔ آنانم ـ چه اگر دیگران را از خزینهٔ جود ِ مبدء فیاض لعل و گوهر به دامن ِ فطرت میدهند ، مرا نیز خرمهرهٔ چند در جیب و کنار اندیشه می نهند ـ

نگویم تازه دارم شیوهٔ جادوبیانان را
ولے در خویش بینم کارگر جادوی ِ آنان را

ہیہات ، این چہ گزافست در کسوت ِ خودنمائی و این چہ لاف است در پردهٔ خویشتن‌ستائی ، ہیچمدانی ِ من بدان پایہ کہ اگر خود را ہیچمدان گویمے ، خرد از طنز برویم خنددے و تہمت ِ دعوی ِ دانست ، برمن بنددے۔

این‌قدر دانم کہ مرا از من پرداختہ اند و رنگین کن ِ افسانۂ بیکسی ِ خویشم ساختہ ۔ نفس باختہ حیرتم و جگرگداختۂ وحشت ۔ بیانم ضمیرآلاست و داستانم جگر پالا ۔ نالہ ام از نشتر رختہ بہ‌جگر سپارندہ تر و نغمہ ام از نوحۂ دل بدرد آرندہ تر ۔ جانے دارم از وحشت ِ تنہائی ِ خویش آمادهٔ گریز و دلے سراپا از درد و داغ ِ دل لبریز ۔ محو ِ سرگرمی ِ مذاق ِ معنیم ، اگر دماغم پر آتش است ، چہ عجب و نمک چش ِ لـّذت ِ گفتارم ، اگر دہانم پر آب است ، چہ شگفت ۔ آرے کوشش را میدان فراخ است ، و امید را سر رشتہ دراز ۔ بود کہ دل ِ افسردہ پارهٔ بہ درد آید و لختے بہ خون شدن گراید ۔ گرفتم دل از درد ِ نایافت ِ دانش پژمانست و دیدہ از اندوہ ِ محرومی ِ بینش نژند ، من نیز از دل بہ آہے قانعم و از دیدہ بہ اشکے خرسند ۔

درین گلستان بہ طائر ِ گم کردہ ۔ آشیانے مانم کہ سراپا کباب ِ شعلهٔ آواز ِ خویشتن باشد و نفسش از شرارہ ریزی ِ

صاعقهٔ فغان دمادم در گداختن ـ رنگ و بو پرستانِ چمن و سرمستانِ طرفِ انجمن سازِ بزمِ نشاطش پنداشته و نوایِ جگر خراشِ او را زمزمهٔ خوشدلیِ خویش انگاشته ـ برقِ تکلیفِ ناله بر خرمنِ هستیش پیمایند و ندانند که پارهٔ از دل میگدازد وگوشهٔ از جگر فرو میریزد تا به خون آغشته نوائے از منقار بر میخیزد ـ از بیمِ معاشران نفسم در سینه چون موجِ مے به آبگینه در لرزیدنست و از بیدادِ حریفان خونم از دلِ خسته چون آب از کوزهٔ شکسته در تراییدن ـ

یاران انجمنها ساخته و بتکلیفِ شعر خوانی شمعِ ابرام افروخته ـ من از حیرت نفس باخته و از خجلت چشم برپشتِ پا دوخته ـ خصوصاً بزرگے از صدر نشینانِ این بزم که کالبدِ معنی را از وے روان در تن است و پیکرِ مردمی را گل از وے به جیب ودامن ، به معاینهٔ نزاکتِ شیرین ادائیِ قلمش نبات از نیشکر ، انگشتِ حیرت به دندان و به مشاہدهٔ لطافتِ نظر فریبیِ رقمش ، بہار از گل بر بنفشه زار خندان ، جگرتفتگانِ بیداریِ شوق را به سایه وچشمه راہبر ، ہم خلدِ آشتی را طوبٰی و ہم فردوسِ دوستی را کوثر ، برجیس خصائل ، بہمن فطرت ، اسفندیار شمائل ، یزدان سیرت ـ ندانم چه افسونِ توانائی برمن خواند و چه عطرِ دلربائی به دماغم افشاند که سرم را که به گریبانِ دلقِ اندوه فرو رفته بود از زانو برداشت و لبم را

کہ بہ مکیدن دلِ دندان زده سرے داشت بہ حرف و سخن کشود ، چنانکہ مقطعِ غزل سازِ نوایِ این تظلم است ، و شکایت در تضرع محو و فضولی در ارادت گم ۔

فرد :

با **سراج الدینِ احمد** چاره جز تسلیم نیست
ورنہ **غالب** نیست آہنگِ غزلخوانی مرا

با آنکہ سعیم در نوردِ دائرۂ ہر حرف سر از حلقۂ دامے برے آرد ، و کلکم در کسوتِ ہر نقطہ پشت دستے بہ زمین میگذارد ، خون گرمیِ اندازِ مہربانیش را نازم کہ آتشِ افسردۂ مرا شعلہور ساخت و خاکِ زمین گیرِ مرا علمِ رعنائیِ غبار ارزانی داشت ۔ فرمان داده است تا منتخبے از **دیوانِ ریختہ** و غزلے چند از **پارسی** در یک سفینہ باہم در آمیزم و این پردۂ دو رنگ بہ پیش طاقِ بینش آویزم ۔ از وے بہ زبان گفتنے و از من بجان پذیرفتنے ۔ چون در آغاز خار خارِ جگر کاویِ شوقم ہمہ صرفِ نگارشِ اشعارِ **اردو** زبان بود در سلکِ این تحریر نیز ہمان جاده گذارده و ہمان راه سپرده شد۔ ہر آینہ این چمنستان را دو در برویِ ہم کشودم۔ نخستین در را باشعارِ **ہندی** بگوہر آمودم دومین‌در چون آغوشِ شوق برویِ **پارسیان** واست و نام این صحیفہ بزبان اداشناسان **گل رعنا** ۔ الہی این **گل رعنا** را بگوشۂ دستار جا دہی و ہر کہ این راگرامی نہد ، سپاسے **از وے** برمن نہی ۔ اللہ بس ماسوی ہوس ۔ غرّۂ ربیع الاول ۱۲۴۴ھ ۔

دیباچهٔ دیوانِ ریخته

مشامِ شمیم آشنایان را صلا و نهادِ انجمن نشینان را مژده که لختے از سامانِ مجمره گردانی آماده و دامنے از عودِ هندی دست بهم داده است ـ نه چوبهایِ سنگ روب خورده ، بهنجارِ ناطبیعی شکسته، بےاندام تراشیده، بلکه به تبرشگافته، بکارد ریز ریز کرده ، بهسوهان خراشیده ـ ایدون نفس گداختگیِ شوق بجستجویِ آتش پارسی است، نه آتشی که در گلخنهای هند افسرده و خاموش و از کفِ خاکستر بهمرگِ خودش سیه پوش بینی ـ چه بر وے مسلم است، از ناپاکی بهاستخوانِ مرده ناهار شکستن و از دیوانگی بهرشتهٔ شمعِ مزارِ کشته آویختن ـ هر آینه بهدل گداختن نیرزد و بزم افروختن را نشاید ـ رخِ آتش بهصنع بر افروزنده و آتش پرست را بهبادافراه هم در آتش سوزنده نیک میداند که پژوهنده در هوایِ آن رخشنده آذر نعل در آتش است که بچشم روشنیِ هوشنگ از سنگ بیرون تافته و در ایوانِ لهراسپ نشو و نما یافتهٔ خس را به فروغ و لاله را رنگ و مغ را چشم و کده را چراغ بخشیده ـ یزدانِ درون به سخن برافروز را سپاسم که شرارے ازان آتشِ تابناک درخاکسترِ خویش یافته بکاو کاوِ سینه

شتافته ام و از نفس دمه بران بر نهاده ـ بو که در اندک مایه روزگاران آئمایه فراهم تواند آمد که مجمره را فرّ روشنائی چراغ و رایحهٔ عود را بال شناسائی دماغ تواند بخشید ـ همانا نگارندهٔ این نامه را آن در سراست که پس از انتخاب **دیوان ریخته** بگرد آوردن سرمایهٔ **دیوان فارسی** برخیزد و به استفاضهٔ کمال این فریورفن پس زانوی خویشتن نشیند ـ

امید که سخن سرایان سخنورستای پراگنده ابیاتی را که خارج ازین اوراق یابند از آثار تراوش رگ کلک این نامه سیاه نشناسند و جامه گردآور را در ستایش و نکوهش آن اشعار ممنون و مأخوذ نسگالند ـ یارب این بوی هستی ناشنیده از نیستی به پیدائی نارسیده ، یعنی نقش بضمیر آمدهٔ نقاش که به **اسد الله خان** موسوم به **مرزا نوشه** معروف و به **غالب** متخلص است ، چنانکه **اکبر آبادی** مولد و **دہلوی** مسکن است ، فرجام کار **نجفی** مدفن نیز باد ـ

خاتمۂ گل رعنا

شبے کہ سوادِ این گوہرین نامہ بپایان رسید و اندیشۂ لاابالی‌خرام از تگ و تاز آسود ، خامہ از کف چون آہ از دل بدر جست و سر ببالین چون داغ بسینہ جاگزید ۔ غنودگی ہجوم آورد و ربودگی دست بہم داد۔ ناگاہ نظارہ سوزیِ برقے از پردۂ خیالِ شبگیرِ نگاہ‌بدرخشید و نورانی پیکرے غبارِ رفتن‌از نقابِ ہوش جلوہ‌کرد ۔ چشمے‌چون‌جادونگہبانِ صحرا نشین‌بے سرمہ سیاہ و رخے چون‌پریچہرگنِ روستابے غازہ رنگین، گردن‌وگوشےاز زیور وپیرایہ تہی و لب و چشمے از تبسم و نگاہ پر ، قدے باندازۂ ہمتِ خودش بلند و طرہ باندازِ روزگارِ منش پریشان، باجنبشے‌چون گلِ خودرو شگفتہ و خرامے چون سیلِ بہاری بے پروا ۔ زلفِ دراز از سرمستیِ ناز در پاکشان ، نقاب از رخ برافگندہ و لب گزان حریفانہ در رسید و ستم ظریفانہ در آمیخت ۔ لختے منشم را باندازِ فشارِ تبسم گوش بمالید و پارۂ روشم را بادایِ تعریض بستود و گفت خہخہ اے غالبِ نازک خیالِ نو آئین رقم و اے شاعرِ جادو بیانِ دلکش سخن ، اے در نسب ازگرانمایگانِ عالمِ ایجاد و اے در حسب از بے سرو پایانِ چار سویِ وجود۔ اے سبکسری

بدعوی فراخاسته و از تهیدستی بخاک فرو نشسته ، هنگامِ آنِ فراز آمد که از تنک‌مایگی رسوا شوی و سواد از صفحه بموجِ خوی خجلت فروشوئی ـ گفتم اے آشنا رویِ بیگانه خو ، کمر بکینم بستن از چه راه و لب به سر زنشم کشودن از چه رو ـ مرا در نظر سبک و خود را بر دل گران کردن یعنی چه ـ کاش دانمے که کیستی و از کجائی و چندین خشمناک چرائی ـ بجنبشِ نسیمِ نفسم غنچهٔ سیمِ شگفته‌اش صد چمن گل بالید و لبِ تبسم آلودش یک سحرستانِ خنده بجیب و دامانِ تماشا فرو ریخت ـ نیسانِ مردمی طوفان کرد و گوش خود را صدفِ گوهرِ این راز گردانید که اے بی‌خبر من شخصِ استعدادِ توام به آشتی آیم ، نه بجنگ ، بمهرو آزروم نه بکین ـ ملامتم انجمن سازِ سلامت و شکایتم آئینه پردازِ هدایت ـ عمریست که نظارگیِ مرآت خیالِ توام وشانه‌کشِ کاکلِ اسرارِ خویش ، قدسی پیکرِ خود فریبِ مرا پیراهن از تست و گرامی اندیشهٔ زور آزمای ترا تنومندی از من ، شکوه ام از بے پروائیِ تست و سپاس از گرانمایگیِ خویش ، کاروان کاروان تنگِ شکرت ارمغان فرستم و دامن دامن لعل و گهرت رایگان دهم ـ تو و خدا ، از پهلویِ من آن سرمایه نیندوختهٔ که سوادِ نثرے روشن توانی کرد و طرحِ انشائے ریخت ـ پیوسته مشت مشت گلِ همیشه بهارِ معنی به‌دامنت میریزم ، خواهی آنرا به‌تارِ رشتهٔ نظم گلدسته بند و خواهی همچنان پراگنده بگریبانِ نثر افشان ـ از

نوازشِ نفسِ آشنا بناله در آمدم و بہ‌زخمہ ریزیِ مضرابِ پژوهش چون نغمہ از پرده بدر افتادم - تارِ نگاهِ عجزے زبانِ گزارشِ مدعایِ بیخودیِ شد و نوای دردے از شکستِ دل بدین آہنگ بالید کہ ای عینِ ثابتۂ مرا مردمِ چشم‌واے کالبدِ اندیشۂ مرا روانِ گویا، ای شکستگیہای مرا مومیائی و ای خستگیہایِ مرا جان دارو - اے بر فروزندهٔ گوہر آبایِ من واے بر فرازنده لوایِ شہرتِ خویش - چندین برق چشم بگیر و آبم در انجمن مریز زخمِ جگر نمک سودِ ستم مساز ونیم گداختہ دل را بناخنِ جفا مکار و بگرانپائیِ خواہش و بسبکخیزیِ شوق، بخاک نشینی امید و ببال افشانیِ آرزو، بگرانجانیِ ابرام وبہ سبکروحیِ استغنا،بخون گرمیِ اشک و بہ‌دم سردیِ آه، بہ زودمیریِ شرار و بدیرپائی داغ بزمین گیریِ خاک و باوج گرائیِ غبار بدلربائیِ لذتِ بے سبب آزاری دوست بجا نگزائیِ اندازِ غمخواریِ دشمن، بفراخیِ خوانِ الوانِ نعمتِ تو و بہ تنگیِ حوصلۂ اشتہایِ من بنالہ‌ہایِ با نارسائی عہدِ خویش استوار بستۂ از اثر بیگانۂ من و بخاطر در رحم بہانہ جوئے از شرم بے اثریہای نالۂ مہربان تو کہ تیرگی سواد نثر نہ ازان روست کہ لمعۂ حسن نظر فروزت ، جلوه ازان آئینہ زار دریغ داشتہ باشد ، بلکہ درین مدت ہر چہ ازان‌عالم بر من عرض کرده اند، اگر بتاراج پراگندگی ندادے، گزین‌نامہ‌ہا گرد آمدے و سترگ نگاشتہ‌ہا فراہم گشتے - بارے اگر رفتہ ذوق نمایش خود و ربوده‌از

ستایش یاران بودهٔ از تندی فرودآی و به فراز جای بینش بیارام تا ورقے دو از نثر در صنعت تعطیل عرضه دهم که در کمینگاه ہر لفظش جای نقطهٔ انتخاب خالی یابی و در نورد ہر سطرش چار بالشے برای مردم چشم تماشا آماده بینی ۔ ہمانا سواد چشم نگرانے ست زنگار داغ مردمک از آئینه خویش زدوده یا بیاض عارض نو خطے ست از نقش وجود خال ساده حاشا که نامه گردآور در پیچ و تاب ہرچه رفت بساط داوری آراسته باشد یا درنورد ہرچه خواہد گفت عرض تجمل دودمان خویش بسیچد اما پہنای سخن را نشیب و فرازیست که اگر گزارنده آنرا فرو گزارد خرامش گفت از پرکار افتد و انداز بیان بے سر وبن گردد ۔

فرد :

بیراہه اگر گام زنم خورده مگیرید
در عربده راہم ز درازیست به پہنا

کوتاہی سخن روزے بود و روزگارے که بفضای جنت کدهٔ دہلی بال افشان بودم و سرنبشت آرامیدگی از سطر تبسم صبح وطن میخواندم ۔ نه بر چہرهٔ من از روزگار گردے و نه در دل سپہر از من غبارے ۔ داستانہای دستانیان بگوش قبول نشنودمے و از دیو افسانہای طاماتیان برکران بودمے ۔ فرصت را غنیمت دانستمے و بہوای دل رفتمے ، چندانکه توانستمے ۔

ناگرفت گیتی آشوب غمے بہم برآمد و آفاق سوز جنونے از پرده سر بدرزد ـ دل از آسودگی بر آشفت و رای از سرنشستن برخاست ـ ذوق کاوش خار صحرا کف پایم خارید و شوق آوارگی از شش جہت آغوش بروی دل کشود ـ

ناچار نخست بعزم زمین بوس عم مغفور خلد آہنگ فخر الدوله دلاور الملک نواب احمد بخش خان بہادر رستم جنگ بپای ِ تخت آن مرزبان بارای و فرہنگ که جنوب رویهٔ دہلی بچہل کروہی دامنست پای خاکی کردم ـ از بسکه سراسیمگی سراپای دل را فرو گرفته بود ، از بزرگان وطن پدرود ناشده براه افتادم ـ ہر چند ازان مردم شرمندهٔ مہر و وفائی نبودم که در حسرت فوت فرصت ِ تودیع پشت دستے بدندان بایستے گزید ، لیکن پارسا گوہر دستے و آشنا پرور یارے داشتم ، چون من برمن مہربان و چون دل در سینه جا گزین، پشت ِ خرد را پناه و بازوی دانش را نیرو، رسائی ازو دور بالیدن و آگاہی ازو در نمو ، زود پیوند دیر گسل سر بزرگ کوچک دل مستغرق تماشای جمال وجه مطلق مولوی حافظ محمد فضل حق که از وے دستورے ناخواسته سفر کردن بمذاق شوقم ناگوار افتاد و معذا میانهٔ من و او شکرآبی نیز بود ـ دل بدرد آمد و جان بیغمای اندوه رفت ـ چون کاروان بمنزل رسید و رہرو از رنج ِ راه بر آسود، کتابتے در صنعت تعطیل بخدمتش فرستاده شد و سوزش و پوزش را باہم

آمیختہ بدین رنگ سخن گزارده آمده ۔

عالمِ اعلم و عالمِ علم ، عالمِ عامل و عاملِ عادل ، در حلم علم و در عمل سمر دام اکرامہ ، ط ۔

آلودۂ عالم عالم دردِ دل ، اسد اللہ ، سلامِ معمول الاسلام ادا کردہ احرامِ درسِ اسرارِ مدعا دارد ۔

دردِ عدمِ وداعِ ہمدگر اگر صد عمر در گرو درد و ملالم دارد ، روا ، اما واللہ کمالِ گم کردۂ حواس و سراسر وہم و ہراس آمدہ ام ۔ اگر دلِ مولا گلہ آلود گردد ، وا دردا ۔

ہر گاہ آدم عہدِ کردگار را سہو کرد و عمر در سرِ لہو کرد روح را در ہوس مسرور کرد و دل را در حرص کامل ، در معاملۂ دہر کم طالع آمد و در امرِ معاد کاہل ۔ دلِ آگاہ را ادراکِ مصالح کار سہل و مردمِ گمراہ را اصلاحِ حال محال ۔ ملکِ العلام آگاہ ، دوم درد آلودہ گواہ کہ الحال دلِ وداد محمل وداعِ حرص و ہوا کردہ گردِ ملال مرا در احاطۂ دردِ عمرکاہ در آوردہ ۔ واللہ عہدکردم کہ اگر مردم ، گِردِ ہوس کم گردم ۔

سالکا ، واصلا ، مکرما ، مطاعا ، الحال کہ محرر درِ دلاور الملک را دامگاہِ ورود کردہ طمع دارد کہ اعلامِ حالِ

ساهوکار مکرر کرده و طرحِ سود واصل ۔ وامِ اورا در احاطهٔ مدِ اطلاع در آورده راحله در مرحله سر دہد ، مگر دلِ والهِ عدوکام در صحرا رهد ، اما عم کامگار در وہم و ہراسِ مکر و حسدِ اعداء و دردِ عدمِ محاصلِ سرکارِ الور و ملالِ درآمدِ دگرہا سرگرم و سوگوار و گم کردهٔ آرام ۔ اورا مہر کو که کس را دل دہد و ہمم در اصلاحِ حاصلِ کس گمارد و مرا دلِ آسودهٔ رام و طورِ آرام کو که سرِ صداع آلوده در کوہسار مالم و دل را در طمعِ امدادِ کار سالها در ورطهٔ طولِ امل دارم ۔ حاصل‌الامر دل در وداعِ گلهٔ طالع و سر در کلاهِ احاطهٔ کرمِ کردگار در آورده احرامِ صحرا دارم که گردکردار و صرصر وار آوارهٔ عالم‌گردم ۔ اگر طالعِ مسعود که لوحِ طلسمِ مراد دارد مدد کرد و عروسِ مدعا سر در دامِ ارادهٔ دعا گو در آورد ۔ ہوالمراد و الا لا محاله در گامِ اول رہروِ راهِ عدم و در سلسلهٔ اہلِ کار عارِ دودهٔ آدمم ۔ الملک للّٰه و الحکم للّٰه ع

(م) صر صرِ صد دمِ سرد آمد دل
ہمه درد و ہمه گرد آمد دل

گه درم دامِ دلِ ما گردد
گه کرم کامِ دلِ ما گردد

هوسِ طرهٔ طرار او را
حرصِ وصل و سرِ دلدار او را

ساده دل گردِ هوسها گردد
که عسل دامِ مگسها گردد

معاملهٔ سوداگرِ ولد الحرام دلِ گره مهرِ سراسر کرمِ مولا را درماده اسدِ کم طالع سرد کرده و کلامِ همدمِ صمصامِ حسدِ علام سراسر آلام ـ او گرهِ ملال در دل و داد اساسِ والا در آورده ـ مأمول که گردِ ملال هوا گردد و گرهِ دل وا گردد ـ ملک الودود طولِ عمر و دوامِ مال ، کمالِ سلام و صلاحِ حال ، عطا دارد ، والسلام والاکرام ـ

قصه مختصر چون سر رشتهٔ هر کار به زمانے باز بسته است ، درآن کشاکش از بند نتوانستم بدرجست ـ بیخودی گریبانم گرفت و بازم به دهلی آورد ـ روزگارے دراز به خاک نشینی سپری شد و چرخِ گردنده بسے بر گردید ـ این تیره خاکدان بگشت که غنودگیهایِ مرا بامداد رسید و مرغِ سحرخوانِ شوق نوا بر آورد ـ پس ازان که اسبابِ پریشانی دست بهم داد و قماشِ آوارگی را تار و پود پدید آمد ، شوقِ سلسله‌خا زنجیرِ خود داری گسیخت و پریشانی زورق به طوفانِ روانی افگند ـ پایِ خوابیده به رفتار آمد و سرِ آرمیده به گردشِ اشتلمِ شوق گلبانگ بر قدم زد و سعیِ نفس دامن به کمر ـ

هر چند مرا بایستے به کلکته رسید و چارهٔ لب تشنگیِ خویش از محیط جست ، اما ازآنجا که عنانِ جنبشِ ذراتِ کائنات به کفِ اضطرار سپرده اند و رهروانِ مراحلِ توهمِ وجود ، تا خود را به تحیتر نستایند ، راه بجائے نبرده نخست اتفاقِ ورود به لکهنؤ افتاد ۔

نظم :

اندر آن بقعهٔ معمور ز دلتنگیِ خویش
حسرت آگین چو گنهگار به زندان رفتم

جلوه در طالعِ خاشاکِ من افتاد زبون
شد غلط جادهٔ گلخن به گلستان رفتم

تشنهٔ بهرِ تماشا شدنم صرفه نکرد
که ز جوشِ عرقِ شرم به طوفان رفتم

سبزهٔ رنگ طراوت به خزان باخته ام
خس شدم تا به چراگاهِ غزالان رفتم

کاش میسوختم و دادِ فنا میدادم
شرم بادا که بدان تازه خیابان رفتم

مهربانان گرد آمدند و بزرگان انجمن شدند و رفته رفته ذکرِ خاکسارهای مرا به بزمِ آغا میر نامی از ساداتِ عامهٔ آن دیار که درآن روزها به آهنگِ معتمد الدولگی بلندآوازه بود و

به ترخانیِ فرمانروائی آن کشور و مدارالمهامیِ آن سلطنت اشتهار داشت ، رسانیدند تا ازان جانب ایمای کششے رفت ، ازین سو نیز آشوبِ ہوسے گل کرد ۔ چون ملازمت قرار یافت ، خواستم دستمایهٔ عقیدتے سر انجام دادن و ره آوردِ عالمِ عبودیتے عرضه داشتن ۔ طبع از فکرِ قصیده شنگی کرد و سینه بر این آرزو تنگی ۔ جنونِ شوقم به بیدای کنارِ ناپیدایِ نثر انداخت و سوادِ عبارتے ہم در صنعتِ تعطیل روشن ساخت ۔ اگرچه وقت اقتضایِ دیدنِ آن جاه مند نکرد و آن ہوس از سینه بدر رفت ، اما آن مسوده به سفینه ماند و ہو ہذا :

مطرحِ مراحمِ ملک الودود و کامگارِ طالعِ مسعود مطلعِ مهرِ عطا و کرم ، سلالهٔ دودهٔ آدم دام عطاوهٔ ، و مُمّد علاوهٔ ۔

دعاگو ، **اسد الله** ، مراسمِ مدح ادا کرده و سرِ کلاوهٔ دردِ دل وا کرده در ساحلِ اطلاعِ حال طمعِ حصولِ گوہرِ آمال دارد ۔ درد و الم روحِ مرا سحر آسا سراسر در دامِ دمِ سرد در آورده و صعودِ دودِ سودا دلِ واله را دُمِ طاؤس کرده ، دلِ کم حوصله عالم عالم ورودِ الم را صلا در داده و وہم و ہراس دلِ آواره را در صحرا صحرا گردِ ملال سرداده ، سامعه مردودِ اصطکاک در درآمدِ کارہا و لامسه محرومِ مسِ ساعدِ مساعدِ مدعا ، در عالمِ رسم و راه رحم و کرم معدوم ۔ ہم دعاگو را سوالِ درہا عار و ہم حالِ ہممِ اہل دہر معلوم ،

که هر کس در هوسِ دوا هر سو دود سرِ صداع آلوده در کوه مالد ، مگر در سرکارِ **اوده** معمارِ عدل و داد سراسر دهر را گلکدهٔ ارم کرده و امطارِ عطا و کرم سرِ احرارِ عالم را در دامِ حصولِ مدعا آورده ـ اراده کردم که در درگاهِ دارالسلام آسا رسم و عطرِ گلِ مراد در حلهٔ هوس مالم ـ حاصل الامر المِ سهامِ هوس در دل دود و اوهامِ سودا در سر ـ آلامِ راهِ دور گوارا کردم و راحله را در مرحله رهگرا ـ لله الحمد که طالعِ رسا مدد کرد و مهمِ دو صد کروه را سر کرده در **اوده** ، آل محمد را دارالسرور ، ورود کردم ـ گو که در عرصهٔ عصر در گروهِ اهلِ کمال گرد کردارم ، اما مداحِ سرکارِ عالم مدارم و عالم عالم گوهرِ مدح در سلکِ سطور دارم ـ دلِ سداد محمل طرحِ اساسِ وداد کرده و کلکِ عطارد کردار ده مصرعِ ماده در احاطهٔ دامِ مسطر در آورده ـ

مصارع

اکرمِ اهلِ کرم اسعدِ اولادِ رسول
داورِ داد رس و سرورِ عالم آرا

درِ او مصدرِ عدل و کرم و سور و سرور
دلِ او مطلعِ علم و عمل و رحم و عطا

گردد و گردِ سمِ ادهمِ او در عالم
هر مسِ دهر طلا گردد و هر صعوه هما

عدل را راهِ درِ درگہِ او کرده طلوع
ملک را گردِ رهِ عسکرِ او داده لوا

درِ او آمده درگاهِ ملوکِ عالم
کہ گدا آمده کاؤس و دعاگو دارا

داورِ دادگرا روحم در سلاسلِ آلام درآمده وکاردہا رو در دل کرده ، دلِ درد محرمِ دوا محروم طمعِ مرہم دارد کہ گردِ کساد حالِ مرا درہم دارد ـ مأمول کہ سرکارِ والا سحرِ حلال و گوہرِ کمالِ مرا در سلکِ مطالعہ در آورده اصلاحِ حال صلہ دہد، مگر دلِ گره در گره دامِ مدعا گردد کہ سہا ہم طالعِ ماه و مگس ہمسرِ ہما گردد ـ احکم الحکام و صمد العلام سر و سرگروهِ اہلِ کرم ، عمدهٔ امرا مدارالمہامِ والا ہمم را عمرِ دوام اساس و امرِ عالم مطاع وحکمِ عدومال و دلِ آسوده و طالعِ مسعود عطا دارد ـ ط ، محرر اسداللہ محررهٔ دومِ محرم الحرام ـ

خاتمهٔ دیوانِ فارسی

یزدان را که سخن آفرید و زبان را به رنگا رنگ شیوه گویا کرد ، جهان جهان نیایش و روزگار را که در نگارش ستوده روشے پیش آورد و نگارندگان را به نوای کلکم سر خوشِ نشاطِ جاوید ساخت ، ہزار آفرین و پیشینه رہروانِ فراخنایِ سخن را به سرِ منزلِ نیکنامی پا افزار ز پای کشیده و بند از کمر کشاده ، به سایهٔ نخلهایِ فراوان‌برگ آرمیده بارگی را به چرا سرداده اند ، از من که واپسینِ این فروہیده‌کاروان و گزین بادیه نوردان از دنباله روانم فراوان درود باد ۔

ہمانا گرایشِ اندیشه به نواسنجیِ این پوزش در خواهِ فیضانِ ہمت است و گدیهٔ اثر ہایِ قبول که به تنومندیِ آن معنوی نیرو کار از پیش توان برد و به گرانمایگیِ این آمیغی عطیه بر کرده ناز میتوان کرد ، کران پذیرفتنِ جادهٔ این خجسته راه که خرد گره‌کشائیِ آنرا به بستنِ شیرازهٔ اجزایِ نخستین‌دیوان تأویل فرماید ، اگر دیر تر اتفاق افتاد ، رفتگان که اگر آشکارا بینان خرده نگیرند ، گویم که یکے از ایشانم و بالجمله رویِ سخن بدیشانست ، گمان نبرند که رہگذر تنگ

بود یا رهِ انجام لنگ ـ حاشا که رهرو را بردل از نگارین رباطهایِ سرِ راه بندے و خوی را به مهرِ راه نشینانِ مرحله پیوندے بوده باشد :

فرد :

در سلوک از هرچه پیش آمد گذشتن داشتم
کعبه دیدم ، نقشِ پایِ رهروان نامیدمش

گویند چون چنین است درنگ از چه روی و گرانپائی را چه عذر ـ هان وهان رخشے بدان توسنی که عنانش موی و مشاشش بوی برنتافتے و از شموسی گام به درازی ننهاده ، جز به پهنا نشتافتے ، از ترسنده دلی عنانش کشیده و به لابهٔ آوازِ بوسهاش آرمیده داشتمے ـ چون پارهٔ از راه بدینگونه که برشمردم ، بریده شد و روز بلند گشت ، هم جوشِ تندیِ توسن فرونشست و هم دست وپایِ سوار از عنان و رکاب خستگی پذیر آمد ـ تابِ مهرِ نیمروز مغز در سرِ سوار گداخت و تفتگیِ ریگِ بیابان نعل در پایِ تکاور نرم کرد ـ رائض را دم و کره را قدم به‌گداز آمد ، هم آن به آخر گرائید و هم این را به بستر نیاز آمد ـ توانائی به چا رهسگالیِ توسنی سر آمد و درهنگامِ گسسته‌دمی‌خستگی روی آورد ـ چه می سرایم،چه‌می‌سنجی‌ـ از روزیکه شمارهٔ سنینِ عمر از آحاد فراترک رفت و رشتهٔ حساب زحمتِ یازدهمین گره به خود بر گرفت ، اندیشه در روا رو

گامِ فراخ برداشت و گریوه و مغاکِ بادیهٔ سخن پیمودن آغاز نهاد ـ

تا امروز که از ہجرتِ **خاتم الانبیاء** علیه التحیة والثنأ یکهزار و دوصدو پنجاه و سه سال گذشته و رصد نگارِ طالعِ من باندازِ خرامشِ پیکِ آسمانی در مشاهدهٔ آثارِ سالِ چهل و یکم است ، ہنوز شخصِ اندیشه **کیخسروِ** این جام و **افلاطونِ** این خم است ـ

رباعی

غالب چو ز نارسائیِ فرجامِ نصیب
ہم بیمِ عدو دارم و ہم ذوقِ حبیب

تاریخِ ولادتِ من از عالمِ قدس
ہم 'شورشِ شوق، آمد و ہم لفظِ 'غریب'

کیست تا ازمن برسد و اگر نابرسیده گویم ، دردلش فرود آید ـ درین سی سال ہمت را با فطرت چه آویزشها روی داده و پس از آنکه بدانجا رسیده که ہمدگر از کوفتگی فرو مانند بمیانجی‌گریِ توفیق به کدام قرارداد آشتی اتفاق افتاده ـ خامه دیرجنبش بود و شوق زودگرای ؛ گفتارها از نہیبِ دورباشِ اندیشه به درازنایِ فاصلهٔ دل و زبان خون شد و اگر ناگه از دل بر زبان رسید والابسیچیِ ہمت آن را به خامه نسپرد ـ

ہرچند منش‌که یزدانی سروش است در سر آغاز نیزگزیده‌گوی و پسندیده جوی بود ، اما بیشتر از فراخ‌روی پیِ جاده‌نشناسان

برداشتے و کژیِ رفتارِ آنان را لغزشِ مستانه انگاشتے ، تا ہم در آن تگاپو پیش‌خرامان را به خجستگیِ ارزشِ ہمقدمی که در من یافتند ، مہرجنبید و دل از آزرم به درد آمد - اندوہِ آوارگی‌ہایِ من خوردند و آموزگارانه درمن نگرستند - **شیخ علیِ حزین** به خندهٔ زیرِلبی بیراہه‌رویِ‌ہایِ مرا در نظرم جلوه گر ساخت و زہرنگاہِ **طالبِ آملی** و برق‌چشمِ **عرفیِ شیرازی** مادهٔ آن ہرزه جنبش‌ہایِ ناروا در پایِ ره پیمایِ من سوخت - **ظهوری** به سر گرمیِ **گیرائیِ** نفس حرزے به بازوی و توشهٔ به کمرم بست - **نظیریِ** لا آبالی خرام به ہنجارِ خاصهٔ خودم به چالش آورد ، اکنون به یمنِ فرهٔ پرورش آموختگیِ این گروهِ فرشته شکوه کلکِ رقاصِ من به خرامش تدرو است ، و به رامش‌موسیقار - به جلوه طاؤس است و به پرواز عنقا - آنچه درین اوراق از قطعه و مثنوی و قصیده وغزل و رباعی‌فراہم‌آمده ہمگی ہزار و چہار صد وبست و چہار (۱۰۴۲۴) بیت است که ہریک پیرایهٔ گلویِ بسمل و آویزهٔ گوشِ دل تواند بود - یارب این متاعِ به صحرا نهاده و این گنجینهٔ کشاده را از دستبردِ معنی دزدان و ترکتازِ غلط نگاران در امان و گہرہایِ آبدارِ این ذخیره را بدان روشِ مستانه برزبان روان داری که ہرچه در عرضِ پیمایشِ ابریشمِ بیان از فرطِ صفا بلغزد ، تا به مغزِ دل فرو نرود ، از غلطانی باز نایستد -

رباعی :

گر ذوقِ سخن به دهر آئین بودے
اشعارِ مرا شهرتِ پروین بودے

غالب، اگر این فنِ سخن دین بودے
آن دین را ایزدی کتاب این بودے

تقریظِ تذکرۂ اردو
تألیفِ نواب مصطفیٰ خان بہادر

فرد :

ساز از دمِ نائے است چو نے زمزمۂ ما
اے ما ہمہ ہیچِ تو و اے تو ہمۂ ما

پرکارکشایانِ ارتنگِ دانش و داد کہ این گردندہ کاخِ فیروزہ رنگ را اندازہ گیر بودہ و این فروگستردہ بساطِ عنبرفام را پایہ شناس ، گزاردنِ حقِ خویشیِ آفرینش بہ بیشیِ آفرین بسیچیدہ اند و بجای آوردنِ نیایشِ آفریدگار بفزایشِ سپاہ۔ ہر آئینہ مردمی را ارج و دیدہ‌وری را فروغ درآنست کہ از ہر نقشے کہ درین نگارستان نگرستہ شود چشم بہ نیرویِ خامۂ نقشبندکشودہ آید ۔ شیرینیِ کامِ آرزو بہ ثمرہایِ پیش‌رس نتیجۂ پرورش آموزیِ ابر و باد است و تأثیرِ تگاپویِ شباروزیِ مہر و ماہ و آنگاہ منشاءِ نمودِ این ہمۂ آثارِ نظر فروز خون گرمیِ باغبان است بہ نہال نشانی و آبیاری و پیوندگری ۔ کوتہ‌اندیشان کہ جزبہ پیشِ پای ننگرند گمان نبرند کہ کمندِ آگہی را فراتر ازین ذروہ نشستے و رسن‌بازِ خیال را بالاتر ازین‌پایہ دستے

نیست ، بلکه چون از نوردِ این سر رشته یک دو پیچ و خم دیگر در اوج گرائی کشاد پذیرد و خرد که نگرندهٔ فرازجایِ رازپژوهی و نشانه‌جوئیست فرا می‌رسد و در می یابد که گرایشِ اندیشهٔ بوستان پیرای به برومندیِ ذوقِ نخل و نوا و زله بندیِ فیض آب و هوا همان درازدستیِ حبِّ ظهور است که تقاضایِ ذاتیِ حضرتِ نور است جلّ جلاله ، عمّ نواله ـ

مثنوی :

اے بشناسائیِ نقدِ سخن
محرمِ گنجینهٔ دیرِ کهن

آنکه درِ گنجِ نهان باز کرد
سازِ شمارِ گهرِ راز کرد

هم به سخن مایهٔ خود را ستود
داد فروهید و خرد را ستود

هم به سخن کرد شناساوری
هم به سخن کرد شناساگری

گرچه درین گنجِ گهر بے حد ست
قفلِ درِ گنج هم از ابجد است

لاجرم آنانکه برین جاده اند
هم به سخن دادِ سخن داده اند

نیک بود خاطرِ منّت گزین
هم سخن آخر ز سخن‌آفرین

خمِ ابروی پوزش به خجستگیِ اقبالِ این اشارت بر خویش میبالد که گوهرین پرند گردیدنِ نامه به یُمنِ ثنای فضائلِ مجموعه ایست که هر ورقش فردِ فهرستِ متاعے است که بهرِ آئین بندیِ فردوس به‌رضوان داده اند و پروین فشان خرامیدنِ خامه بفیضِ مدحِ مجموعهٔ فضائلی است که هر دمِ کاکش موجِ جنبشِ کلیدیست که هشت بهشت را بدان در کشاده اند ـ

همانا نواب همایون آثار والا شأن و خانِ فروهیده فرهنگِ پسندیده گفتار آزادهٔ دادگرای دانش‌اندوز و سخن گویِ گرامی نهادِ مبارک نفس، دوستِ مهر پیشهٔ وفا گوهر نواب مصطفیٰ خان بهادر که گلبنِ خیالش فرشته بلبل است و چراغِ فکرش پری پروانه، سخنش سرخوشی را بادهٔ بیغش و افسردگی را زهرِ هلاهل ـ رقمش بصفوت کدهٔ مهر دوست بال، به آشوب‌گاهِ رشک دشمن‌کاه، بفراهم آوردنِ تذکرهٔ ریخته گویان قدسی انجمنے بر آراسته و از تارو پودِ فیضِ ازل و حیاتِ ابد نو آئین نمطے بدان‌بزم درافگنده که رفتگان به درازیِ آن تار به آیندگان همنفس اند و آیندگان به‌پهنایِ آن پود بارفتگان هم نوا ـ به‌مشاهدهٔ برگ و سازِ آراستگیِ این سوادِ اعظم مصررا از خویِ خجلت نیلے دیگر درمیان روانه وبه نظارهٔ آب و تابِ روشنائیِ این دیرستان آذرکدهٔ پارس را از آتشِ غیرت تپے در نهاد دائر ـ از رشکِ ذوق

بخشیِ هنجارِ این زمزمه و غیرتِ اندازِ رقم‌سنجِ این تذکره و حسدِ عیشِ تماشای این هنگامه لرزهٔ در اندامِ مدعیان نیفتاده که باربد را زخمه از سر انگشت بلکه زهره را نغمه از ساز و مانی را خامه از کف بلکه عطارد را نقش از قلم و پرویز را راوق از ساتگین بلکه باده را تندی از خویش فرو نریزد ـ درین مقام که سخن در ستایش بلندی و خرد خرده برین دشوارپسندی گرفت ، ناچار نه از زبونیِ قدرت بلکه از افزونیِ رغبت قدرے دم گرفته اند تا اندرین درنگ آن نهفته دورباشهایِ اندیشه که هم در اندیشه دلخراش است باشکارا بر شمرده آید ـ دانم که دیده‌ها آهوبین است و گروہے از نکته‌چینان درکمین باهمدگر سرایند که فلانی در ستودن مبالغه از اندازه بُرد و بگزاف دادِ ترزبانی داد۔ ہے ہے مدحِ سخن وآنگاه گمانِ اغراق! نه آخر تبلیغ و غلو بخشے از گفتار و نوعے از کلام است۔ لاجرم سخن را چندانکه ستایند سرمایهٔ نطق هم از گنجینهٔ اوست و از هر در که بجلوه در آیند هم در آئینهٔ اوست ـ

چشمِ بد دور، خمکدهٔ سخن را شرابیست پُر زور که زمین ازان به لای و سپهر ازان ببوی آنچنان برقص آید که اگر کعبه را حجرالاسود از دیوار و مشتری را عمامه از فرق فرود افتد ، شگفت ننماید ـ چون پدید آمد که سخن معشوقهٔ معنی نگارانِ ادا پرست است و انگیزِ ذوقش در طینتِ اجزایِ گیتی ازین

دست است ، باآنکه ناله سرائیِ بلبل در جوش بهاران و بال افشانیِ پروانه در صفتِ چراغان دیده باشند ـ اگر آشفته را بسر مستیِ گفتار نفس موج خیزِ ترنم گردد تمکین پسندان را چرا این همه دل از جای رود که برسوختگان بگمانِ ساختگی چشمک زنند و در موقفِ باز پرس دیوانه از هوش‌مند نشناسند ـ منم که مرا خامه از شادیِ این تحریر پای فرورفته به‌گنجدانست و جادارد و ناطقه از خرمیِ این ذکر طوطیِ افتاده در شکرستانست و روا باشد ـ تکلف بر طرف ، مجنونِ لیلایِ سخن و از سینه صافی به اندیشِ مدعیانِ این فن یعنی غالبِ ترک نژادِ پهلو زبان و اگر از راستی نگذرم هیچ میرزِ هیچمدانِ نخست آئینِ نکته وری را در سرآغازِ این ستایش نامه باز نمود و بفرجامِ اندرین دلنواز پرده که ساز کردهٔ آن ستوده پیوندست هم خدای را سپاس گزارد و هم سخن را آفرین گفت و هم نامه‌گردآور را ثنا خواند وهم خود را بخریداریِ یوسف ناسور ساخت ـ

قطعه :

غالب این رنگین کتابی گلشنِ بیخار نام
روکشِ جنات تجری تحتهاالانهار هست

گر کسے لب تشنهٔ تاریخِ اتمامش بود
جویهایِ آب هم در گلشنِ بیخار هست

نثرے کہ بعنوانِ قصیدۂ مدح رقم فرمودہ اند

اندازِ رسائیِ نفس و آہنگِ روائیِ قلم بسگالشِ ثنا و نگارشِ سپاسِ حضورِ نوازش دستور صاحبِ والا مناقب و خداوندِ ہنر پسند ، امید گہِ حسرت کاہ ، اندوہ ربایِ شادی فزای ، خرد اندوزِ ادب آموز ، آرزو نوازِ یاس گداز ، آرایشِ جمالِ کمال و افزایشِ کمالِ جمال ، کیوان ایوان ، مشتری انگشتری ، اگر شاہ ، سلیمان جاہ ، وگر وزیر ، آصف نظیر ، بختِ دولت و طالعِ اقبال ، شانِ شوکت و جاہ و جلال ، صورت آرایِ معنی آفرین ، خطا گذارِ پوزش گزین ، بکرم گنجینہ پاش و بہ سخن گوہرفشان ، بپایہ بالا نشین و بسایہ شاہ‌نشان ، بہ نامہ نامی کنِ گمنامان و بوعدہ یاری دہِ ناکامان ، توقیع نگارِ امیدِ ناامیدواران ، حرزنویسِ قرارِ بے قراران، قبلۂ حاجاتِ داد خواہان ،کعبۂ آمالِ بیدستگاہان ، چارۂ کارِ بیچارگان ، سرورِ دیدہ‌ورِ ہنرپرور ، فرخ گہر ، فرخندہ نظر، سکندر در، فریدون فر ، دانش اندیشِ دادگستر ، بجان بخشی دل بدست آور، بفرمان دہی فرزانہ داور ، بپایہ از خسروان برتر ، **امیرالامراء چیف سیکرٹر مسٹر ہربرٹ ٹامس ماڈک بہادر ۔**

نثرے کہ برپشتِ دیوانِ ریختہ رقم نمودہ به شیخ امام بخشِ ناسخ فرستاده شد

این ورقهای بخونِ جگر بکاربستہ ارمغانیست از غالبِ جگرخستہ بحضرتِ خدامِ والا مقام، سخن سنجِ معنی پناه، معنی پناہان امید گاه، **نظامی** نظام، **ظهوری** ظهور، **نظیری** نظیر، **فیضی** فیض، **ضمیری** ضمیر، شانی شان، **نوائی** نوای، **فغانی** فغان، در علم **صائب** و در عمل **راسخ** مخدوم معظم و مطاعِ مکرم، **مولانا ناسخ** کہ در سخن طرحِ نوی ریختۂ اوست و در ریختہ نقشِ بدیع انگیختهٔ او ـ فرستادنِ این فهرستِ نادانی بدان دانا آموزگار نہ ازان روست کہ طبع آهنگِ نمایش و همت بعرضِ تجمل گرایش دارد، بلکہ نامہ‌نگار درین پردہ‌سگالی است کہ نیـّر بختِ این تیره سرانجامان قلمروِ تحریر بلمعانِ نگاهِ قبولِ مولانا روشنی اندوزد و آنچہ بکزلکِ انصاف‌قابل ازین اوراق بستردن رسیده است بغازهٔ تحسینِ مخدوم رخِ امتیاز افروزد ـ

آرائشِ گفتار در ظهورِ هور و نموداریِ صبح

دمیکه سرهنگِ سیاستگاهِ روزگار به باز خواستِ خاتمِ سلیمانی گلویِ اہرمنِ شب درہم افشرد ، آن رخشنده گوہرِ یزدانی را بدان روشنی که تو پنداری آفتاب است ، از دہانش بدر آورد ۔ گلزارِ زندگی را که بشکنجهٔ خزانِ خواب برگ و بار فرو ریخته بود ، ہنگامِ کشایشِ نوبہار فراز آمد و قدح و شیشهٔ میخانه را آبِ رفته بجوی و خمار آلودگانِ شبانه را رنگِ پریده بروی باز آمد ، تو به تو پرده ہایِ ظلمت که برویِ آفاق فروہشته بود از میان برداشتند و شادروانے از نور بدان درازی که پہنایِ گیتی را فرو گیرد در جہان افراشتند ۔

فرد :

سحر ز نور رقیبانه بر بساط کشاد
شب از نہیب غریبانه درنوشت گلیم

گلیمِ خسروِ زرّین افسر زمردین اورنگ چون خواست که لوایِ جہان کشا به تسخیرِ ہفت کشور افرازد ، نخست لشکریان را بچشمداشتِ ہمواریِ راه بتاراجِ گنجِ گوہرِ پروین صلا زد ، بخون گرمیِ اوباشِ گرسنه چشمِ لوامعِ سحری آتشِ فتنه

بدان سان در گرفت که کالای تنک‌سایگان شبنم نیز دران دستبرد به یغما رفت - بسپاس فیروزی و شکرانهٔ بهروزی خمستان نور را در کشادند و ذره ذره را باندازِ گنجائیِ وقت ازان بادهٔ روشن در دادند - خاکِ زیرِ درختان که آبروی صافی آشامی و طالعِ روشناسیِ شهریارش نبود ، هم بدان دُردِ سایه که بحسبِ تقسیم دران صلای عام بهوے رسید سیه مستی آغاز نمود - سایه با این همه که در آفرینش از روشنی دورست هم از اسبابِ شوکتِ جهانگیریِ حضرتِ نورست - حقا که اگر اینهایه تیرگی باقی نمیگذاشتند پروانهٔ معزولیِ ظلمتِ شب بکدام مداد می نگاشتند ؟

مثنوی

بامدادان که شب‌روانِ سپهر
نقدِ جان باختند درِ رهِ مهر

وحشتِ دزد از میان برخاست
از سرِ کوچه پاسبان برخاست

بستگی روی تافت از در ها
رفت پیوندِ بالش از سر ها

گرد از راهِ کاروان‌ها جست
گونه گون مرغ زآشیانها جست

در نهانخانه‌های سوز و گداز
دل ز اندوه رست و شمع از گاز

مهر آن‌مایهٔ فروغ و فراغ
خونبهای ِ هزار شمع و چراغ

گشت شمع و چراغ ِ هر خانه
ذره سرکرد رقص ِ پروانه

نو عروسان ِ خویشتن آرای
گوهرین پایهٔ نگارین پای

پیش ازان دم که دست و رو شستند
دست و پا از حنا فرو شستند

شاهد ِ باغ را بجلوه‌گری
تازه گردید رسم ِ پرده‌دری

تا در آن صبحدم بگوشهٔ باغ
نفتد چشم ِ نیم باز به زاغ

بر لب ِ آب‌جو هر آئینه
دید روی ِ خود اندر آئینه

چرخ ِ نیرنگ‌ساز ِ شعبده‌زاے
کرد از زاغ آشکار هماے

تیرگی از میان کنار گرفت
کار بر روشنی قرار گرفت

صبح ِ صادق برات ِ نور آورد
روشنی مژدهٔ سرور آورد

سخن در ہجومِ ظلمتِ شب

ہنگامیکہ روشنیِ روز کہ جانِ جہانے زندہ باوست از ہنگامہ روی بر تافت و تاریکیِ شب کہ نموداریِ انجمِ درخشندہ باوست بر آفاق دست یافت ، آفتابِ جہانتاب را روزگارِ یکّہ‌تازی سر آمد و خیلِ خیلِ خفاش از ہر گوشہ وکنار بہ پرواز اند ـ آمدِ شب‌بازِ سپہر ، پس ازانکہ دران سیاہی پردہ بر افراخت ، بازیِ چند از پسِ آن پردہ نمودار ساخت ـ

رباعی :

شام آمد و رفت سر بپابوسِ خیال
بر تختِ شہی نشست کاؤسِ خیال

از گردشِ گونہ گونہ اشکالِ نجوم
گردید دماغِ دہر فانوسِ خیال

بدل گشتنِ خرامِ تدرو و سایۂ سرو بچراغ افروختہ و بال افشانیِ پروانۂ پر سوختہ ، بینوا ماندنِ روشناسانِ آشیانہ و بچراغ رسیدنِ گمنامے چند از دودمانِ پروانہ ، سپر انداختنِ خسروِ روز در ستیزہ و خندۂ دندان نمایِ زنگیِ شب برین آویزہ ، چیرہ دستیِ سپاہِ زنگبار بر لشکرِ روم و خموشیِ بلبل

بمشاهدهٔ غوغای بوم ، همچشمی شاه در خفتن به بخت دزدان گرفتار وهم طرحی دزد و بیداری بطالع شاهان کامگار ، از پس پرده سر بر آوردن دوشیزگان شوی‌نادیدهٔ آسمانی و فروخفتن کشاده رویان رسوا شیوهٔ چمن بپاکدامانی ، بدر جستن ماهی و خرچنگ و برهٔ گاو از بر کرانه ، و دم لابه کنان خرامیدن شیر اندران میانه ، شکست طلسم روز برهنهائی لوح ماه و رخ نمودن صد هزار پریزاد از یک پرند سیاه بدان بلعجبی با روزگار درمیان نهاد که چرخ پیر از کهکشان انگشت حیرت بدهان نهاد ـ

مثنوی

شام مگر جادوی مشکین لباس
هم بهنر هم بهاثر روشناس

تازگی کسوت عباسیان
تیرگی خاطر شماسیان

غالیه سای نفس مقبلان
پرده کشای هوس بیدلان

هم سبق پرده‌کشایان راز
هم نفس پرده‌نشینان ناز

نکته وران را بسخن جانفزای
راهروان را دم راحت کشای

رهبرِ دزدان بنهانخانهای
قاسمِ مهتاب بویرانها

شهپر پروازِ مناجاتیان
زمزمهٔ آوازِ خراباتیان

رام کنِ شوخ عروسان بشوی
غازه نهِ شمعِ شبستان بروی

بربطِ آوازهٔ شبگیرها
رشته بشیرازهٔ زنجیرها

خجستگیِ آئینِ شب را نازم که اگرچه تیره و ظلمانیست لیکن جمعیت بروزگارش بدان فراوانیست که هر چند دیده‌وران بجستجو شتافتند، جز طرهٔ مهوشان و خوابِ عاشقان که آن ببالین پریشانست و این به بستر هیچ جا از پراگندگی نشان نیافتند -

رباعی

شب چیست سویدای دلِ اهلِ کمال
سرمایه دهِ حسن بزلف و خط و خال

معراجِ نبی بشب ازآن بود که نیست
وقتے شائسته تر ز شبِ بهرِ وصال

تقریظ دیوان خواجہ حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ

بنام ایزد گرم گرم فراز آمدنِ گفتارِ دلفروزم در اندیشہ بال افشانیِ پریست پیشِ چراغِ پریخوان و رنگ رنگ سر بر زدنِ سخنهایِ نظر فریبم از دل رمیدنِ طاؤس است از کمینگاہِ صیاد - ہمانا این گرمیِ ہنگامہ ازان روست کہ شاہدِ سخن را راباب بادۂ ایزدی نیایش رخ افروختہ ام وپیکرِ گفتار را بفرِ خداوندیِ ستایش پیرایہ بستہ - زہے یزدانِ زبان بسخن نامی کن و خہے خداوندِ اندیشہ بخرد گرامی کن - گروندگانِ اندیشہ اخذِ ستایش را از بیپایگی زبان بخامشی گرود - روندگانِ بیشۂ شناسائیش را از سراسیمگی بیشی پیشرو - اگر روشنائیٔ مہربہ کان بسانِ روان بتن جاودان رساند ، گہر را در خاکچہ گنجائی و اگر رنگ و بو بشاخ چون خون بہ رگ ہموارہ ندواند ، گل را با گیا چہ پیدائی ؟ نظر دوختگانِ کمین دزۂ گردِ راہش بگزارشِ خوابِ **زلیخا** لب از ننگ میالای و دل بستگانِ کہین پرہ برگِ کاہش بہ پیرایش نخلۂ طوبٰی کف از نازمکشای - بہ کلکے کہ ہنوز بہ جنبش در نیامدہ نقشِ یکے برسائی انگیختۂ او و بہ تیغے کہ ہنوز از نیام برنیامدہ خون دوئی بہ نا پروائی ریختۂ او -

مثنوی

دوئی بی کفن مردهٔ در رهش
خودی دادگر شحنهٔ درگهش

زبانهای خاموش گویای او
نهانهای اندیشه پیدای او

بهر دم ز آواز پیوندبخش
بهر پیکر از دل جگربندبخش

هم از سرخوشی شور در می فگن
هم از ناله جان در تن نی فگن

روان را به دانست سرمایه ده
زبان را بگفتار پیرایه ده

بهشت را هشت در کشادن و دوزخ را هفت پایه برنهادن بگمان هر اداشناس خردور از آنست که مهرش بسیار و خشمش بشمار کمتر از آنست - هم بهشتیان را خوشنودی ارزش پاداش و هم دوزخیان را شرمساری فرجام دورباش، تا شادی نیکان روان‌آسای‌تر گردد و اندوه بدان جانگزای تر، توانا دستوران برگماشت و دانا وخشوران برانگیخت تا جهان‌را بداد فرمانروائی کردند و جهانیان را بدانش‌رهنمائی - دران روزگار منشور این سروری بنام نامی فرزانهٔ باز پسین نگاشتند -

کران تا کران پردهٔ بیگانگی از میان برداشتند - دید و دانست و گفت و شنود را پایه بر تر نهادند و سود و زیان و امید و بیم را بهمگی نوید در دادند - هزار گونه آفرین بر گرانمایهٔ که کیش بدین خجستگی پدید آرد و فرخا روزگار بلند پایهٔ که ایزد از برگزیدگی جایِ وے جز بهوے نگذارد - شبی که بسر فرازی بینش پیام آسمان برآید خدایش از آرزومندی چشم براه و روزی که بکار سازی آفرینش بهنگامه اندر آید خداوندش بآرزو پذیری گوش بر آواز، داغ آذر بندگی از جبینها ربودهٔ او، زنارِ بت پرستی از میانها کشودهٔ او

نظم

فخرِ بشر امامِ رسل قبلهٔ امم
کز شرعِ اوست قاعدهٔ دانش استوار

در موقفِ سیاستِ قهرش زمان زمان
مهر از شعاع میکشد انگشتِ زینهار

در معرضِ لطافتِ مهرش جهان جهان
گلهای شیشه میدمد از مغزِ کوهسار

در بزمِ رنگ و بویِ نگاهش ز مرتضٰی[۴]
در رزم آبرویِ سپاهش ز ذوالفقار

براستی جانشینانش را از ایزد بخشایش‌گر درود ارمغانی و بدرستی آئین گرِ نیایش را بهشتِ جاوید ارزانی ۔ چون سخن با این ہمہ کہ خود را چشم و چراغِ دودۂ ہستی گفت بسرا پردۂ حمدِ الہی باز نیافت و زبان با آن بہرِ جنبش از دل نیرو بذیرفت ، اندازۂ نعتِ نبوی بر نتافت ۔ ہر آئینہ مرا آن خوشتر کہ زبان بستایشِ فروغِ گوہرِ سخن کشایم ۔ تا درین پردہ آہنگ سپاسگزاریِ سخن آفرین نمایم ۔ سخن است کہ تا روی بمن در آورد ، دیرین شیوہہایِ گفتار را بمن تازگی داد ۔ سخن است کہ تا سروش نامم بہ اسد للہی بر آورد ، تخلصم را در غزل بہ غالب بلند آوازگی داد ۔ ہر چند روشنیِ من بدین نام بر دانش پرستان بدان تہیدستان مانند کہ بدریوزہ نان جویند و خود را میر بادشاہ و خواجہ خسرو گویند چنانچہ در مقطعِ غزلے خود از دردِ فزون سری بفغان آمدہ ام ۔ میگویم :

فرد

ہر کجا غالب تخلص در غزل بینی مرا
میتراش آنرا و مغلوبے بجایش مینویس

لیکن چون اینہمہ نام آوری بفرتاب سخن‌گستریست ، این فیض ازلی را اگر نپذیرم ، چکنم و سگے را بشرے و بد روزی را بہ پیروزی اگر نگیرم ، چکنم ۔ سخن است کہ ہر گونہ کالا را دوائے بدوست و ہر گونہ کار را شناسائی بدو ۔

آنان که از ایزد نشان آرند ، هم بگفتار دل از مردم برند و آنانکه ایزد را پرستند ، هم بر فرستادگانش بسخن درود فرستند. آنچه بدانستن بدان فرارسند و آنچه بدیدن بدان وارسند تا به گفتن در نیاید ، کامِ دل از دیدن و دانستن بر نیاید - هیچ اندیشه جز بکالبدِ سخن در نمود نتواند آمد ، و هیچ خواهش جزبه پیکرِ گفتار در دل فرود نتواند آمد - دلدادگان تا بنوایِ زیرِ لب نالهٔ هر چه بادا باد مکرر نزنند ، دست بدامنِ دلبر نزنند و دلربایان تا در دل بآهنگِ دور باش زمزمه نپردازند،گره بهابرو نیندازند - تا نامِ مرده که ریزهٔ ازا سخن است بدل نخلد ، خون از چشمِ ماتمی فرو نریزد و تا چشم‌روشنی که پارهٔ ازگفتن‌است در اندیشه نگذرد، خنده شادی از لب برنخیزد- بلند آوازگیِ سخن گزاران بقلزم کشی از زینهٔ سخن کمترین پایه و نام آوریِ شهریاران بدریا دلی از گنجینهٔ‌سخن کمترین مایه - از والا گهرانے که پشتِ خرد را بآزاده روی و به گنج باد آوردِ سخن هنگامهٔ خسروی گرم کرده اند ، آن موبدِ موبدانِ آتشکده ، راز ، آبرویِ **پارس** و رنگ وبویِ خرد ، نکته سنجِ **شیراز** در آئینِ غزل فرد و سخنش روان را از عالمِ معنی ره آورد است و توقیعِ هنرسندیش را تمغای بے عیبی و منشورِ سخنوریش راعنوانِ لسان‌الغیبی - فرشتهٔ از آسمان فرود آینده را هرچه بره گم شود در زاویهٔ ضمیرش نمود پذیرد - سروشِ زمزمهٔ وحی سراینده را هرچه از یاد رود هم از زبانش بدل

بازگیرد و صائب که مر او را ازین نمد کلاہے وبہ دُرد سخنش راہے است ، حسن را بآراستگیِ زیورِ تشبیه بشعرش می ستاید ، جائیکہ می فرماید ۔

فرد :

فدایِ حسنِ خدا دادِ او شوم کہ سراپا
چو شعرِ حافظِ شیراز انتخاب ندارد

دیوانش کہ بمقتضای کمالِ خوبی از چشم زخمِ نگرندگان گزندے داشت از نفس ریزه های بکوشش سوختۂ دانایان آرزوی سپندی داشت ۔ چون این کار را کنش اندیشۂ و این آرزو را دانش پیشۂ میبایست ، پس ازان کہ سپهر بسے بهنجارِ پیدائیِ این کار بگشت و صدره بجادۂ روائی این آرزو گذشت ، دانشورےرا ازجاهمدانِ فرنگ کہ گوهرش را فروغِ دانش و فرهنگ است بفرمانِ شایستگی بدین کار دستوری دادند و دلش را بدین آرزو دلیری بخشیدند تا بہ بستنِ شیرازۂ این مجموعہ کف کشاد و بکشودنِ گره هایِ این رشتہ گهر بست ۔ بیگانہ گیاها ازین روضہ بشناساوری باز درود و تیره زنگارها از این آئینہ بروشن گری زدود و بکشایشِ اندازه هر گفتار فهرستے بدان بربست و بآرایشِ سیمایِ هرسخن دیباچہها بدان باز پیوست ، چنانکہ بدیباچہ کہ در سر آغازِ کتاب نگاشتۂ اوست از نوردِ هرپرده خبرباز میدهد و اندیشہ بہ رنگ رنگ هوشمندیِ نشانهای راز میدهد ۔

مثنوی

بہ‌دہر آرایش دیوان حافظ
کہ باشد آیتے در شان حافظ

دگر تـوشد ز میجر جان جاکوب
چو یوسف کان پدید آید ز یعقوب

بتازی اسم چون یعقوب باشد
بگفت دیگران جاکوب باشد

زہے نازک خیالے نکتہ پرداز
کہ در بندش رسد صہبا ز شیراز

می ذوقش بجام و شیشہ اندر
ز مستی در سخن نامش قلندر

خدایا تا بیانہا از زبانہاست
ز حافظ بر زبانہا داستانہاست

ازین دیوان دمش را تازگی باد
کمالش را بلندآوازگی باد

دیباچهٔ دیوانِ مرزا رحیم‌الدین بهادر

یارب ! ستارهٔ روز بشب در صومعهٔ تحت‌الارض کدام شغلِ جانگدازِ خداپرستی می ورزد که صبحدم از جگرتفتگی تا بلیسیدنِ نمِ شبنم روی آرد سراپایش از ناتوانی میلرزد۔ منکه نه شناسایِ رازِ آفرینشم و نه سرمه‌سایِ چشمِ بنیش بدین مایه آ گهی که پرکارکشایِ اندازهٔ نیرویِ کلک و ورقم و درین دبستان لب تشنهٔ روانی۔ نخستین سبق پیش ازین نتوانم دانست و بدین دانستن اگر نازم جا دارد که خامه که در نگاشتنِ نامه برویِ صفحه سودن روشِ بیساختهٔ اوست شگافتنِ پیکرِ نازنینِ نیاز آ گینش ناله در دل و سجده در سر نهان نتواند داشت۔ آرے این کلکِ پا از سر ساز سراسر تاز همان نیِ بے برگِ میان تهی است که هم در آغازِ نشو و نما دل در هوایِ کارسازیِ فغان بستے و باهنگِ ساز دادنِ نوایِ راز بر یک‌تن هزار جا میان بستے۔ گرفتم که خامه سیلِ سرمهٔ چشمِ حور و ذوق شقهٔ بالِ پریست ، خامه را ستودن و ورق را ثناطراز بودن نه آئینِ دیده وریست ۔ چون بگفتار ارزش جویم ، چرا نگویم که یزدان را که خامه آفرید و نامه از آسمان فرستاد ، هزاران سپاس و نبی را که

که خامه نخواست و آسمانی نامه بر زمینیان فرو خواند ، هم بدان شمار درود و سپاسِ دیگر آنکه سخن بوالائی بسیج ستایشِ یزدان بلندی گرای آمد و کله‌گوشهٔ ورق بسرفرازیِ علاقهٔ گوهرِ نعت فلک فرسای ـ الله ، الله ، این قدسی نژاد و خود پسند اگر بعدِ فرود آمدن از آسمان نه بنازشِ حمد و نعت دمِ هستی زدے ، مشکل که کوسِ دعویِ بلند پایگی درین پستی زدے ـ خوشا حسنِ خدا دادِ سخن که تا جلوه در انجمن خواست نمودارِ نعت و حمد بگردن و گوش پیرایه بربست و فرخا بختِ ازل آوردِ این برینی گهر که تا در بزمگاهِ پیدائی راه باز کشود ، خود را بشهریارِ سخن در بست ـ

مثنوی

شهنشاهِ سخندانِ سخن سنج
که دارد نقدِ معنی گنج در گنج

خدادان گشته در کشور خدائی
زہے درویشی و فرمانروائی

جهان در خسروی ظل‌اللّهش گفت
بدرویشی خرد خضر رهش گفت

سخن را تاج بخش سرفرازی
سراج‌الدین بهادر شاهِ غازی

خداوندا بدہرش جاودان دار
جهانش بخش و دائم در جهان دار

نازم بدین روزگارِ خرم تر از نوبهار که ہم شاه سخن سرای است وہم شاہزادگان سخن گزار - ہمہ در سخنوری بزبان تیغ آزمای و ہمہ از فرخ گہری به **اردو** قلمرو کشای - بالجملہ سر جملۂ **اردو** زبانانِ **تمر خانی** که بمیراثِ جهانگیری و صاحبقرانی عیارِ جوہرِ تیغِ زبان در جهان بلکه خود جهان را سراسر به تیغِ زبان گرفته اند ، شاہزادۂ شاه نشان ماه‌لوا **میرزا رحیم‌الدین بهادر** متخلص به **حیا** ست که سخنش را ارزندگیِ سیہایِ کلام الملوک الکلام است و فکرش را از درخشندگی فروغِ جوہرِ الهام - در سوادِ ورقیکه از زلف افسانه خواند خامه بشانگی انگشت نما و به بیاضِ صفحه که از رخ سخن راند شنگرف بگلگونگی روشناس - اسمِ سامیش را با تخلصِ خالصش پیوندِ نسبتِ معنوی و تخلصش خود اسمِ صفتے از صفاتِ خاصۂ مقررۂ جانشینانِ نبوی - تازبان را بمیانجیگریِ دلِ راز گوی داشته خامه را بنگاه داشتنِ فرو ریختۂ زبان گماشته اینک آن سفینۂ اشعارِ آبدارِ شاهوارش که در قلمروِ سخنوری گنجینۂ اوست و رقمے چند از کلکِ **غالب** بینوا دیباچۂ سفینۂ او -

قطعه

هرزه جولان بوَدم توسنِ طبع از شنگی
بدعا قوتِ توفیقِ عنان گیری باد

چون سخن‌گوی خود از نسلِ جهانبانانست
سخنش را دمِ توقیعِ جهانگیری باد

عبارت در صنعتِ مقطع‌الحروف

روان را داد داور ورزشِ راز
در آورد از روان دل را در آواز

روان در دل روش زان راز دارد
درونِ دل روش آواز دارد

روان آوارهٔ وادیِ دردش
ره آوردِ رهِ دل رویِ زردش

وداعِ روح دارد دل دران راه
ز روح آوخ ز دل داد و زراه آه

راز دارِ ربِ ودود و دوازده وارثِ آن درِ درّیِ دُرجِ وداد را درود ـ

وزن :

ذاتِ او را وزارتِ دادار
درِ او را روان و دل زوّار

روزی از راهِ ارادت رویِ دلِزار زی‌داورِ روزی‌آورِ روزی ده آوردم ـ درای دل دران راه آوازِ درآی درآی در داد ـ داورِ داوران و رای‌آرایِ راز آوران

وزن :

زوزی ده آدم و دد و دام
دردش دل زار را دل‌آرام

در روز ازل آدم را دل داد و روان داد و ادراک را در روزن دل روداد آدم زاد از راے رز و راے رز آور در دل زود دل را دو داغ آرزو و آداب رز درد درده آورد و آرز زردی زرد آن داد از دل دروده و آن ادراک از روان ز دوده رزد رزا رزدودن دل آره و دل ازان آره دزه دره از در دل آب در دوغ و آرام دل دراز و آرزو دروغ دل داده از دو آرزو آز در دم اژدر رود رودا آزاده رو را از ذوق آزادی در ارم در روی دل دادم و درم داروی درد دل و دل از درد دوری دام و درم در آزار از رز داری در وی در راه اری از درد و زوره زن در آزاری اوزان ـ

اوزان :

دوزخ آن از دود و داغ آوازه‌اش
ارزد آز و آرزو دروازه‌اش

راه رو دل ، آز زاغ و ذوق راغ
راه رو آزرده ، از آواز زاغ

وه وه اے آدم زاد آز دروای ، از داد و آز آزرم و ورای زر و رودار از دوری زر زرد روی ، روا داری دل آزاده دردام آرزوی درم در آوردن و روان را از زاری دل آزردن - داو را رازق دان و داغ آز از دل زدای و دل را از زاری دور دار -

ایضاً

ایضاً : داورِ دارا دوران ، زور آورِ اژدر در ، از راهِ آزرم و داد، اراده دوره دارد ـ آوازهٔ روی آوردنِ وے درآن راه دل دُوران از دَوران آزرده را ، از آزار دوری داده و دزد و رهزن را ، از زدنِ دُره و از آوردن دار و ارّه ، آزرده آری ـ داورِ دادآورِ راد ، آزرمِ وداد دارد ـ دلِ دروایِ زارم از دردِ دوریِ دو روزه ، آزاد از آه آه و رایِ آن راه و ذرّه‌وار ، درآن وادی آواره ـ آزادهٔ دل دادهٔ رخ زردِ روان دژم ، آزردی دوایِ دردِ دل دارد ـ رب ودود آن دُرِ درّیِ درجِ وداد را زود آرد و آزرم و آرام را ، در دوام رامِ او دارد ـ

از عبارتِ تقریظِ رسالهٔ مواردالکلم، از منشآتِ شیخ ابوالفیض فیضی در صنعتِ تعطیل

(حسبِ گفتن **ضیاءالدین احمد خان بهادر** از زبانِ کاتبش **فخرالدین محمد خان** در ضبطِ نگارش در آمده)

الله الله رسالهٔ مواردالکلم عروسِ کلام را سلکِ گوهر و ارمِ کمال را سرو و عرعر و گلکدهٔ اسرار را گلِ احمر. هرسطرِ او طرّهٔ حور، هر کلمهٔ او لمعهٔ طور، عطاردِ موردِ هر کلامِ اورا صد مدح طرح کرده و طرحِ ورودِ هر کلمهٔ او روح در رگِ دو صد مرده‌دل در آورده - هر کلمهٔ او در ورود حسامِ دو دمه و عددِ همهٔ مواردِ او همه - احدِ امراء الکرام راحلِ صراطالاسلام کاملِ العلم اکملِ الحلم ماهرِ اسرارِ علوم ولدِ **دلاورالملک** مرحوم، که دادارِ دادگر اورا مدام آسوده داراد، مرا آلِ حسام الدولهٔ مرحوم، مأمور کرد که طاؤسِ مواردالکلم را در دامِ **سطورِ مسطر** در آوردم - داورِ عالم را که رسمِ ورودِ کلام در عالم آورد عالم عالم حمد و کلکِ واسط مولد را که واسطهٔ ورودِ کلام در عالم آمد واسطهٔ واسطِ مدح

که اواسطِ محرم‌الحرام و طالعِ اسد که مهر در حمل وماه در دلو در آمد ، سوادِ رسالهٔ **موارد الکلم** سر آمد - **والا** گهر حاکمِ **لوهارو** که مدحِ او در سطورِ صدر در آورده ام ، هر گاه محرّر را حکمِ سوادِ **مواردالکلم** در داد و دو کلمه که هم اسمِ رساله و هم اسمِ ماه و هم اسمِ سالِ سوادِ رساله اطلاع دهد در مطرحِ اعلامِ الهام سرداد - سال سُطِیتَر موارُدالکلام اواسطِ محرم الحرام ، ۱۲۵۰ھ -

دیباچهٔ دیوانِ منشی ہرگوپال تفتہ

ہان اے **غالب** تیره روزِ دژم‌اختر کہ بدین ہستی و کسانی کہ ترا ست ، بدان مانی کہ دانی در عالمِ فرضِ محال سپند می دیده ایم بر آتش آرمیده ۔ اللہ اللہ چہ مایہ جوشِ سوداست کہ ہر نفسے کہ میکشی چون خطے کہ از نقطہ بر آورند ، ہم‌رنگِ سویداست ۔ آن قلمروِ اندیشہ کہ از روانیِ خامہ و روائیِ گفتار آب و ہوا داشت دے‌مہش را فروردین پرستار بود و چاشت‌گہش را نسیمِ سحری پیش کار ۔ بدین ناخوشی و نژندی ویران چراست ۔ سبزه را چہ افتاد کہ بہ چمیدن دل از دستِ تماشائیان ببرد ۔ غنچہ را چہ روی داد کہ بہ دمیدن پردهٔ شکیبِ نظارگیان بدرد ۔

نظم

آن اثرِ پردهٔ سازت چہ شد
زمزمۂ خاره‌گدازت چہ شد

آن ز جنون پرده کشائیت کو
ولولۂ سلسلہ خائیت کو

آن نفسِ ناله کمندت کجاست
وان نگهِ جاده پسندت کجاست

گفتی که سوزِ غم دود از دل بر آورد و گدازِ نفس آدر در زبان زد - با دلے که ہرآئینہ نگداخت و با زبانے که ہانا نسوخت ، عذرِ غمزدگی مسموع نیست - بیا تا ہمین دلِ بدزہرۂ الحذرنوای را به سخن نہیم و ہمین زبانِ کژنغمهٔ این المفرسرای را به گفتار آوریم - مژه را که به پالودنِ خونِ دل به دردِ شیشه آغشته توبه تو ہم چسپید به ریزشِ این خونِ گرم که دمادم در حگر جوش می زند بخیه از ہم گسلیم و دیده را ہمچنان خونابه چکان بروی بہار کشائیم -

نظم

زمن جوی در بد نکو زیستن
جگر خوردن و تازه رو زیستن

سمن چیدن و در ره انداختن
دل افشردن و درچه اند اختن

روان کردن از چشم ہمواره خون
به شورابه شستن ز رخساره خون

شگفتن ز داغے که بر دل بود
نہفتن شرارے که در دل بود

رہرو را به رہگذارے مرغزارے در نظر آورده و در بیابانے به خیابانے در آورده اند که درآن تماشا گاه تا با پویه نیم گامے زند، موجِ سبزه را بیند تا کمر رسیده - درآن خرامشِ جا تا بر خویشتن جنبد، گوشهٔ دستار را نگرد از گرانیِ بارِ گل خمیده - سخن بسکه به پیچیدگی گزارده آمد، اگرچه دراز بود یکوتهی زد - از کشاکشے که درنوردِ بیان روی داد قماشِ استعاره که نقابِ عارضِ سخن است از هم گسست - همانا رہگذارے که به سبزه کاری انگشت نما شد و بیابانے که به خیابانے روشناس آمده همین غالیه‌اندود سوادِ مردمک مداد و همین ریحان‌رقم صحیفهٔ مشکین‌سواد است که در نظر داشته ایم و نیِ بینوا را به دیباچه نگاریِ آن گماشته -

یا رب، این سخن پیوندِ دانشمند در فنِ فرزانگی یگانه و در آئینِ یگانگی آسمانِ سخن را ماهِ دو هفته، **منشی ہرگوپال تفته** که این فهرستِ گنج خانهٔ راز رقم کرده اوست و این مجموعهٔ سوز و گداز فراهم آوردهٔ او، چه مایه دیده و دل باہم آمیخته باشد، تا این نقشِ بدیع انگیخته باشد - سخنِ عشق و عشقِ سخن کلامِ حسن و حسنِ کلام را بیکدیگر سرشتند تا چار آخشیجِ هستیِ شیوابیانی سرانجام یافت که از گرمیِ نفس و تشنگیِ جگر که در سخن به سخن داشت

بمناسبتِ برشتگیِ حسنِ گفتار تفته نام یافت و اداشناسان شناسند و اندازه دانان دانند که با آنکه خامه در کفِ سخنور از فراوانیِ آزِ ورزشِ فنِ سخن لاآبالی پوی و بے پروا خرام است ، سخن به نغزی و خوبی و روانی در نفسِ خویش تمام است ۔ آرے ، سخن اگرچه به صورت نتیجهٔ جنبشِ قلم است ، اما بمعنی از وابستگانِ سلسلهٔ دم است ۔ لاجرم با چنین دمِ گرم که هیچگه دلش را از گفتار سرد ندارد ، سیه مستِ میِ سخن ، تفتهٔ از خود رفته در سخنهایِ آمده هم‌آورد ندارد ۔ زین‌سپس از مرحلهٔ سخنگزاری که به هنجارِ دیباچه‌نگاری ست در میگذرم و گزاردنِ حقِ ستایشِ خوبیِ سخن به دیده‌وران وامیگذارم ۔ سخنور را سروش آموزگار و سخنش را جهانے به آفرین‌گوئی حق‌گزار باد ۔

تقریظِ آثار الصنادید

خواستگارانِ گرمیِ ہنگامۂ بینش را در نوردِ نیرنگِ گردشِ رنگ و بوی نوید کہ چین رونما نگارخانہ را پردہ از پیشِ نگاہ برداشتہ اند کہ در آن شگرف آئین کارگاہ بہ شمارِ شگرفیِ آئینِ کار پیکرآرایانِ دیدہ‌ور را آ نمایہ بے خودی روی آوردہ و آ نگونہ فروماندگی دست بہم داد کہ اگر رستخیز را ہمہ آن گیری کہ در پیکرکدہ ہا پیکرہایِ پاہای پویہ تا پای را بہ رفتار آورد ، پیوندِ رویِ نیازمانی و پشتِ دستِ بہزاد از زمین نتواند گسیخت - ہمانا از نگار خانہ آن کارنامۂ مینوبارنامہ خواہم کہ شادروانِ نشیمنِ ناز است و آراسشگاہِ پری پیکرانِ راز - سرگذشتِ شہر یارانست و سر نوشتِ روزگاران و این نیِ بی نوا کہ مرغِ دست آموزِ دستان سراستے بر درو دیوارِ پیکرستان زمزمہ سنج چراستے؟ من کہ از تباہیِ دانش و ناسازیِ خوی پیوندِ رامش و آرامش در اندیشہ برنتافتمے ، و تا خود را بہ دشت از سوہانِ تیزیِ گام آبلہ سای و در بنِ کوہ بہ پیالۂ داغِ پلنگ شورابہ‌پیمای نیندیشیدمے، از خویش خوشنود نیافتمے - سینہ چون زنبور خانہ

رخنه‌های ِ بهم میای را نشان گاه و دیده چون دلربائی ِ پروانه خونابه‌های ِ مژه و رخساره بهم سوز را فرود آمدن جای - اینک در پردهٔ گزارش ِ این گزین نگارش به خوابگاه ِ بیدار بختان ِ غنوده پیکر و نشستن جای ِ خداوندانِ ِ اورنگ و افسر کرشمه‌سنج میگذرم و بدانسان که در گلگشت ِ چمن بر کنار ِ خیابانها به شاخ ِ گل دست سای و گلچین گذرند نشانهای ِ شاهان ِ گذشته یک یک در اندیشه می شمرم - دلاویزی ِ پرچم ِ نشانهای لشکر کشان ِ کشورکشای پیشکش ، مارا که به گفتار ِ لشکر و کشور بند از زبان نکشائیم، سخن در آن است که درین ستوده آئین راه ِ سخن کشودهٔ کسے ست که دل ِ آزاده در بند ِ هوای ِ او بسے ست -

خوشا دانا دل ِ هنر دستگاه فرخا کردارگزار ِ کار آگاه ، مهرورز ِ کین فراموش اهرمن دشمن ِ یزدان دوست فرزانهٔ بافر و فرهنگ **جوادالدوله سید احمد خان بهادر عارف جنگ ،** آنکه خامه را در نگارش افسون زنده کردن ِ نام بدان روش روانی داد ، که نام آوران ِ روز فرورفته را زندگی ِ جاودانی داد - پیوند ِ خویشی و خجستگی باخویش از خویشی ِ تری به آب لختے استوار تر و فرجام ِ یگانگی و فرخی با گوهرش از یگانگی ِ روشنی به مهر پارهٔ آشکار تر - با همگنانش دلے ست از فرزانگی به آئین ِ مردمی دانا و بامنش پیمان ِ مهرے ست از دل نشینی

به پیوندِ خون مانا ـ سخن که پیوسته برفرسودگیِ تار و پودِ
پرندِ کهنهٔ خویش از گهرهای گسسته خندهٔ دندان نما داشت
به دستیاریِ این گرامی هنرور جامهٔ خسروی و پیرایهٔ نوی
یافت ـ آزاده مردِ بے مزد کارگزار را بی مر آفرین که تا در
نوردِ این فرخنده گزارش که جز گزاردنِ کردارِ پیشینیان و
فزودنِ آگاهیِ پسینیان شیوهٔ نداشت ، پای گذاشت ـ ازان
دست سخن راند که هم بر رفتگان سپاس نهاد و هم آیندگان را
آفرین‌گوی ساخت ـ درین شگفت آور کنونه **غالبِ** پلنگینه
پوشِ پلاس‌نشین که بدین نمودِ بی بود که اکنون دارد هم
اکنون به نزدِ خویشتن از نیامدگانِ دور نیست و آینده
پیداست که خود از رفتگان خواهد بود ـ هرآئینه از رهگذرِ این
رهبر که آورده شد و به نموداریِ این نشان که انگیخته
آمد در کردار پسندی و سپاس پذیریِ بار یافتگانِ هم اندیشه در
کردارستائی و آفرین خوانی با آیندگان همنواست ـ گوئی گفتارِ من
در انجامِ این نامهٔ هوش افزا رفتگان را به شنودنِ آوازهٔ 'دیر
بایست و زودبیا ، پاسخ است و آیندگان را به سرودنِ زمزمهٔ
'زود بیائید و دیر بمانید' فرخ ـ شادم که نگارش به فرخی انجام
پذیرفت و خامه از جنبش آرام یافت ـ نے نے به فرخی آنگاه نازم
و شادی ویژه اندران هنگام روا باشد که روان در شبگیرِ
اندیشه به روشناسیِ روشنائیِ خرد فروغِ فرهٔ ایزدی مت

گریوهٔ دشوار گزارِ پندارِ پیدائی را از میانه برکرانه ره سپرد
ومرا ازین شاہراه به بالادوی بر درِ میخانهٔ نیستی فرود
آورد - بو که از میِ مردافکنِ آن خمستان پارهٔ به سفالم
ریزند تا بهسیه مستیِ آن بادهٔ روشن انبوہیِ نمایشِ آز و آرزو
از ہم پاشد و نمودہایِ بے بود از پیشگاه برخیزد - نه از فرخی
رنگے پاید و نه از شادی بوئے و نه از مستی نامے ماند و نه از
ہستی نشانے -

فرد

غالب بریدم از ہمه خواہم که زین سپس
کنجے گزینم و بپرستم خدای را

دیباچۂ دیوانِ ریختہ نواب حسام الدین حیدر خاں بہادر

فرزانگانِ سخن سرایِ سخن ستای را از حضرت مبدءِ فیاض صلای عرضِ جوہرِ دیدہ‌وری ست کہ شاہدِ سرمستِ بی پرواخرامِ سخن روشے کہ دل از خاص و عام تواند برد در اندازِ جلوہ گستری ست کہ آنان کہ از رویِ سواد و بیاضِ طرّہ‌ہایِ شانہ فرسود و رخسارہ ہایِ غازہ اندودِ علم نظر اندوختہ اند و از حسن بدین ادایِ خاص کہ عام است چشم دوختہ اند ، بے ساختگیہایِ حسنِ خداداد از بندِ آرایش آزاد چہ شناسند ۔ با کہ گویم و اگر گویم از چون منے کہ آنمایہ گرانبار پندار دانشم کہ اگر در سماعِ سخن دست بر افشانم یک سومنات بت از آستین فروریزد ، چنین حرفِ تنکمایہ کے باور دارند کہ درین ہنگام کہ بہرِ گرمیِ ہنگامۂ گفتار ہزار رنگ سخن ساز میبایست داد ، سازِ نطق مرا زخمہ بر تار بلکہ خود آن ساز را سرے بہ آہنگ و در نہادِ زخمہ جنبشے بہ ہنجار نیست ۔

پگاہے کہ باندازِ آویزش با خویش از ہر چہ جز خویش بریدہ بودم و در خردہ گیریِ موشگافانۂ موی بہ مویِ خویش

فرارسیده ، طبع درگزارشِ سخن روانی نداشت و خامه در نگارشِ راز روائی - دل بر بے نمی دیده طعنه می زد و دیده بر افسردگیِ دل چشمک ، مگر از شستِ اندیشهٔ خوردنِ خدنگ بر نشانه و پدید آمدنِ آشتی میانِ دیده و دل بدین بهانه چشم داشته باشم که درآن بیخودی توقیعِ سیرِ باغ بنامِ خویش نگاشته باشم ، ورنه هوایِ گلگشتِ چمن با سرِ سودا زدهٔ من چه کار داشت - ندانم باغے دیدم پر از گل و شمشاد یا جهانے به نای و نوش آباد ، سروها همه شاخ در شاخ و گلها همه رنگ به رنگ و هم از انبوهیِ سرو و گل جا بر سرو و گل آنچنان تنگ که دانی زودست که آن به گریختن از حلقه بدر دود و پنداری نزدیکست که این را خون به جستن از پوست برون رود - بارے به مشاهدهٔ برگ و سازِ توانگرانِ آن سوادِ اعظم خواهی نخواهی خود را نیز شاد کام خواستم و سرسبزی از سرو و شگفتگی از گل به وام خواستم - اگرچه آن به سرسبزی سامانخداوندان و آن به تازگی نوامندان طرحِ داد و ستد به بیگانه نینداختند ، اما تدروان از پایِ سرودِ هزاران از پیشگاهِ گل لختے خرامش و پارهٔ رامش به پامزدِ من نامزدِ قلم ساختند - کلکِ خشک مغزِ سبک سر بدان وایه که از تدرو یافت ، هم باتدرو در پویه با جفت شتافت و بدان سرمایه که از هزار گدائی کرد هم با هزار در زمزمه همنوائی کرد - آرامشِ خاطر به رامش و خرامشِ خامه

که آن غم از دل بردے و این دل از دست ، بدانگونه صورت بست که از خود بینی به خودنمائی رفتم و به آئینے ستوده‌تر ازان شیوه که از پیش در اندیشه بود ستودن ِ سخن پیش گرفتم۔ همانا بلندی ِ پایهٔ سخنوری که به ستایش ِ وے لوای ِ بلند نامی میخواستم افراشت ، مرا برآن داشت که سخنور را به فر ِ فرهنگ و فروغ ِ نظر و فراوانی ِ دانش و فرخی ِ گهر ستوده باشم ، تا سخن را که هر آئینه پرتو ِ آفتاب ِ ذات ِ سخنوراست هم بدو سخنور ستوده باشم ۔

هان ، اے همنفسان ِ داؤد نوا ، جان ِ من و جان ِ شما ، به فرجام ِ ستودن ِ این بزرگوار ِ موسوی گهر مصطفوی تبار روائی ِ نقد ِ ارزش ِ خویشم هوس است ، ورنه فرمان ِ رب الارباب در باب ِ برگزیدگی ِ آبای ِ آن ستوده سخن سرای از بهر ِ ستایش ِ وی نه بس است ۔ زہے صاحبدل ِ دیده‌ور که دیده‌ورانش به صاحبدلی پذیرفته و صاحبدلانش به دیده‌وری آفرین گفته ۔ خلق را به مشاهدهٔ شواهد ِ خجستگی ِ خلقش ، بسکه به سیادت ارادت افزوده ، پنداری گوهرش آبروی ِ محیط ِ سیادت افزوده ۔ باغ ِ گل ِ خوبی را نسیم و گل ِ باغ ِ نکوئی را شمیم ۔ سپهر ِ بزرگی را اختر و تارک ِ سروری را افسر ۔ نور ِ دیدهٔ بینش و چراغ ِ دودهٔ آفرینش ۔ چشم و چراغ ِ دودمان ِ بوتراب نواب ِ فرخ القاب فرخنده فرهنگ **مبارزالدوله ممتازالملک**

حسام الدین حیدر خان بهادر حسام جنگ، آنکه در خواجگی از عادتهای شاهانه، جز استغنا از خلق هر چه گوئی، و به فروتنی از سیرتهای درویشانه، جز ریا با خلق، هر چه جوئی داشت ـ با آنکه در رهروی از همه پیش بود و در سروری از همه بیش از هیچکس در پویه پیشی نجست و بر هیچکس در پایه بیشی ـ گه گه به نوائے که عندلیب از رشک آن آشفتے، به اُردو زبان غزل گفتے ـ در آئین سخن به نظم گستری نظامی‌نظام بود و در فن سخن به نام آوری نامی نام ـ با این همه هر چه از دل به زبان و از زبان به قلم دادے جز بر طاق نسیان ننهادے ـ پس از آنکه به برینی گیتی که در آنجا نیز از پایه‌برترانستے روی آورد، کهین پسرش آن فرخ رخ همایون خوی دانا دل روشن روان، کار شناس رازدان، دانش اندوز بینش افروز فرزانهٔ بی همتا **معین‌الدوله عمدة‌الامراء صفدر الملک سید ذوالفقار الدین حیدر نظارت خان بهادر ذوالفقار جنگ المشهور به حسین مرزا** به گرد آوردن آن گهر های پراگنده همت گماشت و غالب پریشان نوا را به نگاشتن دیباچه فرمان داد، تا نگارندهٔ نامه را فرمان گرد آرندهٔ چامه بر جان و دل روائی گرفت ـ بر گنج باد آورد راز دلنشین فهرستے نبشته آمد و بر در گنجینهٔ دلکشا پرده فروهشته شد ـ یارب این گفتار را در شهرت روانی و گردآرنده را جمعیت ارزانی باد ـ

دیباچهٔ تذکرهٔ موسوم به طلسم راز فراهم آوردهٔ میرمهدی

یا رب ، این جگرخراش خروش که به من سپرده چونست که هم بر لبم موجِ خونست ۔ اگر ناگاه بهگوش کس رسیدے و آنگاه خونابهچکان گردیدے ، هر آئینه دانستمے و گفتن توانستمے که چون از راهِ گوش به دل فرو رفت ۔ اینهمه تراوشِ خون از آنجا صورت گرفت ۔ آرے نواسنجِ خستهدرونست و ناله از لب ، بلکه از دل میخیزد ۔ لاجرم از نالهٔ دلخستگان قطره قطره خون چون فرو نریزد ۔ .

فرد

خونِ دل از شگافِ قلم می تراودم
بارد به بام ابر و نم از ناودان دهد

حاشا که در سینه از دلِ خونگشته نشان و ازان کشتهٔ تیغِ ستم جزللّٰهِ بر زبان مانده باشد ۔ ازان همه لافِ توانگریِ هستی و پندارِ مایهوریِ پیدائی که لختے را ازان متاعِ کاسد ، دل دانند و پارهٔ را زبان خوانند ، آنچه

من دارم ، ہمین چشمے ست نا آمیدوارانہ بہ ہر سو نگران۔ خواہی آنرا دیدہ گوئی و خواہی دل انگار۔ ہمانا روزیِ این دستانسرایِ گداختہ دم را بدین پایِ پُر آبلہ کہ چون راہ پُر خس و خار بودہ است ، پنداری در ہر گام گہرے چند می سفتہ و بہ تارِ جادۂ راہ می آمودہ است ، از دشت بہ گلگشت آوردہ اند و از دمن بہ چمن بردہ۔ بسکہ بہ تماشایِ آن خرم بہشت نگہ بہ رنگِ لالہ و گل آغشت، من از بیخودیِ اشتلم ، رہ بہ جائے نبردہ ام و دیدہ را دلِ پرخون و مژہ را دمِ خونچکان شمردہ ۔ دردہایِ دوا پذیر و زخمہای مرہم گزین را میرم کہ اگر صد سال دارو ندہند و مرہم ننہند ، چشم‌داشت باقیست ۔ آہ ازین خستگی و داد ازین ستمزدگی کہ نہ دل را بہ رنگ توان فریفت و نہ بہ ببوی ۔ اگر ہم ریحان شنوم ، بویِ کباب بہ مشام رسد و اگر ہم گل نگرم ، خون از نگاہ فرو چکد ۔

رباعی

گیرم کہ ز دہر رسمِ غم بر خیزد
غمہایِ کرشمہ چون بہم بر خیزد

مشکل کہ دہند دادِ ناکامیِ ما
ہر چند کہ فرجامِ ستم بر خیزد

سوز و ساز پیشکش و رنگ و بوی بر کنار ۔

سپس سخن درآن میرود که چه میگویم و از موجِ رنگ و گردابِ خون که این را بدان غلط کرده ام ، چه میجویم - درین روزگارِ تیره تر از شبِ تار و ازان رو که صبحِ روزِ سیاه به شب ماند ، چگونه گویم که صبحدمے ست و از آنجا که به شب چراغ افروزند و شبِ سیه روزان چراغ ندارد ، چنان دانم که شامگاہے ست - بالجمله وقتے بود و من در زندانِ تنهائی سرِ سلسله خائی داشتم - دفترِ امید و بیم یعنی دلِ دونیم در پیش نهاده و من درآن جریدهٔ راز ، به مشاهدهٔ سطرِ زخمِ جگر چشم کشاده، ناگاه آن چشمِ مهر را مَردم و آن دودهٔ مردمی را چراغ ، سید زادهٔ دلبند و یگانهٔ جگر پیوند **میر مهدی** فرخ گهرِ فرخنده خوی بادائے که پنداشتم نسیمِ سحری ست ، باشمیم گل هم نفس ، به سر وقتم گذشت ، و کلبهٔ تارم را اگر روز بود ، مهرِ درخشنده و اگر شب بود چراغِ فروزنده گشت - گلدستهٔ که به کف داشت با آن دلِ لخت لخت که من در نظر داشتم برابر گذاشت - اینت نو آئین مجموعه پر از نوایِ پریشان و دلنشین ، سفینهٔ بحرہا در وے روان ، تصویرِ لیلایِ معنی را انگاره و تمثالِ سلمایِ فکر را آئینه - نواہایِ خامهٔ شیوا بیانان را قانون و گهرہایِ اندیشهٔ رازدانان را گنجینه ، از رنگ رنگ سوری و نسترن

چمنے و از پری پیکرانِ زمردین یارهٔ گوهرین پرگهر انجمنے - دوائرِ حروف در سوادِ حروف بهانا بدان مانا که پنداری ساقیانند ، سیمین سیهای و مرغوله موی ، به گردشِ پیمانه های مے ، غم از غمزدگان ربای و دل از دلدادگان جوی ، گزین کردن گفتارِ سره گفتارانِ دلاویزادا را که رگِ اندیشهٔ شان ناهید را تارِ ساز ، بلکه خود آن مطوبهٔ هاروت کُش به دم کشیِ این ساز ترانه پرداز ست - از دیدهٔ راست بین و دلِ شایسته گزین گزیر نیست - آرے مشتے از سویدا به کف آوردن و سخت در هم افشردن و ازان پس که به پردهٔ چشم پالوده باشند درد فروگذاشتن و صاف نگهداشتن مشکل که آسان توان دانست - الله الله این نالههایِ از دل جسته به کلک آوخته و از رگِ کلک برویِ ورق فروریخته را در نهاد آفرینش درایشے بوده است که اگر به مثل زهره نفس بدین سرود آمیزد ، چنانکه سخن سرایِ شیراز سروده است

مصرع

سماعِ زهره به رقص آورد مسیحا را

ازانجا که گرایشِ اندیشه به رقم سنجیِ فهرستِ آثارِ این طلسم راز که هم بدین نام از نامور سفینهها ممتاز است، به فرمانِ ذوقِ سخن روی داد- هر آئینه بفتویِ سخن پرستی ،

در نگارش سیاه مستی و در گزارش دراز دستی میبایست ۔ از نظم و نثر نقشهای نظرفروز انگیختن داشت و پروین و پرن بروی صفحه فروریختن ، لیکن ازان راه که دران مجموعه از گفتار من نشانے و چامه گردآورد را در شمار سخن گستران از من داستانے ست ، ترسم که چون نیروی فکر آزموده باشم و سخن را به سخن ستوده باشم ، هم ازان ستایش لختے به من باز گردد و اداشناسان را زبان پیغاره بر من دراز گردد ۔ دانی که **غالب** آشفته نوا آزاده کیش است ، نه گرفتار بند بلندنامی خویش ۔ آئین آزادگان سخن‌پیوندی ست نه خودپسندی ۔ هرچه بر دلها گران گذرد ، چرا به زبان گذرد ۔ بارے بر آنم که چون از سخنورانم خوشنودی خویش نیز جویم و نیروی اندیشه را آفرین گویم که چون از سواد دیباچه بروی شاهد سخن طرهٔ خم در خمے فروهشته آمد ، قطعهٔ تاریخی بدان خوبی که پنداری خط رخسار است ، نبشته آمد ۔

قطعه

اندرین سال همایون که سپهر از ره مهر
کرده ایثار بر آفاق همایون اثری

این شرفنامهٔ معنی که طلسمے ست شگرف
یافت پیرایهٔ اتمام به والا نظری

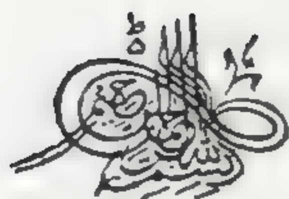
سالِ اتمامِ خود آنست به آئینِ حساب
که بر آئینه بروجِ فلکی را شمری

اول آحاد که چون با عشرات آمیزی
کند از رویِ ورق نقشِ دوشش جلوه گری

چون به آرایشِ عنوانِ مآت آری روی
جز ده و دو نبود آنچه در آنجا نگری

آن دو شش وین ده و دو اینست شمارے عجبے
روزگارے ست که عالم شده اثنا عشری

دانم این تذکره باغ است و دران باغ بود
جنبشِ خامهٔ **غالب** دمِ بادِ سحری



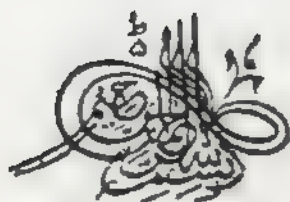
کمالِ کلام وابسته به افتتاحِ بابِ کلام به مفتاحِ حمدِ احد و مدحِ احمد است که چون عینکِ عینیت بر دیده نشانی ، به بینشِ بینی و به دانش دانی که احد به شمولِ میمِ احمد و احمد بعدِ حذفِ میم احد است ـ آن عالم آفرین ، این رحمة للعالمین ـ آنرا سجود ، این را درود ، اما بعد دیدن را اشارت و شنیدن را بشارت که حضرتِ قدر قدرت آیتِ فتح رایتِ چرخ مکوکب نوابِ فلک بوّاب از ہر بابِ ابواب منظرِ سرور و نشاط بر انظارِ نظارگیان کشاده و ملائکِ آسمان ارایک خاکیان را چون خاکیان به تقریرِ تقررِ دوامِ امن ، مژدۀ امان داده ، بزم آرا ، اگر سلطان است ، عالمِ تملک مُلکِ او وگر عمانست قالبِ تفلک فُلکِ او ـ در راهِ پرستش سجاده جادۀ او ، در معرضِ پرسشِ تخلق ، ہرکرا خدا دل داده ، دلدادۀ او ـ در دینداری حمایتِ حمیت دلنشین ، در شهریاری رعایتِ رعیت آئین ،

در حضرتِ حق به طاعت سرافراز ، در موقفِ شرع به‌اطاعت ممتاز - قسمتِ ارزاق را به کفِ کفیل ، طریقِ اشراق را به دل دلیل - صنعتِ الفاظ که آوردهٔ طبع رسای اوست از بهر بنای ثنایِ اوست - خوبیِ معنی که از آرایشِ رای اوست، هم برایِ اوست - قهر چون آتش در شتا سودمند ، زہے رعایتِ مقلوبِ مستوی - داد اگر بر گردد ، ہمان داد است ، خہے اتحادِ معنوی - ساقیان به بارشِ شراب سرمست ، ہمانا پیِ رضایِ ویند ، مطربان به شمارِ رامش تردست ، اما بایمایِ ویند - ضمیرِ ہر شین که به سویِ عدویِ وے راجع شود آن شین را نیش انکار - تنِ ہر شیر که به سایهٔ شمشیرش دو چار گردد ، آن شیررا ریش پندار - شرف در دارالشراع فرش است - ہرآئینه شرع در عهدِ وے از رویِ شرف عرش است ، زوف ، در افتاد درد و داد ! ع:

گویم غمِ دہر ہر چه بادا باد

غالبِ کثیرالمطالب مطلب مطلب در غربت غریب ماجرائے دارد - عقدهٔ که در دل افتاده ، مُہرِ دہانش باد و خروشِ سروش به زمزمهٔ این مصرعِ سعد که از سعدی نویدِ سعادتش دہاد - ع

و للرحمنِ الطاف خفیّه



جهان خدای را سپاس و جهانیان را نوید که ہمیدون ہنگامِ آن فراز آمد که کار پردازانِ فرازین جهان این نشیمن نشیمن را از سر آرایند ، و آن بر بستہہا را که بند از روزگار و ویژہ بہر این روز نگاہداشتہ است ، نورد از ہم کشایند ، سپہرِ سپہرہ ساز بہ ایوانِ عزّ و ناز نو آئین بزمے سازد ۔ ہر کہ ہر آئینہ ہر فروغے کہ در نہانخانۂ آفرینش از پیکر آرائیِ مہر و ماہ و انجم باز ماندہ است ، بدین انجمن باز دہد بہ چشمداشتِ نظر فروزیِ خلق آن مایہ دُرفشانی رو دہد کہ بروی زمین ہر جا کہ آسمان را نگرند ۔

چو انجم بہ شب مہرِ گیتی فروز
نیارند مردم شمردن بہ روز

سویدایِ دلِ بدخواہانِ این دولتِ جاویدپای کہ من گدایِ درِ اویم ، سپندِ آتشِ گرمیِ ہنگامہ باد ۔ ماہِ سی و یک روزۂ دسمبر کہ بہ دیماہ پیوندِ خویشی داشت ، درین سالِ خجستہ فال با فروردین پیمانِ یگانگی بست و نقطۂ

انقلابِ مستوی با نقطهٔ اعتدالِ ربیعی پیوست - آرے صفرِ جدی که از دولتِ روزافزون افزون‌روز نشان دارد سرزمین ہند را از شادابیِ سبزه و پیدائیِ میوه ، چنانکه در جہان در صفرِ حمل باشد آنچنان دارد :

ہند در فصلِ خزان نیز بہارے دارد
گونه گون سبزه حُلی بندِ خیابان آمد

دے و بہمن که در اقلیم دگر یخ بندد
اندرین ملک گل و سبزه فراوان آمد

تا بَبَرد داغِ غمِ ہجرِ شقائق زدلش
گلِ صد برگ به دلجوئیِ دہقان آمد

نیشکر بسکه صف آراست ، کدیور به نسیم
گفت جا نیست ، دگر سرزده نتوان آمد

اگر در شرفِ مہرِ جہان تاب که آن جز به فرازگاهِ برّه پیکر نپذیرد ، سخن رود ، سخن از سخن خیزد که چون آستانِ ہمایون خدیو با دانش و داد سر چشمهٔ فروغِ حسنِ خداداد غیرتِ ایرج و رشکِ تور فرمانروایِ رام پور در بلندی با ایوانِ کیوان برابراست ، ہر آئینه مہر که درین ماه به جدی اندر است ، از کجا که درین ہمسایگی به پاشنهٔ آن ، در چشم نسوده باشد ، و ازین رو پایهٔ وے چندان افزوده باشد که در حمل نبوده باشد - زہے داورِ دادار ، یاور کیوان ایوان ، مشتری انگشتری آن ، به دانش و

داد یازدهمین خرد و، به بلندیِ پایه دهمین سپهر ، به‌خوی و سرشت نهمین بهشت و به فرو فرما ره هشتمین‌سیاره ـ مشائیان گرد از راهش بمژه رُفته و اشراقیان در آغازِ خطاب با وے "انتَ نورالانوار" گفته ـ مهین شهریارِ دانا و گزین پادشاهِ توانا در نام و نشان به شاهانِ نام‌آورِ صاحبِ سکه مانا ، اما ازان رو که نخست زر را بصورتِ درهم باید آورد ، تا ازان سبیکه نقشِ نام توان انگیخت و گردِ آوردنِ زر که ابهامِ اندوختن نیز دارد و نه شیوهٔ خداوندانِ بیشمار بخش است ـ سکه بر زر نزند ، دیهیمِ جمشید بدست آویزِ ثبوتِ حقِ همسایگی از طرفِ کلاهش دریوزه گرِ عزّ و جاه و اورنگِ سلیمان با اینهمه بلندپایگی از گوشهٔ مسندِ جاهش وایه جویِ والائی پایگاه ـ سکندر آئینه و جمشید جام ساخت ـ خدایگانِ دیده‌ور جز به دل نپرداخت ـ حاتم و کسریٰ توقیع بذل و عدل جدا جدا با خویش آورده بودند ـ هر یک ، چنانکه همی بایست ، کار نتوانست ساخت ـ

لاجرم درین عهد آن هر دو شیوه را بدین سرورِ شاه‌نشان سپردند ، تا تنها در آن دو فن ، گوی ازان دو تن بُرد و خواهشِ دهر به فرجامے فرخ انجام یافت ـ

نورِ حق کلبِ علی خان که به تنویرِ جهان
میتوان گفت که خورشیدِ فلک مظهرِ اوست

اندر آئینهٔ خور عکسِ رخش چون نفتد
جرخِ چارم قدرے پست تر از منظرِ اوست

به‌کرم دوست نواز و به‌غضب خصم گداز
کفش ابرے ست که برقش ز دمِ خنجرِ اوست

دشمنش گر نگریزد نگریزد ز ہلاک
ترکِ خونخوارِ فلک پیشروِ لشکرِ اوست

وسعتِ ملک نگر کثرتِ آبادی بین
خلد باغے ست که در بلدۂ از کشورِ اوست

از گہر در نگرانی بودش چشمِ سفید
روی ہر افسرِ شاہانه به سویِ سرِ اوست

خوبیِ گل بود از رائحهٔ گل پیدا
خویِ او شاہدِ فرخندگیِ گوہرِ اوست

نگہش راست سویدایِ دلِ خلق مسیر
ہر چه از مہر و وفا عرضه دہم باورِ اوست

والهِ اویم و رویش نظر افروزِ منست
مردمک ذرۂ خورشیدِ رخِ انورِ اوست

از درِ بارگہش گر به سوی کعبه شدم
گفته باشم به‌دلِ خویش که اینهم درِ اوست

غالبِ غمزده گر جان به تنِ لفظ دمد
از اثر بخشیِ انفاسِ روان پرورِ اوست

عمرے ست کہ آوازۂ عشرت اندوزی جمشید بہ آرایشِ نو روزی میشنوم و بہ راستیِ این وا گویہ نمی گردم ۔ اکنون کہ دیده روشناسِ این ہمایون محفل آمد ، سگالنده را چنان در دل آمد کہ نشگفت اگر جمشیدِ فیروزبخت خداوندِ تاج و تخت کہ مانا بہ ماهِ ناکاستہ باشد بہ روزگارِ پیشین این‌چنین انجمنے آراستہ باشد ۔ در آن زمانہ گیتی نو بود و جہان را ہمین یک جہان خسرو ۔ ہرچہ از وے سر زد ، بینندگان آن را ہنر پنداشتند و دانندگان بہ آفرین در خور نگاشتند ۔ شاه بہ بویِ انگور ہایِ درسبومانده از تابِ آفتاب جوش خورده مستی ہمیکرد ۔ این باده ہایِ رنگا رنگ کجا داشت ۔ نہ رامشگران را در سرود این چنین جادو نوا و نہ پری پیکران را در رقص اینگونہ انداز ہایِ ہوش رُبا ۔ امروز در ایوانے کہ کران تا کران دیوار و ستون را بہ پروین و پرن ۤپر چین کاری کرده اند و دیگر ستارگانِ پا برجای را بہ سقف آویختہ حضرتِ فلک رفعت مہر طلعت نوابِ عالیجناب ہمایون القاب را با تنے چند از نامدارانِ فرنگ ہمہ صاحبانِ فرّه و فرہنگ ہر یکے با رویِ چون ماهِ نیم ماه و ہریکے در سروری خسروی دستگاه ، انجمن آرای بنگر و 'ان یکاد' بخوان و سپند بسوز و چشمِ بد دور بگوی و این بیت بہ زبانِ نامہ‌نگار بسرای

زان رو که به پیدائی ـ بزم تو نهانست
انگارهٔ این نقش توان گفت ارم را

نخست اطلسِ فلک را بہ پای انداز گسترده اند ، تا خلعتِ گرانمایهٔ ہما سایہ بہ فرمانِ خدایگانِ سلاطین فرمانروایِ رویِ زمین و کارفرمایِ **قیصرِ روم** و **خاقانِ چین**

وکٹوریا کہ کاتبِ قسمت ز دفترش
توقیعِ خسروی بہ جہان خسروان دہد

از بارگاہِ آسمان کار گاہِ مہین دستور جنابِ مستطاب ویسرایِ قلمروِ ہند خطاب ـ

جان لارنس بہادر کہ نظیرش زنہار
ہیچ بینندہ نبیند بہ جہان جز احول

بہرِ این جہاندار کہ از آفریدگار منشور آرائیِ **رامپور** دارد ، آوردہ اند ـ فرخ **فریدون** کہ گنج و سپاہ و تخت و دیہیم و گویند ہفت اقلیم داشت ، اگر درین روزگار بودے و خردش رہنما و بختش یار بودے ، دربارهٔ خویش سودمند سگالش کردے و این خلعت را با درفش کاویانی آتش کردے ـ

رباعی

اختر به فضای بارگاه آمده است
هنگامِ فروزشِ نگاه آمده است

چون نور که از مهر به ماه آمده است
تشریفِ شهنشاه به شاه آمد است

یا رب دولت و اقبال و جاه و جلالِ این سرورِ کرم گسترِ درویش‌پرور روز افزون باد و بقولِ مولانا جمال‌الدین عرفی شیرازی

گر همین است حدِ افزایش
دایما بر عیارِ اکنون باد

تقریظ ریختۂ خامۂ جناب فیض مآب
نواب والا جناب نجم الدولہ دبیر الملک
نواب محمد اسداللہ خان غالب نظام جنگ
دام اقبالہ

خدایا چہ گویم کہ شاہی تراست
تو خود ہر چہ گوئی و خواہی تراست

اگر ترا می ستائیم و اگر ترا می پرستیم گفتار در زبان و نیرو بہ تن و ذوق در دل ، تو آفریدۂ و اینکہ فرستادۂ خاص و بازپسین نامہ آور ترا بہ خداوندی پذیرفتہ ایم نیز ازان روست کہ چراغ ایمان در نہانخانۂ سویدای دل بر کردۂ ، تا دران روشنی دیدہ روشناس جادۂ راہ راست آمد ۔ ہر آئینہ ہر ستایشے کہ ترا و ہر نیایشے کہ با تو و ہر پوزشے کہ با وکیل مطلق تست ہم بہ تست و ہم از تست ۔

لا موجود الا اللہ و لا موثر فی الوجود الا اللہ

دبیران را آئین آنست که پس از حمد و نعت در مدحِ سخن بر صفحه مروارید افشانند و در وصفِ عشق از رگِ خامه خون چکانند این بلاے وا گرد که در سالِ هفتاد و سوم از صدهٔ سیزدهم هجری جهان را برهم زد و مرا در آن زمانه وسطِ فصلِ برگریزِ پیری بود ، نه آنچنان زار و نزار و نژند ساخت که در وادیِ سخن قدم و از حرفِ عشق دم توانم زد ۔ توانگران سیم و زر داشتند ۔ روزگار دستِ تصرف بدان دراز کرد ۔ از من که همین سخنِ عشق و عشقِ سخن که سرمایهٔ هستیِ من جز آن نبود به یغما بُرد ۔ ازان همه گرمیِ هنگامهٔ مهرورزی و سخن سنجی همچو دودے که از شمعِ کُشته خیزد اندک هوشے با من ماند ، تا به والائی پایهٔ فروزنده اخترِ سپهرِ بینش و برومند نخلِ ریاضِ دانش سیاحِ دشتِ سخن و سباحِ بحرِ معنی دانایِ زبانِ فارسی و عالمِ لسانِ عربی و آموزگارِ گفتارِ انگریزی ، اردو را ازان نام نبرده ام که آن خود از خانه زادانِ اوست ۔ بیدار دلِ روشن روان **مولوی محمد مظہرالحق** صاحب طال بقاوۂ ، فرارسیدم ، فرزانه کاخے افراخته بوستانسرائے طرح کرده ، کاخ از سنگ و خشت بیزار و باغ از رُستنی بتری ، مراسر کارخانهٔ تصویر و همه به جنبشِ خامهٔ نقاش نمودار و آنگاه در آن باغ ابرها بارنده و آبها روان و گلها بویای و

مرغان نواسنج - پنداری گُزیده اشعار از یک ہزار و شش صد سخنور گرد آورده ، و تذکرۂ ترتیب داده که **آتشکده** را داغِ دل و **نشترِ عشق** را خارِ پیرہن تواند بود - ہر بیت که از غزل به انتخاب گرفته از روی داد بیت‌الغزل ہمانست - اگر ناموران را باندازۂ بایست یاد آورد ، گمنامان را از ارزش فزونتر ستود - آنت قدردانی و اینت قدر افزائی - من به رسائی یابشے که به من داده اند آن می سنجم که غزل فراہم آورد - ورزشِ این شیوہای ستوده بمقتضای فحوای ''الولدُ سرُلاء بیه'' پرورش‌آموز و فیض اندوزِ پدر بزرگوارِ خویش است - آن دیرین آموزگار یگانۂ روز گار سخن را بہوے ناز و معنی را از وے شرف - جنابِ قدسی القاب مولانا محمد **ظہور علی** صاحب زاد مجده ، آنکه بر نثرہای پیشینیان چنان حاشیہ‌ہای خرد افزا نوشت که ہر ما تن در کنجِ لحد آفرین گوی اوست ، شرح نگاری این‌چنین ہمه دان را سزد ، نه آن خیار از چنار ناشناسان را که چون خواہند در شرحِ کلامِ سلف کوسِ شہرت زنند **پنج رقعه و زنانه**(¹) **بازارِ ارادت خان واضح** را تراویدۂ رگِ پروین نگار و پرن بارِ مولانا **نورالدین‌ظہوری** وا نمایند - ہان و ہان غالبِ لا اُبالی شیوه از دشمن به دوست روی آر و دعای گوہرِ دُرجِ سعادت که عقیقِ لبِ شاہدِ معنی بدین سجع نگینِ مُہرِ اوست ''**مرحبا مظہرِ ظہورِ علی**'' وردِ زبان کُن - یا رب ، ابیات گردآور از عمر و دولت برخوردار باد - فقط -

۱ - ر - ک : تعلیقات

آہنگِ پنجم

نامه بنام نامی نواب سید علی اکبر خان متولی امام باڑه ہوگلی بندر ۔

۱

قبلهٔ خدا پرستان سلامت ممدوح از ستایش مستغنی و مادح در بیان نارسا ۔ غلو در عرضِ نیاز فضولی و ابرام در شرحِ شوق بد نما ۔ چه گویم تا آبروی خموشی نریزد و چه نویسم تا داغِ کوته قلمی برخیزد ۔ ہمانا این عبودیت‌نامه را قماش اسلامِ روستائی است و دائرهٔ ہر حرفش را پرداز کاسهٔ گدائی ۔ لختی شکم بنده ام و قدری ناتوان ۔ ہم آرایشِ خوان جویم و ہم آسایش جان ۔ خردوران دانند که این ہر دو صفت بہ‌انبه در است و اہلِ کلکته برآنند که قلمرو انبہ ہوگلی بندر است ۔ آرے انبه از ہوگلی و گل از گلشن ، ایثار از جناب و سپاس از من ۔ شوق می سگالد که ہر آئینه تاپایانِ فصل دوسه بار بخاطرِ ولیِ نعمت خواہم گذشت و آز می نالد که حاشا بدین مایه برخورداری خرسند نخواہم گشت ۔

فرد

گلویم تشنه و جان و دلم افسرده ہی ساقی
بده نوشینه داروئے که ہم آتش ہم آبستے

نخلِ مراد هم بارور باد و هم سایه‌گستر. آن به‌آرایشِ دامانِ نگاه و این بفرقِ **غالبِ** هوا خواه.

نامه یاسم سامی نواب علی اکبر خان متولی امام باڑه ہوگلی

۲

اسد اللهِ نامه سیاه که از رحمت گسسته امید و درین دو روزه پندارِ پیدائی اسیرِ زحمتِ جاوید ست ۔ بعرضِ خدامِ والا مقامِ نوابِ ہمایون القاب قبلهٔ اہل دل و کعبهٔ اربابِ ایمان می رساند اگر نه وسعتِ حوصلهٔ ظلمِ بزرگان در نظر باشد بندگانِ کم خدمت را باینهمه شرمساری رویِ سخن کجا و نیرویِ عرضِ مدّعا کو ۔ آرے می نگرم که دریا آلودگی از قطره می شوید و مہر بر خاکروبه‌ہا می تابد ۔ بزرگان چون از خوردان خطا بینند , چرا در پیشِ خود عذر نخواہند و بارِ خجلت از دل بر ندارند ۔ ہیہات دل از غصّه صد جا در گرو است و خاطر با ہزاراندیشه در جنگ ۔ روز از شب و دیده از دل نشناسم و نفس از ناله و اشک از نگاه باز ندانم و چرا چنین نباشد که با آنهمه شورابه که من در سفال داشتم سوزشِ الماسے برآن افزوده اند ۔ تفصیلِ این اجمال آنکه برادر والاقدر ستوده سیر نواب امین الدین خان بہادر ابن فخرالدوله

دلاور الملک نواب احمد بخش خان بهادر رستم جنگ دراین روزگاران که روزم از شب سهه‌تر است محملِ عزم بجانبِ کلکته رانده و من چون نقشِ قدم همدرین خرابه خاک بسر مانده - از رنجِ فراقِ این یگانهٔ آفاق اگر سخن رانم هزار سفینه انجام نه پذیرد - شوق جگرتشنهٔ این نوازش است که چون برادر صاحبِ والا **مناقب** بسرا پردهٔ قرب جا یابند از تفقد و عنایات آن قدر دربارهٔ ایشان مبذول گردد که بهرهٔ من باقی نماند - دردِ دل شنیدن و طریقِ چاره نشان دادن و از غمِ تنهائی ملول نگذاشتن و بتدبیرهایِ سودمند آموزگار گشتن آنچه باخویشتن دیده ام لختے بسامان‌تر و فراوان‌تر از بهرِ این والا تبار می خواهم و بدین سپارش هم بر خویش منت می نهم - زیاده نیاز است و بس -

خطے که در تهنیت شادی منشی احمد حسن به‌منشی محمد حسن نگاشته شد

۱

حضرت سلامت می دانید که غالب ِ صافی‌مشرب را چون دیگران دلے بساختگی‌آشناو زبانے به تکلف زمزمه سرا نیست زبانش را دلے داده اند که از آزادگی فرجام ِ آرایش ِ گفتار ندارد و دلش را زبانے بخشیده اند از سادگی تاب ِ رنگ آمیزی ِ افسانه و افسون نیارد و اگر نه اینچنین بودے من دانم و دل که درین چشم روشنی که پیش آوردهٔ دولت و ساز کردهٔ اقبال است از اقسام ِ سخن چها بکار رفتے ـ هم در و دیوار ِ روزگار ِ را بسر جوش ِ بهار اندو دمے و هم گوشه و کنار گیتی را بفروغ ِ نیر بخت چراغان نمودمے ـ تار از طرهٔ حور و پود از بال ِ پری آوردمے و نوآئین نمطے در هم بافته بران ِ همایون انجمن گستردمے هر طرف بساط ِ محفل ِ میوه و گل از طوبی فشاندمے و زهره را برامشگری و رضوان را بمهمانی خواندمے ـ گاه از اشتلم رشک ِ زیبائی آئینی که به شبستان ِ نظم بستمے مهر درخشان را از شعاع آبگینه در جگر شکستمے و گاه از نشاط میخانهٔ ذوقے که از رگ ِ

رزستانِ نثر کشادسے بادہ پیمایانِ طرب را کوثر و تسنیم بگلو
سردادسے ـ در چشمِ خیالم بہر گوشۂ از دل پریزادِ معنی
گرمِ بال افشانی است ـ ہمانا گردسے کہ از حاشیۂ بساطِ این بزم
میروبند سرمۂ سلیمانی است ـ بنام‌ایزد آرایش این بزم طوی
گردِ غم از دل شوی را نازم و رونقِ این ہنگامۂ مینوبار
نامہ را ستایم ـ اکنون پدید آمد کہ زہرہ مشق رامشِ خامہ
از بہر گرمیِ کدام محفل می کرد و مشتری متاعِ سعادت ویژہ
از برای صرفِ کدام روز می اندوخت ـ مہر آئینہ بامیدِ
مشاہدۂ جمالِ کہ می زدود و چرخِ گوہرین پروین بتمنای
نثارِ کہ نگاہ می داشت ـ از چہ بود کہ آفتاب بساختنِ یاقوت
این ہمہ خونِ جگر می خورد و چہ در سر داشت کہ ابر
بگرد آوردنِ مروارید اینمایہ قطرہ می زد ـ اندیشہ بسراپای
این گمان نہ پیچد کہ آنچہ من گویم آنست کہ گفتہ باشم بلکہ
سخن در فراوانی دستگاہِ ذوق می رود و از روشنی کہ خاصۂ
طبعِ سخنور است نشان دادہ می شود تا دیدہ‌ور ان فرارسند و
مخدومِ من کہ چشم و چراغِ آن قدسی گروہ است وارسد کہ
نگاہ داشتن اندازۂ سخن کہ آزادگی را ایمان است و ادب را
زیور باہمہ جوشی کہ دل می زد زبان را بگفتار دستوری نداد
و از لبِ خیر طلب جز زمزمۂ دعائی کہ مفتاحِ باب تہنیت
و کلیدِ در خجستگی ہمان تواند بود نہ پسندید ـ یا رب این

کتخدائی از سازگاری بجاودانه کامروائی ارزانی باد و نوید شادمانی های تازه و فیروزی های بی اندزه رساناد - برادر عالیقدر از جان گرامی تر میرزا علی بخش خان بهادر به تقدیم مراسم خلت سلام نیاز می رسانند و در گزارش شیوهٔ چشم‌روشنی و عرض مراسم تهنیت با نامه نگار همزبانند -

به منشی محمد حسن صاحب

۲

امید گاہا شبا ہنگام است و من با دلِ نژند پیشِ چراغے که نورش از حجره به ایوان نمیرسد نگارشِ این ارادت نامه پیش گرفته ام ـ منت از بخت که نارسائیِ رای و سستیِ بختِ من مخدومِ مرا در نظر است و بدین ذریعه اگر خود به لطف و کرم نیرزم ، استحقاقِ ترحّم از من سلب نتوان کرد ـ آرے نیکان را بر بدان و خردوران را بربے دانشان دل به درد می آید ـ بخشودنِ تونگران بر تہیدستان و گرایشِ پزشکان بر رنجوران ہم ازین عالم است ـ سخن بے پرده سرایم و نبشتن را به پایهٔ گفتن رسانم ـ پیش ازین نامه بنامِ خانِ والا شان سبحان علی خان و عرضداشتے به حضورِ والایِ حضرتِ وزارت پناہی بایک قصیدهٔ مدحیهٔ شاه رقم کرده ، مجموعِ اوراق پیشِ وکیلِ راجه صاحبِ اشفاق مناقب راجه صاحب رام صاحب فرستاده ام ؛ و آن خواسته ام که آن نگارستانِ آرزوی محال به نظرِ خان صاحبِ عالی مناصب گذشته به حضرتِ دستورِ اعظم رسد ـ بو که این قصیده به بزمِ خسروی خوانده شود و

نامه نگار از مائدهٔ جودِ خسروِ اوده زله بر بندد ـ تا امروز که
از اربعین کامل گذشت هیچگونه ازان نیرنگ و افسون اثرے
پدیدارنگشت ـ لاجرم چون گدایِ نابینا که جز به مدد گاریِ
عصاکش ره نتواند برید درماندهٔ بیم و امیدِ ردّ و قبولم ـ
امروز که چارشنبه سیزدہمِ ماہِ ترسایانست و شبے که
به قاعدهٔ اہلِ تنجیم شبِ چار شنبه و به لسانِ شرع شبِ
پنجشنبه نامیده شود رسیده ، خلشِ خیال در دل این آشوب
انگیخت که به‌راجه صاحب رام صاحب عرض کرده شود که به
لکهنؤ وکیلِ خود را نویسند تا آن نامه و آن عرضداشت که
در نوردِ آن به قصیده آبستن است به والا خدمتِ شہا رساند ـ
ذوقِ آرزوطلبی آنچنان بیتابم کرد که تا بامداد شکیبا نتوانستم
بود ـ به شب نامه نگاشتم و ہم به شب بخدمت راجه صاحب
فرستادم ـ امید که چون وکیلِ راجه صاحب این ضراعت نامه
را به نگاشته ہائی ـ که بر شمرده آمد ، به ملازمان باز دہد بحرِ
کرم به جوش آید و تفقد صرفِ غالب نوازی گردد ـ دیگر
ندانم و اگر دانم نگویم که چہا باید کرد ـ این قدر می گویم
که مرا به پاسخِ این نامه باید نواخت و این ہم از بیحوصلگی
و دراز نفسیِ من است ، ورنه باور دارم که جنبشِ کلکے در
کشایشِ عقدهٔ راز دریغ نخواہد رفت و جوابِ نامه چنانکه دل را
نویدِ آرامش دہد خواہد رسید ، والسلام بالوف الاحترام ـ

۳

قبلهٔ حاجات ، غالب که نو آموزِ شیوهٔ گدائی است یک چند به حکمِ حیا به خموشی ساخت ۔ اکنون که جوشِ گلبانگِ تهنیت مهرِ سکوت از دهن برداشت خواسته و بیخواسته آنچه در دلست از لب فرو می ریزد ۔ نخست آنچه سر خوشِ صهبایِ گفتار تواند بود ، رنگا رنگ چشم روشنی و گوناگون مبارکباد ۔ هر چند همتِ من مایهٔ ترقی و خرسندی ندارد ، مخدومِ خود را جاهمندتر ازین می خواهم و فطرت و ارزشِ حضرت به پایه هایِ بلندتر ازین جایگاه سزاوار می نگرم ، لیکن چون به گوشِ هوشم دمیده اند که این پیش آمدِ اقبال تمهیدِ آرایشِ بساطِ دولتهایِ بی اندازه تواند بود و این جنبشِ کوکبِ بخت درِ گنجینهٔ امیدهایِ تازه را مفتاحے تواند کرد ، هرآئینه نشاطِ فراوان‌را در دل جا داده چشم بمشاهدهٔ بهارِ حدیقهٔ جاه و جلال مخدومِ کشاده دل به شادمانی بسته ام ۔ یا رب که همچنین باد و این تهنیت مستلزمِ تهنیت هایِ دیگر شواد ۔ پس از سر انجام یافتنِ ذریعهٔ امیدواری و بجا آمدنِ مراسمِ سپاس‌گزاری خاطر نشانِ حضرتِ کعبهٔ آمال باد که فرستادن قصیدهٔ مدحیه جامعهٔ

مدح شاه و وزیر بسا گرانمایه عزیمت‌ہارا شامل است ۔ چہ بے سرو سامانی مانعِ کامجوئی و مدعاطلبی افتاده ۔ راہے کہ در نظر است بے زاد نتوان برید و تا جاده نتوان پیمود بہ منزل نتوان رسید ۔ دست پیشِ ہرکس بہ گدیہ دراز و کارِ خود از خزینۂ جود چون خودے بساز نتوان کرد ۔ لا جرم خواستہ ام کہ حلقۂ درین دستورِ خرد بجنبانم ۔ بو کہ مرا بہ جائزۂ یادخوانی و صلۂ مدح‌گستری این مایہ سامان فراز آید کہ خود را گرد آورده بہ کلکتہ توانم برد و کارے توانم کرد ۔ وقت از دست میرود و ہنگامِ کار می گذرد ۔ اگر درین نزدیکی تقریبے اندیشیده قصیده گذرانده و حالِ سائل گزارده شود ، موہبتے است سترگ و بخشایشے است عظیم ۔ زیاده زیاده ۔

نامه که از دہلی بنامِ میرزا علی بخش خان بہادر رقم شد

۱

فرد

کارِ برادر بہ برادر نکوست
بہ ز برادر نتوان یافت دوست

ہر چند شیوۂ من نیست در گفتنِ اندوہ دراز نفسی کردن و شنوندہ را دل بدرد آوردن ، لیکن چون شما ہم برادرید و ہم دوست ، ناچار بشما می گویم کہ یکچند بامیدِ **نواب صاحب** ساختم و از تابِ آتشِ انتظار گداختم ۔ نشستہ ام بعذابے کہ مجرم بزندان نشیند و می بنیم آنچہ کافر بجہنم بیند ۔ **بہ فیروزپور از** بہرِ آن نیامدہ بودم کہ بازہ بہ**دہلی** باید آمد ۔ **نواب صاحب** مرا بلطفِ زبانی فریفتند و بکرشمۂ ستمے کہ بالتفات می مانست از راہ بردند ۔ تا کجا شکیب ورزم و خود را بہ ہیچ شادمان دارم ۔ از در و دیوارِ **شاہجہان آباد** بلا می‌بارد، روزم از تیرگی چرا شب نشود ۔ حاشا کہ چون من شیشہ دلے درین سنگباران تواند بود ۔ **میر امام علی** را با عرضداشت بخدمتِ **نواب** فرستادہ ام ۔ زنہار با من زمانہ سازی و با **نواب** محابا مکنید و

چنان کنید که چون عرضداشت خوانده شود ، شماهم در انجمن باشید تا نگارش را بگزارش نیرو دهید و میر امام علی را بسخن دلیری بخشید ـ در طلبِ مدعا آنمایه گرم خون نیستم که خواهشِ من جگر گوشهٔ ابرامے باشد ـ یاران می گفتند که تو به نواب نمی گرائی و دردِ دل با وے نمی گوئی ، ورنه از کجا که نواب بچاره بر نخیزد و کارها را روائی ندهد ـ اینها که می کنم از بهرِ زبان‌بندیِ این اداناشناسان است ـ خدا را طرحِ آن افگنید که میر امام علی زود برگردند و بمن پیوندند تا دوستانِ ناصح را خیرباد گویم و بسر و برگے که دارم بمشرق پویم ، والسلام

نامه که از دہلی بنام **میرزا علی بخش خان بہادر** رقم شد

۲

برادر صاحب مہربان گرامی‌تر از جان سلامت ، **مداری خان** می رسد و نامہ را می رساند ـ آنچہ از کالای ِ ناروای ِ من در آنجا باشد بوے سپارند و نیز آنچہ‌نزد ِ **منا** حقہ بردار ودیعت است ہم بنام گرفتہ بدہانند ـ شنیدہ می شود کہ **نواب** بہ **دہلی** می آیند ـ از صدق وکذب ِ این خبر رقم کنید و نیز آگہی دہیدکہ شما نیز ہمپای ِ نواب می رسید یا نہ ـ من آن می خواہم کہ اگر خبر ِ عزیمت ِ **نواب** دروغ بودہ باشد خود بہ **فیروز پور** رسم و شرف ِ قدمبوس ِ عم ِ عالیہ‌مقدار و مسرت ِ دیدار ِ شما دریابم ـ

عمر و دولت روز افزون باد

نامه که از کلکته بنام **میرزا علی بخش خان بهادر** رقم شد

۳

والا برادرِ خجسته اختر که با اینهمه دوری چشمِ دلش بسویِ من نگران است دریابد که **غالبِ** راهرو را روزگارِ بادیه نوردی سر آمد و رختِ سفر بسر منزلِ **کلکته** کشوده شد ـ چه **کلکته** ، جهانے از هر گونه کالا مالا مال ـ جز چارهٔ مرگ هرچه گوئی پیشِ هنرورانش سهل و جز بخت هرچه خواهی ببازارش فراوان ـ فرودآمدن‌جایِ من کاشانه ایست به **شملابازار** که آن را روزِ ورود همان هنگامِ ورود بے زحمتِ جستجو یافته ام ـ بالجمله ایزدی نوازش مست از خوابِ خوش برخاسته و روی ناشسته بدرگاه آمده را در چشم و دلِ فرماندهان جای داد و در انجمن پایه از خواهش برتر بخشید ـ مستر **اندرو استرلنگ** نامی از اعیانِ کونسل دردِ دلِ دردمند شنوے و بخستگیِ بندِ غم مرهم نهے برمن بخشوده است ـ هر چند دل که عمرے به نا امیدی خوی کرده است یکباره پیوندِ آزرمِ دیرین آمیزش نتواند گسیخت ، لیکن اگر این جوانمردِ توانادل بجادویِ تأثیرِ کام بخشی میانهٔ من و یاس طرحِ جدائیِ جاوید افگند ، شگفت

نیست - میر فضل مولی خان نام یارے داشتم او را ناگرفت در عرضِ راه به مرشد آباد یا فتم - در نوردِ گفتگوها و پرس و جوہائے که رفت از جامه گذاشتنِ فخرالدوله بهادر بمن خبرداد و باز به کلکته مرزا فضل بیگ و دیگران بر گفتند - آوخ که چراغِ روشنِ این دودمان مرد و شبستانِ آرزوها تیره و تار شد - از جانبِ شما اندیشه‌ناکم و دانم که آنچه شمارا بیش آید دلخواه نباشد - نا کسان را روزِ بازار خواهد بود و فرومایگان را گرمیِ هنگامه - زود که انجمن از هم پاشد و پراگندهٔ چند گرد آیند - دولت رو گرداند و آسودگی بر خیزد - زینهار هوش مندی را کار باید بست و همواره بخود نگران باید بود - دیگر آن خواهم که در نگارشِ پاسخِ این نامه درنگ روا مدارید و هرچه در آنجا ازین گیتی آشوبِ ماتم پدید آمده باشد برنگارید -

عمرِ دراز و بختِ سازگارو دانشِ سود مند روزی باد -

جانِ برادر، سخن را از فراوانی بر رویِ هم افتادن است و گره در گره گردیدن و من آن می خواهم که اندک گویم و سود بسیار دهد و شنونده آنرا زود دریابد و این بسیچ روائی پذیر نیست مگر آنکه گوینده درآن کوشد که نبشتن از گفتن آنمایه دور تر نرود که سرِاین هر دو رشته باهمدگر نتوان بافت و نقشِ یکے در آئینهٔ دیگرے نتوان یافت ۔

زمانے گوش بمن دارید و فرارسید که چه می گویم و ازین گفتن چه‌می خواهم و شمارا در برابرِ آن چه می‌باید کرد و اندازهٔ آن بایست تا کجاست ۔ پنهان نماناد که از جاه‌مندانِ این دیار **نواب اکبر علی خان** بزرگیست گرانمایه و بلندپایه و دانشمند و نکوئی‌پسند ۔ چون دانسته است که بالادستانِ کونسل آرای کارِ مرا که دادخواه آمده ام به‌فرمان روایِ **دهلی** سپرده اند و خود اورا با **منشی التفات حسین خان** دیرینه رسم و راهِ مهر و وفائے هست ۔ سپارشنامه اندرین باز نوشته رقم کرده است و من آنرا به نوردِ نامهٔ خود به‌لاله **هیرا لال** وکیل فرستاده ام و خبر یافته ام که آن نامه بنظر گهِ قبولِ شان

گذشت ـ بسیجِ یکدلی تازه و پیمانِ کارسازی **استوار گشت و** نیز در آغازِ کار **کرنیل هنری املاک** که در سرانِ سپاهِ **انگریزی** چون ماه درستارگان بافزونیِ فروغ نامور و **صاحب رسیدنتِ دہلی** را بجای برادر است از بهر من سخنهای سودمند نبشته است ، چنانچه هم بفرمانِ گیرائیِ **آن** نفسهایِ گرم حاکم را بجانبِ داد خواه گرایش و التفاتش بحالِ وکیل درافزایش است ـ وقت است که رپورتِ مقدمهٔ من از محکمهٔ **رسیدنتی دہلی** بالِ روائی کشاید ـ **لاجرم** شما را باید به **منشی التفات حسین خان** سر رشتهٔ گفتگو وا کردن و رنگِ آن ریختن که تقریباً ذکرِ سپارشنامهٔ کرنیل **هنری املاک بهادر** با **صاحب رسیدنت بهادر** درمیان آورند تا گلِ مدعا شادمانی پذیرد و ارزشِ من بلطف در ضمیرِ حاکم تازه گردد و دیگر آنچه درستیِ فرجامِ کار را شاید ، شما که اندران هنگامه جا دارید نیک وارسیده باشید ـ زیاده ازین چه گویم که یگانگی دودلی و محبت منی و توئی برنتابد ـ

والسلام والاکرام

بنامِ مولوی محمد صدرالدین خان بهادر صدرالصدور

۱

قبلهٔ حاجات ، امروز پس از گذشتنِ نیمه روز که هنگامِ گزاردنِ فریضهٔ ظهر فراز آمده بود چون دولت بسجودِ قدسی آستان رسیدستم و چون درِ دولت کده فراز بود ، حلقهٔ بردر زدستم۔ پیش ازانکه حلقهٔ در از جنبش آرامد یکی از حلقه‌بگوشانِ آن سلسله که بامن خواجه تاشی و باسعادت همقماشی داشت بردر آمد و نوا برآورد که شمعِ اقبالِ دیوانِ طالعم روشن است و وجودِ مسعود سهیلِ آن یمن ۔ ناچار از خود رفتم و پس از دیرے خود را به‌غمکده همچنان آرزومند یافتم ۔ همانا آن پرستار دران برآمدن کامِ دلِ دشمن بود و من درین بر گشتن بختِ خویشتن ۔

۲

قبلهٔ حاجات ، اگر این بندهٔ اندک شنو ِ بسیار گوی ِ زود گستاخ و پُریشان را حق ِ بندگی نیست ، از کجا که بر این بے بضاعتی نتوان بخشود ۔

فرد :

گوئی وفا ندارد اثر ، ہم بہ من گرای
زین سادگی که دل به اثر بسته ایم ما

شور ِ کرشمهٔ تفقّد مخدوم به روائی ِ کار ِ مشفقی **مرزا اسد بیگ** زخم سنان ِ آن دور باش که به پاسخ ِ سپارش ِ اقبال نشان **مرزا زین العابدین خان** به من رسیده بود به نمک انباشت و باد ِ دامن ِ رشک آتش ِ یاس را شعله ور کرد ۔ ہنوز این جراحت به پنبهٔ مرہمے در خور ِ چاره پذیری و این آتش به دم ِ آبے آمادهٔ زود میری ست ۔ سخن کوتاه ، ہر گونه عنایت که درآن کار سازی به کار رفته باقی ِ آن در حق ِ مکرمی **مرزا فاضل بیگ** صرف گردد ۔ اگرچه آن صرف از اسراف بجائے رسد که بہرهٔ از بہر ِ من نماند ۔ عمر و دولت ز حساب افزون باد ۔

مکاتبه درِ جوابِ خطِ نواب مصطفیٰ خان بهادر

۱

سبحان الله صیادانِ عنقا شکار که عارفِ حقیقتِ ذات اند آگهی را این دانه بدام افگنده اند که هیچ چیز بی افاضهٔ وجودِ مطلق رنگِ هستی نپذیرد و هرچه فروغِ هستی آنرا فرو گیرد جوهرے گردد فروزنده و نورانی که برقِ پیدائی از سیاهیِ وے آشکارا تابد و تیرگیِ نیستی هیچگونه دروے راه نیابد و چون چنین است از چیست که ازین دو صفت که هیچی و ناتمامی گفته شود نخستین را سر و بن پیدا نیست و دومین باندازهٔ دستگاهِ کرم از گنجینهٔ فیضِ نمود بهره ربا نیست ـ آنرا ورق از انگارهٔ نمایش ساده و این را از پیدائی همان نقشِ نیمرخ درکار ـ اگر فیضِ هستی عام است و چنانکه وا نموده اند تمام است ، بایستے هیچی نشاطِ همگی برگرفتے و ناتمامی به تمامی نام برآوردے ـ بالجمله سر رشتهٔ خیال از دیر باز گرانبارِ زحمتِ عقدهٔ این تامل بود و میانهٔ من و خرد درین پرده ها سخنها می رفت ، تا سپیده دمے از شیدستان روزنهٔ بروئِ دل کشودند ـ نیّرِ آگهی بدرخشید و اندران روشنائی

سرِ این رشته بدست افتاد که هیچی در اصلِ وجود پایهٔ همگی داشت . چون همه آن را بمن باز گرداندند ، فرجامِ هست و بود برخاست و از وے جز هیچ نماند ـ همچنین تمامی در نفسِ خویشتن تمام بوده است ـ چون بسیارے بمن ازان رسید ، ازآنچه بود بکاست و به تمامی انگشت‌نما شد ـ

یارب چه شگرف کسم که در هیچی همه ام و در ناتمامی تمام ـ در سبکی گرانم و در برشتگی خام ـ دل دردمند است و چاره جوی ـ زبان خودپسند است و راز گوی ـ مگر از سرِ رازگوی برخیزم و سنگریزه ها از رهگذارِ اندیشه بر چینم تا سخن را پای بسنگ نخورد ـ درد خود ازین جانگداز ترچه خواهد بود که تا دکانم را درکشاده بود و رنگ رنگ متاعِ سخن برویِ هم نهاده ، کس از مشتریان حلقه بردر نزد و سودایِ خریداری از هیچ دل سر بر نزد ـ چون دکان را کالا و زبان را حرف هایِ جگر آلا نماند، روزگارِ گرانمایه خریدارے پدید آورد که نقدِ رائجِ سخنِ خود را ببهایِ گفتارِ ناسرهٔ من می دهد و گوهر را به پلهٔ بیعانگیِ خزف می نهد ـ هر چند نه آنست که اگر سخن برابرِ سخن گذاردمے و آواز بر آواز افگندمے ، شرمسار نبودمے ، لیکن اداشناس داند که این خجلت ازان شرمندگی افزون تر است ، چنانکه در انجمنِ گوهرین طیلسانان برهنه تن از خشن‌پوش زبون تر ـ هان و هان ، اے خریدارِ دکانِ بےرونق از فراوانیِ

مسرتِ ورودِ مسعودِ همایون نامه چه گویم که مرا با آنکه نکوئی خواهِ خویشم برمن برشک آورد - حوصلهٔ مراکه فرسودهٔ غمهای دیرم گنجائیِ اینمایه شادی کو و اندیشهٔ مرا که دل شکستهٔ دورباشِ یارانم فرجامِ پذیرائی اینهمه قبول کجا - روزگار را از آزارِ خویش چگونه پشیمان گیرمے که اینچنین شادی را بخود در پذیرمے و دوستان را تا کجا قدرناشناس پندارمے که از شما این قدر ستایش دربارهٔ خویش باور دارمے - حقا که نه آسان است ستوده شدن بزبانِ شیوه بیانان و دشوار تر ازآنست اندازه نمائی باندازه دانان - قبله ، مزدِ چهل ساله جگر کاوی آنست که فراهم آوردم و بر فرقِ فرقدان سای افشاندم - اکنون آبم بدان روانی و آتشم بدان گرمی نیست - گوئی پس از سختن آن گنج گنجدان رفته و از سخن هرچه ازل آوردِ من بود گفته شد -

بخاطر نگذرد که **غالب** بساختگی سخن دراز می کند - اینک من و اینک دفترِ اشعار - جزآن غزل که مطلع و مقطعِ آن شنودستید هیچ زمینے بخاطر نگذشته و غزل رقم پذیر نگشته - آن گذشته بنظر می گذرد و رقم پذیرفته رقم پذیر می گردد - یا رب اندیشهٔ آسمان گرای را بدین زمین سر فرود آید - غزلے بگلدستگیِ رنگ و بو گراید -

غزل

من به وفا مُردم و رقیب بدر زد
نیمه لبش انگبین و نیمه تبر زد

در نمکش بین و اعتمادِ نفوذش
گر به می افگند ، هم بزخمِ جگر زد

زان بتِ نازک چه جایِ دعویِ خونست
دستِ وے و دامنے که او به کمر زد

کیست درین خانه کز خطوطِ شعاعی
مِهر نفس ریزه‌ها به روزنِ در زد

غیرتِ پروانه هم به روز مبارک
ناله چه آتش ببالِ مرغِ سحر زد

دعویِ او را بوَد دلیل بدیهی
خندهٔ دندان نما به حسنِ گهر زد

لشکرِ هوشم بزورِ مے نه شکستے
غمزهٔ ساقی نخست راهِ نظر زد

برگِ طرب ساختیم و باده گرفتیم
هرچه ز طبعِ زمانه بیهده سر زد

شاخ چه بالد، گر ارمغانِ گل آورد
تاک چه نازد اگر صلایِ ثمر زد

کام نه بخشیدهٔ گنه چه شماری
غالبِ مسکین به التفات نیرزد

۲

حضرت سلامت ، من که مرا زبان درستایش بیقرار است و اندیشه درسگالش گستاخ ، امید که درآن پایه به‌زمرهٔ خوشامدگویان شمرده نشوم و بدین‌مایه جرأت بزه‌مند ـ بنامیزد تذکرهٔ ترتیب یافته و مجموعهٔ فراهم آمده که پیشطاقِ بلندنامی را نقش و نگار است و نهالِ نکوسرانجامی را برگ و بار ـ رهروِ نظر چون به بیدای کنار ناپیدای ذوقِ سخن گامِ تماشا بردارد ، توشهٔ به ازین بر کمر نتواندبست ـ خضر با آنهمه جگرتشنگی که سکندر داشت لبش به‌رشحهٔ آبے تر نتوانست کرد و آن آب از دریا بخشیدن بود ـ شما گروہے را از دور و نزدیک به سخن زندگانیِ جاوید بخشیدید و این لختے از عمر بکارِ دیگران کردن است ـ جاودان زنده باشید که سخنگویان از شما زندهٔ جاوید شدند و همگنان را به نکوئی نام برآمد ـ بارے گهر نسفتنِ خامه و گوہرین نگشتنِ نامه در ردیفِ الف بنگارشِ اشعارِ پروین نثارِ حضرتِ آزرده ازچه روست ـ ہر چند ذکرِ خدامِ برجیس مقام در جریدهٔ این فن نه سزاوارِ شأنِ فضیلت باشد ، لیکن اگر بمقتضایِ فرطِ محبت جرأتے

بکار می رفت گناہے نبود و در تلافیِ آن بہ پوزش نیاز نمی افتاد و ہم در ردیفِ الف درباب ِ گزارش ِ حال ِ حضرت ِ **آشوب** فروماندهٔ کشاکشِ خیالم ، یعنی بدانستِ نامہ نگار **آشوب** از اعیانِ ساداتِ این دیار و نامش میر **امداد علی** و نامِ پدرش میر **روشن علی خان** است و درین نسخہ بہ**امداد علی بیگ** مذکور شده ـ چشمِ آن دارم کہ اندرین ہر دو باب بہ‌دلنشین پاسخ نشاط اندوزم ـ ہر چار جزوِ تذکره بہ‌والاخدمت باز می رسد ـ چون تحریر کران پذیرد و این اجزا را شیرازه بستہ آید بمن باز مرحمت گردد ، والسلام ـ

۳

مخلص نوازا والا نامہ سرفراز کرد و آنہمہ سر بزرگی و کوچک دلی شرمسارم ساخت۔ بے بے چہ پالغز و کدام دستیاری و کو رہنمائی ۔ اگر خطائے بود در نگارش بود ، نہ در گزارش ۔ بے آنکہ من گفتمے ، ہرگاہ مسودہ از نظر گذشتے ، تیرگیِ آن سوادِ روشن گشتے ۔ بالجملہ امرے بود کہ تعاق بہ نظرِ ثانی داشت و دوبارہ نگر ستنے میخواست و قطعِ نظر از آنچہ من میگویم ہنگامہ بیش ازین نیست کہ میانجیگری کردہ ام و وکالتِ میر امداد علی خان بجان آوردہ ۔ اگر منتےست برآن بزرگوار است ، نہ برملازمان ۔

گرایشِ اندیشۂ وفا پیشہ بہ سنجیدنِ زمزمۂ تقریظ پارۂ بفرمانِ مہر است و لختے بہوایِ دل ۔ ہمانا این آرزو دارم کہ بہ پردۂ این تقریب ستایشے کہ از دیر باز در خاطر است گزاردہ آید و چون چنین است ، دانم کہ از سر انجامِ این خدمت باز نمانم ۔ امید کہ چون ملازمان از جہانگیر آباد باز آیند ، تحریر بپایان و نامہ بعنوان رسیدہ باشد۔ ہر چند میبایست کہ پیش از آنکہ مطاع بہ جہانگیر آباد

خرامد ، این کار ببایستگی انجامد و درین دو روزه فرصت نگاشتنِ یک دو ورق اینهمه دشوار نیز نبود ، لیکن درین روزها دلے برجای و زبانے سخن‌سرای ندارم ـ عوائق انبوه است و دامنِ اندیشه زیرِ کوه ـ برادرِ بجان برابر مرزا علی بخش خان بهادر رنجور از جے پور آمده و به کا شانهٔ نامه نگار طرحِ اقامت کرده ـ دیگر در اجنٹی گفتگوها روی داده و در بابِ معاشِ شاملهٔ جاگیرِ نواب احمد بخش خان مرحوم گونه پیچ و تابے افتاده ـ اوقات به بیمار داری ضائع و دل به چارهٔ کا لیوه و خامه به معامله نگاری مرهون ـ

اجزایِ تذکره باز پس میفرستم و سخنے میگویم تا حقِ وفای یکی از احباب که روانش به مینو آسوده باد بگردن نماند ـ مرزا احمد بیگ خان ابن هادی بیگ خان را به کلکته دریافتم که ریخته میگفت و تپان تخلص میکرد و آدابِ سخن پیوندی از مرزا جان تپش فراگرفته بود و این گزیده مرد که ثنایش بر شمردم برادرزنِ مهین برادر نواب احمد بخش مرحوم بود ، لاجرم بامن در مهر پیشگی دل با زبان یکے داشت و مراسمِ یگانگی بجامی آورد ـ در فنِ کلام ساده گوئے بود و به کلکته جاه مندانه میزیست ـ چار سال است که به آغاز جا خرامیده ـ به هنگامیکه من به کلکته بودم ، چون از من شنود که اعظم الدوله نواب میر محمد خان سرور

تخلص تذکرۂ ریختہ گویان انشا میکنند ، جزوے از نتائجِ طبعِ خود بہ من میدهد تا چون بہ دہلی رسم بہ نامہ‌گردآور یعنی نواب میر محمد خانِ سرور بدہم - من ہمچنان میکنم و چون اعظم الدولہ بہ دیدنِ من می آید ، آن سفینہ پیش‌میکشم و پیامِ آشنا میگزارم - گوئی سرورِ مرحوم سخنم فراموش و لب از ذکرِ آن آرزومند خاموش کرد - آوخ کہ مرا خود از کلامش بیتے بہ ضمیر نیست ، اگر التفاتِ ملازمان اوراقِ اشعارِ مرحومی مرزا بیگ احمد خان کہ از من بہ سرور رسیده است ، از نواب مصطفی خان یا نوابِ احمد خان ، گرامی فرزندانِ آن سخن گستر بکف آید و نامِ احمد بیگ خان درین فروہیده جریده ثابت گردد ، منت برمن خواهد بود ، والسلام -

۴

فرد:

مُردم ز فرطِ ذوق و تسلّی نمیشوم
یارب کجا برم لب خنجر ستای را

سحر گاهیکه دلم از دردِ شانه چنانکه مومنِ مهرپیشه از رنجِ همسایه در آزار باشد بیقرار بود و دستم از اشتلمِ بیتابیِ دل رعشه دار، فرخنده سروشے از در درآمد و به سپردنِ بهارسامان نامه گل به جیب تمنا ریخت، هر چند نامه سپار مسِ امید را کیمیا و دیدهٔ جان را توتیا آورد و تارکِ اقبال را افسر و پیکرِ آرزو را زیور بخشید، لیکن ازآنجاکه آن قدسی مفاوضه از شعر و غزل چون نامهٔ اعمالِ زاهد از ذکرِ می و شاهد ساده بود، دلِ سودازده بدان نیاسود و خمارم بدان یک دو جرعهٔ صهبا نشکست۔ گفتم ہے ہے، نه مژدهٔ دیدارے که دل به نشاطِ آن توان بستن و نه کرشمهٔ غزلے که لب به زمزمهٔ آن توان کشودن۔ هر چند دراز نفسیِ خواهش در آغازِ حال بخروشم آورده بود و میخواست که خواهی نخواهی غبارِ ناله به پردهٔ گوشِ الهام نیوش فشاند

اما دور اندیشیِ فطرت با خودم در ستیزه افگند و پس ازان که برافتادنِ پرده از رویِ کار و آشکارا گشتنِ رازِ نارسائیِ فهم و ناتمامیِ دانشِ من بر همنفسان خاطر نشانِ من شد، مرا از آهنگِ عربده باز آورد و مُهرِ خموشی بر دهان نهاد و بفتوایِ شیوهٔ آزادی هم بدین مایه شادی که بارے از فراموش گشتگان نیم و گاه گاه به آمدنِ رسول و رسیدنِ مکتوب ارزم خرسندم کرد، بذله که مائدهٔ گفتار را شکر و شکوه که خوانِ دوستی را نمک است پیشکش۔

درنگے که در نگارشِ پاسخ از من بمیان آمد، اگر از ترکِ ادب نیندیشم، میتوانم گفت که مرا بدین جرم نتوان گرفت ۔ بهان دردِ شانه که ورودِ والا نمیقه براثرِ آن بوده است سخت گرانپای آمد و کاهیش دو هفته به رنجِ روز افزون گرفتارم داشت ۔ چون آن روان‌فرسازحمت به تن نماند و دست از کشاکشِ بندِ گران باز رست، قلم به جنبش و ورق به کشایش آمد و شکر یاد آورد و شکوه فروگذاشت ۔ به دلِ ساده و زبانی رنگ آمیز گذارده شد ۔ امید که ازین بعد زود نه دیر به انشای غزل شادم فرمایند و اندرین موسم که خسروِ انجم به اسد جای دارد و رو بکوتاهی نهادنِ روزِ فراق عجب نیست بفرستند ۔ دولت و اقبال روز افزون باد ۔

۵

فرد :

میرنجد از تحمّلِ ما بر جفای خویش
هان شکوهٔ که خاطرِ دلدار نازک است

جنابِ نواب صاحب برانگیختنِ رسمِ نامه و پیام که مرا در گفتار بلرزه می افگند چون به کردار آمد ، بر آئینه برسیدنے دارد و باز گفتنے میخواهد ـ اگر بے پروائی ست نمی بایست ، و اگر شکیب‌آزمائی ست نه بدین اندازه روا بود ـ اگر آنست که از ناکسی به‌التفات نیرزم ، ناکسان را به سخن دلیر کردن و ننگِ شکوهٔ بے شکوهان به خود پذیر فتن از چیست و اگر این تغافل های بی محابا و فراموشیهای جانگزا از عالمِ مکافات به مثل است ، مرا که بزه سندم به گله ننواختن و سازِ پوزشِ مرا به نوا نیاوردن گناهِ کیست ـ کدام نامه ازان سوی رسید و کدام باد ازان سوی وزید که پاسخِ آن نگذارده آمد و جان به رهگذارِ این فشانده نشد ـ

من خود از فراوانیِ اندوه و ملال که درین روزها

به من روی آورده بدان سان متوهم و به هوای دل نفس زدن و به ادای خاص سخن گفتن آنچنان برمن گرانست که اگر ناگاه دیده به مشاهدهٔ نامه فروغ پذیر گشتے و دل به نشاط چامه زمزمه سنج آمدے تا اندیشه را از گرداب خون موی کشان بدر نیاوردمے و خود را بزور بر سخن سرائی نبستمے نه سپاس نظاره افروزی منشور توانستمے خواند و نه ستایش دلنوازی غزل توانستمے سرود ـ

فرد :

چه نویسم به تو در نامه کز انبوهی غم
نیست ممکن که روانی ز عبارت نرود

داستان درماندگی جز به گفتن راست نیاید و نوشتن آشوب این هنگامه را بر نتابد ـ یا رب زود باشد که بند دوری از هم گسلد و دل به پیوند همزبانی آرامش پذیرد ـ

٦

فرد :

بے تو گر زیسته ام سختیِ این درد بسنج
بگُذر از مرگ که وابسته به هنگامے ہمت

آباد بران شیوائیِ شیوهٔ که تا زبانش به دهن جنبد ، نخست سپاسِ توانائیِ سخن گزارد که سر انجامِ ہر گونه سپاس گزاری در گروِ آنست ـ کیست که این دل کشا پایه را به بلندی نپرستد و برین ایزدی بخشش آفرین نفرستد ـ بنگر که این ہوایِ شگفت آورِ نیرنگ نمای را چه نیرو داده اند که چون بفرمانِ جنبشے که در نهادِ اوست فرزانگان را دل از جای برانگیزد ، ہم زبان را به گفتار آرد و ہم خامه را به رفتار ، و شگفت تر آن که نرم نرم وزیدنِ این باد را آئینے بدان استواری داده و اندازه بدان سازگاری نهاده اند که درین دو روشِ بیگانه که مر زبان و خامه راست اندیشه را پیوندِ هنجار از ہم نگسلد و ہمان یک گونه خواهش ازین ہردو پرده پدیدآید و این خود رخشانیِ رنگے است که چون چشم بر رویِ سخن کشایند ناگاه به نخستین

نگاه این را بنگرند و هرگاه ازین پرده بگذرند، جهانے یابند جهان جهان آرزو را روزِ بازار و گونه گون آگهی را گرمیِ هنگامه، دلدادگان را به رامش رام گردان ـ ماتم زدگان را به مویه گره‌کشای، چنگ را به نوا مایه سپار و چامه را به دم بلندآوازگی بخش ، شگفتگیِ گلهایِ بهاری را آواز و شادمانیِ مرغانِ شاخساری را خروش ده

کوتاهیِ سخن، گونهٔ سخن از دل زاید و دل به سخن نگراید، مگر به مهر و فرجامِ فره‌مندی پیدائیِ مهرِ پرسش است در خوشنودی و گله در شکر آب ـ چون مرا دوستے است بے پروا که هیچگاهم از ناز نپرسد و اگر من نیاز نیارم، نیز باز نپرسد ـ این شیوه را جزفراموشی و بیگانگی چه نام نهم و چگونه به مرگِ مهر سیاه نپوشم ـ امروز که آرزویِ همزبانی بر دل زور آورد و اندوهِ درونی به پارسی نا آمیخته به تازی نگاشته آمد بهمن روز است از اردی بهشت که درین روزگار باندازهٔ رفتارِ ستارهٔ روز به زبانِ ترسا بیست و دومِ اپریلش توان گفت تا بینم که چه مایه از روزگار زندگی سپری شود، تا چشمِ نگران به دیدنِ نگارین نامه فروغ پذیرد ـ شبها روشن تر از روز و روزها خجسته تر از نو روز باد ـ

۷

جنابِ عالی دوسه روز است که ذوقِ ہمزبانی را جگر تشنهٔ نامه نگاری و اندیشه را به کمین بهانه‌شماری مینگرم۔ دست با قلم در آویزش گستاخ و قلم با صفحه در روانی دل تنگ ۔ شوق از دل چون سائلِ مبرم از کریم وایه‌جوی و دل از شوق چون کریمِ مفلس از سائل شرمسار و شگفت‌تر آنکه من خود با خواہش در شکرآبم و با سگالش دمساز ۔ چه کنم درین ستیزه جانبِ آرزو نتوان گرفت و به ہیچ حیله براندیشه فیروزی نتوان یافت ۔ آن از سبکسری ہمه در بندِ سخن گفتن است و این را خود از سنجیدگی در سخن سخن است ۔ سرمایهٔ نگارش اگر بیخواست دست بهم ندہد ، پیداست که پدیدآوردن و گرد کردنِ آن باندازهٔ نیرویِ کس نیست ۔ کیستم تا به آفریدنِ آنچه نیا فریده اند ہمت برگمارم ۔ آنچه به دیدن ارزانی است بیدادِ تموزست و گرمیِ مہر ۔ عیاذاًبالله اگر فصلے ازان نبشته شود ، خامه چون خسِ کبریت برافروزد و خود را و نامه را باہمدگر سوزد ۔ گرفتم تا ہنگامیکه دوسه سطر نگاشته باشم نامه و خامه را به آبِ دیده از سوختن

نگه داشته باشم - دل به حالِ نامه بر میسوزد که چون بیچاره را آتش در نهاد افتد و نفسش بر لب و رفتارش به پای بگدازد ، این را چه چاره توان کرد و بزدان را چه جواب توان داد -

آنچه به شنیدن ارمغانیست آمیزشِ روسیان است با خسروِ ایران و گرایشِ این هر دو گروه بسویِ هندوستان - چون این وایه گویه دیوِ افسانه بیش نیست ، خرد مند آن خوشتر که زبان را بدین گفتار دستوری ندهد و برین آوازه دل ننهد - هنگامهٔ گرم و سردِ روزگاران برطرف و آوازهٔ صلح و جنگِ شهریاران پیشکش ، نامه از جانبِ دوست نرسیده که سپاس گزارِ یاد آوری توان بود - غزلے روشناسِ نظر نشده که آنرا به گران ارزی توان ستود -

نهالِ انبه را روزگارِ ثمرافشانی سپری نگشته که به شکوه سرے داشته باشم - مرا خود غزلے بخاطر نگذشته که به نگاشتنِ آن جگر برهگذار نگاه باشم - گفتگویِ مهر و وفا را زبان نامحرم است و داستانِ اشتیاق را بیان نارسا - لاجرم لب ازین هر دو زمزمه خاموش است و گله‌فروش پیش ازین که یاد آورده شود فراموش -

۸

ولی نعمتِ طوطیانِ شکرخا سلامت ، ہنوز گل‌افشانیِ گلبنِ التفات شش‌جہت را بہ غالیہ‌بیزیِ بویِ گل فراگرفتہ بود ، یعنی نشاطِ ورودِ بہارین صحیفہ از دل بدر نرفتہ بود کہ نخلِ برومندِ تفقد افشاندنِ بار آغاز کرد و رسیدنِ ہشت سبدِ انبہ درِ روضہ ہایِ فردوس بروی آرزو باز کرد ۔ زہے انبہ ہایِ پاکیزۂ شیرین از برون سو بہ شیر شستہ و از درون سو بہ شکر انباشتہ ، بہ تازگی آب از چشمۂ خضر و باد از دمِ مسیح خوردہ و بہ شیرینی گوی از شکر و دل از خرد بردہ ۔ بہ پاکیزگی گوہرِ آبروی خانوادۂ ابرو ہوا و بہ دلاویزیِ پیکر چشم و چراغ دودۂ برگ و نوا ۔ ابرِ نیسان تا ازین گران‌ارز ثمر دست مزدِ عرق ریزیِ سعی نجست ، دفتر از حسابِ زیان زدگیہایِ روزگارِ گہر سازی نتوانست شست ۔ انگور اگر در ریشگی دانستے کہ آب گشتن و بادۂ ناب گشتن دیگر است و چاشنیِ خدا آفریدِ این شیرۂ پاک دیگر ، ہرگز آب نخوردے و بار نیاوردے تا درین ساختگی بہ مردم دردِ سر ندادے ۔ نیشکر اگر در آغازِ کار وارسیدے کہ بہ گونہ گون

فشار در آمدن و به سعیِ دیگران به صورتِ تنگِ شکر برآمدن دیگر است و گوارائی ازل آوردِ این میوهٔ نغز دیگر ، برگزمر از خاک برنکردے و باندازهٔ درازیِ بالایِ خود به خاک فرو رفتے تا درین نموداری به ابنهی انگشت نما نشدے ۔ انچه خامهٔ شکرفشان بدان رفته که ازین ثمرهایِ پیشرس یک نیمه پخته و نیمهٔ دیگر هنوز خام است ، سبحان الله اگر میوهٔ طوبیٰ در پختگی بدین رنگ و در خامی اینچنین غالیه فام است ۔ من ضامن که بهشتیان به بادهٔ طهور نگرایند و سبز پوشانِ آن روضه نتوانند که دل از هیچکس ربایند ۔ گفتم آنچه به پختگی زرد گردیده کرشمه کار سازیِ عنایت است که کار بینوایان به فردا نگذاشت و آنچه پیش از رسیدن رسیده اشاره به خونگرمیِ ذوق است که درنگ در دلجوئی روا نداشت ۔ دل گفت بهانا آنچه به پختگی زرد گردد ، نهایتِ شوق است که من بدان خرسندم و خرسندیِ من فروان باد و آنچه پیش از رسیدن رسد ، مژدهٔ وصل است که من بدان آرزومندم که دوست مرا بر زبان باد

۹

رباعی :

اے شمعِ بزمِ ماتمِ قاتل چگونۂ
غم را نشانِ گرمیِ محفل چگونۂ
ای گوهرِ دلِ تو بجائۓ خریده دوستِ
با دوستانِ چگونہ و با دل چگونہ

بدانچہ دیده ام امید گاهِ من و بدانچہ اکنون می شنوم امید گاهِ من - امید کہ همین فرخنده منش کہ شکیبائیش گویند دل را بہ توانائی ببالاند و از رمیدگی کہ سراب‌جایِ دلدادگی ست . بہ آرامیدگی کہ تکیہ گاهِ آزادگی ست رساند - در فشارِ این اندوه کہ می بایست دل بہ پرسش از بنِ هرمو تراویدے و مرا بہ آهنگِ غم‌گساری جز درآن انجمن جای نبودے - گرایشِ من بدیدارِ خبر بہ یک بار نبوده است - همانا هم از فزون سریِ خود هراسیدمے و هم از کوچک دلیِ دوست اندیشہ ناکستمے ، چہ مرا از وارستگی هم دل نرم است و هم زبان درشت و دوست را در دلبستگی هم خویِ نازک بود و هم بندِ غم گران مباد - نگریستن گریستن باز

آوردے و آبروی ِ کرانۂ روی من درمیان ِ انجمن فرو ریختی و اگر دل از جان رفتے ، ہر آئینہ زبان بہ پند جنبیدے و آن جنبش بہ دل ِ دوست گران آمدے ۔ لاجرم من کہ بہ خوردن ِ غم دوست دست از جان شستمے و ہرچہ در دل داشتمے گفتمے، پیش ِ خود شرمساری کشیدمے و دوستان را بیدرد کسے بودمے ۔ روز ہا اندرین آویزہ گذشت و شبہا درین سگالش روز گشت تاچاشتگاہے بہ ہمایون کدہ رسیدہ و از آستان نشینان شنیدہ شد کہ بندگان بہ جہانگیر آباد رفتہ و لختے خود را ازان پریشانی گرد گرفتہ اند ۔ گفتم یزدان مہربان باد و دل را بہ اندیشۂ درست نیرو دہاد ۔ با آنکہ این شنودہ ام دل از کشاکش نمی رہد ، و ہمچنان در سینہ می تپد ۔ آرے از اندازہ شناسی ست کہ سخن را درازی نمی دہم، و بدین آرزو کوتہ میکنم کہ چون پاسخ ِ نامہ بنویسند آنگونہ بہ گفتار بہ نگارش اندر آرند کہ ہرچہ در دل است ازان پردہ فرو ریزد ، بلکہ پردہ خود از میان بر خیزد ، تا بنگرم کہ شمارا در غم ِ دل چہ باید کرد و مارا در غم ِ شما چگونہ می باید زیست ۔ بخت ِ سازگار و دل ِ دانا و دانش ِ سود مند روزی باد ۔ نگاشتۂ دومی روز از ماہ ِ روزہ ۔

۱۰

فرد :

ترسم رہم به کعبهٔ اسلامیان فتد
گم کرده ام به وادیِ شوقِ تو راه را

آتشِ خس پوش بلکه چراغِ خاموش که صورتیان اسد اللهِ رو سیاهش نامند ، از دوست بدان شادمانست که برگشتن از کعبه اگر ترگشتن بار نیاورده باشد نویدِ استواری پیوندِ یکدلی خواہد بود ، و از خویشتن بدان در آزار که چون رنجِ کعبه‌روی را در انتقامِ خستگیِ خویش به شمار آورده است ، ہر آینه سرمایهٔ اجر و ثوابے که اندیشهٔ کعبه رو فراہم گاهِ آنست به تاراج رفته باشد - ہر چند مرا درین افسردگی که رشکِ التفاتِ دوست به دیگران و اندوهِ نیرزیدنِ خویش بدان منشاءِ آنست ، سرِ نامه نگاری نبود ، لیکن چون عمریست که بدین ہمتِ ابوالفیضِ فیضی زمزمه می سنجم و بدین ہوس نشاط می اندوزم که چون پایِ دوست از گردِ راه بآبِ دیده فرو شویم و خواہم که بذلهٔ چند به ہنجارِ چشم روشنی گویم ، ہمین دو مصرع فیضی دو بالِ پروازِ طائرِ آوازِ من باشد -

فرد :

حاجیِ بادیه پیما ، ز کجا می آئی
خبرے داری اگر از رہِ مقصود بیار

اکنون جایِ آنست که از شادیِ این باز آمدن که چون ازان به برگشتن تعبیر رفته ، لاجرم فراوانست، نا گاه جان دهم - ناچار نالِ خامه را رشتهٔ سازِ آن زمزمه اندیشید و خود را دلبستهٔ لحن و صوت نپسندید ، والسلام -

۱۰۱

خواجهٔ نانوشته خوان ، ناگفته دان را از بندهٔ ساده ، دل بوفا نهاده بے میانجیگریِ کلک و زبان صد ہزار آفرین که به نوشتنِ پاسخِ نامهٔ نانوشته براتِ شادمانیِ خاطرِ غمناک نوشت ـ بیزبانیِ من و نهفته دانیِ دوست تماشا دارد ، ورنه سادگیِ ورق این همه رنگ رنگ اندیشیدن نداشت ـ ہمانا آن نامهٔ ساده از سادگی به نامهٔ کردار نویسِ یمین من مانا ، ساده ازان رو بود که چون نگارش به گزارشِ اندوهِ انتظار وفا نتوانست کرد ، ورقے ساده بآئینه‌داریِ چشمِ سفید فرستاده و گفتنی را ناگفته شرح داده آمد ، یا خود آنست که آنچه مرا در نوشتنِ راز از رگِ خامه فرو ریخت نامه بر را در بریدنِ راه از رویِ نامه فرو ریخت ـ بارے سخنِ ناگفته بارِ دل است ـ عذرِ یک گونه بے ادبی به صد رنگ می توان خواست ـ آنچه به دل گذرد ، به زبان چون نگویم ـ ہیہات توجیهِ سادگیِ ورق از حرف و نقطه به کندنِ دل از خال و خط می بایست کرد ، نه به دوختنِ چشم بر رویِ ساده ـ

فرد :

گمانِ زیست بود بر منت ز بیدردی
بداست مرگ ، ولے بدتر از گمانِ تو نیست

دانم که این قدر خود به خاطر داشته باشند که نامهٔ نانوشته به ازان نامه که نگاشته باشند ، و آئینِ غزل نگاری در آن نگارش فرو گذاشته باشند ـ نگویم که غزل نگفته اند و اگر آن گهر سفته اند ، از من نهفته اند ـ می‌گویم و صد ره می توانم گفت که بر من ستم روا داشتند و از آمدنِ خود ننگاشتند ـ من که روائیِ خواهشِ دوست ، اگر همه آزارِ من باشد ، خشنودم دارد ، هم در آزارِ خویش افزودم و بدین ننوشتن آن دریافتم که دیر می‌آیند ـ خدایا چنانکه گمانِ دوست در بارهٔ من غلط بود ، گمانِ من نیز در بارهٔ دوست غلط باد ـ

نامه بنامِ نواب مصطفی خان بهادر

۱۲

جان را از تن سپاس و خواجه را از بنده نیایش ـ روزِ آدینه چون شب شد ، بزمِ سخن آراستند ، ازان رو که غزل نگفته بودم ، از شرمِ تهی‌دستی سر در پیش داشتم و رفتن به انجمن مضمونے بود که هرگز به خاطر نمی گذشت ـ والا جاه **نواب ضیاء الدین خان** سلمه الله تعالی دو فرشته برمن گماشت ، **زین العابدین خانِ عارف** و **غلام حسن خانِ محو** ، یعنی این هر دو ابرام‌پیشه شامگاه به خلوت‌کدهٔ تنهائیِ من آمدند و فیل آوردند و بدانسان که شیررا چون شکار کنند بر فیل بارکنند مرا به انجمن بردند ـ دیدارِ مخدومِ معظم و صدرِ اعظم **مولوی محمد صدر الدین خان** بهادر تلافیِ رنجِ راه کرد ـ بارے صرفهٔ رهروان دران بود که **مولانا سحابی** قدم رنجه نفرموده بودند ـ غزلِ **مولانا صهبائی** در زمینِ طرحی دو سه بیتِ دلنشین داشت ـ بالجمله چو غزل خوانی سرآمد ـ 'گریبانم نمی آید' و 'دامانم نمی آید' در بحرِ هزجِ مثمنِ سالم طرح

کردند - ازیاران بنده میرزا زین العابدین خان عارف و جواهرسنگه جوہر در زمین طرح دو غزل خوانده نقش نغزگوئی به کرسی نشاندند - من به غزلے که ہم در آن روز گفته بودم زمزمه سرای آمدم -

غزل

صبح شد خیز که روداد اثر بنمایم
چهره آغشته به خوناب جگر بنمایم

نامه نگار اسد الله ، نگاشته پنجشنبه ، بست و سوم مارچ ، ہنگام نماز عصر که ابر قطره فشان بود و ہوا تگرگ بار -

۱۳

شادم که رسیدنِ نامه به رسیدنِ جامه آگهم کرد و گرمیِ هنگامه افزود ـ دی که ناهید روز بود ، شامگاه به بزمِ حضرتِ آزرده بار یافتم ـ پیش از آن که از مدعا سخن رانم اثرِ رنجوری از ناصیهٔ مخدوم آشکار یافتم ـ نزله و زکام داشتند ـ همانا زنده داشتنِ شبها بدین روز نشانده بود ـ بالجمله به مشاعره خرامیدند و رهی را دستوری دادند ـ در انجمن ریخته‌گویان بسیارِ گرد آمده بودند ـ غزلهایِ دراز خواندند ـ تا به کاشانه آیم و پهلو به بستر نهم نیمهٔ از شب گذشته بود ، بالجمله در نوردِ غزل‌خوانی چون نوبت به من رسید ' نخست 'ملک نخواست' و 'فلک نخواست' سرودم، آنگاه غزلِ طرحی خواندم ـ

غزل :

چه عیش از وعده چون باور ز عنوانم نمی آید
بنوعے گفت می آیم که می دانم نمی آید

نهان نماناد که اقبال‌نشان **محمد ضیاء الدین خان بهادر** مصرعِ **عرفی :**

صد سال می توان به تمنا گریستن

طرح فرموده اند - درین‌زمین طالبِ آملی قصیده دارد و عرفیِ شیرازی دو غزل تا غالبِ بینوا را به کدام زمزمه در خروش آرند ، والسلام والاکرام -

۱۴

امید گاہا ، دی آدینہ روز بود و نوید ِ بزم ِ سخن سامعہ افروز ـ شامگاہ ہمان دو فرخ سروش از در در آمدند و مرا بہ انجمن بردند و میر نظام الدین ِ ممنون و مولوی امام بخش ِ صہبائی چون رنجور بودند نیامدند ـ کس بہ حضرت ِ آزردہ فرستادہ شد ـ اگرچہ دیر آمدند ، اما آمدند ، و دلم را صفا و زبانم را نوا بخشیدند ـ بندہ را در زمین ِ 'گریستن' نگارش ِ قصیدہ افتادہ بود ـ آن می سنجیدم کہ این ورق را چون برات ِ نا مقبول باز برم و ریختہ‌گویان را دردِ سر ندہم ـ از آمدن ِ حضرت آزردہ دل بہ خود بالید و زبان بہ زمزمہ دستوری یافت ـ سحابی نیز نا خواندہ حاضر بود و در زمین ِ'گریستن' غزلے انشا کردہ ـ چون قصیدۂ مرا شنود خجل شد و از گفتۂ خود سخنے خواندہ درگذشت ـ امروز در بند ِ آن بودم کہ قصیدہ بروقے نویسم ، و بہ پرستاران ِ در ِ دولت‌کدہ فرستم ـ تا نیمروز فرصت ِ نگارش دست بہم نداد ـ ہنگام ِ نماز ِ پیشین بود کہ سحابی و فتاح بہم آمدند ـ آنرا گریہ در آستین و این را گلدستہ در دست ـ برید فرخندہ نامہ بہ من سپرد و رفت و ابر باریدن

آغاز کرد - ابر قطره میریخت و من از روی ِ نامه گهر می چیدم - تا این که کلبه ام از آب و دامنم ازگوهر ِ نایاب پرشد - زہے غزل و خوشا غزل - پایهٔ این زمین را به آسمان برده اند ، و سخن را به نوازش ِ زمینیان از آسمان فرود آورده - سخن سرودن حق ِشناست - اگر آبروی ِ ستودن داشته باشیم ، بر خود ناز میتوانیم کرد -

زیاده -

۱۵

رشکِ **طالب** و فخرِ **غالب** سلامت ،

قصیدۂ 'گریستن' با آنکہ از دلم بہ زبان رسیدہ و از زبانم بدر تراویدہ ، و ہمچنان در دل جادارد ، بہ مشاہدۂ غزلے کہ امروز بہ من رسید ، ہم از دل رفت و ہم از نظر افتاد ۔ زہے غزل و خوشا غزل ۔ اگرچہ نارسا بیان و کج مج زبانم ، اما اگر ہر بیت را جدا گانہ بہ یک قصیدہ ستایم میتوانم ۔ آہ ازین مقطع و داد ازین مقطع ۔ زبانِ ستایشِ این مقطع کراست ۔ با آن کہ در سخن ہوا خواہ و آفرین گویِ شماستم ، مرا برشما بہ رشک آورد ۔ جاودان مانید کہ پیکرِ سخن را جانید ۔ درین مشاعرہ کہ گذشت خاکِ زمین گیرِ من غبارِ چشمِ ریختہ‌گویان نگشت ۔ غزلِ خود یک ہفتہ پیش از روزِ غزل‌خوانی گفتہ بہ خدمتِ حضرتِ **آزردہ** دام بقاءہ فرستادہ ام و سرِ آن داشتم کہ چون بہ نامہ کامیاب گردم ، و آن را پاسخ‌نگار شوم در نگارش ہمان غزل سرمایۂ من باشد ۔ امروز کہ والانامہ رسید و ہمین دم بہ پاسخ‌نگاری نشستم ، و تا ورق بہ پایان نرسید نان نخوردم ۔

فرد :

دیدم آن هنگامهٔ بیجا خوفِ محشر داشتم
خود نهان شور است کاندر زیست در سر داشتم

والسلام -

۱۶

ہان خواجہٗ بے پروا   من بندہ کہ غمناکم
وز غصہ جگر چاکم   خواہم سخنے گفتن

*

آن روز کہ میرفتند   آن نامہ فرستادند
کز دیدنِ آن خون شد   دل تا جگر از اندہ

*

گفتم چہ کنم **غالب**   چون کار دگر گون شد
می بایدم اینک رفت   تا عذرِ سخن خواہم

*

چون گرد و غبارے بود   رفتن نتوانستم
آن روز بہ شام آمد   لا بلکہ سیہ تر شد

*

سر ماندہ بہ بالین بر   چون غمزدگان خفتم
بے ہے چہ تواند خفت   آن خستہ کہ غمخوارش
بر زخم نمک پاشد   وز دیدۂ بیدارش
شورابہ روان باشد *

چون از افقِ شرق
خورشیدِ درخشنده ناگاه سرے بر زد
آتش بہ جہان در زد مرغِ سحری پر زد
رفتم بہ جگرکاوی وآن رازِ نہانی را
از دل بہ زبان دادم *
در خلوتِ تنہائی
بے پردہ چو ہمرازان نے آمد و ہمدم شد
*
چندانکہ دم اندر نے از مہر دمیدم من
چون من بہ نوا آمد و آن نالہ کہ برلب بود
از باطنِ نے سرزد *
آن دم کہ نفس با نے
زین گونہ کشاکش کرد یک کاغذِ ننوشتہ
بودست بدستم در *
چون نالہ نمودے داشت
بر صفحہ نشانہا ماند زان شعلہ کہ دودے داشت
غمنامۂ رازستے *
گفتم مگر این صفحہ
باید کہ فروپیچم فہرستِ نیازستے
*
زی خواجہ روان سازم وانگہ بہ نشان‌مندی

کوتاه کنم گفتن *

آن نامه که من گفتم حجّاب درِ والا

بردند و روان کردند

*

هر چند در اندیشه پیدا ست که خوش باشد

با خواجگی استغنا با این همه خوش نبود

پوزش نه پذیرفتن

*

دیروز سحرگاهان روشن گهر آن نیر

کش روح وروان دانم بل خوشتر ازان دانم

دیوانِ نظامی را آورد به سوی من

زینگونه نواها بود در پردهٔ گفتارش

کز ذوق به هنجارش این زمزمه سر کردم

*

والا گر اکبر خان خوانند سلام از من

به نواب مصطفیٰ خان بهادر

۱۷

فرد :

بودش از شکوه خطر ، ورنه سرے داشت به من
به مزارم اگر از مهر بیاید ، چه عجب

بسکه هنگامِ نگارش از دیده اشک فرو ریخت ، و نامه نم برداشت ، هم سواد ناخوانا ماند ، و هم نوردِ صحیفه دشوار کشای ـ لاجرم اینچنین مکتوب را پاسخ اگر دیر رسد دور نیست ـ الله الله چه مایه از یارانِ وطن رمیده اند ، تا از دهلی به جهانگیر آباد و از آنجا به لکهنؤ رسیده اند ـ یا رب مشاهدهٔ یارانِ پری دیدار و مشاعرهٔ شاعرانِ جادو گفتارِ تلافیِ رنجِ راه کناد و اگر جز اینها خواهشے داشته باشد ، نیز روائی‌پذیر باد ـ سر آمدنِ روزگارِ بار نامهٔ مشفقی غلام‌علی‌خان آزرده کرد و پدیدار نبودنِ سرِ آن رشته برمن ، تا بدانم که فرجامِ کار چیست ، آزرده ترم دارد ـ درین روزگار که سخن را برمن

و مرا بر سخن به زنجیر نتوان بست ، به دلے که دانی نداشتم و بزبانے که گوئی گفتار نداشت ، دو رباعی گفته ام - به چشم داشت ِ آنکه بپسندند هم درین ورق می نویسم -

رباعیات :

کس را نبود رخے بدینسان که تراست
پاکیزه تنے به خوبی ِ جان که تراست
گفتی که ز هیچ فتنه پروا نکنم
آه از غم ِ چشم ِبدخوبان که تر است

* * *

اے دوست بسوی ِ این فرومانده بیا
از کوچهٔ غیر راه گردانده بیا
گفتی که مرا مخوان که من مرگ ِ تو ام
بر گفتهٔ خویش باش و ناخوانده بیا

والسلام مع الاکرام -

خط بنام میر اعظم علی مدرسِ مدرسهٔ اکبر آباد

رباعی

امروز شرارهٔ به داغم زده اند
نشتر به رگِ صبر و فراغم زده اند

از کثرتِ شورِ عطسه مغزم ریش است
تا عطرِ چه فتنه بردماغ زده اند!

جنبشِ خامهٔ عیسوی هنگامهٔ مطاعِ مکرم مخدومِ اعظم را نازم که به احیای هوسهای مرده ساحتِ خاطر را عرصهٔ محشر ساخت و بازارِ رستخیزگرم کرد ـ خار خارِ دیرین آرزوها سر از دل بدر آورد ـ بیاد آمد که پیش ازین مرا هم درگیتی وطنے و از مهربانان انجمنے بوده است ـ چون نشترِ پرسش به مغزِ اندیشه فرو برده اند، خون‌چکانیِ نواها تماشا کردنی است ـ درازیِ زمانِ فراق که به گمانِ مخدوم شانزده سال است و بدانستِ نامه نگار کم از بست سال نیست ـ سر تیز گزلکے بوده است که نقشِ آسایش از صفحهٔ خاطر بدان سترده اند ـ آغازِ ورود به دہلی که دردِ بادهٔ غفلتے به قدح داشتم، لختے از عمر به پیمودنِ جادهٔ

کامروائیِ هوس گذشت و پیراهه خرامیده شد تا از سرمستی بگردید و اندران بیخودی پایِ مصطبه پیمای به کوی فرو رفت - لاجرم درهم شکسته سراپای و گرداندوده سر و روی برخاستم - هنگامهٔ دیوانگیِ برادر یک طرف و غوغایِ وام خواهان یکسو - آشوبے پدید آمد که نفس راهِ لب و نگاه روزنهٔ چشم فراموش کرد و گیتی بدین روشنیِ روشنان در نظر تیره و تار شد -

با لبے از سخن دوخته و چشمے از خویش فروبسته جهان‌جهان شکستگی و عالم‌عالم خستگی باخود گرفتم و از بیدادِ روزگار نالان و سینه بر دمِ تیغ مالان به کلکته رسیدم - فرندهان سربزرگی و کوچک دلی کردند و دل را نیرو بخشیدند - آنهمه بخشایش که مشاهده رفت امیدِ کشایش آورد و ذوقِ آوارگی و هوایِ بیابان مرگی که مرا از دهلی بدر آورده بود بدل نماند و هوسِ آتش‌خانه‌هایِ یزد و میخانه‌هایِ شیراز که دل را بسویِ خود می کشید، و مرا به‌پارس می‌خواند از ضمیر بدر جست - دو سال دران بقعه مجاور بودم - چون گورنر جنرل آهنگِ هندوستان کرد پیشاپیش دویدم و به دهلی رسیدم - روزگار برگشت و کارِ ساخته شده صورتِ تباهی گرفت -

اکنون ششمین سال است که خانمان به باد داده و دل به مرگِ ناگاه نهاده بکنجے نشسته ام و درِ آمیزش بروی بیگانه و آشنا بسته - من اگر باینهمه رنج و اندوه که پارهٔ

ازان باز گفتم در نگارشِ نامه و سپارشِ پیام کاہل‌قلم و کوتاه‌دم باشم و بزرگانِ وطن را بیاد نیارم در عالمِ انصاف بزه‌مند نیستم ـ اما گرانمایگانِ جهانِ مهرو وفاکه دراین روزهای دراز از دور افتادگان نپرسند و از مرگ و حیاتِ دوستان باز نجویند ، اگر گفتگو بمیان آید و سمندِ شکوه عنان برعنان تازد ، گویِ دعوی چگونه خواهند برد و قطعِ نظر از حریفِ آبِ دندان که منم خدایِ توانا را چه جواب خواهند داد ـ

فرد

کس از اہلِ وطن غمخوارِ من نیست
مرا در دہر پنداری وطن نیست

مخدوم می فرماید که اینک از گورنمنٹ و عدالتِ دیوانی انجمنے در آگره فراہم می آید، ہمانا راهِ این سگالش سپرده است که مگر **غالب** دادخواه بدین دادگه روی خواہد آورد و کارِ فروبستهٔ او را ازینجا کشایش خواہد بود ـ حاشا ثم حاشا ، این جمعیت جز بر پریشانیِ من نفزاید و مرا بدین ہنگامه کار نباشد ـ چه عدالتِ دیوانی بابِ تظلمے که مراست نیست و سرمحکمهٔ گورنمنٹ ہمان خودرایِ دردمندکش است که فگارِ دشنهٔ بیدادِ اویم ،

مصرع :

روزم سیاه کردهٔ چشمِ سیاهِ اوست

یارب بروزِ من نشیناد و آنچه من ازوی دیده ام او خود از روزگار نبیناد ـ سخن کوته ، دل جزبامیدِ مرگ نشکیبد و از دهر نکوئی در حقِ خود گمان ندارد ـ این است پارهٔ از دردِ دلِ هزار پارهٔ غالبِ بیچاره ـ دیدارِ فرحت‌بارِ سعادت‌مندِ ازلی مخدوم زاده میر وزیر علی دیده و دل را روشن کرد ـ زمانِ کودکیِ ایشان یاد کردم و پیریِ ایشان از درگاهِ ایزدی بدعا خواستم ـ امید که بوالا پایه‌ها رسند و جامعِ گفتار و کردار گردند ـ

والسلام بالوف الاحترام

به مولوی کرم حسین خان سفیرِ شاهِ اود

قبلهٔ حاجات ، نویدِ قبول که برادر صاحبِ مشفق فخرالدوله نواب امین الدین احمد خان بهادر فرستاده‌اند ولولهٔ گزارشِ سپاس در ضمیر افگند و صلای سرمانده کرم حوصلهٔ آزِ گدا را فراخی بخشید ـ لاجرم در طلبِ تفقد ابرام می رود و بدریوزه گری نام بفضولی برآورده می شود ـ قبله و کعبهٔ مرا خاطرنشان باد که آنچه من در صلهٔ نگارشِ این قطعه دست مزدِ خویش می سنجم روشناسیِ خسرو است و تشریفِ قبولی و نویدِ التفات و عطیهٔ فتوح ، اما کشائشِ طلسمِ این مدعا در گروِ آنست که پایه و مقامِ ستایش‌گر بحضرتِ ممدوح برشمرده شود تا باندازهٔ ارزشِ وے عطا تواند کرد ـ ورنه پیداست که جائزهٔ باد خوانان تا چه قدر است و آبروی مدح گستران تا کجا ـ اندیشه فتوی می دہد و خرد باور می کند که پیدائیِ این مراتب باندازهٔ گفتارِ سبحان علی خان صاحب باشد ، چه ایشان آبرویِ خاکساری های سائل در نظر ندارند و جز شاعرِ صله جوی نشمارند ـ اگر مخدومِ مرا سرِ بیکس نوازیست ، قطعه را در نوردِ عرضداشتِ شاهی فرو پیچند و آنچه بحالِ نامه‌نگار درخورِ

دانند کما بیش رقم فرمایند تا هم به نظرِ سلطان گرامی گردیده باشم و هم به برگ و نوا رسیده ـ انصاف بالای طاعت است ـ اگرچه پایهٔ فرماندهِ اود بالا تر ازآنست که چون منے لب به ستایش تواند کشود و لیکن من هم درین‌شیوه که عبارت از ثناخوانی و سخن‌فروشی است ننگِ دودمانِ خویشم و از خجلتِ ناکسی سردرپیش، چنانکه عرفی فرماید ،

فرد :

ز دودمانِ اصیلم همین دهم بس یاد
که شرمِ این سخنم خوی ز چهره بیرون داد

بالجمله سپاس از بخت دارم که مرجعِ من صاحبِ خلقِ عظیم و مرا اندرین آرزو کار با کریم است ـ مولوی کرم حسین خان بهادر با اسد الله جز کرم نکنند و از قدردانی و قدرافزائی آنچه باید کرد هیچ کم نکنند ـ

مکتوب بنامِ سبحان علی خان

۱

رباعی

اے آنکه ہما اسیرِ دامت باشد
صافِ میِ خسروی بجامت باشد

تسبیح به ہر اسمِ الٰہی که بود
آغاز ز ابتدایِ نامت باشد

مرا که پیکِ خیال در بدر است و سر رشتهٔ گفتار گره در گره دلے با ہزار غصه درستیز و لبے با ہزار زمزمه در خروش ، بمقتضایِ فطرت پیمانهٔ آفرینش را دردم و باعتبارِ حالت ناصیهٔ بینش را داغ ۔ والائیِ ہمتِ خود را سپاسم که درین آشفتگی جزباستانِ سپہر نشانِ قہرمانِ اود سرفرود نیامد و فرخیِ طالعِ خویشتن‌را ستایم که درین جستجو خاطر جزبالتفاتِ خانِ رفیع‌الشأن پیوندِ منّت‌پذیری نگرفت ۔ خارِ این آرزو بدامنِ دل آویخته و شورِ این تمنّا غوغایِ رستخیز از نهاد بر انگیخته که این عرضداشت بفروغِ نگاهِ قبولِ آصفِ ثانی مشرقستان گردد و این قصیده به بزمِ مینو مثالِ سلیمانی خوانده شود ، تا مرا که

سخن پیوندِ ستایش‌نگارم به جائزهٔ خسروی رخِ امتیاز افروزش پذیرد و آنگاه صلهٔ بدان گرانمایگی که هم بدہرم بلند نامی دہد و ہم در نظرِ خویشم گرامی کند - خرد می سگالد که این آرزوہای دشوار و این خواہشہای ناروا را چه مایه دورباشِ یأس دربرابراست - اما ہم درین سگالش دل بدین اندیشه نیرو می پذیرد که خانِ ارسطوتدبیر را برگِ چاره فروان است و شاه و وزیر را دستِ بخشش دراز - آرے پرتوِ مہر از چارمین سپہر رویِ ذرہہایِ زمین به غازه افروزد و قطرهٔ باران ازاوجِ ہوا به مغزِ ریشهٔ نہالہای خاک نشین فرود رود - دانم که اندرین تگ و دو بہرہروِ تشنه لبِ خفته خردے مانم که پرویزنے بگوشهٔ چادرے بندد و آنرا بہچاه فروہلد و خواہدکه آب از چاه بہ‌غربال کشد - ہر چند نظارگیانِ بے پروا را بمشاہدهٔ این روش لب از خنده فراہم نیاید و از دردِ دلِ آن تفته‌جگر حسابے برنگیرند ، اما فتوت‌منشان که غمگساری و اندوه ربائی شیوهٔ ایشان است بخشایش آورند و بہ‌داو و رسنش دریابند - وانمودنِ این مثال که آئینهٔ صورت نمای حال است پرده کشائیِ اسرارِ مدعا را کفایت کناد و لب تشنهٔ ساده لوح از خان صاحبِ والا مناقب جزبه ترحّم و تفقّد سزاوار مباد -

مکتوب باسمِ سامیِ سبحان علی خان

۲

بنامیزد بدین نازش که نامه بسویِ که میفرستم و درین میانه روی سخنم با کیست ، اگر آن مایه بر خویشتن ببالم که به زمین و آسمان در نگنجم ، جا دارد ، چنانچه **ظهوری** فرماید ،

فرد :

گرچه‌خوردیم‌نسبتیست‌بزرگ ذرا آفتاب تا با نیم

ہر چند سخن گفتن به بزرگان سر بزرگی بار آرد و دل را بانبوہیِ نشاط ببالاید ، زبان با دل ازین شادمانی در تہنیت گفتن است و دل از زبان بدین سر خوشی به سپاس پذیرفتن ، لیکن چون کار نازکست و سر رشته نا پدیدار ، بیان ہم در سر آغاز رنگِ شیوائی یافته و بزاہز در اندیشه و روارو در ہوش افتاده تا آوازۂ پیدائیِ گفتار بر چه آہنگ خیزد و سخن درین کشاکش از کدام پرده سر بیرون آرد ـ نگارین زبانان عنوانِ نامه را به ستایش آرایند ـ اگر من از شوخی بدین شیوه گرایم ، خرداز شرم لب گزد که زنہار اندازۂ کمالِ حضرتِ ممدوح ندانی و بندگانِ مخدوم را

بسزا ستودن نتوانی ـ ارزشِ آن داعیه به ارسطو زیبا و شایستگیِ
این دعوی به بو علی سزاوار ـ ساده ضمیران نیرویِ خامه
به حرفِ شوق آزمایند ـ اگر من از گستاخی بدین روش پیش آیم ،
ادب بانگ برمن زند که حالا والائیِ تمنایِ زمین بوسیدن
برلتابی و رخصتِ آزرویِ گردِ سر گردیدن نیابی ـ آن منصبِ
خطیر به عطارد ارزانی و این پایهٔ بلند به مشتری مبارک ـ

هان و هان چون منے را این مایه آبرو بس باشد و اگر
از حق نگذرم ، آزرو نیز برین نفزاید که به پیش گاهِ قبول
قلندرانه موئے برکشیده گدایانه شیأ لله گویان و وایه جویان
پیش دویده باشم ـ ریزشِ آبرویِ سائل که از فرطِ لطافت
پردهٔ هیچ گوش نخراشد بران سامعه گرانی نکناد و شامِ آگهی
ببویِ کبابے که بینوایان را از جگر خرد عطسه ریزِ بخشایش باد ـ

ایضاً

قبلهٔ حاجاتِ سخنوران و کعبهٔ آمالِ ثنا گستران سلامت ، دیرست که قصیده و عرضداشت بدان حضرت رسیده و ہم اینقدر شنیده ام وہمین شنیدن نعل در آتشم دارد که آن ابیات به همایون انجمنِ وزیر اعظم خوانده شد ـ دیگر ندانسته ام که نیرِ التفات فروغِ نظر تا کجا گسترد و کشایشِ کار آن قصیده را تا ببارگاهِ شهریار بکدام دستور برد ـ ہر چند نقدم را سیاہیِ روائی و سخنم را طالعِ رسائی نیست ، لیکن چنانکه از خانِ والا شان تا وزیرِ آصف نظیر خطوهٔ افزون نبود ازانجا تا شاهِ سلیمان بارگاه نیز البته قدمے بیش نباشد ـ چون به سر گرمیِ گرامی تفقد این قدر کار ساخته شد ، چرا ساخته تر نگردد و گفتاریکه تا دستور رسیده است چرا به پادشاه نرسد ـ قدردانا ، عیارِ آزادگی و سبکروحیِ من ہم ازین نامه میتوان گرفت که چون گفتنی فراوان بود سخن کوته کردم و شعورِ تمنایِ صله و آشوبِ تقاضایِ جائزه و در خواهِ اجرایِ عطایِ وزیر توقعِ حصولِ مرحمتِ خسرو ہمه درہم سرشتم و رنگہا باہم آمیخته شگرف نقشے به رہگذارِ نظاره بستم تا چون فرزانه داور و دانش پیشه

مربیِ دیده‌ور بدین ورق نگرد، دریابد که رہی را چہا دردلست -

فرد

فصلے از بابِ شکستِ رنگ انشا کرده ام
میتوان رازِ درونم خواند از سیمای من

خط به شیخ امام بخش ناسخ

۱

مکرما مطاعا ، از نیاز و تسلیم آنچه بتقدیم می رسد بهان قدر است که نامه و خامه آنرا برتابد و از شوق و آرزو برچه گزارش می پذیرد ، خود آنمایه تواند بود که در کلک و ورق گنجد ـ بتاریخِ دومِ اگست منتخبِ دیوان ریخته در سومین جامه پیچیده بسبیلِ ڈاکِ انگریزی بوالاخدمتِ رفعات درجت فرستاده شد و تا امروز که بست و ششمِ جمادی الاول و ندانم چندمِ ماهِ انگریزیست بالجمله این قدر بخاطر دارم که دو ماه است نویدِ رسیدنِ آن نرسیده ـ بارها هوایِ این جنون بسر پیچید که هنگامه بر انگیزم و باکارپردازانِ ڈاک آویزم ـ این اندیشه عنانِ خواهش گرفت که این گروه کفیلِ رساندنِ کاغذ و کتاب است نه وکیلِ حصولِ پاسخ و جواب ـ اگر کوته قلمی از جنابِ مخدوم است اہلِ ڈاک را چه گناه و آویزش را چه اثر ـ خدارا به منتظران پرداختن است و بنامه آوردن و نوید وصول و بشارتِ قبول فرستادن ، والسلام والاکرام ـ

۲

قبله و کعبه ، درین هنگام که فروماندگی از اندازه گذشته و دل به افسردگی خوی گرفته است ندانم چه مینگرم وچه می نگرم که درین نگرستن نگه از ناز بدیده در نمیگنجد و درین نگارش خامه از شادی در بنان میرقصد ـ بخت را بهرسائی ستایم و پندارم که به طورِ معنی رسیده ام ـ خود را به گرانمایگی آفرین گویم و انگارم که موسیٰ را یاید بیضا دیده ام ـ اگر مخدومِ مرابگرفتنِ عیارِ این دعوی حیرتے روبدہد و اینهایه بالاخوانی و خودنمائی از من عجب آید، گویم هان آن انصاف ـ سخن بکنایه میرانم نه بگزاف ـ موسیٰ اشاره به سیدی مکرمی میر موسیٰ جان است و یدِ بیضا عبارت از دیوانِ فروغانی عنوان ـ زہے دیوان که مدادش از دودهٔ چراغِ طورست و غلافش از دیبایِ حلهٔ حور ـ قلزمِ معنی را سفینه است و جواهرِ مضمون را گنجینه ـ چون نکوئیخواهِ نامهگردآور و هوادارِ نگارندهٔ این پیکرم ، شادم که این نامه دومین نقش است ازان خامه ـ اگر آن نخستین نامه دل پذیر نبودے ، مر این را بگیتی نظیر نبودے ـ آرے هر متاعے را که به کیائی نام برآید گزندِ چشم زخمش از

همه بیشتر آید ـ سبحان الله سخن به روزگارِ مخدوم بپایهٔ بلند رسید و اردو را رونقِ دیگر پدید آمد ـ

این که تا رسیدنِ نامهٔ من بخاطرِ عاطر جای گرفت و شکوهٔ آن بزبانِ قلم رفت مرا آبرو افزود و ارزشِ مرا در نظرم جلوه‌گر ساخت ـ خوشامن که درآن به چشم و دلم جای باشد و چون نامهٔ من نرسد به آرزو ارزد ـ گردِ سرِ این نوازش گردم و براین پرسش جان بر افشانم ـ خاطر نشان باد که ہجومِ غمهایِ دہر آسیمه سرم دارد ، ورنه دل را از یاد فراموشی و لب را از سپاس خاموشی نیست ـ با اینهمه در عرضِ این مدت دوبار ناصیهٔ قلم را سجده‌ریز کرده ام ، لیکن چون درآن‌ہردوبار نامه در ڈاکِ ہندوستانی فرستادستم و این سر رشته را آن مایه استواری نیست که دل بدان توان بست، لاجرم در رسیدن و نا رسیدنِ آن عرایض دو دل بودم ـ اکنون که کار یکروی شد و پرده از پیشِ نظر برخاست و بنا رسیدن وارسیده آمد ، عهد کردم که ازین بعد نامه جز در ڈاک انگریزی نفرستم و درین نوبت خود این عریضه را به آورندهٔ دیوان یعنی حضرت میر موسلی جان سپرده ام ، تا اگر نرسد مرا در گیرو دارِ شکوه گریز گاہے و بردعویِ خویش گواہے بوده باشد ـ غزلیکه درین روزہابتازگی در روشِ تازه گفته ام بعدِ عذر خواہیِ تقصیرِ کوته قلمی بر حاشیهٔ مکتوب می

نگارم و چشمِ آن دارم که داغِ محرومیِ قبول نبینند و از دیده به دل جاگزینند -

غزل

رفتم که کهنگی ز تماشا بر افگنم
در بزمِ رنگ و بو نمطے دیگر افگنم

در وجدِ اہلِ صومعه ذوقِ نظاره نیست
ناہید را به‌زمزمه از منظر افگنم

معشوقه را ز ناله بدانسان کنم حزین
کز لاغری ز ساعدِ او زیور افگنم

ہنگامه راجحیمِ جنون بر جگر زنم
اندیشه را ہوایِ فسون در سر افگنم

نخلم که ہم بجایِ رطب طوطی آورم
ابرم که ہم برویِ زمین گوہر افگنم

با غازیان ز شرحِ غمِ کار زار نفس
شمشیر را به‌رعشه ز تن جوہر افگنم

با دیریان ز شکوهٔ بیدادِ اہلِ دین
مہرے ز خویشتن به‌دلِ کافر افگنم

ضعفم به کعبه مرتبهٔ قربِ خاص داد
سجّاده گستری تو و من بستر افگنم

تا بادهٔ تلخ تر شود و سینه ریش تر
بگدازم آبگینه و در ساغر افگنم

راهے ز کنجِ دیر به مینو کشوده ام
از خم کشم پیاله و در کوثر افگنم

منصورِ فرقهٔ علی[ؑ] اللهیان منم
آوازهٔ انا اسد الله در افگنم

ارزنده گوہرے چومن اندر زمانه نیست
خود را بخاکِ رہگذرِ حیدر[ؑ] افگنم

غالب به‌طرحِ منقبتِ عاشقانهٔ
رفتم که کہنگی ز تماشا بر افگنم

به شیخ امام بخش ناسخ

۳

حضرت سلامت ، قدسی صحیفهٔ تفقّد رقم به جنبشِ نسیمِ ورود بوی ِ یکدلی و ہمدردی به مشامِ آگہی زد ۔ چار ماه است که نامه نگار به کنجے نشسته درِ آمد شد به رویِ خویش و بیگانه بسته است ۔ اگرچه به زندان اندر نیَم ، اما خورد و خفتِ من به زندانیان مانَد ۔ آنچه درین چند روز از رنج و آشوب دیده ام ، کافر باشم ، اگر ہیچ کافر بصد ساله عقوبتِ جهنم یک نیمه ازان تواند دید ، چنانچه عرفی فرماید ،

فرد :

از بویِ تلخ سوخت دماغِ امید و یاس
زہرے که در پیالهٔ ما کرد روزگار

نخستین شراره که در خرمنِ صبر و ثبات زدند آن بود که دو تن از گروهِ وام طلبان ، چنانچه قاعدهٔ عدالتِ انگریزیست ڈگری بحقِ من از عدالت حاصل کردند ۔ چون فرجام آنست که یا زرِ مندرجهٔ ڈگری گزارده شود یا تن به بند و زندان

داده آید و درین باره شاه و گدا برابر است - آرے از بهرِ نام آوران اینقدر بست که سرهنگِ عدالت به کاشانه شان نتواند رفت ، تا خود به رهگذر یافته نشوند ، به اسیری نروند - چون گنجایشِ ادایِ زر نبود ، لاجرم بپاسِ آبرو خود را گرد آوردم و ترکِ نشاطِ سواری کردم ، تا امروز همان بندِ خود داری برپای و دل واماندهٔ اقامت‌گرای دارم - هم درین گوشه نشینی و تنگدلی یکے از ستمگرانِ خدا ناترس که به عذابِ ابدی گرفتار باد ، ولیم فریزر صاحب بهادر را که رزیڈنٹِ دہلی و غالبِ مغلوب را مربی بود ، در شبِ تاریک بضربِ تفنگ کشت ، و مرا غمِ پدر تازه کرد - دل از جای رفت و سترگ اندوہے سرا پایِ اندیشه را فرو گرفت - خرمنِ آرمیدگی پاک بسوخت و نقشِ امید از صفحهٔ ضمیر سراسر سترده شد - قضا را به نشانهای دادهٔ دوربینان که غلط نبود سواری را از ملازمانِ والیِ فیروز پور به خونِ آن داورِ ستوده سیر گرفتند - صاحب مجسٹریٹ بهادرِ شهر که بامن سابقهٔ معرفتے و علاقهٔ مودتے داشت و در آن انزوا که گفته شد بوم‌آسا پروازم جز بشب نبود ، گاه گاه شباهنگام بنزدِ وے رفتے و نفسے چند خوش گذاردمے - چون این واقعه روداد ، مرا در پژوهشِ کار و حلِ اسرار با خود انباز ساخت ، تا آن شد که والیِ فیروز پور مجرم قرار یافت و بحکمِ سرکار باتنے چند از

خاصان ِ خود اسیر شد و تهانهٔ سرکار به جاگیرش رفت ـ چون میانهٔ من و وے نا سازگاری بود و مردم ِ شهر آنرا میدانستند ، همگی در من افتادند و گرفتاری ِ آن کافر نعمت ِ داورکش را به گردن ِ من بستند یعنی اشخاص ِ دہلی از خاص و عام این واگویه دارند که **شمس الدین خان** بیگناه است ، **فتح الله بیگ خان** و **اسد الله خان** از کینه وریها دروغے چند برہم بافته و خاطر ِ حکّام را از جاده برده آن بیچاره را در بلا انداخته اند ـ طرفگی در این است که **فتح الله بیگ خان** خود ابن عمّ ِ والی ِ **فیروز پور** است ـ کوتاہی سخن ، کار بجائے رسیده که نفرین ِ من ورد ِ یاوه سرایان ِ **دہلی** گردیده ـ ہر چند در آغاز ہمه آن بود که دل از غم ِ مرگ ِ **ولیم فریزر** بہادر میسوخت ، اما اکنون ہم قاتل مشخص شد و ہم بدگمانان ِ شهر مرا ستوه آوردند ـ از ایزد ِ ستمگر کش ِ ستم رسیده نواز به دعاہای ِ صبحدمی میخواہم که این خیره سر ِ بے آزرم زود تر به بادافراه گرفتار و از سرفرازی به پایهٔ دار آید و دانم که ہمتم ظفریاب و دعایم مستجاب است ـ دی که دوشنبه ہفدہم ِ صفر بود حاکمے از حکام ِ ستهٔ مقام ِ **اله آباد** بدین دیار رسیده ـ ہمانا از جانب ِ نواب **گورنر جنرل** بہادر بدان مأمور است که خلاصهٔ تحقیقات ِ حکام ِ **دہلی** را به امعان ِ نظر بنگرد و بعد ِ ثبوت ِ جرم تعزیر پایه به پایه قرار داده کار را یکسو کند و پیداست

که گران‌پذیرفتنِ این هنگامه را افزون تر از یک ماه نکشید۔ این بود خلاصهٔ جوابے که تعلق بسؤالِ ملازمان داشت ۔ آنچه در بابِ پاسخِ مکتوبِ من به زبانِ گوهر فشانِ سبحان علی خان رقم پذیرفته است ، نه چنانست بلکه حق آنست که خانِ والا شأن به‌گمنامان نپرداخت و التفات به خاکساران ننگِ پایهٔ خود شناخت ، ورنه بشرطِ تامل پنهان نمی تواند ماند که مقصودِ من همه آن بود که قطعه به نظرِ بندگانِ خسروِ سپهر آستان گذرد و لختے از خاکساری و بے اعتباریِ من گفته شود و اینها خود اینقدر دشوار نبود ۔ سبحان الله و الحمد لله ،

فرد :

حریفِ منتِ احباب نیستم **غالب**
خوشم که کارِ من از سعیِ چاره گر گذرد

کاتبے که از **بهارِ عجم** نسخه ها میگیرد و به زر میفروشد در نظر نیست و نه از هیچکس شنوده ام که در **دہلی** اینچنین کسے هست ۔ آرے شهر معمور است ۔ یک دو نسخه از **بهارِ عجم** اگر یافته شود ، شگفت نیست ۔ به اربابِ این فن میگویم تا نسخهٔ که صحیح و خوش خط باشد بجویند و بیارند ۔ همینکه دست بهم میدهد فرستاده میشود ، والسلام ۔

ایضاً

۴

قبلهٔ حاجات ، درنگے کہ در نگارشِ ضراعت نامہ روی دادہ بر افسردگیِ شوق محمول نشود ۔ چہ کنم ، ہمت بہ کارے شگرف آویختہ بود و نظر منظرے بلند را دیدبانی ہمیکرد ، تا آنکہ ہنگام سر آمد و ہر کردار کیفرے کہ بایست یافت ۔ مرزبانِ میوات مانندِ کریم خان سرہنگِ خویش بہ‌حلق آویختہ شد و بر اثرش بہ عدم آباد رفت ۔

مصرع :

ہر کسے آن دِرود ، عاقبتِ کار کہ کشت

تفقّد نامہ در ڈاکِ انگریزی رسید و مرا بہ‌شگفت‌زار افکند، چہ مخدوم میفرماید غالبِ رو سیاہ خود را فرا یادِ خدام ندادہ ۔ حاشا کہ چنین نیست ۔ با ہمۂ کشا کشِ خاطر و توزعِ ضمیر و تفرقهٔ اوقات نامہ‌ہا ارسال یافتہ ۔ غایتِ ما فی الباب این کہ فرستادنِ نامہ چندانکہ زود زود نبود ہم در ڈاکِ ہندوستانی واقع شدہ ۔ امید کہ زین پس بزہ‌مند نباشم و رفتہ را در آیندہ تلافی کنم ۔ باقیِ ماجرایِ

این دیار آنکه جاگیر دارِ **فیروزپور** به چاقو کشته شد و جاگیرِ وے و ہرچه بهجاگیر پیوند داشت ، به سرکار ضبط گردید ، اما ہنوز حکمے که حاویِ جمیعِ مراتب و جامعِ ہمگی قواعد تواند بود ، صدور نیافته ۔ ہانا پس از آنکه این ماجرا به صدرِ **کلکته** خواہد رسید ، فرمانہا اندرین باب امضا پذیر خواہد شد ۔ من که از میانهٔ آن جاگیر بحکمِ سرکارِ انگریزی زرے می یافتم ، بنگرم این فرماندہان با من چه میکنند ۔ ہنوز از منتظرانِ آثارِ یاوریِ بختم صاف‌ترک این که آنچه جاگیردارِ **فیروزپور** به من میداد از مقدارِ بایست کمتر بوده و بدان‌قدر از سرکار قانع نیستم ۔ بالجمله سخنے است پیچ در پیچ و کارےست گره در گره ۔ آنچه به پیدائی خواہد رسید گزارده و نگاشته خواہد شد ، زیاده زیاده ۔

عرضداشت بجوابِ شقهٔ صاحب عالم میرزا محمد سلیمان شکوه بهادر

به موقفِ عرضِ ایستادگانِ حضورِ فیض گنجورِ حضرتِ صاحب عالم و عالمیان ، شاہزادۂ کیوان ایوان ، شمعِ فروزندۂ دودمانِ گورگانی شایستۂ اورنگِ سلیمانی دام اقباله و زاداجلاله می رساند ۔

بال افشانیِ ذره به پیشگاهِ مهرِ جهان آرا و سجده ریزیِ قطره به بساطِ ارادتمندیِ دریا آئینه زادیِ این نمایش و پرده کشایِ این گرایش است که اگر فیضِ ورودِ همایون توقیعِ جهان مطاعِ جهانیان مطیع جانها در کالبدِ هوا خواه ندمیدے سپاسِ اینهمه ذره‌نوازی و رهی پروری چگونه گزارده شدے ، چه پیداست که بر قالب را روانے بیش نداده اند و رونمایِ عنوانِ این والا منشور به یک جان سرانجام نتوان کرد ۔ انصاف بالای طاعت است ، این مبالغه که در افشاندنِ جان بکار رفت نیز خاطر را خرسندی نمی بخشد ۔ چه ، اینهمه جانها دمیدۂ فیضِ جنبشِ خسروی بوده است ۔

به سر انجامِ کارے که فرمان رفته است هم به خاکپایِ عرش پیمای سوگند که اگر دلے برجای و خاطرے

خردگرای داشتمی ، پا از سر ساختمی و درین وادی به سر ناختمی - خانصاحبِ مشفق سید **قاسم علی خان** مشاهده کرده اند که خانه‌زاد را با غم و اندوه چه مایه آویزش بوده است و خود چه بیشتر ازین خواهد بود که پا در رکابم و فردای نگارشِ این عرضداشت گام سنجِ بادیهٔ آوارگی میشوم و اتفاق چنان افتاده است که مرجع نیز در شهر نیست ، بلکه خود مقامی معین ندارد - هر روز به جائی و هر شب به سرائی مست - **سید قاسم علی خان** با وصفِ منعِ خانه زاد راهی دراز بریدند و تا **پانی پت** رسیده و حاکم را نیافته باز گردیدند - طریقی چند درسگالش چاره به **خانصاحبِ** موصوف نشان داده شد است - اغلب که اگر بدان هنجار ره سپر خواهند شد ، کارهای خسروانی را به انجام خواهند رسانید - زیاده حدِ ادب - تیرِ دولت و اقبالِ خداداد جاودانی فروغ باد -

رقعه بنامِ حکیم احسن الله خان

دردمند نوازا نسیمِ ورودِ مشکین رقم نامه غنچهٔ این راز را پرده کشای و شمیمِ این نوید را غالیه سای آمد که روزگار به کزلکِ مدِّ طولِ زمانِ فراق نقشِ بے اعتباریهای من از صفحهٔ خاطرِ احباب نسترده و ترکتازِ صرصرِ بیدادِ جدائی خاکساریهای مرا از یادِ عزیزان نبرده است ۔

در معرضِ طلبِ نثر فروماندہ تر از آن میزبانِ بیدستگاهم که ناگرفت مهمانِ عزیزش از راه در رسد و بیچاره بسا به گردِ سراپایِ سرمایهٔ خویشتن بگردد تا شوربایِ دود پختے و نانِ کشکینے فراز آرد ۔ من و ایمانِ من که به گرد آوردنِ نثرِ پراگنده نپرداخته و خود را درین کشاکش نینداخته ام ، چه پیداست که فرو ریختهٔ کلکِ این کس نقشے ست نژند یا رقمے ست فرهمند ۔ در صورتِ اول چه لازم است خود را به هیچ فروختن و وبالِ نظارهٔ آیندگان به سلم خریدن و در شقِ ثانی اندیشه می‌سنجد که رفتگان چه برده اند و گذشتگان چه یافته که ما را آرزویِ آن وایه بیتاب دارد ۔ انصاف بالایِ طاعت ست ۔

به دعوی گاہے کہ توانائی قتیل را به فروہیدگیِ فرہنگ مسلّم داشته و لوایِ نورالعینِ واقف به شیوائیِ شیوه بر افراشته باشند ، با که باید گفت که نتائجِ طبعِ ما کجائی ست و ما را چه مایه لذّت درین جگرخائی ست ۔ سطرے چند که به دیباچگیِ دیوانِ ریخته کسوتِ حرف و رقم پوشیده و دودِ سودائے که به آرایشِ سفینهٔ موسوم به گلِ رعنا از سویدا جوشیده است ارمغان میفرستم و از شرمِ تنک مایگی آب می گردم ، والسلام ۔

به الف بیگ نام دوستے درباب ِتسمیهٔ پسرس

مهربان روی ِ مهربانی خوی ، سلامت ـ بار آوردن ِ نهال ِ امید در پیرانه سری با خجستگی و فرخندگی قرین باد ـ آنچه دربارهٔ نام نهادن ِ آن نوپیکر ِ پریرو روی به من آورده و مرا اندرین کار شایستهٔ خطاب اندیشیده آمد بے زحمت ِ فکر نامے به خاطر پرتو انداخته و قطعهٔ در آن خصوص از دل به زبان رسیده است ، چنانکه از زبان به قلم سپرده میشود ـ یارب این اسم ِ لطیف بر مسمی مبارک آید و آن سعادتمند هم در حیات ِ شما به عمر ِ شما رسد و پس از شما نیز سالهای ِ دراز بماند ـ

قطعه

چون الف بیگ در کهن سالی
پسرے یافت سر بسر غمزه

نام ِ او همزه بیگ کرد ، بلے
الف ِ منحنی بود همزه

یاران ِ انجمن شما را بسیار یادمیکنند ـ گاہے سرے به این ویرانه هم میتوان کشید ـ

خط به مولوی نورالحسن

فرد :

جان برسرِ مکتوبِ تو از شوق فشاندن
از عهدهٔ تحریرِ جوابم بدر آورد

ندانم عیدِ کدام آرزو و نو روزِ کدامین رنگ و بوست که کلیدِ میکدهٔ سخن از سرگرفت و درِ این شیره خانهٔ روحانی را کشایشے تازه در گرفت - سر گرمیِ شوقِ تماشا دل را چه قدر از جا برانگیخت که اینهمه افسردگی به دستم - پیوندِ آمیزشِ سرو زانو بایدم گسیخت - دیده سوادِ نامهٔ گرامی نگرد که نگه سیه مستانه در سر میغلطد - سخن در شرحِ ادای نگارشِ که میرود که لب از شیرینیِ بیان به یک دیگر می چسپد - گرانمایگی های جنابِ مولوی نورالحسن را نازم که نظاره بر اثرِ جولانِ قلمش در سنبل درودنست و اندیشه به ذوقِ لطافتِ رقمش در باده پالودن -

اے آنکه منشورِ سعادت از دیوانِ ازل بنامِ نامیِ شما و غالبِ وفا پیشه هم به دل و هم به زبان به دعایِ نیکسرانجامیِ شماست - ورودِ خجستگی رقم صحیفهٔ شادمانی که

نگارش اندازهٔ گزارشِ آن بر نتابد ارزانی داشت و نشاطمندی های ِ روزگار ِ خاک نشینیِ کلکته بر دل تازه کرد - نیرو بخشیِ نواز شهای ِ پدرِ بزرگوارِ شما و روزافزونیِ فرزانگیهای ِ شما و گرم خونیِ دلربائی های ِ حضرت مولوی سراج الدین احمد هنوز خاطرنشان است و جاودان دلنشین خواهد بود -

پدید آمد که خاطرِ عاطر را بجانبِ نثر گرایشے و ہنگامهٔ این گفتار را در آنجا آرایشے ہست - بارے ہم دل به پسندیده شغلے نهاده آمد و ہم اندرین فن گزیده روشے پیش گرفته - دم سردیِ شما به دانش آموزی آنچه دیروز بهکلکته دیده ام یاد میکنم و خون‌گرمیِ شما در خردانددوزی آنچه امروز می نگرم خود را بدین شاد میکنم - ہمانا در اندیشه نہالے به رہگذر دارم ، بدان زودی که ثمر از شاخ افتد نخلے شده و رطب بار آورده سے نے ہنگامهٔ یوسفے در نظر دارم بدان خوبی که دل از فرشته رباید از بندِ حجاب بدر آمده و ہر ہفت کرده - خواسته آید که مسودهٔ نثر در ہر ماه به من فرستید و من آنرا نگرسته و نشستِ ہر کرشمه و انگیزِ ہر بذله را ببایستگی بر آراسته به شما فرستم - صاحبِ من، مگر ندانسته اید که گفتار جز بهگفتار سره نگردد و سخن به سخن شناخته نشود - ہر چند ارادتِ شما ذریعهٔ سعادتِ من و خرسندیِ شما موجبِ رضامندیِ من است ، لیکن

تحریر درمیان نگنجد، و بمیانجی گریِ خامه کار برنیاید - آرے نگارش یکدست است و گفتار لخت لخت - ستردنِ یک لفظ از میانه و آوردنِ لفظِ دیگر بجایِ آن بر نشانه دانا شناسد که چه بارِ گفتگو و چه قدر پرس وجو آرد و حقِ این پرسش بتوان گزارد - دیگر درین نزدیکی به هم زبانیِ یکے از برادران که در برادران از وی عزیز ترے نیست سخنهایِ پراگندۂ مرا که عبارت از نثراست گرد آورده و صورتِ سفینه داده است - زین پس آن مجموعهٔ پریشانے را پیشِ شما میفرستم تا دستایهٔ سگالش در سخن و باز نمایندۂ اندازۂ نکوئیِ فن تواند بود - داغم از بے پروائیِ شما که از نشانِ دولت سرایِ خود جز احاطهٔ خانساماں هیچ سمتے و جهتے وا ننموده اید - هر چند آن احاطه در آن دیار بلند آوازگی داشته باشد و بریدانِ ڈاکِ انگریزی جاده شناسِ آن سر منزل باشند، لیکن مرا از وسوسه ناکی دل بدین استواری نمی شکیبد - هر آئینه میخواهم که تا پاسخِ این نامه نفرستید و نشانے که عنوانِ مکتوب را بر آن نگار توان بست، بر من نکشائید، کتاب به شما نفرستم - منّت ایزد را که رسیدنِ نامهٔ شما ذریعهٔ آن آمد که از نشاطِ سلامتِ ذاتِ قدسی صفاتِ قبله و کعبهٔ خود بهره ور شدم - امید که این سجدهای نیاز که از فرقِ قلم میریزد بطرفِ بساطِ

قبول عرض کرده آید و هم به جناب ِ **مولوی عبدالقادر** صاحب که به بیعت ِ غائبانه خدام ِ ایشان را از ارادتمندانم آداب ِ عبودیت گزارده شود ـ

با**کریم خان** صاحب چه گویم که چه باید گفت ـ شوق را اندازه پدیدار نیست ـ لاجرم به فرستادن ِ حسرت آلوده سلامے قناعت کردم ـ

ہے ہے، آواز ِ آن به پرده وفا دشمن و به جلوه دوست ِ صادق **گل محمد خان ِ ناطق** که تا رفت از من برید و به نامه یاد نیاورد و پس از آنکه عمرے به نگرانی آسیمه سرم داشت به سبیل ِ اتفاق نه از روئی ِ اشتیاق سلامے خشک فرستاد و لاجوردی غمزهٔ به دلجوئی ِ من گماشت ـ خواہم که سلامش باشکارا ہمچنان بسوی ِ وے بگردانند و پنہان از وے فرجام ِ ماند و بود ِ او را به من رقم فرمایند تا بدانم که چه در سر دارد و روزگارش چگونه میگذرد ـ

دلنشینی ِ آوازهٔ کمالات ِ خدام ِ برجیس مقام **حضرت مولانا اکبر علی شیرازی** دلم از دست برده و مہر ِ آن بزرگوار از راه ِ گوش به دلم فرود آورده ـ شوقے را که از گفتار زاید و محبتے که از دیدار خیزد ہرگز برابر نتوان کرد ، چه دیدار پرستان را دیده کامیاب است و دل آرزومند و گفتار مشتاقان را دیده و دل ہر دو در بند ـ اگر خود را به

شایستگیِ ارزشِ التفات مسلّم داشتمے ، نامه به هزار گونه آز و آرزو به ملازمانش نگاشتمے ۔ چون مرا سر و برگِ تمنایِ قبول نداده اند ، لاجرم صرفه در آنست که آبروی خاکساری نگاهدارم و گمنامیِ خود را بهرزه رسوا نکنم ۔ غزلے از فکرهایِ تازه هم درین ورق مینگارم ، و از شما بدین تفقّد امیدوارم که ویژه از بهرِ این کار بدان والاگهر پیوندید و غزل را پیشِ باریافتگانِ بزمِ والایش برخوانید و عرضه دارید که هندوستانی بدین هنجار در پارسی زبان سخن میسراید ۔ اگر آنچه میگوید در خورِ آفرین است، دستورئے تا دیگر از کلک و ورق کام ستان و به خیالِ نغز گفتاری شادمان باشد ، ورنه دور باشے تا بعد ازین گردِ این آرزو نگردد و هرزه خونِ جگر نخورد ۔

غزل

بیا که قاعدهٔ آسمان بگردانیم
قضا به گردشِ رطلِ گران بگردانیم

ز چشم و دل به تماشا تمتّع اندوزیم
ز جان و تن به مدارا زبان بگردانیم

به گوشهٔ بنشینیم و در فراز کنیم
به کوچه بر سرِ ره پاسبان بگردانیم

اگر ز شحنه بود گیر و دار ، نندیشیم
وگر ز شاه رسد ارمغان ، بگردانیم

اگر کلیم شود همزبان ، سخن نکنیم
و گر خلیل شود میهمان ، بگردانیم

گل افگنیم و گلابی به رهگذر پاشیم
مے آوریم و قدح درمیان بگردانیم

ندیم و مطرب و ساقی از انجمن رانیم
به کار و بار زنے کاردان بگردانیم

گهے به لابه سخن با ادا در آمیزیم
گهے به بوسه زبان در دہان بگردانیم

نہیم شرم بیکسو و باہم آویزیم
به شوخیٔ که رخِ اختران بگردانیم

ز جوشِ سینه سحر را نفس فرو بندیم
بلایِ گرمیِ روز از جهان بگردانیم

به وہمِ شب ہمه را در غلط بیندازیم
ز نیمه ره رمه را با شبان بگردانیم

به جنگ باج ستانانِ شاخساری را
تہی سبد ز درِ گلستان بگردانیم

به صلح بال فشانانِ صبحگاهی را
ز شاخسار سویِ آشیان بگردانیم

ز حیدریم[۴] من و تو ز ما عجب نبود
گر آفتاب سویِ خاوران بگردانیم

به من وصالِ تو باور نمیکند **غالب**
بیا که قاعدهٔ آسمان بگردانیم

بنامِ نامیِ مولوی حافظ محمد فضل حق صاحب

۱

قبلہ و کعبہ ، اگر نہ این بودے کہ **لالہ ہیرا لال** را ہوایِ دیدنِ عنقا در سر و ناگاہ شامگاہے کہ پنجشنبہ بست و پنجمِ ربیع الاول بود بہ نشیمنِ تنہائیِ من گذر فتادے آن در گرفتنِ آتش گردا گردِ والا کاشانہ و سوختنِ خانہ و رختِ ہمسایگان از بر کرانہ و نرسیدنِ آسیبے بہ ملازمان در آن میانہ از کجا شنودمے و اگر نشنودمے ہر آئینہ ہم حقِ دوستانۂ پرسش کہ شیوۂ غمخواری و اندوہربائی ست نا گزاردہ ماندے وہم ایزدی نیایش کہ لازمۂ حق شناسی و سپاس‌گزاری ست بتقدیم نرسیدے ۔ ہان اے وفا دشمن ، بیگانگان کامیابِ پیام و نامہ و آشنایان جگر تشنۂ رشحۂ خامہ ۔

فرد :

وای بر من کہ رقیب از تو بہ من بنماید
نامۂ واشدۂ مہر بہ عنوان زدۂ

همانا سوزنده آور سرگرمیِ شوق از من فرا گرفته بود که بیتابانه گردِ سر گردید و اندران اشتلم زبانه و شراره در خویشتن نگهداشت ـ هیهات ، من کجا و اینهمه دعویِ بلند از کجا ! خودنمائیها گمانِ تاثیرِ مهر و وفاست که مرا بدین رنگ هرزه لای و یافه سرای دارد ، ورنه آنرا که از شعلهٔ آهِ جگر سوختگان دامن سوزد ، عجب نیست ، اگر آتشِ افروخته پیرا من نسوزد و شکوه پیشکش و پیغاره بر طرف ، خدایِ توانا را شکر گویم که بلایِ بے زینهار از بندگانِ خویش بگرداند تا بے صبران را دیده و دیده‌وران را سرمه به دست افتد ـ کرشمه نیرویِ **جبرئیل** و معجزه آسودگیِ **خلیل** را در نظر ها تازه کرد ـ **یارب** ، این شگونِ سلامت که رنگارنگ‌فرخی دارد خجسته تر از آن باد که شمارهٔ آنرا هنجارِ گزارشے در ضمیر توان آورد ـ اگر دانستمے که پیشِ خود شرمساری نخواهم کشید و مرا اندرین محال طلبی بر منِ زبانِ طعنه دراز نخواهد شد ، از آن مخدومِ بے عنایت پاسخِ این نامه و تفصیلِ این هنگامه در خواستمے و پرسیدمے که در آن هنگام که آتش زبانه زد و نگه به سراغِ تیرگیِ دودے و تابشِ نمودے فرارسید ، شما چه می‌کردید و نورِ چشمِ مردمی و فرزانگی **مولوی عبدالحق** کجا بود و پس از آنکه رستخیز در همسایه آشکارا

شد و هزاهز در انجمن افتاد ، مرا سیمگیِ درونیِ پرستاران و بیتابیِ برونیِ هواداران چه قیامت آورد و این همه آشوب چه مایه درکشید و فرجامِ کار که مژدهٔ ایمنی دادند ، بر کار خانهٔ دواب و بنهٔ بارگیان که اینها را جز به اطرافِ کاشانه محل نیست و بیشتر ازینها طعمهٔ آتش ، بلکه افروزینهٔ آتش است ، چه گذشت ، لیکن چون ارزشِ التفات از من سلب کرده و مرا نیک در دل فرود آورده اند که حالیاً در آن گوشهٔ خاطرم جای نمانده ، هر چه گفته ام بطریقِ آرزوست ، نه بسبیلِ سوال ، والسلام والاکرام -

۲

سبحان الله با آنکه از فراموش‌گشتگانم و دانم که دوست مرا به دو جو، بلکه به نیم خس برنگیرد، هرگاه به ساز دادنِ آهنگِ گله روی آرم و سنجم که این پرده را بے پرده متیوانم سرود و از قهرمانِ اندیشه دورباشے درمیان نیست، هر آئینه بدین شادمانی که دستوریِ دل به درازنفسی نویدِ آبروئے دارد و هنوزم با دوست رویِ سخنے ست، آنچنان برخویشتن میبالم که غمِ جانگدازِ فراموشی فراموش و لب از زمزمه که دل در بندِ سرودنِ آنست خاموش میگردد۔

فرد :

از خویشتن به ذوقِ جفا با تو ساختیم
با ما دگر مساز که ما با تو ساختیم

درین روزها هوایِ آن در سر افتاد که بیتے چند در توحید مجیباً لعرفی گفته آید۔ چون کوششِ اندیشه به جائے رسید که نه عرفی را محل ماند و نه مرا جای، ناگزیر آن ابیات را بر کسے عرضه میدارم که چون منے صد و عرفی

صد ہزار را بہ سخن پرورش تواند کرد و پایۂ ہریک بہ ہریک تواند نمود ، والسلام -

قصیده

اے ز وہم ِ غیر غوغا در جہان انداختہ
گفتہ خود حرفے و خود را در گمان انداختہ

دیدہ بیرون و درون از خویشتن پر ، وانگہے
پردۂ رسم ِ پرستش درمیان انداختہ

عرضداشت بحضورِ شاه اوده از جانب مبازرالدوله نواب حسام‌الدین حیدر خان بهادر

۱

به موقفِ عرضِ حضرتِ قدر قدرت سلطانِ سپهر آستان فرشته پاسبان ستاره سپاه ثریابارگاه خلّد الله ملکه و سلطانه. میرساند ـ والائیِ رتبهٔ اورنگِ جهانبانی که نمونهٔ سریرِ سلیمانی ست برتر از آنست که پایهٔ آنرا به آرزویِ بوسه نگار توان بست یا در اندیشه راهِ خواهشِ گرد سر گردیدنے به سراپایِ آن توان کشود ـ لاجرم بگوشهٔ بساطِ آن خجسته بارگاه که یا رب پیوسته مشرقِ آفتابِ سیمایِ خسروی و مشتری را دستورالعملِ روائیِ آثارِ همایون‌پرتوی باد جانے که به فروغِ خردِ نورانی و بهین گوهرِ گنجینهٔ یزدانی ست بسبیلِ نثار می افشاند به زمزمهٔ تهنیتِ جلوس و دعایِ دوامِ دولت خود را باجهانیان همزبان و جهان را با خویش آئین‌گوی میگرداند ـ همانا روزگار را اقبالے که از ازل انتظارِ پیش آمدِ آن داشت به‌فرخنده‌ترین ساعتے از در در آمد و تختِ سلطنت را گزین آرزوئے که از دیر باز

در دل بود به دلپذیرترین صورتے برآمد و زهِ آفتاب را به مشاهدۀ آثارِ شادمانی دیده بر رویِ هم کشودن است و خار و گل را به رخ افروزیِ نشاطِ کامرانی دل از همدگر ربودن ـ بهار تا دم بدم گلهایِ تازه به نظر گاه خسروی ریزد ، غنچه از شتاب زدگی هم در شاخ رنگِ شگفتن می پذیرد و سحاب تا زودزود گهرهایِ آبدار بر فرقِ شهریار افشاند ، قطره هم در هوا صورتِ گوهر می گیرد ـ هر چند جائیکه فرزانگیِ کیخسرو و توانائیِ بهرام و فیروزبختیِ اسکندر وعشرت‌گزینیِ پرویز سرهنگان را به یغما رسد و خاتم از برجیس و تیغ از مریخ و تاج از مهر و نگین از ناهید ، بندگان را به پیشکش آید ـ دیگران را چه زهره که خود را در آن موقف بشمار آرند و زمینیان‌را کدام پایه که به آوردنِ نذر آبے بر رویِ کار آرند ، لیکن از آنجا که عقیدت در هر رنگ جگر تشنهٔ ذوقِ اظهار است کمترینِ خانه‌زادان به فرستادنِ نذر و استدعایِ عطیهٔ قبول بے اختیار است ـ حقا که ربودنِ تیرگیِ سایه از مهر صدقهٔ هنگامهٔ درخشانی و پذیرفتنِ قطره از بحر زکٰوةِ گنجینهٔ روانی نیست ـ

یارب آوازۀ دوامِ سلطنت جاودان بلندی‌گرای و گوشهٔ پرچمِ لوایِ جهانداری آسمان فرسای باد ـ

۲

به موقفِ عرضِ حاضرانِ بارگاهِ ارم کارگاهِ حضرتِ قدر قدرت ، فرشته پاسبان ، خسروِ انجم‌انجمن ، سپهر آستان ، خلّد الله ملکه و سلطانه می رساند - آرایشِ پذیرفتنِ عنوانِ صحیفهٔ شهر یاری و جهانبانی به اسمِ همایونِ حضرتِ فلک رفعت، سلیمانِ ثانی بر تر از آنست که والائی و فرخیِ آن در ضمیرِ سخن‌گستران تواندگذاشت - همانا پایهٔ سریرِ سلطنت که جاودان اوج گرای و سپهرسای بود اکنون بدانجا رسیده که نه از آسمان بلکه از هفت آسمان تواند گذشت ، قدسیان که پیوسته فلکِ ثوابت را به انجم آئین می بستند ، اینک در آن فروزنده انجمن به چشم‌روشنی گوئیِ جهد اگر نشستند روشنانِ چرخ روزگارے دراز به آینه‌زدائی بسر بردند تا امروز جلوهٔ تمثالِ شاهدِ مدعا در نظر آوردند - ابرِ نیسان را درین دور عرقِ شرمِ ناروائیِ گوهر بر جبین نماند که این دیرین اندوخته ها را بتقریبِ نذرِ جلوس بپایِ شهریارِ دریادل افشانده و مهرِ درخشان را تا فتنِ دست مزدِ یاقوت‌سازی درین عهد صورت بست که به ترصیعِ سریرِ عرش‌نظیر نقشِ تمنّایِ جگرگوشهٔ معدن به کرسی نشست - به خستگیِ این جلوسِ سعادت مانوس آسمان را بر زمین

منتے و زمین را در نظرِ آسمان شوکتے ست که زمین از گرانیِ بارِ احسان از جا نمی تواند جنبید و آسمان از مهابتِ شکوه بر زمین یکجا نمیتواند ایستاد ـ هنگامِ دمیدنِ صبح مرا داست و هنگام درخشیدنِ نیر اقبال ـ گلبنِ دولت در گل افشانی است و نسیمِ نصرت در غالیه سائی ـ چتر را سرِ آسمان سازی ست و علم را پایهٔ پروین فشانی ـ دهر با اهلِ دهر صلای عیشِ دوام در داده و اهلِ دهر از دهر شادمانیِ جاوید گرفته ـ نذرے که صدره جبینِ عجز بر آستانِ سپهر توامان توان سود تا در حضرتِ والایِ سلطانی شایستهٔ قبول تواند بود ، از کمترینِ خانه زادان بنظر گاهِ التفاتِ خاقانی میگذرد ـ بهعطایِ عطیهٔ قبول که عیارِ نقدِ آبروست دریوزه گرِ آبرویِ روائی آرزوست ـ اساسِ کوکبِ سلطنتِ خدا داد جاودانی و سمندِ اقبال با رخشِ عزمِ حضرتِ صاحب الزمان[۴] مشرف به شرفِ همعنانی باد ـ

خط بنامِ مولوی سراج الدین احمد

۱

مخلص نوازا ، خستگانِ بندِ غمِ دوری اگر دم زنند ، به ساختگی نام بر آورده و به توانائی انگشت نما شده باشند ۔ دردِ دلِ این قوم آرایشِ گفتار برنتابد و فراوانیِ عبارت درین حلقه نگنجد ۔ لاجرم مرا که یکے ازایشانم خامه مرہونِ مدعا نگاری خوشتر ، تا بعد از آنکه خود را به سخن آزموده باشم به نارسائیِ اندیشه و کوتاہیِ بیان پیشِ خود شرمسار نبوده باشم ۔

فرا یادِ خاطرِ عاطر خواہد بود که نامه بنامِ نامیِ مکرمی **مولوی نور الحسین** سلمه الله تعالیٰ فرستاده به ملازمان زحمتِ آن داده ام که این را به **لکھنئو** فرستند و دانم که ہمچنین شده باشد ، لیکن چون از لکھنئو نویدِ وصولی نرسیده ، تابِ این اندیشه ام میگدازد که مبادا آن نامه به مکتوب الیه نرسیده و او را به خاطر گذشته باشدکه **غالبِ** آشفته سرِ وفا ندارد ، حقِ دیرین صحبت ہا نگه نداشت و در ایثارِ جنبشِ کلک تنگدلی کرد ۔ چه شود ، اگر پاسخِ آن به تقاضا

از لکهنئو بطلبید و به فرستادنِ آن مرا از بندِ تشویش بدر آرید ـ

دیگر از دیر باز میخواهم و وعده نیز همین است که هر چه از نظم و نثر فراهم آمده است روشناسِ نظرگاهِ قبول گردانم ـ از آن میانه منتخب **دیوانِ ریخته** به بندگانِ والا شانِ مخدومِ مکرّم و مطاعِ معظّم حضرتِ **مولوی غلام امام شهید مدظله العالی** می سپرم که رسیدِ آنرا روشے ایمن تر و روشن تر ازین نبود و **دیوانِ فارسی** و **مجموعهٔ نثر** بعد ازین خواهد رسید ، لیکن در تمامیِ سفینهٔ نثر سخن است ، چه آن وابسته به تفقدست که از جانبِ مخدوم باید و آن تفقّد که در خیال نقش بسته ام جز این نیست که از نگا شته های من آنچه در نظرِ آن والا گهر است به من باز رسد تا آن نیز بسبیلِ انتخاب و التقاط درآن جریده جا یابد ـ چون فرستادنِ این مایه کاغذ در ڈاک صرفِ بیهده دارد ، آن خواهم که خواجه تاشانِ من نگران باشند و هرگاه یکے را از رهروان روی بدین دیار بینند ، آن اوراق به وے دهند تا به من رساند ـ دیگر جز اینکه تا زنده ام بنده ام چه گویم که جایِ مهر در دل است نه بر زبان ـ شبها به روشنائیِ روز و روز ها به فرّخیِ نو روز باد ـ

۲

مخلص نوازا ، خجستگیِ این روزگار را ستایم و خود را بدین پیش آمدنِ اقبال چشم روشنی گویم که در عرضِ دو هفته دوبار دیده به سوادِ نامه روشن شد ـ نخستین مکتوب نامهٔ **مولوی نور الحسین** هدیه آورد از حالاتِ سکون و حرکتِ لشکر **گورنر** خبر باز داد و دومین نامه رازے که از گرانمایگی با جان برابر و دستورالعمل را دستورالعمل بود ، آشکارا کرد ـ جاودان مانید که پیکرِ مردمی را جانید ـ فرمان بجای آوردم و منّت بر خود نهادم ـ عرضداشتے باسمِ سامیِ مخدومِ ستوده صفات حضرتِ قاضی القضاة میرسد ـ چون کشاده عنوان است ، بخوانید و بحضرتِ مکتوب الیه رسانید و هرچه از آن لبِ جان بخش فرو ریزد ، مرا ازآن بیاگاهانید ـ اگرچه من خود از گناهے که از من بوجود آمده بدان سزاوار نیم که رشحهٔ خامهٔ مخدوم آبرویِ من گردد ، لیکن اگر به محضِ مرحمت پاسخِ این پوزش نامه باز دهند ، آنرا به من بفرستید ، تا حرزِ بازویِ اندیشه ساخته آید، والسلام والا کرام ـ

۳

صاحبِ من ، زمانے دراز گذشت که دیده به سوادِ گوہرین نامه توتیائی نگشت - ازین پیش آنچه بحکمِ بیکس‌نوازی نبشته آید ہنوز نقشِ نگینِ ضمیر است - ویژه ہم دران باب خار خارے دارم که محاسبِ خیال روزگارِ رسیدنِ پاسخ را از رویِ شمارِ منزل به پایان برد و ہنوز رنگے از بہار پدیدار نیست - ماجرایِ من این است که از دادکدۂ این خلاف آباد خود را بیکو کشیده نقشِ دیوار خمکدۂ خویش گردیده‌ام - شمعِ امیدے در بزمِ خیال افروخته و چشم به داد گری ہایِ فرماندہانِ صدر دوخته دارم - چه گویم که حکام اطراف چه ہنجارہا سر کرده اند و چه روشہا پیش گرفتند - اگر روزگارے ہم بدین نہج خواہد گذشت ، خانمانہا غرقۂ سیلِ فنا خواہد گشت ، خاصه اندرین دیار که عمائد غمازی و نمامی اختیار کرده اند و حکام گوش به گفتگویِ این مردم نهاده عالمے بر عرض ومال لرزان است - خستگان را مرہم نوازشے جز به دار و کدۂ صدر نشان نداده اند ، چه دران بارگاه حیف و میل را روائی نیست ورنه ہر سو غبارِ فتنه بلند و آتش

بیداد تیز ست ـ امروز که بست و هفتمِ رجب و دوازدهمِ جنوری ست ، جام جهان نما آئینهٔ شهودِ این خبر گردید که در کلکته وبا شایع ست ـ به نگر انیهایِ من فرارسیده نویدِ عافیتِ خود و منتسبانِ خود و مجموعِ احبا در هر ماه یک بار میفرستاده باشند زیاده عمر باد و مزهٔ عمر ـ

قبلهٔ دیده و دل سلامت ، حیرتے داشتم که به مرگ ِ
ناگاه در گذشتن ِ امیر جوان دولت جوان سال یعنی مستر
اندرو استرلنگ ِ ستوده خصال برای ِ چیست و کار پردازان ِ
والا کدهٔ قضا ازین سانحهٔ سترگ کدام نتیجه منظور دادند ـ
حالیا شد که به سیلاب ِ فنادادن ِ بنای ِ امیدوار ِ **غالب** امیده
بخت می خواستند و آن صورت نمی بست ، الا به ظهور ِ این
طوفان ہوش ربا فرمانده ِ این خراب آباد که **فرانس ہا کنس**
بہادرش نامند با والی **فیروز پور** پیمان ِ یکدلی بست و رپورٹے
چنانکه خواست ، به صدر فرستاد ـ ہر چند پرده داران درپرده
بازم دادند و لختے ازان راز به من باز گفتند ، مرا دل
از جای نرفت ـ گفتم **استرلنگ** ِ حق پرست ِ حق شناس کے مست
که سر رشتهٔ ہر کار به دست ِ اوست ـ به چاره گری خواہد
نشست ـ قضا برمن خندید و طرح آن افگند که پیش آزانکه
رپورٹ به صدر رسد ، امید گاه ِ مرا اجل فرو رسید و چشم
جہان بینش فرو بسته شد ـ دیگر نمی دانم که درآن ہنگامه
بر سرآن کاغذ پاره ہا که فرستادهٔ این داور ِ بیگنه کش بود چه
گذشت ـ این قدر دانم که صاحب **سکرٹر بہادر** مرا نزد ِ خود

خواند و گفت تجویزِ فرانس هاکنس بهادر دربارهٔ پرورشِ شما بصدر منظور افتاد و فرمانِ منظوری عزِ صدور یافت ـ گفتم آیا صاحب رزیڈنٹ بهادر چه تجویز کرده اند ـ گفت قاعدهٔ سابق را در مستقبل برقرار داشته اند ـ بخود فرو رفتم و از حیرت جنون کردم و بدل گفتم ـ یارب این بندهٔ خدا چه می فرماید ، کارِ مرا نشستے ازین خوشتر می بایست ـ من و خدا که نبودنِ مسٹر اسٹرلنگ را بفرجامِ کار ها سرمایهٔ فروماندگی می شمردم ، اما صدورِ این حکم از صدر در هیچ حال مظنون نبود ـ

اکنون درِ چاره از شش سو فراز و چرخ و ستاره را با خویشتن ناساز می بینم ـ بر من است که عرضداشتِ انگریزی بنامِ بندگانِ دارا دربانِ نواب گورنر جنرل بهادر به ڈاک فرستم و حالِ خود را موبموی دران بر گزارم و بر شماست که مبادیِ تظلمِ مرا در گوشِ صاحب سکرٹرِ مال بدمید تا نامرادے را بیاد آورد و خستهٔ را بشناسد ـ

فرد

بر دلِ نازکِ دلدار گرانی مکناد
خواهشِ ما که جگر گوشهٔ ابراسے هست

۵

والیِ من و مولایِ من ،

ہفتدہمِ رمضان بود که برادرِ ریا پیشۂ کج اندیشه **افضل بیگ** رونق بخشِ کاشانۂ خویش گردید ۔ ازآنجا که سر بزرگی و عاجز نوازی خویِ اوست ، شامِ روزِ ورود بدیدنِ من آمد و سرم را به سپہر رساند ۔ مژده میدہم شما را که **مرزا افضل بیگ** خطابِ خانی و **مقرب الدولگی** یافت و حالیاً **مقرب الدوله افضل بیگ خان بہادر** نقشِ نگینِ اوست ، امّا از روزِ ورودِ خویش بیمار و بعارضۂ تپ و سرفه و سعال گرفتار است ۔ رگِ باسلیق زده و مسہل آشامیده ، تا لختے سبکدوش برآمده ۔ سخن کوتاه ، آنچه من فروماندۂ آنم اینست که دو روز پیش از ورودِ **مقرب الدوله بہادر** که بیانش گذشت ، فرماندهِ **دہلی** ، وکیلِ مرزبانِ **میوات** را نزدِ خود خواند و کاغذ گذراندۂ وے به وے باز داد و گفت جعلی است ۔ مُہر و دستخطِ این کاغذ ثابت نشد و **سرجان مالکم** بہادر این را بہدیده وری پذیرفت ۔ اکنون مرا گرہے چند بہسرِ رشتۂ خیال افتاده ، یکے از دیگرے سخت تر و محکم تر ۔

نخست اینکه مرجان مالکم ، چنانکه این نامهٔ فارسیِ بے نام و نشان را باور داشت ، رپورٹِ انگریزی را که جگر گوشهٔ دفترِ سرکاری ست ، نیز غلط وا نموده است یا نه - دوم اینکه ہرگاه این خطِ فارسی نمیتواند که مضمونِ رپورٹِ انگریزی را ناسخ افتد ، بدین زودی چرا باز آمد - بایستے که مقابلهٔ این ہر دو تحریر بمیان آمدے ، تا کار یک رو شدے - سوم اینکه ہر گاه خطِ فارسی به مدعی علیه که این نقشِ تازه بهروریِ کار آوردهٔ اوست ، باز دادند به مدعی چرانه گفتند که زرِ مندرجهٔ این را باید ستد و دیگر نباید خروشید - طرفگی درین است که مرزا افضل بیگ که تازه از اردویِ گیهان‌پویِ گورنری رسیده و خود را ازین راز بیخبر نمیداند نیز سخنے نگفته است که مرا از تفرقه وارهاند و خاطرم را فارغ گرداند - ناچار از شما می خواہم که تا توانید رازها بدانید و بمن باز گوئید ، تا دانم که چه بایدم کرد ، زیاده زیاده -

٦

مولایِ من ،

چه گویم که از بخت چه قدر گله‌مند و از هجومِ اندوه چه مایه نژندم ـ سه ماه است که مخدومی **مرزا احمد بیگ خان** و **مرزا ابوالقاسم خان** ترکِ مهر و وفا گرفتند. و اه بے آزرمی رفتند ـ نامه از آنسو میرسد نه پیام ـ روزے **داؤد بیگ** نزدِ من آمد ، و تقریباً حکایت کرد که **مولوی سراج‌الدین احمد** به **کانپور** رسیدند ـ گفتم وای به **کلکته** ـ کسے نماند که مرا چاره گری و رهنمائی تواند کرد و از آنچه در آن هنگامه رو نماید به من تواند نبشت ـ خیالے داشتم که **مرزا ابوالقاسم خان** وعده دادند که چون **کرنیل هنری املاک** را فرجامِ رنجوری بر خیزد ، سپارش نامهٔ بنامِ **ہاکنس** صاحب از وے بکف آرند و به من رسانند ـ هم درین روزها یکی از سترگانِ **فرنگ** به من گفت که **کرنیل هنری املاک** از جهان رفت. وای به روزگارِ من که درین دیارِ بے فرمانروا سر به سنگ میزنم و جان بناکامی میدهم ـ عدو جاه‌مند و مالدار و من تهیدست و تنها ـ خلقے سرِ آزارِ من دارد و گروهے

تشنهٔ خونِ منست ـ خدا را اگر به **کانپور** و از آنجا به **لکهنئو** رسیده ، به عشرتکدهٔ خویش آرمیده اید ، سطرے چند از اوضاعِ دادگاهِ **کلکته** به من رقم فرمائید ، تا جان بیارامد و دل بشکیبد ، والسلام ـ

۷

جائے کہ الطف اجزای آن به تحلیل رفته و کدورتے چون درد از باده و خاکستر از آتش وامانده است ، اگر بپای دوست افشانم ، ترسم که پای نازنینش رنجه گردد و اگر آمادهٔ این نثار نگردم ، در عالم مهر شرمسار بوده باشم ۔ یارب چه کنم تا حق محبت گزارده و سپاس مهربانی بجای آورده باشم ۔ مشاہدۂ صفوت‌نامه دیده را آئینه دار جلوۂ شاہد آرزو ساخت و عالم عالم اسرار در نظر آورد ۔ اغلب که چون این نامه که من در نگارش پاسخ آنم راون شده باشد ، نامهٔ دیگر از من به شما رسیده باشد ۔ سخن اینست که بار گرانی دارد ۔ خدایا ، دوش ہمت ندزدید و کریمانه این بار را کشید و دانم که ہمچنین کنید ، چه از کریمان و گرانمایگانید ۔ حال آن دادکده و اوضاع آن محکمه در نظر دارم ۔ حقا که راست میگوئید، لیکن ماتم زده را دل جز بمویه نیارامد و خسته جز مرہم نخواہد ۔ بخدا اگر جارج سوینٹن مہربان گردد و در ظہور حق حقیقی کوشد ، بکام دل رسیدن من آسانست و اگر این قدر خود میدانم

که رای وے در این داوری راجع به استحقاقِ من است ، و این خود از تنک‌ظرفیهایِ من است که خود را پیشِ شما سپارش میکنم ، ورنه درمعنی کارِ من کارِ شماست و اگر کارِ خود را کارِ شما نمیدانستم ، چگونه این رازِ سترگ درمیان می نهادم ـ ہر نامه که از من میرسیده باشد ، بعدِ خواندن و به مولانا نمودن میدریده و به آب و آتش می افگنده باشید ـ ہمتِ کار ہا دارید ، والسلام ـ

۸

قبلهٔ من ،

رسیدنِ دلکشا نامه روان را به‌نویدِ تازگی بنواخت و درون را به نورِ آگهی بر افروخت ـ دانستم بیکس نیتم و کسے دارم ـ سلامت باشید ، و جاوید بمانید ، از جانبِ شما و بیرونقیِ کارخانه گونه ملالے به‌دل راه یافت ـ ایزدِ بخشایش گر شما را که از نیکوانید ، نیک نگاه دارد و در هر گونه انقلاب که روی دهد به ترقیِ تازه رساند ـ خوش و ناخوش دهر را وقعے ننهاده ، روی با خلق و دل بخدا باید داشت ـ من و خدا هرگاه برشما و حالهای شما نظر می افتد ، دل می سوزد ـ خاصه وقتیکه رنجِ این سفر و مصارفِ راه می سنجم ـ با این‌همه خدای را شکر گویم که به آرامشکده رسیدید و رنجِ راه سر آمد ـ

مضامینِ گرامی مفاوضه سربسر خاطر نشان شد ـ دربارهٔ خویشم گمان آنست که ناکام نباشم و به داد رسم ، چه طالبِ ظهورِ حقِ حقیقیم و این چنین کسے را محروم نگذارند ـ

آنچہ از جانبِ مخدومی **مرزا احمد بیگ خان** مرقوم بود ، آویزۂ گوشِ ہوش گردید ۔ بہ عظمت و جلالِ ایزدی سوگند ، کہ ہرگز امرے کہ موجبِ پراگندگیِ دل باشد ، از جانبِ **مرزا صاحب** گمان نکرده ام ، مگر این قدر دانستہ ام کہ چون بہ **کلکتہ** نیستم ، فلانی در قفایِ من با مرزا صاحب ہنگامۂ ہم زبانی گرم کرده بہ‌خلوت و انجمن حکایتے چند مطابقِ مقصودِ خویش بمیان آورده باشد و **مرزا صاحب** سخنہایِ او را باور داشتہ ۔ اگر ہیچ نباشد ، این مایہ خود انگاشتہ باشد کہ مدعی استحقاقے دارد و اسد الله حیف میکند و می خواہد کہ حق پوشد و در اتلافِ حقوق کوشد ۔ چون صفحۂ ضمیرم را بدین اندیشہ نگار بستند ، دندان بہ‌جگر نہادم و بدین شعرِ استاد زمزمہ سرا شدم ۔

فرد :

دل بر جفا نہم کہ بجز صبر چاره نیست

اکنون کہ دوست جانبِ دشمن گرفتہ‌است

لله الحمد کہ ساده دل و راست گفتارم آفریده اند ۔ ہر چہ در دل داشتم بہ زبان باز گفتم ۔ حالیا اگر بہ کیشِ مہر و وفا بزه مند باشم ، نہیبِ تعزیرے و اگر شائستۂ بخشایشے برآیم ، نویدِ عفوِ تقصیرے ، والسلام ۔

۹

این نیایش نامه ایست از غمدیده اسد بجنابِ مولوی سراج الدین احمد ـ عنوانِ گزارشِ مدّعا این که نگارین نامه به جنبشِ نسیمِ ورود جیب و کنارم به گل انباشت ـ درنگ در نگارشِ پاسخ از ناپروائی نبود ـ میخواستم که سرمایهٔ تحریرے دست بہم دہد و برقِ آگاہی از پرده بدرخشد ـ ایدون که جادهٔ مدّعا طلبی بپایان رسید ، خامه در نامه نگاری به سرشگافتن آغاز کرد و شوق ہنگامهٔ پاسخ نگاری ساز کرد ـ

فیض رسانا ، نامی نامهٔ شما از صحتِ وجودِ فایض الجودِ قبله و کعبه حضرت مولوی خلیل الدین خان آگهم ساخت ـ حقا که پژوہندهٔ این نوید بودم ـ از من آدابِ زمین بوس رسانند و عذرِ کوته قلمیها باز خواہند ـ امید که در عرضِ یک دو ہفته بخود آیم و خود را بذریعهٔ تحریر فرا یادِ خاطرِ عاطرِ شان دہم ـ

دیگر آنچه مرا از گردشِ سپهر و ستاره پیش آمد ، اینست که به روز چارم از مئی که چارشنبه بود و با

یازدہم ذی‌قعدہ تطابق داشت ، رپورٹ مقدمۂ من ازین داوری گاه بہ صدر روان شد - ہے ہے ، چہ رپورٹ و کو مقدمہ ، رپورٹے چون سوی زنگیان خم اندر خم ، رپورٹے چون حال دلبستگان در ہم ، رپورٹے فتوی خون یک جهان آرزو و رپورٹے فرمان ریزش آبرو -

از آنجا کہ فرمانده شہر را در آغاز برخود مہربان شناختمے ، شرم می آید کہ سخن دراز کنم و شکوه ساز کنم ، لیکن این قدر خود ہست کہ اگر بنای امیدم را استواری پایۂ تحریر صدر نبودے ، پیشدستان این محکمہ رخنہ در بنیان مرادم افگنده بودند و حاکم را برمن دگرگون ساختہ - کوتاہی سخن ، تا امروز رنگ و بوی کار اینست ، تا فردا چہ پیش آید و ازین پرده چہ رخ نماید ؟

۱۰

مطاعِ غالب و مخدومِ غالب و قبلۂ غالب ، اگر نہ اندوہِ سترگ بند بردلم نہادہ بودے ، من دانم و دل کہ در شکوہ چہ روشہا ایجاد و در گلہ چہ عربدہ‌ہا بنیاد کردمے ۔ صرفۂ شما در ناکامیِ من است ، ورنہ اگر تاب و توان داشتمے ، آن قدر با شما در آویختمے کہ شما را دامن و گریبان بہ زیان رفتے و مرا سر و رو شکستے ۔ آخر از خدا بترسید و از رویِ داد بسنجید کہ کارِ من و شما بدان رسد کہ روزگار ہا بگذرد و بہ نامہ یاد نکردم ۔ گفتم کہ در بندِ گزارشِ اندوہے تازہ ام ع :

شکوہ کجا بہ خاطرِ ناشاد میرسد

اگرچہ اندرین ورق گنجائیِ این دو سطر نیز نبود ، لیکن اندیشہ برآن پیچید کہ مبادا دوستِ ادانشناسِ من مرا از خود خرسند داند و بدین گمان از تلافی فارغ باشد و من زیان زدۂ جاوید و گسستہ امید باشم ۔

بالجملہ بدین نامہ نگاری مدعایِ اصلی بدین رنگ است کہ برادر صاحبِ مشفق نواب امین الدین احمد خان بہادر

ابنِ **فخرالدوله دلاور الملک** نواب **احمد بخش خان بهادر رستم جنگ** را همان موجِ بلا که زورقم شکسته بود ، خانه به سیلابِ فنا داد ، خونِ وفایم به‌گردن که درین سفر همپایش باز ماندم -

فرد :

روی ِ سیاهِ خویش ز خودهم نهفته ایم
شمعِ خموشِ کلبهٔ تارِ خودیم ما

واماندگی و بیچارگیِ من ازینجا توان سنجید که دندان بر جگر نهم و **امین الدین احمد خان بهادر** را در سفر تنها گذارم - اگر قاضیِ محبت بدین جرم به نطعم نشاند و به تیغِ بیدریغ خونم ریزد ، سزاوارم و لطف در اینست که هرچند درین باب به گفتار گرایم و هنگامهٔ پوزش آرایم، شرمساری بیشتر گردد و خجلت افزاید ، مگر **سراج الدین احمد** به تلافی برخیزد ، تا از گرانیِ تشویر سبکدوش گردم و گردِ خجلت از چهره برافشانم ، یعنی کمر به غمخواری و رهرو نوازی استوار بندید و خود را دوستِ دیرینهٔ **امین الدین خان** دانسته آنچنان چاره سازی و سگالش‌گری بجای آرید که دردمندِ دور از خانمان **اسد الله** رو سیاه را فرامش کند و شما را بجایِ او داند و نیز به برادرِ والا قدر سلمه الله تعالیٰ گفته شده است که چون به **کلکته** رسد و شما را

دریابد ، داند که **اسد الله** پیش از من به **کلکته** رسیده است ـ

قطعِ نظر ازین مدارج که برشمردم ، آخر خدائے هست و دادے هست ـ افسانهٔ ناکامی و ستم کشیِ این فروغِ ناصیهٔ سعادت یعنی **امین الدین احمد خان** خاره را دل بگدازد و آهن را آب گرداند ـ زیاده ازین آنچه نویسم ، خبر از ساختگی می دهد و من از ساختگی گریزانم ـ الله بس ، ماسوای هوس ـ

۱۱

فرد :

رسیدنهای منقار ہما بر استخوان غالب
پس از عمرے بیادم داد رسم و راهِ پیکان را

روزگارے دراز در پیچ و تابِ انتظار کوتهی گُزید تا گوہرین نامه پیرایهٔ گردن و گوشِ تمنا گردید ـ نازم این ہمه ساده پرکاری و خویشتن نگهداری که خود را شرمسارو انمودید ، و عذرِ بدتراز گناه آوردید ـ بهر تقدیر ،

مصرع : عمرت دراز باد که این ہم غنیمت است

اغلب که برادر صاحبِ والا مناقب فخر الدوله نواب امین الدین احمد خان بهادر رسیده باشد و شما را دیده ـ نامه بنامِ نامیِ شان در نوردِ این ورق می رسد ، باید رساند و مرا از فرود آمدن جایِ شان خبر داد ـ خدا کند که بکاشانهٔ شان فرود آمده باشند و شیوهٔ تکلف مرعی نداشته ـ مینگرید که چون ترا یعنی نامه‌نگار را با نواب امین الدین خان محبتے ہست ، بر آئینه مدارجِ پاسِ وفا بتقدیم رسانیده خواہد شد ـ سرت گردم ، معاملهٔ من و او نه آنچنانست

که لفظِ مودت و محبت درمیان تواند گنجید ، چه این الفاظ افادهٔ معنیِ دوئی میکند و میانهٔ من و وے دوئی نیست ـ لاجرم ہرچہ با وے خواہید کرد ، بامن خواہد بود ـ حالِ اخلافِ مرزا احمد مرحوم پدید آمد که بعد از مرزا آن انتظام نماند و فرزندانش در خردی یتیم شدند ـ خدایِ توانا آن گروہرا توفیقِ یکدلی بخشد ـ زیادہ ازین ، چہ نویسم که نوشتن را شاید ـ اگر آرزویِ دیدار است ، پایانش کو و اگر اندوہِ روزگار است ، تابِ گزارشِ آن کرا ـ نگاشتهٔ چهاردہمِ اکتوبر ۱۸۳۴ع -

۱۲

صاحبِ من ، دیده بمشاهدهٔ آئینهٔ سکندر فروغانی گردید و صفای عبارتش گهر بهرشتهٔ نظاره کشید - بیانهای خوش و خبرهای مختصر و نکته های دل‌پسند و رقمهای نظرفریب دارد - فرمانِ شما بر جان و دل روانست ، و مرا در روائیِ این اوراق کوشش فراوان - مردمِ این دیار بسکه از نا معتمدیِ اخبارِ جام جهان نما ملول اند ، ذوقے درست به اخبار ندارند - انصاف بالای طاعت ، کم اتفاق می افتد که صاحبِ جام جهان نما درین هفته خبرے نگارد که در هفتهٔ دیگر خود مکذّبِ آن نگردد - در یک هفته جنگِ اهالیِ سرکار با والیِ لاهور پیش از رسیدنِ موسمِ زمستان بهسلکِ تحریر میکشد و بعد از دو هفته می نویسد که آن خبر دروغ بوده است - در یک هفته خبرمی‌دهد که مسجدِ قلعهٔ اکبر آباد و روضهٔ تاج محل بدین بها فروخته شد - باز بعد از دو هفته رقم می کند که فرماندهانِ کونسل این بیع و شری روا نداشتند - بهر حال امروز که یکشنبه ، چارمِ ستمبر است ، نامهٔ نامی با اوراقِ اخبار بمن رسیده است - مبارزالدوله نواب حسام الدین

حیدر خان بهادر و **فخرالدوله نواب امین الدین خان بهادر** دیدند و خریداریِ این را نپسندیدند - زین‌پس هر که از اعیانِ دیار هرچه به من خواهد فرمود ، به شما عرض خواهم کرد، والسلام -

۱۳

جناب عالی ،

امروز که آدینه روزِ سیزدهم از اپریل است ، فرصتِ نامه نگاری یافته ام و عذرِ تقصیرِ خویش میخواهم ـ نهفته مباد که **لارڈ ولیم کولڈش بنٹنگ بهادر** بروزِ بست و ششم از مارچ بدین دیار رسیده به کوٹهیِ رسیڈنٹی فرود آمد و بعد از دو روز لشکر و بازارِ لشکر را رشتهٔ جمعیت از هم گسست و مردم را بهرفتن دستوری داد ـ ازان جمله خیامِ خاصه به **شملا** روان شد ـ صاحبان **سکرٹر** جا بجا در شهر رختِ اقامت افگندند ـ **مولوی محمد محسن** و **مولوی سید محمد** دو شبا روز غمکدهٔ راقم را آرامشگاه داشته کاشانه درخورِ گنجائیِ خویش به همسایگیِ کوٹهیِ رسیڈنٹیِ دهلی با **نواب**ِ عالی جناب نهپیوست ـ رفتنِ صاحب **سکرٹر** بهادر همپایِ صاحب **رسیڈنٹ** بهادر بهبارگاهِ خسروی و رسیدنِ مختارانِ شاهی بحضورِ گورنری صورت بست ـ

پنجمِ اپریل صلایِ بار دادند و گرو ها گروه مردم پایه بپایه زمین بوسیدند ـ رسمِ منعِ نظم از میان برخاسته

بود و نیز پرسشے به سزا قرار نیافته ـ ہر کس خواست نذر گذرانید و ہر کس خواست ہمان کورنش بجای آورد ، نخستین بار **نواب فیض محمد خان** مرزبانِ **جھجر** با برادر و پسرِ خود سعادتِ بار اندوخته ، یک صد و یک اشرفی پیش کشیده و بقبولِ نذر و عطای خاتمِ الماس نگین چهرهٔ نشاط افروخته ـ دومین بار از جاگیرداران دگر بود ، مثلِ **نواب امین الدین خان** و **اکبر علی خان** و **دوندے خان** ، زین پس امرای شاہی و عمائدِ شہر و وکلای اطراف و کارگزارانِ دفتر ہای سرکار ـ ہویدا باد که درین ہنگامه میر **حامد علی** خان دامادِ **اعتماد الدوله میر فضل علی** خان نیز ملازمت حاصل ساخته و بست اشرفی نذر کرده و بدیافتنِ انگشتری آبرو یافته ـ دیگر چه نویسم که مقصود جز این قدر اظهار نبوده است ـ

۱۴

سرت گردم ، بد نخواهی گفت که اسد اللهِ دادخواه مرا از دیوانگی ستوه آورده است ـ خدا را از ناله و فغانِ دردمندان نباید رنجید ، ویژه چون من دردمندے که از بندگانِ تست ـ نامهٔ منشی حسن علی صاحب رسید و شرمسارم کرد ـ پاسخش میفرستم تا خاطرشان جمع گردد و دانند که دیگر آن آشفته سر زحمتے نخواهد داد ـ در حقیقت این تدبیر هوسے و طمعے بیش نبود ـ کار بدان عرضیِ انگریزی ست که من به شما فرستاده ام ـ در رساندنِ آن به دل توان کوشید ، چه اگر آن عرضداشت پذیرفته شد ، البته کار رونق خواهد گرفت ، ورنه من و ناکامیِ جاوید ـ الله بس ، ماسوی هوس ـ نگاشتهٔ پنجمِ جنوری ، روزِ شنبه وقتِ شب پیشِ چراغ در عالمِ سرخوشیِ دماغ ـ

۱۵

قبلهٔ حاجات ، گوهرآگین نامهٔ دلنواز پس از روزگارے دراز رسید و دیده و دل را فروغ و فراغ بخشید ۔ نارسیدنِ نامه به افسردگیِ شوقم حمل گردید ۔ چرا به مرگِ من حمل نگردید ، تا از اداشناسیهایِ شما خرسند بودمے و شما را اہلِ دل و دانشور شمردمے ۔ من و ایمانِ من که ریشهٔ مہرِ شما به مغزِ دل و دیده و محبتِ شما باجان در آمیخته ۔ تا زنده ام ، بنده ام ۔ وفا آئینِ من است و مودّت دینِ من ست اگر در نگارشِ نامه درنگے روی دہد ، بر فراموشی محمول نشود ۔ دردہا در دل و ہنگامہہا در نظر و تفرقه ہا در خاطر و سوداہا در سر ، چه‌گویم چه میکنم و روز و شب چگونه بسرمی برم ۔ نامهٔ موسومهٔ **جمنا داس** اخبار نویس و نامهٔ موسومهٔ نواب **فتح الله بیگ خان بہادر** جا بجا رسانده و آنچه بر تر ازان نتوان گفت گفته شد ۔ سلامت مانید که مرا نجات دادید ۔ سبکدوش گشتم و از کشاکش وارستم ۔ اکنون **جمنا داس** داند و نواب **فتح‌الله بیگ‌خانِ** وے داند و **شیخ‌علیم‌الله**۔

زین پس من درمیانه و ناوکِ تقاضا را از هر سو نشانه نیستم - زیاده جز اندوهِ دل و شکوهٔ بخت و فراوانیِ مهر و استواریِ وفا چه سرایم ، والسلام بالوفِ الاحترام -

۱۶

قبلهٔ حاجات ، داغم از نارسائیِ بخت که نیرویِ سر انجام پویه که از دیر باز گردِ دل میگردد دست بهم میدهد ، و توانائیِ سر کردنِ شیوه که خاطر از یک عمر در گروِ آنست روی نمی نماید ، چه نامه نگار را آن در سر است که رخت از ورطهٔ آمیزش برکنار کشد و آزادانه به فراخنایِ گیتی بگردد ۔

می سنجیدم که آغازِ زمستانِ افسردگی را پایان و ماندگی را فرجام پدید خواهد آمد ۔ خواهی نخواهی ازین دامگاه بدر خواهم جست و سر به صحرا خواهم نهاد ۔ عقدهٔ کار کشایش نیافت و این عزیمت امضا نپذیرفت ۔

فرد :

نومیدیِ ما گردشِ ایّام ندارد
روزے که سیه شد سحر و شام ندارد

آه که از گمانِ خویش منفعل و از انتخابِ خویشتن شرمسارم ۔

در مجمعِ احبابِ **کلکته** خاطر جز به **مولوی سراج الدین**

احمد قرار نگرفت و مودّت را جز ضمیرِ منیرش جلوه گه دیگر نیافت ـ اکنون کما بیش یکسال است که مرا یاد نیاورده و فراموشی را عذرے نخواسته ـ امروز که بست و ہشتمِ دسمبر انجامِ سالِ ہزار و ہشتصد و سی و سه عیسوی ست ، دل از دردِ بے خبری بهم برآمد ـ ناگزیر نامه‌نگار گشتم و خودرا بر خاطرِ خطیرِ مخدوم عرضه دادم ـ اگر به نامه یاد آیم ، دشوار است که در پیرہن گنجم ـ داستانِ شکوۀ فراموشی کوتاه باد ـ

۱۷

عمرِ من و جانِ من ، پس از رسیدنِ گرامی‌نامه در بندِ آن بودم که پاسخ‌گزار شوم و ماجرای خود شرح دهم ـ ناگهان دی که دوشنبه پانزدهمِ ذی الحجه بود ، آوازه در افتاد که مجموعهٔ مکارمِ اخلاق را شیرازهٔ وجود از هم گسیخت ـ شمعِ ایوانِ سروری مرد و نهالِ باغِ آگهی را برگ و بار فروریخت ـ دستگیرِ درماندگان را دست از کار رفت و گره‌کشایِ بسته‌کارن را نے به‌ناخن شکست ـ خاکم بدهن ، چگونه گویم و اگر من نگویم کیست که نمیداند که مسٹر اندرو اسٹرلنگ مرد و از گیتی جز نامِ نیک با خود نبرد ـ کاش رویِ گداخته به روزنهٔ گوشم ریختندے ، تا نشنودمے که چه شد ـ اکنون امیدِ غم‌خواری از که بایدم داشت و دل را به خیالِ گردشِ چشمِ که تسکین داد ـ رپورٹے که فرانسس هاکنس بهادر در خصوصِ دادخواهیِ من به‌صدر فرستاده است ، چگویم که چه مایه امیدگاه و اندوه‌فزای بوده است ـ تکیه برکار سازیِ آن چابک خرامِ بیدایِ فنا داشتم ـ اکنون از شش‌سو فلک بکامِ دشمن‌است ـ

زینهار در پاسخِ این نامه درنگ روا مدارید و بنویسید که آن والا گهر را چه روی داد و آن گلبنِ روضهٔ مردمی‌را کدام تند باد از پای افگند و پس از وے سر انجامِ دفتر کده چه شد و جایش که گرفت - الله بس ماسوی‌ٰ ہوس -

۱۸

قبله و کعبه، والا نامه رسید و نویدِ فراقِ دائمیِ مرزا احمد بیگ رسانید ـ چه مایه سنگین دل و سخت جانم که نامه در تعزیتِ دوست انشا میکنم و اجزای وجودم از هم نمیریزد ـ میگفت که به دہلی می آیم ـ وعده فراموشِ بیمروت راه گرداند و ناقه سرِ منزلِ دیگر راند ـ گرفتم که خاطرِ دوستان عزیز نداشت، چرا بهحالِ خردسالانِ خود نپرداخت و سایه از سرِ شان باز گرفت ـ وای بے یاریِ یارانِ وے و دریغای پدریِ پسرانِ وے ـ ہر چند از مرگ نتوان نالید و گسستنِ تار و پودِ پندارِ ہستی را چاره نتوان کرد، لیکن انصاف بالای طاعت است، ہنوز ہنگامِ مردنِ مرزا احمد نبود ـ چرا آن قدر صبر نکرد که به کلکته رسیدے و رویِ نظاره فروزش دیگر باره دیدے ـ چرا آنمایه درنگ نورزید که حامد علی جوان گشتے و کارها باندازهٔ دانشِ وے روان گشتے ـ حیف که مهین پسرش خرد سال است و باشد که به حقیقتِ سرمایهٔ پدرِ دانا و به گرد آوردنِ زرهایِ پراگنده توانا نباشد و باشد که چون آن سرمایه بهچنگ آرد، بهباد

دہد و بر فرودستانِ خود ستم کند و کہین برادران را ناکام گذارد - ہرآئینہ درین حال امینے باید ہوش مند و حق شناس کہ گردِ چارہ برآید و غم‌خواریِ بےپدرماندگان نماید - للہ در من قال :

فرد :

مرا باشد از دردِ طفلان خبر
کہ در طفلی از سر برفتم پدر

واللہ کہ تیمارِ آن بیچارگان عینِ فرض و فرضِ عین است ، ہم برشما و ہم بر مرزا **ابوالقاسم خان** - بےکسیِ این جماعہ در نظر باید داشت و غافل نباید بود - وللہ لایضیع اجرالمحسنین -

۱۹

ہان و ہان این نامہ ایست ، از اسد اللہ دردمند بسوی
آن یارِ خود پسند کہ پرسش از دوستان دریغ دارد و دورافتادگان
را بہ‌نامہ بیاد نیاورد ـ شگفتی بنگر کہ دوست بدان
ناپروائی و من آنمایہ ہوسناک کہ نامہ میفرستم و آرزو میکنم
کہ روزِ رسیدنِ این نامہ پاسخ نگاشتہ شود و ہم آنروز
و اگر بیگاہ شدہ باشد ، فردایِ آن بدین سو فرستادہ آید ـ

ع : زہے تصورِ باطل زہے خیالِ محال

صاحبِ من این دشوارطلبی نہ از فضولی و فزون سری‌ست
بلکہ کشایشِ گرہے چند کہ در سر رشتۂ خیال
افتادہ بیتابم دارد و آنرا از شما میخواہم ـ

پیش ازین میشنودیم و ہمین ہمی بایست کہ نواب
گورنر جنرل بہادر چنانکہ آئین است خرامش‌کنان و داددہان
می آیند و بہ دہلی می رسند و ازینجا میگذرند و
باخترِ سویِ این دیار را می پیمایند و قریبِ تحویلِ آفتاب
بہ حمل بہ‌کوہستان برمیشوند و تابستان در آنجا بسرمی برند و
درین پویہ ہر گونہ مردم از ہر دیار ملازمت میکنند و

ہر یک را بہ‌تقاضای وقت کارہا سرہ میگردد و ناگاہ آوازہ در افتاد کہ چالشِ کوکبۂ گورنری تا الہ آباد خواہد بود و بس و درین سخن مردم دو گروہ اند - برخے برآنند کہ نوابِ والا جناب از الہ آباد بہ کلکتہ میرود و بعضے را عقیدہ آنکہ بہ الہ آباد درنگ میفرماید و دوسہ ماہ اندران بقعہ می آساید - مرا ازین کشاکش دل از جای رفتہ و اندیشہ پریشانی گرفتہ - چو سرِ این رشتہ پدیدار و گفتارِ ہیچکس در اندیشہ استوار نیست ، در دل آوردہ ام کہ شما اندران ہنگامہ جا دارید و بہر حال موکبِ فروغانی کوکب تا الہ آباد رسیدہ باشد - البتہ این عزیمت کہ از عالمِ رازہای نہانی نیست ، بر شما آشکارا شدہ - زینہار بے سر و دل بگذرید و ہر چہ ازین عالم دانستہ باشید ، بہ من بر نگارید ، والسلام -

۲۰

قبلۂ حاجات ، ہر چند ورودِ نامی نامہ روان درتنم دمید ، اما بر آتشِ سودایِ خواہرانِ **مرزا احمد** مرحوم آبے نزد ـ **حامد علی** بحالِ عمہ ہایِ خود کہ عاشقِ اویند ، چرا نمی پردازد و خیر طلبان را بہسلامے خشک نمی نوازد ـ عجب اینکہ چون شما اورا یعنی **حامد علی** را بہسعادتمندی میستائید ، ہرآئینہ مرا باوے بدگمان نباید بود و سعادتمند باید شمرد و سنگ دلی و دل آزاری را از آثارِ رشد و سعادت باید دانست ، فرمان چنین است کہ ہرچہ **غالب**ِ خونین نفس از دردِ دل فرو ریزد ، نامہ را بدان نگار بندد ، تا مخدوم نگہے بہتماشا آب دہد ـ سخن این است کہ نفس در بادیہپیمائی درنگ ندارد ـ فراوان خون خوردہ و جہان جہان پارۂ دل بہدامن شمردہ میشود ـ اگر خواہم کہ ہمۂ آنرا بہورق اندر آرم ، نامہ از درازی بہ **کلکتہ** رسد ، ورقم انجامگرای نگردد ـ اما چون مخدومِ مرا بہ نالہ ہایِ زارِ من سرے ہست ، عہد کردہ ام کہ نامہ را بہ اخبارِ آن مرز و بوم باید آراست ـ چہ گویم آنچہ نتوان گفت ـ گویند در ایامیکہ **نادر** بر **ایران** دست یافت و

آن فرخنده بوم را به ستم ویران کرد مزاجدانانِ روزگار و اندازه شناسانِ کیفر و پاداش گفتند که تا در صورتِ معقوله کردار های ماست ، چنانکه گفتند :

زشتیِ اعمالِ ما صورتِ نادرگرفت

همچنین درین روزگاران بفرمانِ آمیغی داور یعنی حاکمِ حقیقی خوهای بد و طبع های خام و هوسهای تباهِ مرا در قالب ریخته ، پس از آنکه به‌آتشِ غضب گداخته اند ، بصورتِ مردِ میانه بالای بزرگ شکم ساخته اند و آن صورت نخست زهرِ بلا برمن ریخت و دود از نهادم برانگیخت و ازان پس در هندوستان میگردد و ویران و آباد و کوه و دشت می پیماید ـ مرحله به مرحله ، منزل به منزل آتشِ بیداد بلند ، وبالِ جانِ خلق برشعلهٔ آن آتش سپنداست ، مگر ابرِ رحمتے از جانبِ محیط پدید آید و برین سرزمین که هندش نامند فروبارد ، ورنه فرو نشستنِ این آتشِ بےزینهار محال ـ بالجمله این خبریست برای معنی‌یابانِ رمزجوی ، اما به‌مذاقِ صورتِ صورت‌پرستانِ آشکاراگوی نیز وانموده میشود ـ نهفته مباد که **لارڈ کونڈش بنٹنگ** بهادر سومین نوبت به **دهلی** نزولِ اجلال فرموده ، نویدِ بار داد ـ مرزبانان و مشاهره خواران و بزرگان و مالدارانِ شهر رفتند و نشستند و عطر و پان یافتند ـ غالبِ مستمند که کشتهٔ صورتِ معقولهٔ اعمالِ خودست ، درین

هنگامه جاگرم نکرد و به‌بارگاه نرسید - چشم براهِ پدید آمدنِ ابرِ رحمت از جانبِ محیط که اشاره به ورودِ **نواب گورنر جنرل بهادرِ** جدید است دارد ، والسلام والاکرام -

۲۱

زینهار، اے مولوی سراج‌الدین بترس از خدای جهان‌آفرین که چون قیامت قائم گردد، و آفریدگار بداد بنشیند، من گریان و مویه‌کنان درآن هنگامه آیم و در تو آویزم و گویم که این آنکس است که یک عمر مرا به محبت فریفت و دلم برد - چون من از سادگی بروفا تکیه کردم و این را از دوستان برگزیدم، نفس کج باخت و به من بیوفائی کرد - خدارا بگو که آنزمان چه جواب خواهی داد و چه عذر پیش خواهی آورد - وای برمن که روزگارہا گذرد و خبر نداشته باشم که سراج الدین احمد کجاست و چه حال دارد - اگر جفا بپاداشِ وفاست، بسم الله ہر قدر توانی، بیفزای که اینجا مہر و وفا فراوان است، لاجرم جفا نیز باید که فراوان باشد و اگر خود این تغافل بباداقراہِ جرمے دیگراست، نخست گناہِ مرا خاطر نشانِ من باید کرد و آنگاہ انتقام باید کشید تا شکوہ درمیان نگنجد و مرا زہرۂ گفتار نباشد - منم که معاشِ من از گوناگون رنج و رنگ رنگ عذاب بمعادِ کفار ماند - خون در جگر و آتش در دل و خار در پیرہن و خاک بر سر - ہیچ کافر بدین

روزگار گرفتار مباد ، و هیچ دشمن این خواری مبیناد ۔ راست به تنها روے مانم که در صحرائے پایش به گل فرو رود و ہر چند خواہد که بالا جهد نتواند و فرودتر رود ۔

والا قدر نواب امین الدین احمد خان بہادر که گیتی را بہرویش دیدمے و وصالش را زندگی دانستمے، بہ کلکته راہگرا شد ۔ دیگر زندگی از بہرِ که خواہم و دل را بہ دیدارِ که شادمان دارم ۔ واماندگیِ من ازینجا توان سنجیدکه نتوانستم ہمپائیش کردن و روا داشتم او را تنہا گذاشتن ۔ میگفت که در کلکته یکے از دوستانِ خود بہ من نشان دہ ، تا چون بدان دیار برسم ، مرا بجایِ تو باشد و غمخواری نماید ۔ گفتم حاشا که جز از مولوی سراج الدین احمد این کار برنیاید و دلم جز بہوے نشکیبد ، چنانکه نامه بنامِ نامیِ شما نوشته بہوے سپرده ام ۔ امید که چون شمارا در یابد ، آئمایه مهربانی کنید که اندوہِ تنہائی از دلش بر خیزد و شمارا بجایِ من شناسد ، والسلام ۔

۲۲

دیروز که یاز دہم ِ اکتوبر و چارم ِ جمادی الاولی بود قدسی صحیفہ نگاشتہ بست و نہم ِ ستمبر با یک لفافہ اوراق ِ آئینہ سکندر رسید - اما اوراق ِ اخبار را دران لفافہ ہرچند بیشتر جستم ، کمتر یافتم - تنہا ورق ِ اشتہار بود و دیگر ہیچ - دانستم کہ ہنگام ِ فرو پیچیدن ِ نامہ ، نوردیدن ِ اوراق از یاد رفت - بہر حال سخن اینست کہ مرا سعی در رواج ِ این اخبار بیش از آنست کہ گفتہ آید ، اما بدین زودی بر این مراد چیرہ نتوان شد - چہ اندرین روزہا آوازۂ آمد آمد ِ بہین داور وکلای ِ اطراف را از جا بردہ - برخے بسوی ِ گمارندگان ِ خود رفتہ و گروہے را روی در رفتن ست ، تا این آشوب فرونشیند و این پردہ از پیش ِ نظرہا بر نخیزد ، مقصود روائی نگیرد - کار ِ من بہ دادگاہ ِ دہلی چنانکہ دانستہ باشید ، تباہی گزید - حالیا برآن سرم کہ اگر مرگ امان دہد ، باز بدان در رسم و درد ِ دل بدان زمزمہ فروریزم کہ مرغان ِ ہوا و ماہیان ِ دریا را برخود بگریانم -

ہیہات اگر معاش ِ من ہمین پنجہزار روپیہ سالانہ ، ہم

بدین تفریق از روی دفترِ سرکار که ساده لوحان آنرا معدلت‌آثار گویند ، ثابت شده بود ، بایستے که صاحبانِ صدر مرا از پیش راندندے و گفتندے که هرزه مخروش ؛ آنچه تو بازیافت وا نمودهٔ ، یافتنی ازان افزونتر نیست و قرارداد نیز همانست ۔ لاجرم دیوانه بودمے ، اگر بدین کشور باز آمدمے ، و با یک قبیلهٔ که خویشان و برادرانِ منند به ستیزه برخاستمے و به‌باطل ستیزی نام بر آوردمے ۔ کوتاهیِ سخن ، بر انگیختنِ منشی نصرالله بمیانجی‌گری و طلبِ اعانت از جارج سوینٹن بهادر هدایتے و رعایتے داشت که آنرا جز من کسے نداند ، اما چه کنم که کار برگشت ۔ خدارا بنگر و به‌دردِ دلِ من وارس ۔ کولبرگ به‌توسطِ کرنیل هنری املاک برمن مهربان شود و رپورٹے که خوشتر ازان نتوان اندیشید ، بصدر فرستد و جوابیکه سودمند تر ازان نتوان سنجید از صدر حاصل نماید ۔ هنوز آن جواب در راه باشد که کولبرگ معزول گردد ۔ هاکنس که بجایِ کولبرگ نشیند آنچه برهم زدنِ هنگامهٔ سلطنتی را بس باشد ، از بهرِ من به‌صدر نویسد ۔ و من درآن داوری از مسٹر اسٹرلنگ چشمِ یاوری داشته باشم ۔ هنوز آن رپورٹ به‌صدر نرسیده باشد که مسٹر اسٹرلنگ رهروِ راهِ عدم گردیده باشد ۔ چون از همه بگسلم و به‌دامنِ جارج سوینٹن آویزم ، گرم از جا برخیزد ، و دامن بر شغلِ جهانبانی افشاند ۔ سبحان الله ،

معزول نگردد مگر کولبرک - بمرگِ ناگاه بمیرد مگر استرلنگ ، بولایت نرود مگر جارج سوینٹن - درخورِ این صدمه‌های جانکاه نباشد ، مگر اسد الله داد خواه - اکنون مصلحت درآن می بینم که ازین داوری قطعِ نظر فرمایند و وکالت‌نامهٔ من که نزدِ منشی نصرالله صاحب است ، باز ستانند و از هم بدرند ، و بگذرند - الله بس ماسوی هوس -

۲۳

والیِ من و مولایِ من ، یکشنبه ، دوم جمادی‌الثانی بختیِ سعیِ آوارگی در زاویهٔ دهلی پای به‌دامن کشید ـ نازم آئینِ غمخواری و جان پروریِ نکویانے که درین سفر دیده روشناسِ کفِ پایِ آنان گشته که وطن را به‌مذاقِ منِ آشفته مشربِ تلخ تر از غربت ساخته ـ رسیدن به دهلی تلافیِ اندوهِ هجران کلکته نکرد ، تابه شادی چه رسد ـ هر که از اهلِ نظر مرا نگرد ، هرگز نداند که این رهروِ به منزل رسیده ، به وطن آرمیده ایست ، بلکه پندارد دردمندے ست و از وطن دور افتاده ، تازه به‌داغِ غربت مبتلا و چگونه چنین نباشد ـ کسے که مولوی سراج الدین احمد و مرزا احمد بیگ خان و مرزا ابو القاسم خان و آغا محمد حسین را از کف داده باشد ـ طرفه اینکه در عرضِ این سه سال که مرا به بیرون گردی و صحرانوردی گذشت ، رسم و راهِ اعیانِ دهلی برگشته و مهر و وفا درنهادِ یاران نمانده ـ از دوستانِ یکدل گروہے به‌آغاز جا خرامیده و سرخوشانِ بزمِ آنس جرعهٔ فنا چشیده ـ گرانمایگان و صاحبدلان در زوایای خمول فرورفته ،

و سفلگان و سفیهان را روزگار بروی کار آورده حالِ دادگاه از داد خواهان تباه تر و روزِ مردم از چشمِ بیوفایان سیاه تر ـ تا رسیده‌ام هرسو دویده ام و آزرم درهیچ طینت ندیده ام ـ

حاکمِ معزول بخود مشغول و منصوب شهر آشوب ـ آن امیدوارِ باز آمدنِ آبِ رفته به جوی و این باوجودِ اندیشهٔ زوالِ دولت دیوسار و اهرمن‌خوی ، اما هرچه ازین عالم است عامان را به زبان است و خاصان را به‌گمان ـ سرِ رشته برهیچکس پدیدار نیست ـ

نامهٔ نامی که در باندا به من رسیده و جوابش از همان منزل مرقوم گردیده سطرے از نهضتِ لوایِ جهان کشایِ گورنری داشت ـ هنوز آنچنان بروی کار نیامده ـ همانا آن فرمان روائی نیافته باشد ، چه جزوِ اعظم کونسل میخواهد که اربابِ کونسل را با دفترِ آن محکمه به هند با خود آورد و اعیانِ آن کده بدین راے یکدل و یکزبان نیستند ـ امید که بے جرم نگذارند و هرچه درین باب دانسته باشند برنگارند ـ دولت روز افزون باد ـ

۲۴

قبلهٔ حاجات ، دلنواز نامه پس از عمرے رسید و عمرے دیگر بخشید ، تا عمرِ به اندوه سپری شده را تلافی تواند کرد ، اما شادکردنِ دلے که نهادش به‌غم سرشته باشند نه آسانست ـ منم که چون نامهٔ شما رسیدے مستانه از جای برجستمے و جهان جهان نشاط اندوختمے ـ اینک تا چشم به سوادِ این صحیفه دوچار شد ، گیتی در نظرم تیره و تار شد ـ نخست آنچه بنظر درآمد خرد آشوب خبرے بود که دل تا جگر خون کرد ، یعنی از جهان رفتنِ خواهرِ عزیزِ شما ـ ہے ہے این مخدومهٔ مرحومه همانست که تا در کلکته خبرِ رنجوریِ وے شنوده بودید دل از دست رفته بود و سراسیمگی سرا پایِ خاطر را فرو گرفته ـ در نظر دارم که از مردنش بر شما چه قیامت گذشته باشد ـ توانا ایزدِ پاک شمارا شکیب عطا فرماید و تنومندیِ دل و توفیقِ ثبات ارزانی دارد ، و این سانحه را در روزنامهٔ عمرِ شما خاتمهٔ مکاره و مقطعِ مصائب گرداند ـ آشکارا شد که مخدومِ مرا از علاقهٔ تازه خوشنودی نیست ـ هر آئینه انکشاف

این معنی غبارِ ملال بر دل فروریخت ـ خدارا دلتنگ نتوان شد و **کلکته** را غنیمت باید پنداشت ـ شارستانے بدین تازگی در گیتی کجاست ؟ خاک نشینیِ آن دیار از اورنگ آرائیِ مرزبومِ دیگر خوشتر ـ من و خدا که اگر متاهل نبودمے و طوقِ ناموسِ عیال بگردن نداشتمے ، دامن بر هرچه هست افشاندمے و خود را دران بقعه رساندمے ـ تا زیستمے ، در آن مینوکده بودمے و از رنجِ هوا های ناخوش آسودمے ـ زہے هواهایِ سرد و خوشا آب های گوارا ، فرخا باده هایِ ناب و خرما ثمرهایِ پیشرس ـ

فرد :

همه گر میوهٔ فردوس بخوانت باشد
غالب آن انبهٔ بنگاله فراموش مباد

هم از نگارشِ مخدوم پدید آمد که قبلهٔ جان و دل **مرزا احمد بیگ خان** از دردِ پهلو زحمت کشیده و بحسنِ تدبیرِ جنابِ سید **واجد علی خان** رویِ افاقت دیده اند ـ لله الحمد ولله الشکر ، نامهٔ موسومهٔ شان میرسد ، باید رسانید و از جانبِ من بسیار باید پرسید ، والسلام ـ

۲۵

امروز که روزِ سی و یکم است از جنوری و نافِ هفته یعنی سه شنبه هنگامِ نیمروز این ورق نگاشتهٔ کلکِ اسد اللهِ داد خواه میگردد ، امید که بنظرگاهِ قبلهٔ دلها و کعبهٔ جانها حضرتِ **مولوی سراج الدین احمد** فروغِ قبول یابد و نیرّ ِ التفاتے بسرا پایِ ذرّهٔ بے دست و پا تابد ـ گمنامے را نامور ساختن و هیچے را همه پنداشتن عنایتے است سترگ و مرحمتے بزرگ ، خاصه که آن سترگ عنایت بے ابرامِ داعی روی نماید ، و آن بزرگ مرحمت بے استدعایِ سائل بظهور آید ـ نگرنده اگر دیدهٔ حق بین دارد ، بنگرد که واجب تعالیٰ شانه اجزایِ ممکنه را که در کتمِ عدم متواری بوده اند ، به محضِ عنایت پیرایهٔ وجود بخشید و برآن معدومات بدان عظمتیه سنّت ننهاده ـ حقا که اگر تأملے بسزا کرده شود ، رقم گشتنِ قطعهٔ تاریخ در آئینهٔ سکندر ازین عالم خبر میدهد و چون ناخواسته این چنین نوازش بمیان نهاده ، آرزو را سرانجامِ گفتگو داده میشود ـ نهفته مباد که بی تمیزی و قدر نا شناسیِ حکام رنگِ آن ریخت که فاضلِ

بینظیر و المعی یگانه مولوی حافظ محمد فضل حق از سررشته‌داری عدالت استعفا کرده خود را از ننگ دعا وارهاند - حقا که اگر از پایهٔ علم و فضل و دانش و کنش مولوی فضل حق آنمایه بکاهند که از صد یک واماند ، و باز آن پایه را به سررشته‌داری عدالت دیوانی سنجند ، هنوز این عهده دون مرتبهٔ وے خواهد بود - بالجمله بعد ازین استعفا نواب فیض محمد خان پانصد روپیه ماهانه برای مصارف خدام مخدومی معیّن کرد و نزد خود خواند - روزے که مولوی فضل حق ازین دیار میرفت چه گویم که بر اهل این دیار چه میرفت - ولیعهد خسرو دهلی صاحب عالم مرزا ابو ظفر بهادر مولانا را تا پدرود کند سوی خود طلبید ، و دوشالهٔ ملبوس خاص بدوش وے نهاد و آب در دیده گرداند ، و فرمود که هر گاه شما میگوئید که من رخصت می شوم ، مرا جز این که پذیرم گزیر نیست ، اما ایزد دانا داند که لفظ وداع از دل بزبان نمیرسد ، الا بصد هزار جرّ ثقیل - تا اینجا سخن ولیعهد بهادر است و غالب مستهام از شما میخواهد که واقع تودیع مولوی فضل حق و اندوهناکی ولیعهد بهادر و بدرد آمدن دلهای اهل شهر به عبارتے روشن و بیانے دلآویز در آئینهٔ سکندر به قالب طبع در آرید و مرا درین تفقّد منّت پذیر انگارید ، والسلام -

مخلص نوازا ، عمرہاست کہ بہ ورودِ دلنواز نامہ جانے تازہ نیافتہ ام و لطف و عتاب آئینہ‌دارانِ التفاتند ، و بمذاقِ اربابِ مودّت از ہمدگر گواراتر ، اما آنچہ من می نگرم تغافل است ، و این را بر نتوان تافت ، مگر با دلے چون کوہ و من این ندارم ۔ لاجرم آن نتوانم ۔ آیا میدانید کہ بر من درین روزگاران چہ گذشت و خارِ خشکم با کدامین شعلہ روکش گشت ۔ اگرچہ شما از شنیدن فارغید ، اما من از گفتن فراغ ندارم ، چنانکہ گفتہ اند ۔

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم

روزِ شانزدہم از مئی بود و وقتِ بر افروختنِ شمع و چراغ کہ چپراسیِ سر رشتۂ اجنٹیِ دہلی رسید و نامۂ مہریِ ولیم فریزر بہادر بہ من داد ۔ چون بمیزانِ نظر سنجیدم ، گران تر ازآن بود کہ آنرا یک نامہ توان انگاشت ۔ بارے از ہم کشودم و دیدم کہ نامۂ مہریِ مسٹر ولیم ہے مکناٹن صاحب بہادر در نوردِ آنست ۔ مضمونش این کہ کواغذِ منتظمہ مثلِ مقدمہ از نظرِ نوابِ معلی القاب مکرّر گذشت ، و فرمان

صادر شد که تجویزِ **پاکنس** صاحب منظور و مهر و دستخطِ کاغذِ گذرانندهٔ مرزبانِ **میوات** اصلی ، و بندوبستِ مندرجهٔ دفترِ سرکار نا مصرّح و نا مکتّمل ـ فقط ـ لله در من قال :

ع در خاندانِ کسری این عدل و داد باشد

شبے که این شگرف نامه به من رسید بامدادان سامعه‌گزا گردید که **مولوی محمد محسن** به جرمِ خفیه‌نویسی مأخوذ شده اند ، تا رفته رفته کار بدانجا رسید که خبرہا بوقلمون شد ـ دهلویانِ حسدپیشهٔ ناجوانمرد چون مرا مخلصِ صادق الولایِ **مولوی محمد محسن** دانستند ، رنگِ آن ریختند که در ہر روز دوبار یا سه بار پراگنده‌گوئے نزدِ من آید ، و دروغے چند یکے از دیگرے زہره گداز تر بیان نماید ، تا بعد از دو ہفته بزبانِ **بلیک صاحب** که عهدهٔ **سکرٹری اجنٹِ دہلی** دارد ، شنودم که جرمے و بزهٔ چنان که در سر آغازِ داوری محتمل بود ، فرجامِ کار بر **مولوی محسن** ثابت نشد ـ لاجرم **لارڈ صاحب** به ناخوشنودی از خود جدا کردند ، و معزول ساختند ، و رخصتِ انصراف به وطن دادند ـ ہم دل از اندوهِ خود سوخته و ہم جگر از دردِ دوست برشتهٔ زندگانی کردم و چشمے به ره باز داشتم تا به روزِ بست و دومِ جون **مولانا** از **شمله** رسیدند و بسساحل دریا به زور قے که خاص از بهرِ شان پیش از ورودِ شان

آماده بود ، فرود آمدند ـ رفتم و آن مجموعهٔ مهر و وفا را دریافتم ـ آشکارا شد که این بزرگ را باد آورد ـ رخصتے با مزه پیش آمده ـ ہم دو ماہہ ہسبیل پیشگی یافته و ہم پروانهٔ راہداری از دفتر به چنگ آورده ـ بالجمله آن جانِ پیکرِ مردمی را پدرود کردم ، و سفینه را لنگر بر گرفت و مرا از ہجرانِ وے و نامرادیِ خویش سترگ اندوہے در گرفت ـ خدایش نگہبان باد و مرا در غمِ دل صبر کرامت کناد ، والسلام ـ

۲۷

چار ماه است که از نا رسیدنِ فروغانی نامه روزم سیاه است ـ کافر باشم ، اگر گمانِ بے التفاق رود ، یا بے مهری مظنونِ خاطر شود ـ همه درآن کشاکشم که نا رسیدنِ نامه را چه اندیشم ـ نه جرم از من و نه تغافل از دوست ، و نه فتنه در ڈاک و نه اندیشه در راه ـ این همه یکسو ، از رویِ انصاف ، اگر از بهرِ شما عذرِ کثرتِ اشغالِ سرکاری تراشیده آید ، جا دارد ـ خدارا برایِ مکرمی مرزا احمد بیگ خان چه عذر اندیشم و نارسیدنِ نامهٔ شان را پیشِ خود چه جواب سگالم ـ گوناگون اندیشه‌ها و رنگا رنگ وسوسه ها به خاطر میگذرد و دلِ سودا زده بیتابم دارد ـ خرسندم بدان که مرزا صاحب مرا فراموش کرده باشند ، لیکن تندرست و دلخوش باشند ـ خدائے که مرا بیکس آفریده و شمارا غمخوارِ من ساخته است میتواند که شمارا بر سرِ سهر آورد تا سطرے چند از رگِ کلک فرو ریزید و به من فرستید و چه خوش باشد که این آرزو بزود ترین هنگام بر آید و هنوز مدتِ رسیدنِ این نامه به پایان نرسیده

باشد که نامه سپار از در در آید و گرامی مفاوضه به من سپارد ـ فرجامِ داد خواهیِ من جز این قدر نیست که **لارڈ کولڈش بینٹنک بهادر** کواغذِ مقدمهٔ مرا از دفترِ دهلی باخود برد ـ کار پردازانِ دفترِ گورنری میگفتند که داد نامه های پیشین از دفترِ **کلکته** نیز طلب فرموده است تا بمشاهدهٔ آن مجموع حکمِ اخیر تواند داد. با اینهمه دل که آئینه دارِ راز ست مرا نومید دارد و نظر بتفرقه که در قوانینِ حکومت روی داده و به حکمِ کشاکشے که در سر رشتهٔ کارِ من افتاده ، اگر فی‌المثل دربارهٔ من حکمِ قتل صادر گردد ، بعید نمیدانم ، و اگر بالفرض یک نیمه از جاگیرِ فلانی به من بخشیده شود ، شگفت نمی پندارم ـ چون عدلِ حقیقی نیست ، هرچه باشد گو باش ، والسلام ـ

۲۸

از اسداللہ ِ نامہ سیاہ بہ‌والا خدمت ِ مخدوم ِ معظم ّ حضرت ِ مولوی **سراج الدین احمد** سلامے کہ زمین تا آسمان شکوہ بارد و پیامے کہ شنوندہ بہ چشم آرد پذیر فتہ باد ۔ اگر بنای ِ تغافل بر مصلحتے ست ، شاد باشید کہ از من بحلید ۔ اگر این دیوانگی از بیگانگی است ، ہیہات چہ مایہ بے مہر و زود گسلید ۔ بارے اگر نامہ نگاشتن نتوانید ، اینقدر خود کنید کہ نوید ِ آمد آمد ِ فرمانروای ِ آبو آنچہ بشنوید در **آئینہ ٔ سکندر** بانطباع آورید ، تا فی‌الجملہ در مستقبل امیدوار باشم و امید ِ من درین مقام باشد کہ بیجا نباشد ۔ زمان ِ فرومردن ِ شمع و چراغ و ہنگام ِ بر دمیدن ِ ستارۂ روز نزدیک است ۔ آنچہ بہ پرتو ِ شمع و چراغ نیافتہ اند ، اگر بہ روشنائی ِ روز دریابند ، شگفت ِ نیست ۔ نہ پائے کہ در باب ِ فرستادن ِ غزلہای ِ تازہ ازین پیش بہ من دادہ اید ہنوز بر جان و دل روانست ۔ تا ریش ِ دل در خونابہ فشانی بود و ناخن ِ فکر پیشہ ٔ جگرکاوی داشت ، ہیچ نامہ ٔ مرا بے غزل ندیدہ اید ۔ اکنون کہ باخودم آویزشہای ِ رنگرنگ است قافیہ ٔ سخن سنجی تنگ است ۔ منم کہ

اگر از روزگار نه بسیار ، بلکه اندک آسایش یافتمے ، به نیروی ِ فکر پنجهٔ ارباب ِ فن بر تافتمے ـ سخن کوتاه ، با این همه دل افسردگی هرچه از قسم ِ شعر به زبان خواهد گذشت ، بمیانجیگری ِ خامه روشناس ِ نگاه ِ التفات خواهد گشت ـ یا رب ، مخدوم ِ من از خوی ِ خویش که نام ِ دگرش تغافل است پشیمان شود ، والسلام ـ

۲۹

مولایِ من ، درین روزہا کہ غمِ روزگار برمن سخت‌تر از آنست کہ اگر خواہم لختے ازان برنگارم ، روائی تواند گرفت۔ ناشناسا کسے از در در آمد و نامی نامہ بہ من داد ۔ حقا کہ مشاہدۂ عنوانِ صحیفہ مرا بدان فریفت کہ مگر چرخ را از کجروی پای آزرد و ستارہ آئینِ ناسازگاری گذاشت ۔ من بدان شاد کہ روزگار در ایثارِ عطیّہٴ نشاط بامن تنگدل نیست و سپہر را آن در سر کہ دل را بہ بندِ غم خستہ تر کند ۔ وارسیدم کہ مخدومِ مرا دل از روزگار خوش نیست ۔ ہر آئینہ بارِ اندوہ گرانی کرد و دل را نگرانی افزود و اندیشہ را پراگندگیِ روز افزون مبارک و خاطر را تشویشِ دمادم ارزانی ۔ چون شما را خود آن خوی نیست کہ نامہ زود زود نویسید و غالب را اغلب یاد آورید ، چہ‌کنم تا فرجامِ کار را دانستہ باشم و ہرچہ درآنجا روی دہد ، مرا در نظر باشد ۔ ہان اے سادہ پرکارِ خویشتن نگہدار ، نامہٴ دوست را با آنکہ رسیدہ باشد نارسیدہ شمردن و بیچارہ را بہ شکنجہٴ شکوہ ہایِ بیجا تنگ آوردن رسمِ کدامینِ کشور و شیوۂ کدام مردم است ؟ پیش ازین ورقے

به پاسخ ِ فرمان ِ حضرت آل حسن صاحب و جواب ِ خطاب ِ
حضرت ِ قاضی محمد صادق خانصاحب نگارش پذیرفته و بسبیل ِ
ڈاک روانی یافته ـ این نامه که گزارندهٔ پاسخ ِ آنم سطرے از
سپاس ِ ورود ِ آن نداشت و سراسر از گلهٔ کوته قلمی ِ من پر
بود ، مرا هنوز آن خامه که در تسوید ِ آن صفحه فرسوده بود
همچنان فرسوده و شما را زبان به سر زنش تیز و لب به شکوه
گستاخ ـ زہے ستم ظریفی و خوشا حق شناسی ـ والا گهر جناب
محمد حمید الدین خانصاحب که بخدمت میرسند و نامهٔ من
میرسانند ، اگر بجای ِ من شمرده شوند ، جا دارد ـ نهفته مباد که
ایشان از عمائد ِ روزگار و رؤسای ِ والا تبار اند ـ نیاگان ِ ایشان
خسروان ِ هند را سروران ِ جاهمند بوده اند و سر تا سر
شیخوپور و مضافات ِ آنرا بفرمان ِ فرماندهان ِ عهد فرمانروائی
کرده اند و به صلهٔ جانفشانی و نکوهیدگی خطابهای ِ خانی و
نوابی یافته ـ مهین برادر ِ ایشان جناب محمد نجف صاحب که به
دهلی دیار ماند و بود اختیار کرده اند بامن در مهر دل بازبان
یکے دارند و درین افسردگی که من دارم ، اگر مرا نشاطے و
انبساطے هست ، بدیدار ِ ایشان است ـ چون بامن از رفتن ِ
برادرود به اله آباد و منشای ِ خصوصیت ِ اضداد سخن کردند
و پیش از آنکه از جانب ِ شان خواهش رود ، مرا خود در
دل افتاد که با شما عهد ِ وفا تازه کنم و هرگونه تفقّد و التفاتے

که درین مایه مدت بگنجینهٔ ضمیرِ مخدوم خاصه از بهرِ من فراهم شده است و مرا هم فهرستے در خیال ترتیب یافته ـ همه از بهرِ این بزرگوارِ والا تبار در خواهم ـ دردِ دل شنودن و به چاره ره نمودن و اندوهِ تنهائی از دل بردن و کارِ ایشان را کارِ من دانستن و خبرِ اینها از لطف وکرم آنچه در حوصلهٔ وقت گنجد بکار میتوان برد ـ نسخهٔ پنج آهنگ که خامهٔ لاابالی پوی بطلبِ آن جنبیده نیز پس از روزے چند خواهد رسید ، بشرطِ آنکه بر نگرانیِ من بخشایش آرند و مرا از حالِ خود بیخبر نگذارند ـ یارب ، بخت و دولت بفرمان باد و سپهر جز بکامِ شما مگرداد ـ

۳۰

فرد :

هر نسیمے کہ ز کوی ِ تو بہ خاکم گذرد
یادم از ولولۂ عمر ِ سبکتاز دہد

رسیدن ِ مہر افزا نامہ دل برد و جان بخشید ـ اگرچہ آن جان بامن نماند و ہم بر سر ِ آن نامہ بہ فشاندن رفت ، لیکن سپاس ِ دلر بائی و جان بخشی باقیست ـ امید کہ تا جان بخشیدۂ یزدان در تن است ، گزاردہ آید ـ مخدوم من در رسیدن ِ نامۂ پیشین دو دل چراست ؟ ہنوزم نشاط ِ ورود ِ آن نمیقہ در دل و سواد ِ سطور ِ آن صحیفہ در نظر جا دارد ـ چون فرمان چنان بود کہ غالب ِ خویشتن نشناس سخنے از رسم وراہ ِ سترگان ِ پارس بر گوید ، و کتابے ازآن گروہ نشان دہد کہ راز ِ آن دیرین کیش و ساز ِ این باستانی زبان ازآن اوراق توان یافت ـ لاجرم دانش ِ من اندازۂ سر انجام ِ پاسخ ِ آن توقیع برنتافت ـ

فرد :

ز من کز بیخودی در وصل رنگ از بوی نشناسم
بہریک شیوہ نازش باز میخواہد جوابش را

چون دو باره گفتند که خواهش چنین است تا چار مُهرِ خاموشی از دهان و پردهٔ شرمِ نادانی از میان برداشته میگویم که روائیِ این خواهش از هیچکس چشم نتوان داشت، و خود را به بندِ این پژوهش خسته نتوان کرد و نگارندهٔ **دبستانِ مذاهب** با این همه لافِ آشناروئی آنچه میگوید نه همه است و نه همه برجایِ خودست. پارسیانے که در **سورت** و **بمبئی** آشیان دارند، زینهار گمان نبری که ازآن گروه جز نام نشان دارند. آن پویه و آن هنجار و آن نگارش و آن گفتار ندانند و جز تخمه و نژاد از رویِ شیوه بهپارسیان نمانند.

پارسیان از گرامایگانِ روزگار و برگزیدگانِ دادار بوده اند و به روزگارِ فرمانروائیِ خویش دانشهایِ سود مند و کنشهایِ خردپسند داشتند. کشایشِ راه از خرامشِ هفت سپهر و نمایشِ اندازهٔ گردشِ ماه و مهر، پدید آوردنِ رخشنده گهرها از تهِ خاک و بدر کشیدنِ بادهٔ ناب از رگِ تاک، پژوهشِ اسبابِ خستگی و رنجوری و گزارشِ احکامِ پزشکی و چاره گری و پرده کشائیِ فهرستِ اسرارِ کیائی و فرماندهی و رصدگاهیِ تقویمِ آثارِ بندگی و فرمانبری، عنوان به یک دیگر بستنِ رنگ رنگ کهربا و هنجارِ سره کردنِ گونه گون هنرها، داروگیاها فرا خورِ هر درد به کار اندر آوردن و پرندگانِ هوا و درندگانِ دشت را به شکار اندر آوردن،

کوتاہی ِ سخن ، والائی ِ انداز ِ ہر گونہ بینش و پیدائی ِ اندازۂ
کمال ِ آفرینش ہمہ در آئینہ ٔ اندیشہ ٔ این فرزانگان روی نموده و
و انگیزش ِ بایستگی ِ گفتار و کردار کہ اکنون بہ اندکے
ازآن بسیار نازند از مغز ِ دانش ِ این فرہنگیان بوده است ۔
گنجینہ ٔ خسروان ِ پارس را از ہر علم دفترے بود و ہر دفتر
از گرانمایگی ِ گنج گوہرے ۔ چون دولت ازآن طایفہ روی
برتافت و سکندر ابن فیلقوس برابر ِ آن دست یافت ،
کتب خانہ ٔ خسروی بتاراج رفت ۔ اما آنچہ پراگنده بود ،
و گمنامان بہ ہر گوشہ و کنار داشتند بر جا ماند ، تا بروزگار
پیروزی ِ تازیان درآن کشش و کوشش از ہر جا گرد آمد و
بفرمان ِ خلیفہ افروزینہ ٔ گلخن ِ گرمابہ ٔ ہای بغداد شد ۔ ہمانا
احکام ِ آدرپرستی ہم بہ‌آدر باز گشت ۔ زبان آوران ِ عرب
فارسی را بہ تازی آمیختند و زبانے تازه برانگیختند ۔ اکنون
کیست کہ بدان زبان ِ کہن سخن ِ درست تواند گفت و ازآن
دیرین آئین بہ راستی خبر تواند داد ۔ پژوہندۂ این راز را
کام ِ دل برنیاید و من ضامن کہ ہرچہ پس از فراوان جستجو
فراہم آرد ، نہ آنچنان باشد کہ دل برآن توان نہاد ۔

از من بہ مخدوم و مطاع ِ من جناب ِ مولوی سید آل ِ حسن
سلام رسانند و گفتہ ٔ مرا باز گویند ، و نگاشتہ ٔ مرا
بنمایند ۔ دیگر آنچہ کلک ِ مشکبار بدان رفتہ کہ منتخبے از

گفتارِ ناروایِ خود برنگارم و لختے از ماجرایِ خود برگزارم، اندیشه را به لب گزیدن و خرد را به شگفت زار افگند ـ

فرد :

چه گویم از دل و جانے که در بساطِ من است
ستم رسیده یکے ، نا امیدوار یکے

از چه بدان ارزم و مرا این پایه از کجا باشد که ستودگان مرا ستایند و گفتارِ مرا در تذکرهٔ شعرأ جادهند ـ از فرجامِ فره مندیِ هستی و سرو برگِ پیدائی کد نزدِ آشکارا بینان زود زوال و به والا یکتا گزینان نمودِ بی بود است ، آنچه به من داده اند زبانے ست یافه سرای و خامه ایست بیهوده پوی ـ من هم از بے مایگی چون کو دکان که درم از سفال سازند و به گنجینه داری نازند ، سرودهٔ زبان و پیمودهٔ خامه را پاره پاره بهم بسته و ریزه ریزه یکجا کرده به گمانِ نام آوری که دل از تابِ اندوهِ ناروائیِ آن خونست، دیوانے ترتیب داده جا بجا بنظرگاهِ التفاتِ یاران فرستاده ام ـ بزرگانے که به پرسشِ **غالبِ** مستمند روی آرند ، سوادِ هر غزلے که خواهند ازآن اوراق بردارند ـ انصاف بالایِ طاعت ، انتخاب و التقاطِ اشعار حواله به رأی نامه‌گردآور است ، نه به اشاره و ایمای سخنور ، خاصه جائے که نامه گرد آور چشم و چراغِ دودمانِ سخن باشد ، و مهر و ماهِ آسمانِ هنر یعنی

صاحبدلِ دیده ور حضرتِ **قاضی محمد صادق خانِ اختر** آنکه فرود آمدنِ سخن از آسمان به ذوقِ پیوندِ اندیشهٔ والایِ اوست و سجده‌ریز خرامیدنِ خامه در نگارش به سپاسِ آشنائیِ بنانِ گوهر آمایِ او ـ شادم به شادمانیِ سخنے که از بهرِ خواندنش بر گزینند، و نازم به نازشِ گفتارے که از بهرِ گرد آوردنش بر چینند، اما اگر گزارشِ حالِ سخنور هوس است خود این مایه بس است که چون در جریدهٔ آن فن از من سخن رانند، سخن را در ستایشِ من بدینگونه به کرسی نشانند که از ناکسانِ روزگار و بیکسانِ **دهلی** دیار مسلمان زاده ایست کافر ماجرا و گبریست مسلمان‌نما که از غلط نمائی **غالب** تخلص میکند و بدین رنگ ژاژ می خاید ـ

فرد:

خرسندیِ **غالب** نبود زین همه گفتن
یک بار بفرمای که ای هیچکسِ ما

پنهان نماناد که در اصلِ آفرینش که از دودهٔ روز فرو رفتگان و حلقهٔ بخت برگشتگانِ ستم رسیده و رویِ بهی نادیده کسم ـ آرایشِ سخن پیشکش، ترک نژادم و نسبِ من به **افراسیاب و پشنگ** می پیوندد، و بزرگانِ من از آنجا که با **سلجوقیان** پیوندِ هم‌گوهری داشتند، بعهد و دولتِ اینان رایتِ سروری و سپهبدی افراشتند ـ بعدِ سپری

شدنِ روزگار جاہمندیِ آن گروه چون به نا روائی و بینوائی روی آورد جمعے را ذوقِ رہزنی و غارتگری از جای برد و طائفهٔ را کشاورزی پیشه گشت - نیاگانِ مرا به **توران** زمین شہرِ **سمرقند** آرامشگاه شد - از آن میانه نیایِ من از پدرِ خود رنجیده آہنگِ **ہند** کرد و به **لاہور** ہمرہیِ **معین الملک** گزید - چون بساطِ دولتِ **معین الملک** در نوشتند به **دہلی** آمد و با **ذوالفقار الدوله میرزا نجف خان بہادر** پیوست - زان پس پدرم **عبدالله بیگ خان** به **شاہجہان آباد** به وجود آمد و من به **اکبر آباد** - چون پنج سال از عمرِ من گذشت ، پدر از سرم سایه برگرفت - عمّ من ، **نصر الله بیگ خان** چون خواست که مرا به ناز پرورد ، گاهِ مرگش فراز آمد - کمابیش پنج سال پس از گذشتنِ برادر پیِ مہین برادر برداشت و مرا درین خرابه‌جا تنہا گذاشت و این حادثه که مرا نشانهٔ جانگدازی و گردون را کمینه بازی بود ، در سالِ ہزارو ہشتصد و ششِ عیسوی به ہنگام ہنگامهٔ لشکر آرائی و کشور کشائیِ **صمصام الدوله جرنیل لارڈلیک** صاحب بہادر برویِ کار آمد - چون عمّ مرحوم از دولتیانِ دولتِ اہلِ فرنگ و با انبوہیِ چار صد سوار به رکابِ **صمصام الدوله** با سرکشان سرگرم جنگ بود و ہم از بخشش ہایِ سرکارِ انگریزی دو پرگنهٔ سیر حاصل از مضافاتِ **اکبر آباد**

به جاگیر داشت ، سپه سالارِ سرکارِ انگلشیه به خونبهای آفتاب کابهٔ تارِ گدایان را چراغ و ما بینوایان را به عوضِ جاگیر به مشاہرهٔ از خار خارِ جستجویِ وجهِ معاش فراغ بخشید ـ تا امروز که شمارهٔ نفس شماریِ زندگانی به چل و چار میرسد ، بدان راتبه خور سندم و بدان مایه قانع ـ در سخن از پرورش یافتگانِ مبدء فیاضم وسوادِ معنی را به فروغِ گوہرِ خویش روشن کرده ام ـ از ہیچ آفریده حقِ آموزگاریم به گردن و بارِ منتِ رہنمائیم بردوش نیست ـ

رباعی :

غالب به گهر ز دودهٔ زادشمم
زانرو به صفایِ دمِ تیغست دمم
چون رفت سپهبدی ، زدم چنگ به شعر
شد تیرِ شکستهٔ نیاگان قلمم

نامه به پایان رسید و شرم پراگنده گوئی و دراز نفسی بر من اشتلم کرد ـ دیده‌ورآن دانند که گفتنی فراوان بود و افسانه پریشان ، تا کجا اندک گفتمے و گفتار را از درازی نگاه داشتمے ـ مرا در آنچه رفت ، گناہے نیست ، و اگر خود گناه است ، دوست کریم است و کرم عذرخواه ـ والسلام بالوف الاحترام ـ

خط بنامِ رائے چھجمل کھتری

۱

جنابِ من ، ہر چند میخواہم کہ بہ نالہ زحمتِ صداعِ یاران نپسندم ، اما دردِ دل بہ جوش آوردہ است و ہر قدر میجوشم کہ دامنِ جہدِ آوارگی بہ کمر برزنم ، دستِ قدرت زیرِ سنگ آمدہ است ۔ چہ نالہ ہا کہ از بیمِ رسوائی از دل تا زبان نا رسیدہ خون می گردد و چہ خونہا کہ از دردِ بیکسی بہ کسوتِ اشک از چشم بیرون میرود ۔ چارۂ رنجِ بیدلی معدوم و پایانِ کار ہا نامعلوم ۔ پیداست کہ از قفس جستۂ بہ دام افتادہ را چہ حال خواہد بود و از دستِ نے بہ ناخن فرو رفتۂ کدام عقدہ خواہد کشود ۔ جلایِ وطن و عزمِ سفر و آلامِ غربت مصیبتے سنہ کہ نصیبِ ہیچ‌آفریدہ مباد ۔ وائے بر نگون‌طالعیہا و رسیدہ بختیہایِ کسے کہ اینہارا بہ آرزو خواہد و نتواند ۔ ہر چند در وطن نیم ، اما قربِ وطن نیز قیامت است ۔ ہنوز با اہلِ کاشانہ راہِ نامہ و پیام واست ۔ ہر چہ دیدہ می شد ، آشوبِ چشم بود و

ہرچہ شنیده می شود ، زحمتِ گوش است ـ نیم جانے کہ ازان ورطہ برون آورده‌ام ، ودیعتِ خاکِ **فیروز پور** است کہ مرا این ہمہ اقامتِ اضطراری اتفاق افتاد و مرگے کہ منش بہ ہزار آرزو از خدا میخواہم ، مگر ہم درین‌سرزمین موعود است کہ اینقدر درنگ در افتادگیہا رو داد ـ

ہر چہ از اخبارِ معاودتِ **نواب** شنیده می شود راہے بہ حرفِ مدعای من ندارد ، چہ سربسر آن افسانۂ نکبتِ الوریان و آرایشِ صفوفِ قتال و واژگون گشتنِ کارہای اعدا و درست آمدنِ فالِ خیر سگالانِ دولت فخریہ است ـ کامۂ مختصرے کہ **نواب صاحب** درین قدر عرصہ رونق افزای **فیروز پور** خواہند گشت از کسے شنیده نمی شود و دلِ مضطر تسلی نمی پذیرد ـ دوستانے کہ در رکابِ **نواب صاحب** اند و ازان جملہ آن مہربان کہ بہ صفتِ **اسد** نوازی و **غالب** پروری بیشتر از بیشتر متّصف اند ، واماندگانِ تنگنای اضطراب را بہ سلامے یاد نمی فرمایند تا بہ ابلاغِ اخبارِ معاودت چہ رسد ـ طاقتِ ستم کشی سپری گشت و انتظار از حد گذشت ـ بہ مردے مانم کہ درکار زار بمجردِ مقابلۂ حریف پایش زخمِ کاری برداشتہ باشد کہ اگر گریزد ، نیارد گریخت ، و اگر خود را بر جای دارد ، نتواند ایستاد ، چنانکہ **عرفی** فرماید ـ

فرد :

مرا زمانهٔ طنّاز دست بسته و تیغ
زند به فرقم و گوید که ہاں سرے میخار

خدا را کرم نمایند و از تعینِ زمانِ معاودت رقم فرمایند که طبعِ موحش از خود هم بیزار است و دلِ مشوش بیقرار - باشد که بدین بهانه درسِ تسکینے خواند و مرادِ خود را بیش ازین نرنجاند - زیاده ازین زیاده است و بس -

۲

کرم فرمای ِ من ، مطلب بیشمار و مدعا بسیار و حوصلهٔ وقت تنک و ظرف ِ گفتگو تنگ ، مختصر مفید ـ محرر ِ این سطور را ابرام ِ دوستی ست در مادّهٔ سفارش ِ دوستے ـ به خیال ِ دل نگرانی ہای ِ آن مشفق در تحریر خیانتے میرود و دو سه سطر ماجرای ِ غالبی رقمزدهٔ کلک ِ بدایع‌نگار میشود ـ

بتاریخ ِ پنجم ِ ذیقعد روز ِ آدینه سر ِ شام سواد ِ مہربانی نامهٔ تفقّد رقم جلوه بر بینش افروخت ـ ہر چه مرقوم بود ، نقد ِ اعتبار ِ اتحاد متاع ِ روی ِ دست ِ مضمونش بود و بس ـ جواب جز اینقدر نمی توانم نوشت که انشاءالله العظیم ہم‌درین ہفته جوابے ، چنانکه دل میخواہد از نوک ِ خامه برون تراویدنی ست ، بلکه یقین است که ورود ِ آن نامهٔ موعود که در ڈاک فرستاده خواہد شد به ورود ِ صحیفهٔ ہذا مقدم نشیند ـ

آمدم برسر ِ مطلب ـ مرزا صاحب ِ عظیم المناقب امجد علی خان که به رہنمونی ِ این رقیمه کسب ِ مسرت ِ ملاقات ِ سامی خواہند کرد از محتشم زادگان ِ این دیار و ستم رسیدگان ِ

روزگار اند و سفرِ این بزرگوار چون سفرِ راقمِ عدو کام اضطراری ست ـ از من در خواسته اند که مکتوبے به یکے از یارانِ وطن بر نگارم که ذریعهٔ شناسائیِ ایشان گردد ـ من که نازک مزاجیهایِ عزیزان نکو میدانم و استغنافروشیِ یاران را عمرے خریدار بوده‌ام ، بخود فرو رفته ام و می ترسم که اگر مکتوب الیه مراسمِ دلجوئی و غمخواری به تقدیم نرساند ، چه خجالتها که از خودم باید کشید ـ به هر رنگ چاره جز آن ندیدم که به خدمتِ آن بلد گردیده برسند ـ به دادِ تنهائی و غریبیِ شان باید رسید که شما را نیز دوستے غریب در سفر است ـ نگویم که این کنید و آن کنید ، اینقدر ها دانم که ازو مروّت ها چنان کنید که سزاوار باشد ـ زیاده فضولی ست و بس ـ

۳

بر رای ِ مہر اقتضای ِ رایصاحب ِ رأفت گرای پنہان مباد که درنگے که در نگارش ِ پاسخ ِ رأفت نامہ رفت ، تغافل انشاء ِ آن نبود ، چہ در زمانے که نمیقہ ورود یافت متردد بین‌السفر والاقامت بودم و سر ِ آن داشتم که اگر نقش ِ مدعا رسا نشیند و ہوس رنگ ِ وقوع گزیند بے تامل مکتوبے حاوی ِ طلب رقم کنم ، اما ہنگامہ بازیہای ِ خیال برہم خورد و بخت ِ رمیده یاوری نکرد و مبادی ِ مقدمہ سراسر طراز ِ دلفریبی داشت ، لیکن در اواسط کار بہنجار نبود ۔

منّت ایزد را که اواخر نادیده ماند ، ورنہ چہا بایستے دید ۔ خلاصۂ گفتگو اینکہ اعیان ِ سرکار ِ لکھنئو بامن گرم جوشیدند ۔ آنچہ در باب ِ ملازمت قرار یافت ، خلاف ِ آئین ِ خویشتن داری و ننگ ِ شیوۂ خاکساری بود ۔ تفصیل ِ این اجمال و توضیح ِ این ابہام جز بہ تقریر ادا نتوان کرد و از وفور ِ بے ربطی آنرا بہ دام ِ تحریر نتوان آورد ۔ کوتاہی ِ سخن ، ہر چہ در آن بلاد از کرم پیشگی و فیض رسانی ِ این گدا طبع ِ سلطان صورت یعنی معتمدالدولہ آغا میر شنیده می

شد - بخدا که حال برعکس است - در ابتدایِ دولت هرکرا آلتِ حصولِ مدعایِ خود دید، بر وے پیچید - لا جرم یک دوکس به هر رنگ متمتع گشتند و اکنون که از استحکامِ اساسِ دولتِ خود خاطرش جمع است، در بندِ جمعِ زر افتاده است - جملهٔ خاندانهایِ قدیمِ **لکهنئو** از بیدادِ این بے رحم به سیلابِ فنا رسیده و ناز پروردگانِ این دیار آوارهٔ جهاتِ گیتی گردیده و او خود از تردستی و اسرافِ خود پشیمان شده ازین شیوه برگشته و ترگشته - بالجمله بازارِ بیداد گرم است - مهاجنان و ساهوکاران و تاجران پنهان پنهان زر و مالِ خود را به **کانپور** میرسانند و ایمن نیند - هر که بود گریخت و هر که هست در بندِ گریختن است - چون حالِ این دیار بدین رنگ هست، آن خوشتر که سخن از خود گویم -

بتاریخِ بست و ششمِ ذیقعده روزِ جمعه ازآن ستم آباد برآمدم و بتاریخِ بست و نهم در دارالسرورِ **کانپور** رسیدم و اینجا دوسه مقام گزیده رهگرایِ **باندا** میشوم - در آنجا چند روز آرمیده اگر خدا میخواهد و مرگ امان میدهد، به **کلکته** میرسم عالم عالم آوارگی را پذرفتار و با پایِ چوبین در صحرایِ آتش گرم رفتار شده ام - اگر کار بمدعا شد، زہے

من و خوشا من و اگر دستم به دامنِ مقصود نرسید کو من و کجا من - ایامِ شادمانی بکام و جمعیتِ خاطر مستدام باد -

۲

راے صاحب مشفقِ شفیق غمخوارِ واماندگان و یاد آورِ آوارگان سلامت ۔ چہ نویسم کہ از متاعِ نو شتینہا پر تہیدست افتادہ ام ۔ اگر از داخلیات گفتہ آید ہمان رنجِ معدہ و امعاست و ہمان بردتِ جگر و حرارتِ قلب و ضعفِ قواء ۔ اگر از خارجیات سخن راندہ شود تازہ بیش ازین نیست کہ

قطعہ :

مغلوبِ سطوتِ غمِ دل غالبِ حزین
کاندر تنش ز ضعف توان گفت جان نبود

گویند زندہ تا بہ بنارس رسیدہ است
مارا برین گیاہِ ضعیف این گمان نبود

بالجملہ ماضی معلوم و مستقبل مجہول ، چہ توان نوشت وچہ باید گفت ۔ خدا کند آیندہ حالے در خورِ تحریر رو دہد کہ بہ دوستانِ دوستی‌پیشہ و یارانِ دشمنی‌اندیشۂ وطن بر نگارم تا آنان را خرسندی بیفزاید و اینان را دل و غصہ فروکاہد ۔ سہ قطعہ مکتوب ملفوف است ۔ یکے

به جنابِ **مبارزالدوله نواب حسام الدین حیدر خان** بهادر و یکے بخدمتِ جنابِ **مولوی فضل حق** و یکے به غم‌خانهٔ بدتر از ویرانهٔ **غالب**ِ ناکام رسانند. و مخلصِ خود را ممنونِ عنایت گردانند ـ زیاده ازین زیاده است ـ

۵

راے صاحبِ مشفق و مکرم مظہرِ بے التفاتی ہای فراوان ملامت ، شرمندۂ وہمِ غلط کارِ خویشم و از ننگِ نا کسی سرِ خجلت در پیش - بخدا کہ ہرگاہ تأمل میرود و سگالش کردہ میشود کہ آیا شفیقِ من از اربابِ وطن کیست بمجرّدِ تأمل حضرت بہ ضمیر می آیند و بس - مرا در مستقبل بہ‌جناب کارہا و مطلب‌ہاست - اول ساغر و دردے چہ معنی دارد - ہرگاہ کہ درمبادیِ صرفِ تحریر تغافل میفرمایند ، زحمتِ سر انجامِ کارہایِ سترگ کجا خواہند کشید یا بفرمائید تا نقشِ توقعِ دوستی و مہربانی از لوحِ خاطر زدودہ کارہایِ خود را مرجعے دیگر دادہ شود ، ورنہ بخود آئید ، و بدلجوئیِ بیکسان گرائید - بمجردِ ورودِ کلکتہ مکتوبے بتوسّطِ راجہ سوہن لال صاحب فرستادہ ام - نمیتوانم گفت کہ ہنوز نرسیدہ است ، چہ نامۂ کہ با وے معیت در ترسیل داشت بمکتوب الیہ رسیدہ و جوابش دیروز نزدِ من آمد - آرے رسید و گلدستۂ طاقِ نسیان گردید - اینک مکتوبے بے لفافہ درلفّ خطِ غمخانہ میرسد - راقم را

تا این زمان حالے کہ در خورِ تحریر باشد روی نداده ۔

با شما التماس اینست کہ زحمتے کشند و لختے از اوقاتِ خویشتن ضائع سازند، و حلاتِ سرکارِ فخر الدوله بهادر بعدِ وقوعِ این حادثہ بشرح و بسط چنانچہ از حشویات نیز قطعِ نظر نا نموده ہر چہ بہ معلوم باشد ، بلکہ ہرچہ مجہول بود آنرا نیز معلوم ساختہ برنگارند و حالِ دربارِ رزیڈنٹی و اسامیِ اہلکارانِ جدید و قدیم و وضعِ ارتباطِ حاکمِ جدید با تازه مسندنشینِ میوات مفصّل رقم فرمایند کہ ہر آئینہ مرا در ضمنِ آن نظر ہاست ، نہ این کہ از جناب طالبِ افسانہ باشم و بس ۔

دقیقۂ دیگر است و از استفسارِ آن چاره ندارم ، یعنی اگر بنده را در پیچ و خمِ استغاثہ حاجت بدان افتد کہ در درالخلافت وکیلے از جانبِ خود قرار باید داد ، صاحب این زحمت گوارا خواہند کرد یا نے ۔ ہرچہ درین مادّه مضمرِ ضمیر باشد بے تکلف باید نوشت ، اما برایِ فرستادنِ نامہ دو طریق است ، یکے بتوسطِ راجہ موہن لال نزدِ مرزا افضل بیگ فرستادن و یکے بے شرکتِ غیر درسر رشتۂ ڈاک ارسال داشتن و عنوانش بدین رنگ نوشتن کہ در کلکتہ قریبِ چیت بازار در شملہ بازار نزدیکِ تالابِ گرو در حویلیِ مرزا علی سوداگر بہ اسد الله خانِ غالب برسد ۔

٦

نپندارم که ہمچو پابستگانِ رسم و راہِ دہر دست به نامه نگاری می آلایم ۔ حاشا ثم حاشا ، تابِ این مایه دوری ندارم ۔ اینک **رائے چهجمل** را روبروی خویش می بینم و از ہر در در سخن پیوسته ام ۔ علاقۂ سفارتِ **زیب النساء بیگم صاحب** مبارک باد ، و مقدمۂ ترقیّاتِ مستقبله شواد ۔ کاش مقدار مشاہرہ نیز شنید مے تا باندازۂ آن سپاس بجا آورد مے ۔

از شادیِ **جواہر سنگھ** طـّول عمره فراغ یافتند ۔ خوشا مسرت و زہے شادی ۔ جایِ آنست که ہم مبارکباد گویم و ہم تہنیت جویم ۔ افزایندۂ عمر و بخشایندۂ دولت آنقدر فرصت دہاد که ما و شما بزمِ کتخدائیِ فرزندانِ **جواہر سنگھ** را میزبانی توانیم کرد ۔ لطیفۂ بخاطر رسیده ۔ بشنو و سرسری مدار ۔ چون در غیبتِ من اتفاقِ انعقادِ این بزمِ طرب افتاد ، مرا محروم از نشاط نخواہی گذاشت و زرے در وجہِ دعوتِ من جدا ساخته نگاه خواہی داشت ۔ اگر زنده به **دہلی** رسیدم ، عشرت از من است ، ورنه زر از تست ۔

بر عنوانِ مکتوب کلمۂ 'نواب' را جزوِ اعظم ساختن ،

یعنی چه و حرفِ پایانِ اسم رقم کردن چرا ؟ سگِ دنیا را به اسد اللهی شهرت دادن چه کم است که نوابی و میرزائی بر سرِ هم باید افزود ـ

اے که گفتی فلانی روشِ حکیمانه دارد و دنیا را کار آگاهانه میگزارد ، با اینهمه اندوهناکی خنده ام در گرفت و عنانِ ضبطِ خویش از کفم بدر رفت ـ ندانی که براسپانِ باد رفتار برنشستن و گروه گروه مردم را پیشاپیش دوانیدن ، تن را به لباسِ رنگا رنگ بر آراستن و معده را به الوانِ خوردنیها ممتلی گردانیدن ، شهوت از اندازه بیرون راندن و غبارِ معصیت بر فرق افشاندن از حکما نیاید و پزشکان را نشاید ـ

کارِ دانشوارن چیست ؟ دور از آبادی درینِ کوہے نشستن و از شش جهت در بروئ خلائق بستن ، تن را به ریاضت فرسودن و جان را به بخردی پالودن ـ هر که حکیمِ خردگزین است کار و بارش اینست ـ بےبرگ و نوائی از شکنجهٔ گونا گون حسرت بدر جسته به فراخنای سر خوشی رسیده است ـ از کجا که آزاده رو باشد و بالطبع کریم بود ! هنوز اوعیهٔ منی از ریاحِ غلیظهٔ صالحهٔ کبدیه ممتلی دارد ، هر آئینه بفرمانِ باد است ـ روزے چند باش تا بنگری گره برکیسهٔ زر زنان و در حسرتِ زرِ تلف کرده زاری کنان ـ اینکه فلان

و بهان را از نزدِ خویشتن را نده است ، حقا که روی در مصلحتے نداشت و هرچه کرد از بیخردی و ابلهی کرد ، چه اگر دانا بودے و خردے داشتے، آنان را که رانده است نراندے و کارها از آنان گرفتے و اینان را که با خود در یک پیرهن جاداده است چون غبار از دامن فشاندے و هرگز بهوایِ اینان نرفتے ـ کودکی و بیحاصلی ورزید ، مگر در ایام صاحبزادگی و ولیعهدی از آنان دلے برداشت و با اینان لختے رام بود ـ از آنان دل بدین خیرگی خالی کردن و در دامِ اینان بدین کوری در آمدن نه بفتوایِ دانش است ، نه بفرمانِ بینش ـ حکیم کرا میگوئی و کرم پیشه کرا میخوانی؟ برااینهایه لعزش شناسایِ نا بخردیِ خویشتن نگشتن و چون منِ فسرده دلِ فرسوده روان را در آن هنگامه یاد آوردن، بلکه بیاد قناعت نکردن و بے پرده بسویِ آن دیو مردم خواندن کدام آئینِ دیده وری ست و کدام شیوۀ خردگستری ؟ چون سخن دریں باب بسیار است ، نامه به دعا ختم میکنم ـ دیده را بینشے درست و دل را دانشے سودمند روزی باد ـ

بنامِ نامیِ مولوی ولایت حسین خان

بہ پوزشِ جرمِ کاہل قامی و مبارکبادِ حصولِ منصبِ قاضی القضاتی -

۱

فرد :

شبگیرِ مرا روشنیِ اخترِ من بس
در راہِ ادب حسنِ طلب رہبرِ من بس

آئینِ آمیزہ فرہنگِ این کہن کارگاہ کہ ایزدی دبستان است آنست کہ ہرگاہ خداوند از بندۂ برنجد ، اگر آن بندہ بگفتار و کردار دل آویز و بہروی و خوی مہر انگیز است ، ہم خواجہ را دل بدوریِ وے کمتر شکیبد و ہم نزدیکانِ خواجہ را پیوندِ نشاط از خاطر بریدہ گردد - آمرزش از درون سوی بہانہ جوی آید و سپارش از برون سو شایستہ گوی - لاجرم این چنین بندۂ روشن روش را بندِ حرمانِ جاوید بردل ننہند و پس از یک دو روزہ جدائی کہ گوشمالِ ادب آموزی ست ، دیگر بہ بزمِ انس باردہند - اما کم خرد بندۂ کہ بسیارگوئی و دشوار جوئی شیوۂ او بود، نہ در نکوبندگیش

پایهٔ و نه از شایستگیش مایهٔ - هر آئینه نیم گناہے که از وے سرزند از بود و نابودش درگذرند و ہیچ گاه چه در آشکارا و چه در نهفت نامش نبرند - آرے من آن بندهٔ زشت خوی ناساز بختم که تا از انجمن بدر رفتم ، خواجه از غوغای شباروزی باز رست و ہمدمان را اندوهِ تنگِ ہمدمی از میان برخاست - نه خیالِ مرا در ضمیرِ خواجه گذارے و نه نامِ مرا گردِ لبِ شفاعت نوایان طوافے - با اینہمه ناکسی به توفیقِ این دیده وری شادم که شناسائیِ بادافراهِ کردارِ خودم بخشیده اند و گله هایِ بیجا را به خاطر راه نداده - ہرگز نبوده است که درین دروئی‌آویزش از ملازمان شکوه‌اندیش بوده باشم - چون از خیرگیِ ابرام به دامنِ مقصود سخت در آویخته و از فزون‌سریِ خواہش آبرویِ گفتار به ناپایست ریخته بودم ، ہرآئینه شرمساری برمن ہجوم آورده و بیخودی مرا درہم فشرده بود که ہرگاه به عریضه نویسی بایستے نشست دستم از بیتابیِ دل آنچنان بلرزه در افتادے که عذرہایِ بخاطر آورده پیش از آنکه بهنجارِ طبیعی از قلم به ورق فروریزم بیخواست از قلم فروریختے و اندیشه را سرمایهٔ مدعانگاری و پوزش‌گزاری بکف نماندے -

فرد :

زبنکه دیدی بجحیمم طلبِ رحم خطاست
سخنے چند ز غمهایِ نهانی بشنو

نیک یاد دارم که درآن کشاکش ہرگاہ دل از مہر بجوش آمدے و ذوقِ آگہی در اندیشہ اشتلم کردے و از سگرمی میر سید علی پرسشِ حالِ خجستگی‌فال بکار رفتے ، با آن ہمہ ذوقِ طلب و آن مایہ جگر تشنگیِ دریافت اگر رسیدنِ نامۂ نامی باز شنودمے ، سوزندہ آتشے از رشک در نہادِ من افتادے و بویِ کباب از جگر برخاستے -

ہنوز آویزۂ محبت و فطرت را آتشِ ہنگامہ تیز بود و ستیزۂ مہر و خرد گرمیِ بازارِ رستخیز داشت کہ سپہر برسرگشتگیہایِ من بخشود و بخت بہ کارسازی سر از خوابِ گران برداشت - از خبرِ ورودِ موکبِ فروغانی کوکبِ گورنری بہ‌الہ‌آباد ارغنونے سازکردند و آن فیروزیِ ساز را بہم‌غولہ‌ریزیِ نوایِ مبارکبادِ ترقیِ جاہِ مخدوم بلندآہنگ ساختند - نشاطِ زمزمہ در من اثر کردہ مرا کہ با خویشتن در افتادہ بودم از من بدر آورد شوقِ بہانہ طلب بتقریبِ ادایِ مراسمِ تہنیت از بندِ حجاب بر آمد و دلِ شرم زدہ کہ خودرا افسردہ و مرا نژند داشتے از سرمستیِ طرب بہ رقص اندر آمد - شاہدِ ارادت کہ برقعِ حیا بہ رخ فرو ہشتہ بود چون تار و پودِ آن پردہ از ہم گسستہ یافت ، باندازۂ کشادہ روئی آہنگِ پابوس از سرگرفت و بہنجارِ چشم روشنی‌گوئی ترنمِ شادی برگرفت - عطایِ تشریفِ قاضی القضاتی از پیشگاہِ گورنری کہ از رویِ

فرماندہی شہریاری و کشورخدیوی ست بافرخندگی و ہمایونی قرین و این منصبِ والا کہ ترقی طلبان را غایتِ معراجِ کمال است بامِ مرادِ خدامِ مخدوم را بہ تحسینِ والاپایگی دلنشین باد۔ امید کہ ازین پس جرمِ کوتہ قلمی کہ بہ عذرِ دراز نفسی بودہ است برخاطرِ عاطر گذر نکند و اسد اللہِ نامہ سیاہ بہ‌افاضۂ تابشِ نیرِ قبول روسپیدِ جاوید آید ۔ نگاشتۂ یکم جنوری ۱۸۳۸ عیسوی ۔

به مولوی سید ولایت حسین

۲

بیکسان امید گاها، غربت زدگان ملاذا ، والا نامهٔ تفقدرقم مع سه قطعه نوٹِ دو صد روپیه وصول آورده شرمسارِ ناکسیهای خود و سپاسگزارِ دلنوازیهای جناب گردانید ـ ایما رفته بود که فرستادنِ کاغذِ زر بایمای حضرت **مولوی محمد علی خان** است ـ از آنجا که جنابِ قبله گاهی در عنایت نامهٔ خویش حرفی ازین عالم به من ننگاشته اند ، شگرف حیرتی رویداد و بلعجب سگالشی پدید آمد ـ پذیرفتنِ عطیه روان و خرد را سرمایهٔ تیرگی و ردِ عطای بزرگان بیحیائی و خیرگی ست ـ ناچار هرسه قطعه با خود نگاشته ام ـ تا بخدمت نرسم و ماجرای خویش سربسر نگزارم و طرزِ تحریرِ جنابِ قبله گاهی که مشعرِ کیفیتِ این عطاست نبینم و حالها در نیابم ، روانم نیاساید و وحشتم از دل نرود ـ بامداد روزِ یکشنبه بملازمت میرسم ، انشاء الله العظیم ـ

بنامِ مولوی سید ولایت حسین خان بهادر

۳

قبلهٔ حاجات ، هر چند دشوار است بهجران زیستن و دانم که بے دوست نتوان زیستن ، لیکن بندِ ارادت از جانبِ خویش بدان اندازه استوار می نگرم که اگر بفرضِ محال صد سال و صد هزار سال به فراقم گذرد ، خاطر را همان بسویِ وفا گرایش و مهر را همان روی در افزایش خواهد بود ـ امید که هم بدین شمار تفقّد و التفات از آن طرف نیز روز افزون باشد ـ صداقت پیشه **حافظ کریم بخش** که به **لاهور** رفته بود ، سر آغازِ این ماه به **دهلی** باز آمد ـ و شبے به کاروانسرای آرمیده ، بامدادان به آهنگِ راه بادکردار از دریا گذشت ـ چون شاهدره که خاور سویِ **دهلی** به سه کروهی واقع است رسیده ، **حافظ قادر بخش** مهین برادرِ خود را که از **باندا** به **بوندیلکهنڈ** می آمد به راه دریافت ، و همپایِ وی واژگون خرامیده بشهر باز آمد ـ هر چند بیچاره سرِ آن داشت که دوسه روز به شادمانیِ دیدارِ برادر آسوده اورا به وطن پدرود کنده و خود به **اله آباد** پوید ،

سهین برادرش نگذاشت و خواهی نخواهی او را باخویشتن برد ، مسکین از دردِ دوریِ آن آستان می نالید و می گفت که من این ره نه به پایِ خویش می روم ، به کمندم بسته‌اند و به‌بندم می برند ـ دیگر می فرمود که مصحفے از بہرِ مولوی سعادت حسین ہدیہ آورده ام و باز می برم و چون برمیگردم با خود می آورم ـ دیگر یک روپیہ مسکوک به سکهٔ گرد گویند که به فرمانِ والیِ لاہور درآن مرز بوم روائی دارد ، به من سپرده و ازمن آن خواسته که این را به الہ آباد فرستم ، تا به مشاہدهٔ سکهٔ جدید نظّارگیان را دل بشگفد ـ من که نامه‌نگارم گفتهٔ او را برنگاشتم و روپیه را به نوردِ نامه فرو پیچیدم و نامه را بڈاک فرستادم ـ کارکنانِ آن کده نامه را به سویِ من بر گرداندند و فرستادنِ نامه که به دینار آبستنی باشد نپذیرفتند ـ ناچار آن شگرف پیکر را از ورق بر آورده نامه را از سر انشا کردم ، و آنرا نزدِ خود نگاہداشتم ، تا چون رہروے را روی بدان دیار بینم ، به وے سپارم ـ امید که چو قبلهٔ جان و دل حضرت مولوی سراج الدین احمد بدان ہمایون انجمن آیند ، این نامه بنظر گاهِ شان نیز در آید ، تا از حافظه به داع و از غالب به نیاز تسلّی شوند ـ پس از انجامیدنِ نامه ذوقِ ہمزبانی بازم به سخن می‌آورد ـ نهفته مباد که درین روز

با تنے چند از خاصان **نواب ذوالفقار بهادر** از **باندا** بدین دیار رسیده بپاسِ دیرین آشنائی به خانهٔ من آمدند و چون در نوردِ ہر گونه گفتگو حالِ **سید نور الدین علیخان** پرسیده شد، نبودنِ ماندگانِ **مولوی محمد علی خان مغفور** به **باندا** و پدید آمدنِ ستیزه و پرخاش درمیانهٔ ہم بدانگونه باز گفتند که مرا دل غمگین و خاطر اندوہگین شد ـ لاجرم تسکینِ بیتابیِ دل در آن اندیشیده ام که به جنبشِ خامهٔ عطارد ہنگامهٔ حضرتِ مخدومی بدین ماجرا فرارسم و منشاءِ ناسازگاریِ آن گروه و فرجامِ کارِ مخدومزادهٔ بے پدر مانده باز دانم ـ دولت و اقبال پیش کار و چرخ و ستاره مددگار باد ـ

بنامِ شیخ امیر الله سرور تخلص

حضرت سلامت ، رسیدنِ دلنواز نامه دل را تنومند و شاخِ آرزو را برومند ساخت ـ گله از نارسیدنِ پاسخِ نامه‌های خویش میکنند و از خدا شرم ندارند ـ من خود از جانبِ شما نگرانی داشتم که کجائید و چه در سر دارید ـ بارے پرده از روی کارِ شما بر گرفتم و دانستم که یکچند مرا فراموش کرده بودید ، ناگاه ورودِ جنابِ **مولانا تراب علی صاحب** بدان بقعه اتفاق افتاد ـ شنیدید که فلانی از سخت جانی هنوز زنده است ـ مهرِ کهن بجنبید که به نامه یاد آورید، از فراموشیِ روزگارِ گذشته اندیشه کردید ـ لاجرم دورغے چند برهم بافتید و آنرا دیبایِ دیباچهٔ نامه ساختید ـ بهر حال دیر بمانید و از دهر جز نکویی نبینید ـ دیباچه هایِ بلند رسید ـ

از حالِ من پرسیده اید ـ چه گویم که به گفتن نیرزد ، چنانکه گفته اند ـ

فرد :

شکسته دل تر ازان ساغرِ بلورینم
که درمیانهٔ خارا کنی ز دور رها

خیره سر و آشفته رای نه زبانِ سخن و نه دل از سراسیمگی برجای - چهار سال میگذرد که مقدمهٔ من باجلاسِ کونسل در پیش است و دلم از تفرقهٔ بیم و امید ریش - حکمے که قطعِ خصومت تواند کرد ، برنیامده و هنگامِ بپایان رسیدنِ تیره شبِ نا امیدی در نیامده - حالیاً برآن سرم که جزوِ اعظمِ کونسل اشرف الامرا **لارڈ ولیم کونڈش بنٹنک بهادر** درین دیار در آید - به دامنش در آویزم و داد خواهم و استدعای صدورِ حکمِ اخیر کنم -

گروهے برآنند که **نوابِ عالیجناب** به **دهلی** نخواهد آمد ، و هم ازان رهگذر ها به **اجمیر** خواهد رفت ، اگر همچنین است بدا من و روزگارِ من و آوخ از دوریِ راه و درازیِ کارِ من - خواسته اید که نتائجِ طبع والایِ شما بنگرم و از تراویده هایِ کام و زبانِ خود به شما ارمغانے بفرستم - فرصتِ آن کجا و دماغِ این کو - آمد آمدِ نواب گورنر و دریوزهٔ اخبار از هر در ترتیبِ افرادِ مقدمه و تمهیدِ نگارشِ حال سنجیدنِ اندیشه هایِ رنگا رنگ و سگالیدنِ اندازِ بیان - آن مایه دستیاری و غمخواری چشم از کسے ندارم که چون ورقے انشا کرده باشم ، نقلِ آن تواند برداشت یا چون دفترے از بهرِ نگرستن پریشان کنم ، آن اوراقِ پراگنده را فراهم تواند کرد - به هر رنگ چند روزِ دگر معاف دارید تا

زمانے کہ بہ من پیوندید گاہ گاہ بہ نامہ زنگ زادیِ آئینۂ وداد باشید ۔ اوراقِ اشعار بہ نظرِ اجمالی نگریستہ ام و از جملۂ بزرگانے کہ در آن افراد مذکور اند **مرزا حیدر علیِ افصح** را فردِ کامل دیدہ ام ۔ روشے پسندیدہ و طرزے گزیدہ دارد و ہمین است شیوۂ مکرمی **شیخ امام بخشِ ناسخ** و **خواجہ حیدر علیِ آتش** و دیگر تازہ خیالانِ **لکھنئو** ۔ غزلے ازآن بزگوار مخمس کردہ اید ، اما ندانم کہ در حسنِ مطلع تصرّفِ شماست یا سہوِ کاتب ، چہ در رکنِ اخیرِ مصرعِ اول کہ باصطلاحِ **عروضیان** آنرا 'عجز' نامند ، زحافے بے مزہ واقع شدہ کہ بر صاحبِ طبعِ سلیم نہفتہ نمی ماند ۔ ندانم دراصلِ مصرع اینچنین خواہد بود ،

فرد :

نہ خریدار کا حصہ ہوں ، نہ حق بائع کا
میں وہ دانہ ہوں کہ گر جائے کفِ میزان سے

و السلام ۔

نامه بنامِ نامیِ مومن خان صاحب

فروغِ طالعِ گفتار، سلامت، دوش اندیشهٔ دیوانگی پیشه باروشنانِ سپهر سر زنشے که به پرخاش انجامد آغاز کرد و تیغِ دو دمهٔ چارمین مصرع این رباعی درمیانهٔ آن ہفت فروزنده پیکر نهاد،

رباعی :

آنم که به پیمانهٔ من ساقیِ دہر
ریزد ہمه دُردِ درد و تلخابهٔ زہر

بگذر ز سعادت و نحوست که مرا
ناہید به غمزه کشت و مریخ به قہر

با آنکه ہنوزم لب از تلخیِ این مویه زہرفشانست، دل از سادگی در بندِ آنست که نگارشِ تقویمِ این سال کران پذیرفته باشد، منش نیز بنگرم تا به روزافزونیِ شکوهِ خسروِ انجم خود را چشم روشنی گویم۔ زہے نادانِ ہوس شیوه که من باشم و به شرفِ خورشید خرسند گردم ۔ حقا که دل نهادنِ من به آثارِ نو روزی بچشمد اشتِ فرّخی و فیروزی از رویِ مثال به واگویهٔ آن کنیزِ کم خردِ خردسال ماند که چون شبِ عیدش

نشاطے تازہ در گرفت و بہ زمزمہٴ 'عید آمد و عید آمد' نوایِ شادی برگرفت، خاتون گفت تن زن کہ اگر عید است ور رمضان تو و ہمان نیم سوختہ نان ۔ سخن کوتاہ ، نامہ میفرستم و میگویم یارب نامہ بر از آن در تہیدست بر نگردد کہ ہر آئینہ اندران صورت قطعِ نظر از دم سردیِ ذوق اندوہِ عکسِ مدّعا بہ من روی خواہد داد ، پاسِ ادب نگاہ نداشتن و آستانِ دوست را سپہر نپنداشتن ، والسلام ۔

خطوط بنام مولوی محمد علی خان صدر امین باندا بولدیکھنڈ

۱

قبلهٔ خدا پرستان و کعبهٔ حق پژوہان ، سلامت ،
خود را فرا یادِ خاطرِ خطیر دادن از لوازمِ حصولِ سعادت
انگاشته گزارشِ مرامِ نیاز را تقریبِ کامیابی میشمارد ۔ حاملِ
مکتوب که وجودش محضِ حسنِ اتفاق است گواهِ
این معنی است که نامه در چه عالم به تحریر آورده ام ۔ بهر حال
روزِ پنجشنبه در موڈه رسیده تا یکشنبه به آرامش گرائید ۔
دوشنبه کوسِ رحیل کوفته شبے به روستا بسر برده ، به شنبه
در چله تارا رسید ۔ الله‌الحمد که زحمتِ صداع و حمی از ساحتِ
طبع رخت بربست ۔ خاطر قرینِ جمعیت دارند ۔ امشب در چله تارا
رسیده ، بامدادان اگر حیات باقیست ، بسیجِ راهِ فتحپور کرده
خواهد شد ۔ زیاده حدِّ ادب ۔

۲

قبلۂ جان و دل، سلامت،آداب و کورنش بجا آورده به عرضِ حال میگراید۔ للہ الحمد که زحمتِ صداع و حمی ہم از باندا اثرے در طبع نگذاشته۔ ضعف اگر با قیست، تردّدے نیست، چه این رفیقے ست که از وطن کمر بہر ہی بسته است - ہم پایۂ حق گزاریش قویست، ہم سایۂ وفاداریش کارفرمایِ مرضِ ثانوی۔ بالجمله دو شنبه از **سوڈه** بر آمدم۔ گردونکے که درین ملک به 'لڑھا' موسوم است برایِ بارکشیدن یافتم - چون از من ضعیف الخلقت تر افتاده بود، آن آہسته‌خرام بلکه مخرام دوازده کروه راه نتوانست برید و از **سوڈه** تا **چله‌تارا** نرسید تا چارشبے به دہے اتفاقِ مبیت افتاد۔ سه‌شنبه آخرِ شب روان شدم۔ من خود دوپہر روز برآمده، به کاروانسرایِ **چله تارا** رسیدم و آن ہیچ مخرام تا ساعتے از شب نگذشت به من نپیوست۔ ہمان زمان مکتوبے در سوادِ ظلمتِ لیل که ہنوز ملازمان چراغ نیفروخته بودند رقم کردم۔ چون **میرزا مغل صاحب** به **باندا** فرموده بودند که عریضۂ موسومۂ جنابِ **مولوی** به تھانه دارِ **چله تارا** حواله باید کرد که **او** خواهد رساند،

اتفاقاً آخرِ روز بلکہ اولِ شب بہ کاروانسرایِ چله تارا درانتظارِ گردونک و واماندگانِ راه نشستہ بودم کہ ناگاه تھانہ دار بہ کاروانسرای رسید و ہر سو خرامیدن آغاز کرد ۔ دربابِ ارسالِ نامہ از وے اعانت جستم ۔

اگرچہ پذیرفت ، اما پذیرفتنی سخت سفیہانہ ، چنانکہ طبع اباکرد و گوارا نشد مکتوب بہ وے دادن ۔ رہروے مجہول الاحوال چون نامِ جناب از من شنود ، نامہ بہ جبر از من طلب کرد ۔ ہمان سطرے چند کہ عجالتاً بہ تاریکی نبشتہ بودم بہ وے سپردم ۔ غالب کہ از نظر خواہد گذشت ۔ اما این عبودیت نامہ کہ گردون‌بان حاملِ آنست ، اگر نخواہد رسید ، زمانِ رسیدنِ او بہ باندا با ہنگامِ ورودِ عاصی بہ‌کلکته مقارن خواہد افتاد ، چہ در کم ازین عرصہ از چله تارا بہ باندا رسیدنش باشد کہ ممکن نباشد واللہ علی کل شئی قدیر ۔ خلاصۂ تحریر اینکہ آخر از بیدادِ گردونِ دون ستوه آمده خود را بہ دریا انداختہ ام ، یعنی ہم ازین‌مقام کشتی بکرایہ گرفتہ و آدم و متاع ہمہ دروے گنجیده و بسم اللہ مجریہا و مرسیہا برخوانده سفینہ در رودِ جمن رانده ام ۔ منظور اینکہ بہ الہ آباد رسیده توقفے کہ در بنارس می خواستم کرد ہم درین بقعہ کار بندم و روزے چند آسایشے کرده مایحتاج بہ امضأ رسانده رہگرا شوم و دیگر جز مرشد آبادِ بنگاله در ہیچ جا توقف نگزینم ۔ حالِ

سفرِ دریا نیز درین دوسه روز پنهان نخواهد ماند - کشتیبانان گویند که در عرصهٔ سه روز به **اله آباد** رسیده خواهد شد - متیوان دید - اینک روزِ چهارشنبه قریبِ نیم‌روز در کشتی نشسته دل باخدا نه با ناخدا بسته ام - زیاده حدِّ ادب -

۲

بجناب مولوی صاحب قبله وکعبهٔ دوجهان مدّ ظلّه العالی،

بعد گزارش آداب و تسلیم معروض اینکه لله الحمد که هنوز سررشتهٔ فیضان تجلّی رحمانی از مشت خاک تیرهٔ من منقطع نگردیده ، نوازش رقم نامهٔ عطوفت طراز به عزّ وصول خود سرم را به سپهر برین رسانید و مسرت یاد آوریها کف خاکم را بهشت شادمانی گردانید ـ شکر عنایت از بن هر مو زبان میرو یاند ، اما گفتن با اینهمه داستان را بپایان نمیرساند ـ امروز که آدینه بقول جمعے نهم ماه و به اظهار گروہے دہم است در بند بستن رخت سفرم ـ اگر شب بخیر گذشت و وجود موہوم راجع به عدمیت اصلی جاد نگشت ، فردا بروز شنبه از بنارس می پویم ـ نهفته مماناد که ناخدایان ناخدا شناس بنارس درباب کشتی مضایقه کردند ، چه به هر که برخوردم تا کلکته کم از صد روپیه نطلبید و تا پٹنه افزون از بست روپیه خواست ـ ناچار همان اسپ سواره و تا بدان بقعه صحرا خواهم پیمود ، و هنوز هوای کشتی از سر بدر نرفته در پٹنه نیز جستجو

خواهم نمود ـ دیگر هرچه جز سپاسِ تفقّد و شکرِ ترحّم گفته آید ، از عالمِ هرزه درائی ست ـ یزدان سلامت دارد و اجرِ لطفے که خالصاً لله بے سوابقِ معرفت در حقِ همچو منِ هیچ میرز که هم در ناکسی قرینه ندارد و هم در بیکسی همال ، بذل فرموده اند و میفرمایند درودِ گیتی بدهد ـ زیاده حدِّ ادب ـ

۳

جنابِ مولوی صاحب قبله و کعبه، مد ظله العالی،

روزگاریست که نفس از سوزِ فراقِ آن قبلهٔ راستان شعله خیز، و جبین به هوایِ آن آستان سجده‌ریزست ـ وائے که میانِ من و آبے که آتشِ خطرناکِ شوق بدان فرو توان نشاند به هفت دریا حائل است و از سنگِ آن درگاه که مُهرِ نمازِ عبودیتش توان گردانید دوری باندازهٔ بعدِ کعبه حاصل ـ عطوفت‌رقم‌نامه در ایّامِ خاک‌نشینی های بنارس چشمِ بخت را نورے و بختِ چشم را عروجے بخشیده بود ـ سعادتِ تحریرِ جوابِ آنرا از جملهٔ مغتنماتِ فرصت انگاشته و ورقے بخدمتِ خدامِ ذوی الاحترام نگاشته، هم براهِ خشکی عزمِ عظیم آباد کرد ـ بالجمله بدستیاریِ میامنِ توجّهِ انفاسِ بزرگان چون گرد که ببالِ باد پرد در هرگام از خاروخاره سینه بر دمِ تیغ مالان، گاه از شدّتِ بردِ لیالی افسرده و رنجور و گاه از سختیِ گردشِ ایّام ستم رسیده و نالان، روزِ سه شنبه چهارمِ شعبان پارهٔ از روز بر آمده، به کلکته رسید ـ غریب نوازیهایِ وهابِ بے منّت را نازم که در چنین دیار خانه

چنان که باید و ہرگونہ آسایش را بکار آید ، ہم او را باندازۂ فراغِ خاطرِ آزادگان فضائے و ہم اندر وے مانندِ دہانِ آزِ دنیاطلبان بیت الخلائے ، در گوشۂ صحن پر از آبِ شیرین چاہے و بر طرفِ بام در خورِ اہل تنعّم آرامگاہے بے آنکہ جستجوئے رود یا گفتگوئے شود بے زحمت و بے منّت بکرایۂ ده روپیۂ ماہانہ بہمرسید و آدم و چاروا را تکیہ‌گاہِ آرامش گردید ۔ دو روز از رنجِ راه آسوده منشورِ لامع‌النور را مشعلِ راهِ مدّعا ساختم و در کشتی نشستہ آہنگِ ہوگلی بندر کردم ۔ لطفِ ملاقاتِ نواب علی اکبر خانِ طباطبائی اگر گویم که مرا از بخت عجب آمد رواست و اگر گویم که مرا برمن به رشک آورد نیز جا دارد ۔ بخدائے که خرد آفریده و خردور برگزیده که بدین گرانمایگی و صاحبدلی در بنگاله دیگرے نخواہد بود ۔ یا رب این گوہرِ گرامی از کدام کان است و این گرامیِ گوہر از کدامی دودمان ؟ بارے چون نخستین صحبت بود ، به چاره و مصلحت‌پرسی دردِ سر ندادم و دوسه ساعت نشستہ به غمکده باز آمدم آوخ که درین روزہا نواب را به حکامِ ہوگلی بندر در خصوص زمینے که وقفِ امام باڑه است معارضہ بلکہ مجادلہ درپیش و دل سر گرمِ فکرِ کارِ خویش است ۔ لله در قائل :

فرد :

همه‌را ماتمیِ حسرتِ دنیا دیدم
چون به‌حسرتکدهٔ گبر و مسلمان رفتم

روزگار فرمانبر و بخت فرمان‌پذیر باد ـ

۴

قبله گاہا بیکسان پناہا ، شگرفیِ آثارِ رحمتِ الٰہی ست کہ آب و ہوای کلکته با من نیک در ساختہ ۔ درین بقعہ آسودہ تر از آنم کہ در وطن بودہ ام ۔ رباعیِ **غالب** :

ہر پردۂ زندگی نوائے دارد
ہر گوشہ از دہر فضائے دارد

ہر چید یبوست از دماغم یکسر
بنگاله شگرف آب و ہوائے دارد

سیمین فریزر اسسٹنٹ سکرٹر را دریافتم ۔ ملاقاتے شایستہ روداد و استقبال و مشایعت و معانقہ و عطایِ عطر و پان بمیان آمد ۔ طرزِ ملاقاتِ این ستودہخوی خرسند و تواناد لم کرد ۔ عرضداشتِ موسومۂ نواب **گورنر جنرل بہادر** چنانکہ رسمِ این دادگاہ است ، بہ صاحب **سکرٹر بہادر** سپردہ آمد ۔ ہم دران صحبت صاحب **سکوٹر بہادر** آنرا بہ **پاٹن** صاحب سپرد ، تا آنرا بہ **انگریزی** نقل کند ۔ دیگر امیرے است بارای و فرہنگ موسوم بہ **اندرواسٹرلنگ**، کہ قوسِ عروجیِ کونسل را نقطۂ بدایت و قوسِ نزولیِ آنرا نقطۂ نہایت است ۔

چون سرمایهٔ علم و آگهی دارد و سخن را می‌فهمد و به لطفِ سخن وا میرسد، در مدحِ وے قصیدهٔ مشتمل بر پنجاه و پنج بیت انشاکردم و در آخرِ قصیده لختے از حالِ خویشتن نگاشتم۔ از حسنِ اتفاق نه بسعیِ کسے ملازمتش به روشے گزیده و آئینے پسندیده دست بهم داد۔ اعتبارِ خاکساریهایِ من افزود و عیارِ امیدواریهایِ من کامل بر آمد۔ قصیده گذراندم و پارهٔ بر خواندم، محظوظ شد و دلجوئیها کرد و وعدهٔ یاریگری داد۔ پوشیده نماند که استرلنگ بهادر عهدهٔ چیف سکرٹری دارد و منجملهٔ اجزایِ کونسل بشمار می آید۔ سیمین فریزر صاحب پیش کار و پیش دستِ این فرزانه داوراست۔ هرگاه دوسه مقدمه از بهرِ رجوع به کونسل فراهم میشود، فریزر صاحب اسم و رسمِ دادخواهان به وے عرضه میدارد و وے فراخورِ بایستِ هرکس بسویِ خود می خواهد و در مقدمهٔ هریک تأملے بسزا آورده شنیدنی و ناشنیدنی از هم جدا میکند۔ از آنمیانه عرائضِ نا شنیدنی به گذرانندگان بر میگردد و شنیدنی به کونسل میگذرد۔ بارے به هوس شادمانم که دادنامهٔ من پذیرفتنی و به کونسل گذشتنی سنجیده شد، تا درآن انجمن چه روی دهد و فرمانِ فرماندهان دربارهٔ من چه باشد۔ زیاده حدِّ آداب۔

۵

از جگرِ تشنہ بہ دریا سرود
و ز تنِ بیجان بہ مسیحا درود

از شبِ دیجور بہ نیّر سلام
و ز لبِ مخمور بہ صہبا پیام

از دلِ افگار بہ مرہم سپاس
و زمنِ رہ جوی بہ خضر[۱] التماس

ده روز بر دو ماه گذشتہ کہ سوادِ والا نامہ سرمۂ چشمِ نگران نگشتہ ۔ عرضداشتِ نگاشتۂ غرهٔ ذیحجہ و عریضۂ مرقومِ ہشتمِ ماهِ مذکور کہ در نوردِ مراسلۂ مخدومی جناب **مولوی سید ولایت حسن صاحب** سمتِ ترسیل یافتہ چون گویم کہ تلف گشت و بہ‌نظرِ ربوبیت‌اثر نگذشت ۔ کاش طرازِ تغافل بر دامنِ التفاتِ حضرتِ قبلہ گاہی توانستمے بست تا دل از پراگندگی وارستے ۔ روزے از کثرتِ اضطراب بخدمتِ جنابِ اخوی مطاعی **حضرت مولوی سید ولایت حسن** شتافتم ۔ چون از رسیدنِ نامہ پژوہش رفت ، پدید آمد کہ مخدوم نیز ہمچو من چشمے براه دارد ۔ اگرچہ دردِ نا یافت دوا نیافت ،

اما سپاسِ ایزدی بجا آورده شد که مرا به داغِ دوزخ تابِ رشک نسوخت ـ کوتاهیِ سخن ، هر چه از عالم فراهم آمده بود ، درآن هردو عریضه به اجمالے که بر تفصیل چربد ، معروضِ رایِ جهان آرای گشته ـ تازه اینکه عرضداشت به کونسل گذشت و فرمان صادر گشت که ضابطه مقتضیِ آنست که نخست زمزمهٔ تظلّم به گوشِ رزیڈنٹِ دہلی دمیده آید ـ گفتم که سرو برگِ سفر و تاب و توانِ معاودتم نیست ـ فرمان یافتم که خود اینجا باشد و وکالتاً به رسیڈنٹیِ دہلی گراید ، به دوستے از دوستانِ وطن کتابتے فرستادم و اعانتے جستم ، وے بیکس نوازی کرد و خود کارفرما شد و وکیلے قرار داد و به من نبشت ـ من وکالت نامه بنامِ وکیل نوشته و هر گونه کاغذے که فرستادنی بود ، ضمیمهٔ آن ساخته در نوردِ نامهٔ موسومهٔ آن دوستِ کارفرما که بر من از من مهربان‌تر و درکارسازی و دادخواهی از من خورده‌دان‌ترست در نوردیده به دہلی فرستاده ام ع

تا درمیانه خواستهٔ کردگار چیست

الله بس ماسوی‌ٰ هوس ـ

٦

قبله گاها ، آنچه پس از عرضِ تسلیمات به عرضِ بیان تواند آمد اینست که همای ِ والا نامه به سرم سایه‌گستر گشت و مرا در قلمروِ شادمانی جهانبانی داد - زهے به نمِ روانیِ رأفت نامه ها غبارِ اندیشه فرونشاندن و دل را به امن آبادِ جمعیت رساندن - من و خدا که هنگامِ تحریرِ عبودیت نامه بسکه ذوقِ حضور از ضمیرم میجوشد ، هرگز رعایتِ آداب و القاب را گنجائی نمی ماند ، چه من آن میخواهم که نبشتن کم از گفتن نباشد - هر آئینه بسا باشد که بیان از پرکار افتد - نه تقدم و تأخرِ مدعا در نظر دارم و نه از درازیِ سخن اندیشم و نشیب و فرازِ وادیِ گفتگو مستانه طے میکنم و عنان گسیخته میروم - خاطر همه گرفتارِ آنست که حالها بر رایِ مشکلکشایِ قبله‌گاهی پنهان نماند - ازین پیش به دو هفته روزِ پنجشنبه پگاه جنابِ مولوی سید حسین صاحب از در در آمدند و به تودیع پرداختند که اینک بر سرِ راهم و به تقریبِ دوره عزمِ سفر دارم - تا درِ غمکده مشایعت بجای آوردم و بخدا سپردم و دیگر هم‌درین روز ها نامه

از دہلی رسید و کاشفِ این مدّعا گردید که کاغذِ فرستادهٔ من رسید و دستِ کارفرما آنرا پذیرفت و وکالت نامه به وکیل داد - ہنوز وکالتش از قوه به فعل نیامده بود که **روشن الدوله سر اڈوارڈ کولبرک صاحب بهادر** فرمانروای **دہلی** به ہنجارِ دوره بالِ نهضت کشاد - ہرآینه انتظارِ بازگردیدنش در پیش و این درنگ که بے خواست درمیان آمده بجای خویش است - دیگر از اخبارِ این دیار آنکه **ولیم بیلی صاحب** که اعظمِ اجزای کونسل است و بروزگارِ پیشین **ویس پرسیڈنٹ** **لارڈ ولیم کونڈش بنٹنک** که اکنون طغرای گورنری نقشِ نگینِ اوست به **مالده** که شکار گاہے است شرق رویهٔ **کلکته** به سیر و شکار خرامیده - صاحبِ خلقِ عمیم **مولوی محمد عبدالکریم** میر منشیِ دفتر کدهٔ فارسی رخصتِ ہشت ماه گرفته براهِ دریا به **لکهنئو** روی آورد - باشد که تا **عظیم آباد** رسیده باشد - از نوادرِ حالات اینکه سخنوران و نکته رسانِ این بقعه پس از ورودِ خاکسار بزمِ سخنے آراسته بودند - در ہر ماهِ شمسیِ **الگریزی** روزِ یکشنبهٔ نخستین سخن گویان در مدرسهٔ سرکارِ **کمپنی** فراہم شدندے و غزلهای **ہندی** و فارسی خواندندے - ناگاه گرانمایه مردے که از **ہرات** بسفارت رسیده است ، درآن انجمن میرسد و اشعارِ مرا شنوده به‌بانگِ بلند می ستاید و بر کلامِ نادره‌گویانِ این

قلمرو تبسم های زیر لبی میفرماید ـ چون طبایع بالذات
مفتون خودنمائیست همگنان حسد میبرند و کلانان انجمن
و فرزانگان فن بر دو بیت من اعتراض نا درست بر آورده
آنرا شهرت میدهند ، و بے آنکه زبان به پاسخ آشنا شود از
دانشوران که مخدومی و ملازمی نواب علی اکبر خان و مکرمی
و مطاعی مولوی محمد حسین از آنانند جواب ها می یا بند و
پس زانوی خاموشی می نشینند ، چنانچه هم به فرمان این
دو بزرگوار مثنوی انشا کرده ام و بعد از اظهار عجز و
انکسار خویش جواب های اعتراض درآن ابیات موزون ساخته
و آن مثنوی پسندیدهٔ طبع عالمے افتاده است ـ انشأ الله العظیم
زین بعد عریضه که به والا خدمت خواهد رسید ورقے
ازآن ابیات در نورد آن خواهد بود ـ

۷

حضرتِ قبلہ گاہی ولی نعمتی را ، مدظلہ العالی ، گردِ سر میگردم و جان بہ خاکِ پا می افشانم و نمیدانم چہ عرضہ دارم و از پردۂ کدام رقم سربر آرم ۔ نہ سپاسِ یاد آوری گران پذیرد ، نہ شکرِ قدر دانی افزائی باندازۂ تحریر ۔ پریروز جناب منشی علی خان بہادر کتابتے بہ من فرستادند ۔ چون عنوانش بہ شگافتن رسید نورے ازآن پردہ بدرخشید ۔ چون وارسیدم، سوادِ مکتوبِ حضرت بود کہ بہ خانِ ممدوح در اشعارِ خاکساریِ این مشتِ غبار جلوۂ رقم داشت۔ بالجملہ ملازمانِ شان بدینِ ننگِ آفرینش نوشتہ بودند کہ وقتے قرار دادہ و مرا بیاگاہان تا سرت از سپہر بگذرانم و نورِ ورودِ خویش بہ کدورت کدہات بر افشانم ۔ پاسخ بپوزش گزاردم و روزِ دگر خود بہ بساط بوس رسیدم ۔ جنابِ ممدوحی سخن بہمذاقِ اہلِ وحدتِ وجود میرانند و ازین نمد کلاہے دارند۔ مرا کہ از شیوۂ اخلاقِ شمع و چراغِ انجمن مولوی سید ولایت حسن و طرزِ اختلاطِ مہرِ سپہرِ معنی آشنائی نواب علی اکبر خانِ طباطبائی منّتِ خدامِ قبلہ گاہی بر دل و جان

و به ازای ِ ہرگونه لطفے که از صحبت ِ این بزرگان برمیداشتم ہذا ِ من برکة البرامکه بر زبان بود ۔ ایدون آبروی ِ دیگر افزود و شوکتے تازه روی نمود ۔ حقا که اگر در نورد ِ این آوارگی به شما نرسیدمے ، خستگی ِ مرا مرہم و شکستگی ِ مرا مومیائی از کجا پدید آمدے ۔ اگر سررشتهٔ انصاف از کف ندہم ، دانم که از عہدۂ سپاس ِ میر کرم علی که مرا به خاک ِ آن آستان رہنمونی کرده اند ، و بدان سرمنزل خضر ِ راہم گردیده ، بیرون آمدن نتوانم ۔ چه جای ِ آنکه مدح ِ ملازمان گویم ۔ حاشا ثم حاشا ع

خاموشی از ثنای ِ تو حدّ ِ ثنای ِ تست

مخفی نماند که این عریضه بروز ِ ششم از ماه ِ شعبان رقم کرده ہما نروز به توسط ِ میر صفات علی خان صاحب به لاله کانجی مل فرستاده آمد ۔ یزدان توفیق به مکتوب ِ خود فرو پیچیدن و به بالذا فرستادنش عطا دارد ۔

نامہ بنام نامی نواب محمد علی خان بہادر عرف میرزا حیدر صاحب

فرد :

صبح سرمستانہ پیر خانقہ را در زدم
او سخن سرکرد از حق، من دم از حیدر زدم

ہانا حضرت نواب عالیجناب معلی القاب کہ قبلۂ حاجات آزادگانند و کعبۂ آمال دور افتادگان باغ امید بے دستگاہان را باد بہار اند ، و کشت آرزوہای ہوا خواہان را ابر دریابار شنودہ باشند کہ درین روزگار بہ **دہلی‌دیار** آزادۂ آشفتہ سرے ، نے نے آشفتہ نوا سخنورے ہست کہ پیوستہ از بہر رنگین کردن نواہای آشفتہ خون دل را می آشامد و در خونابہ آشامی ، نہ در رنگین‌نوائی خود را **غالب** می نامد ۔

فرد :

غالب نام آورم نام و نشانم مپرس
ہم اسداللّٰہم و ہم اسداللّٰہیم

اگر گویند که پیشِ بزرگان شناساگرِ خویش بودن از گستاخی و فزونسری ست ، گویم من و یزدان که اگرچه شناساگری ست ، لیکن نه آرزویِ خود نمائی ، بلکه از راهِ پوزش‌گستری ست ۔ خود از دیرباز روشناسِ اعیانِ این خاندان هستم و به نشان‌مندیِ داغِ بندگی از روشناسانم ۔ چون رویداد چنین است ، هر آینه در طلبِ تفقّد سخن میرود تا پدید آید که بامن چه باید کرد ۔ لختے از سرگذشت گفته میشود ۔

به سر آغازِ سالِ گذشته در مدحِ شاهِ انجم سپاهِ سپهر بارگاه حضرتِ سلطانِ عالم قصیدۂ انشا کردم و عرضداشتے در نثر نیز رقم زدم و آن قصیده و عرضداشت به**قطب الدوله** فرستادم ۔ **قطب الدوله** مردمی کرد و قصیده و عرضداشت به‌نظرِ جهانیانِ دارا دربان در آورد ۔ **مولاناضمیر** سلمه‌الله تعالیٰ به فرمانِ گیتی خدیو آن نظم و نثر را بادائے که پنداری گهرهای شهوار بر بساطِ بزم افشاندند ، به پیشگاهِ سریرِ سپهرنظیر خواندند ۔ پسندیدۂ طبعِ بلندِ شهریار افتاد و به **قطب الدوله** فرمان رفت به هنگامِ دگر عرضداشت را دوباره به‌نظر گذراند ، تا منّت برجانِ سائل نهم و به جایزه فرمان دهم ۔ از آنجا که چشمِ بد در کمین بود و بخت را ناوک در کمان ، ناگاه انجمن بر خورد و کارِ **قطب الدوله** از پرکار

افتاد ، و بیچاره آن قصیده و آن عرضداشت را همچنان بسوی من برگرداند و آنچه از من به وے رسیده بود ، بمن باز رساند ۔

همیدون به رهنمائی بخت فرخ وگره کشائی اندیشهٔ درست آن هر دو ورق را که از روی پیوند یکدیگر بکف افسوس ماند ، به همایون خدمت می فرستم ۔ دانم که کارسازی آیین است و خسته نوازی شیوه ۔ لاجرم شیوهٔ خسته‌نوازی فرو نخواهند گذاشت و خودرا در آیین کار سازی رنجه نخواهند داشت ۔ بختم یاوری کرد و خردم رهبری که در معرض چاره جوئی بدان حضرت روی آوردم ۔

خواهش آنست که قصیده و عرضداشت به نظرگاه خاقان برند و گذشتن این اوراق در آن هنگام و وعدهٔ صدور حکم نوازش به هنگام دگر بگزارش در آورند ۔ صله از خسرو جهانستان ستانند و به گدای خسروستای رسانند ۔ ہے ہے ، چه می گویم ! آفتاب را که آموزد که تیرگی را چون توان زدود و نسیم را که گوید که غنچه را چسان توان کشود ۔ سپس عذر پریشانی گفتار میخواهم ، و نامه را می نوردم و نگارش را به دعا انجام می دهم ۔ نیّر دولت و اقبال جاودانی فروغ و ابدی ضیاء باد ۔

بنام میجر جان جاکوب بهادر

۱

قطعه :

ای نشانهای خرد از تو هویداتر ازآن
کەسرود از لب و آب از گهر و تاب ز مهر

هم ز روی تو نمودار توانائی رای
هم ز خوی تو پدیدار دل آرائی مهر

مهربانی نامه که رسیدن به وے نازد و خواندن ازوے بخود بالد به پیروزی رسید ، و به شادمانی خوانده شد ـ به هر کشایش که از هر نوردش برانگیخته آمد گوهرے چند بەدامان نگاه فروریخته آمد ـ جنبش خامهٔ آگهی هنگامه درآن پرده این آهنگ داشت که چون **دیوانِ حافظ** به کوشش بسیار از نادرستی برآورده روی و موی آن شاهد روحانی را غازه کاری و شانه زنی کرده ایم خواهیم که **غالب** سنگ از گهر نشناس از درّ و یاقوت سخن نوآئین پیرایه بربندد ، تا بەعلاقهٔ دیباچگی درسر آغاز بدان پیوندد و نیز فرمان چنانست

که خود هرچه اندرآن باب فرموده اند و از هرچه نوشته
دیگرآن برآن کتاب افزدده اند همه را به گفتار شمارم و
درآن دیباچه بر نگارم - مخلص نوازا ، هرچه را من
ندیده باشم و بدان قدر که به من رسیده باشد سراسر نفهمیده
باشم ، چگونه نشانهای درست توانم داد و چون بجا نیاوردنِ
فرمانِ دوست نازیبا بود ، و مرا دل به گفتار نا شکیبا ، ناچار
از دیباچه نگاری باز ماندم و به آئینِ تقریظ سخن راندم - به لغتِ
عربی عبارتے را تقریظ نام نهند که کتاب را بدان انجام دهند -
چون گفته آمد که آنچه من نبشته ام تقریظ است نه دیباچه،
هر آئینه آن در خور که به پایانِ آن قدسی صحیفه جا گیرد
و خود آن کرم فرما دیباچه بنویسند که هم شمارهٔ دیگر
نگاشته ها و هم ذکرِ این تقریظ درآن دیباچه نگارش پذیرد -
امید که از دوستانِ وفا دارم شناسند و به نوشتنِ نامه و
فرستادنِ اشعارِ طبعزادِ خویش در افزودنِ مهر کوشند - بخت
از خرد پرده کشای و خرد به بخت رهنمای باد -

۲

امید گاہِ مخلصان را از من کہ بندۂ محبت و خانہ زادِ وفایم بہ مقابلۂ یکبارہ یاد آوری صدرہ سپاس و بہ یادآوریِ یک گونہ بندہ پروری ہزارگونہ ستایش ۔ دلنواز نامہ در ڈاک بہ من رسیدہ و کالبدِ شوق را جان گردیدہ ۔ چون پس ازان **طالع یار خان صاحب** نامۂ دیگر بہ من سپردند ، گوئی برآن جان توان افزودند ۔ آبرویِ خامۂ مشکین‌رقم درآن ہردو پردہ بدین اشارہ جنبش داشت کہ خورنق رونق شارستانے و ارم آرام نشیمنے بہ **گوالیار** طرح افگندہ اند و تاریخِ تعمیرِ آن را از نامہ نگار آرزو کردہ ۔ بہ محبت کہ دینِ منست سوگند کہ ہیچگاہ دل بہ فنِ تاریخ و معمّا ننہادہ ام و صنعت را بر معنی نگزیدہ ، لیکن چون رضایِ خاطرِ عاطر درآنست کہ کلکِ من درنگارش این راہ رود و رگِ اندیشۂ من بدین ہنجار جنبد ، قلم را چہ اندازہ کہ درین راہ بہ سر نشتابد و فکر را چہ زہرہ کہ جز بدین روش گراید ۔ قطعۂ مشتمل بر ہفت بیت ہم‌درین ورق مینویسم ۔ اگر بپسندند ، از عنایت چہ شگفت ، و اگر بپذیرند ، از محبت چہ عجب ۔

قطعه :

جان جا کوب آن امیرِ ناموَر
دستِ وے آرایشِ تیغ و نگین

ساخت ز انسان منظرے کز دیدنش
حور گفت احسنت و رضوان آفرین

در بلندی افسرِ فرقِ سپہر
در صفا گلگونهٔ رویِ زمین

بایدش گفتن گلستانِ ارم
زیبدش خواندن نگارستانِ چین

خود سه‌اشکوب‌و هراشکوبش‌دراوج
در نظر باشد سپہرِ ہفتمین

غالبِ جادو دمِ نازک‌خیال
کش بود اندیشه معنی‌آفرین

گفت تاریخِ بنایِ این مکان
آسانی پایه کاخِ دلنشین

والسلام والا کرام ۔

۳

فرد :

حق نہ آنست کہ از رفتنِ باطل برود
نرود مہرِ تو از دل خود اگردل برود

مہرانگیز نامہ کہ لختے گلہ آمیز ہم بود ، تا رسید دل را مژدۂ زندگی و جان را نویدِ فرخندگی داد - از نارسیدنِ نامہ ہایِ من گلہ سنجیدن چگونہ گویم کہ نہ روا بود ، اما اینقدر خود می توانم گفت کہ اگر نامہ زانسو رسیدے و پاسخ ننگاشتمے، شکوہ بجا بود - درویشِ داریشِ وفا کیشم - جز راستی نجویم و جز راست نگویم - آئینِ من نیست گمنامیِ خود را بہ یادِ نام آوران دادن و بندِ زحمتِ یاد آوریِ خویش بر دلِ دیگران نہادن و ہمچنان شیوۂ من مباد در پاسِ وفا سستی روا داشتن و پاسخِ نامۂ دوست نہ نگاشتن - آزردہ نیَم ، بہ دلجوئیِ من خود را زحمت ندہند و بہ دفعِ این رنج از خویشتن ہم بر من مِنّت نہند - مادّۂ تاریخِ چاہ فرستادن و مرا بسرانجامِ قطعہ فرمان دادن از نوازش خبر داد - ہمانا نخواستند کہ غمزدۂ بخود فروماندہ را در فکرِ مادّۂ تاریخ دل بہم بر آید -

و حق اینست که مادّهٔ تاریخ نیز نه آنچنانست که حقِ ستایشِ آن توان گزارد یا برابرِ آن فکر توان کرد ـ قطعه می رسد ، بنگرند و از جرمِ ناکردهٔ من در گذرند ـ

ق

آن **میجرِ** فرزانه که موسوم به **جان** ست
وآنراست دمِ دانش و والائیِ دریافت

فرمود پی کندنِ چاہے که درآنست
آبے که **سکندر** بہوس جست و **خضر** یافت

خود چشمهٔ فیضِ ابدی گفت به **غالب**
بنوشت و چو آن دل‌شده زین نکته خبر یافت

بستود و درین قطعه در آورد ہمان وقت
تاریخِ دگر نیز به امعانِ نظر یافت

'خورشیدِ زمین' گفت ودرین زمزمه 'دل' بست
وین تعمیه را خوبتر از گنجِ گهر یافت

۴

رباعی :

این نامه که راحتِ دلِ ریش آورد
سرمایهٔ آبروی درویش آورد

در هر بنِ مو دمید جانے ، یعنی
سامانِ نثارِ خویش با خویش آورد

نشاط بخشیِ رسیدنِ روان آسا نامه را نازم که هم دمیدنِ صبح است و هم وزیدنِ نسیم و هم شگفتنِ گل ـ اگر جنبشِ خامه را درین سپاس گزاری به چمیدنِ سرو غلط کنم ، چه عجب و اگر از صریرِ کلک به‌گمانِ خروشِ بلبل افتم ، چه شگفت ـ آرے چون صبح زود نسیم وزد و گل شگفد ، سرو چرا نچمد و بلبل چون نخروشد ـ میر نواب را به رساندنِ نامه برمن منّتے است که ابر را بر خاک و بهار را بر تاک نباشد و دور و نزدیک از هوادارانم و گویا و خاموش از سپاس‌گزارانم ـ فرمان چنانست که نسخه از خیالاتِ پراگنده که دیوانش نامند به گلدستگیِ آن انجمن ، همانا مشتِ خسے به چمن باز فرستم ـ فروماندگیِ من درین‌معرض آن منجد و دادِ من درین سراسیمگی

آن دهد که به پای ِ شکسته برفتار آید و به زبان ِ الکن به‌گفتار گراید ـ گفتهٔ مرا آن ارزش کجا که به توقیع ِ قبول امضا تواند پذیرفت ـ اگر نفرستم ، شرمندگی و اگر فرستم ، شرمندگی افزونتر ـ سخن کوتاه ، آنچه من دارم ورق در ورق ِ مستوده بے سر و بن است ـ کاتبے که درست تواند نبشت و حق ِ پیوند ِ عبارت نگه تواند داشت ، میجویم ـ چون دست بهم میدهد ، آن اوراق به وے سپرم ، تا نسخه بردارد و به من باز سپارد ـ امید که هرگاه این نگارش انجام گرای شود ، خواهی به دست ِ میر نواب صاحب و خواهی به سبیل ِ ڈاک به همایون خدمت برسد ـ خاطر ازین رهگذر جمع باد ـ

۵

فرد :

اے کہ بر نامۂ نامِ تو ز دیوانِ ازل
بستہ اند از اثرِ دولتِ جاوید طراز

شادیِ رسیدنِ اندوہربا نامہ کہ دیروز بہ من رسیدہ نہ آنچنان است کہ تا فردایِ قیامت ہر روز بر دلِ زار تو نگردد ۔ سبحان اللہ ، نہ کسے بلکہ نا کسے را کہ قطعِ نظر ازآن کہ بہ پرسش نیرزد ، خود از پاداشِ گناہے کہ از وے سرزدہ است بر خویشتن لرزد و بہ مہرورزیِ و مہربانی اندوہ ربودن و دل جستن و بہ زلالِ روانیِ نامہ سیاہی از رویِ گناہگار فروشستن ، نہ تنہا ہمین ، بلکہ کریمانہ نواختن و بہ گلۂ کم‌خدمتی شرمسار نہ ساختن ، من دانم و دل کہ چہ شگرف بخشایش است ۔ آنکہ در بارۂ **سیدالاخبار** دادِ نگارش دادہ اند ، منتّے دیگر برمن نہادہ‌اند ۔ نہان نماناد کہ نقشِ مطبعِ **سید الاخبار** انگیختۂ طبعِ یکے از دوستانِ روحانیِ منست ۔ ہمانا **کارفرمایِ** این نوآئین‌کدہ **آن** می سگالد کہ درین کارگاہ نقش ہایِ بدیع انگیزد و فروریختہ ہایِ خامۂ **غالبِ** بینوا را

به قالبِ انطباع فرو ریزد - ازآنجمله **دیوانِ ریخته** که در نا تمامی تمام است ، عجب نیست که هم درین ماه به تمامی و آنگاه به نظر گاهِ سامی رسد - همچنین **پنج آهنگ** و **دیوانِ فارسی** که طرازشِ هریکے وابسته به فراهم آمدنِ درخواستهای خریدارانست به هنگامِ خود پیهم به خدمت خواهد رسید و اوراقِ اخبار خود در هر هفته میرسد و این رشته را بیمِ گسستن نیست - کارپردازانِ مطبع نامِ نامی را آرایشِ عنوانِ فهرستِ خریداران ساختند و مرا از نظریافتگانِ والا نظر شناختند - دیگر هم ازین مشکین رقم تمیقهٔ که پاسخ نگارِ آنم پدید آمد که آن قطعه که در چشم روشنیِ تولّدِ شاهزاده نگاشته به بارگاهِ سپهر کارگاهِ خسروی فرستاده بودم ، از اوراقِ **زبدة الاخبار** خوانده اند - چنانکه در ستایشِ آن سخن رانده‌اند ، مرا هم حیرت و هم مسرّت افزود - جاودان مانند که سخن رس و سخندانند ، والسلام والاکرام -

خط به میان نوروز علی خان بهادر

۱

فرد :

اے به دل نزدیک و دور از دیده، گفتارم به تست
از توام با دل بود گفتار و پندارم به تست

اداشناسانِ فرجام رازِ آفرینش بدین اندیشه شناساور اند که کردارِ دیده دیدنست و پیشهٔ دل مهر ورزیدن ـ زبانرا در گزارشِ شوق میانجیگریِ دل آئین است و خامه را در سپارشِ راز دستوریِ زبان شیوه ـ هرآینه تا دیده کارِ خود از پیش نبرد دل از پیشهٔ خود بر نخورد و تا زبان به‌گفتارگهر ساز نیاید ، خامه را هنگامِ گهرشماری فراز نیاید ـ اینجا که دیده رویِ دوست ندیده و دل به مهر گرفتارست ، زبان با دوستے سخن نگفته ، و خامه را پیام نگارست ـ هم دیده را بر دل رشک است و هم زبان را به خامه ـ کاش مرا دامن زیرِ سنگ و بند بر پای نبودے و پیش از نامهٔ خود به دوست رسیدمے تا به غصه خون خوردن و

بر نامهٔ خود حسد بردن روی ندادے ، بلکه ازین ستیزه که دیده را با دل و زبان را با قلم است ، نیز بمیان نیامدے ـ پیش این که ملازمانِ مکرمی مظفرالدوله نواب سیف الدین خان بهادر از لکهنئو رسیده بودند به واگویهٔ اشتیاقِ آن مجموعهٔ اخلاق افسونِ نازشے برمن دمیده بودند ـ اکنون که خدامِ مخدومی منشی محمد حسن خان از کالپور باز آمدند به نسیمِ عنبر شمیمِ نفس پرده‌کشایِ شاهدِ این راز آمدند که خانصاحبِ عظیم المناقب نوروز علی خان بهادر مرا بران داشته اند که چون به دہلی باز رسم ، گفتارِ پراگندهٔ غالب هرزه نوا گرد آرم و آنرا گزین ره آورد انگارم ـ لاجرم بدین یک آوازه که دوبار درافتاد هم به دهر نامی گشتم و هم در نظرِ خویشتن گرامی گشتم ـ آرے تنک شرابِ خمخانهٔ عشقم ، به یک جرعهٔ صهبایِ التفات مستی من از اندازه میگذرد ـ سبک خیزِ پرستشِ صنم کدهٔ حسنم ، استقبالِ نیم نگاهِ ناز از خودم می برد ـ هیهات چون من به اندوهِ بیکسی درساخته و خود را ناکس شناخته از درِ دلها رانده و به کنجِ گمنامی وامانده ، چه توان گفت که به شنیدن ارزد و چه داند نوشت که نگرستن را شاید ـ هر چه از کلکم فرو ریزد و به تکلف ازان نسخه بر سازند ـ اگر نظر به پاکیِ آب به آب افگندنش روا نبوده ، بے سخن در خورِ

آنست که به آبش اندازند -

یزدان داند که هرگز از آزادگی در بندِ آن نبوده ام که رنجِ خامه و آسه مکرر شده باشد و هرچه نوشته باشم آنرا باز نویسم ، لیکن یکے از برادران به خواهشِ خود نه بهفرمانِ من عمرِ خود به فراهم آوردنِ نثرِ من تبه کرده و ورقے چند چون نامهٔ کردارِ من سیه کرده است - آن اوراق ازان گرامی برادر پسیج خواستم و تصحیح نویسے را برآن داشتم که هرچه زودتر ازین نگارش را به پایان رساند - هر چند می بایست که کاغذِ کتاب رنگین و نقش و نگارِ اوراق زرین بودے ، لیکن چون مخدومِ ممدوح را پای در رکاب و روی به راه بود ، فرصتے دست بهم نداد که به رنگ آمیزی و نقش انگیزی وفا تواند کرد - بالجمله به صورتِ مشتِ خسے به سنبلستان و کاغذی گلے به گلستان میفرستم و به معنی مزدِ چهل و چهار سالهٔ نفس سوختن و سرمایهٔ بهایِ عمر به هیچ فروختن است که به پایِ نگاهِ آن صاحبدلِ دیده‌ور میریزیم ، تا بعد ازین محبت چه اقتضا فرماید و نگارشِ پے در پے از هر دو سو تا کجا سهر افزاید - یارب نامِ نامیِ شما به نمایشِ آثارِ نوروزی و کشایشِ اسرارِ فیروزی تاریخِ ظهورِ شوکتِ نوبهاران باد و توقیعِ روزافزونیِ دولتِ روزگاران والسلام والاکرام -

۲
(مشتمل بر روانگیِ پنج آهنگ)

مشتاقان امید گاها ، مخلصان پناہا ، کاشانۂ دل را که گنج خانۂ رازست از چشم و گوش دو در بہروی ِیک دگر پیوستہ باز ست ـ لاجرم ہرچہ از آثارِ حسن در نمود آید ، مہرش از راہِ دیدہ بہ دل فرود آید ـ اما ہر کجا محملِ این قدسی مہمان را زود تر آرند ہم از دریچۂ گوش بہ نہانخانۂ دل در آرند ـ بالجملہ ہرکجا رویِ نکوئے و خویِ خوش است ، دل را بہ طلبگاری نعل در آتش است ـ صورت‌پرستان تا بہ چشم نبینند بہ دل مہر نگزینند و معنی شناسان تا آوازہ بشنوند ، ہم بہ مہر گروند ـ اگرچہ ہرجا بہ دیدن دادِ محبت توان داد جاہا بہ شنیدن نیز دل بہ وفا توان نہاد ـ بہ خون گرمیِ اخلاص آفرین گویِ خویشم کہ بہ شنیدن جگر تشنۂ دیدار گشتہ ام و بہ رسائیِ انداز سپاس گزارِ بختم کہ با این ہمہ دوری بہ خاطرِ دوست گذشتہ ام ـ ستودہ شدنِ من بہ سخن کہ درآن سخن است نہ بہ تقاضایِ خوبیِ گفتار نہ بہ فرمانِ ارزشِ من است ـ خواستند کہ آوازۂ کرم

درمیان نبود ، تا بارِ منّتِ یاد آوری گران نبود ـ به مشاهدهٔ این گرایش که ازان سو بوده است ، با خودم از افزون طلبی این گفتگو بوده است که چون ذوقِ گفتار داشتند چرا به نامه نگار ننگاشتند ، تا منّت بر جان و دل نهادے و نگاشته های خود را زود تر ازین فرستادے ـ با آنکه دانستند که مرا شایستهٔ خطاب ندانستند و ننگِ پرسش چون منے کشیدن نتوانستند ، مرا خود دل از مهر به جوش و لب از ذوق در خروش آمد ـ شرطِ رضاجوئیِ دوست و حقِ غمخواریِ خویش بجا آوردم ، و مجموعهٔ نثر با نامهٔ که بجایِ من تواند بود به مکرمی جناب منشی **محمد حسن خان** سپردم ـ چون پویهٔ راهرو همان منزل به منزل است ، رسیدنِ سفینهٔ نثر جز به دو هفته مشکل است ـ بسکه ذوقِ روشناسیم ، از دیر باز نگران داشت ، هوایِ دلِ آزاده ام برآن داشت که نامهٔ دیگر را به سر رشتهٔ ڈاکِ انگریزی چون کاغذِ باد بالِ پرواز دهم ، تا دوست را که هنوز اندازهٔ مهر و وفایِ من ندانسته است خبر باز دهم ـ امید که چون آن سفینه و آن نامه بدان مخلص نواز رسد ، دل‌افروز پاسخے ازآن سو به من باز رسد ، بلکه اگر مروت دلجوئیِ خستگان روا دارد ، نگارشِ جوابِ این ورق نیز در عالم وداد جا دارد ـ هر چند از ناموران نیستم ، پوشیده

از پیام آوران نیستم ـ بریدانِ ڈاکِ انگریزی ، بسکہ نامہ از هر دیار می آورند بہ جادۂ کاشانۂ خاکسار شناساوراند ـ اگر فریسند و بہ عنوان نویسند کہ این مکتوب بہ دہلی بہ اسد اللہ برسد ، دشوار نیست کہ آن نامہ بدین نامہ سیاہ برسد ، والسلام ـ خیر ختام ـ

به امین‌الدوله آغا علی خان

نوابِ عالیجناب معلی القاب را به تازگیِ تماشا نوید که جگر پاره هایِ از رگِ کلک فرو ریخته فراهم آورده ام و بدان دلکش انجمن به گلدستگی میفرستم - ظریفان را به مشاهدهٔ این بوالعجبی ، اگر از خنده در چشم آب بگردد ، چه شگفت - آرے این چنین گلدستهٔ بے رنگ و بو بدان بزم کجا در خور - سبحان الله ، خریدار بدان دیده‌وری که بینش را به سر و چشمش سوگند ، و فروشنده را آن کالا که اگر به هیچ برابر نهند ، بر هیچ ستم رفته باشد - با این همه سنگسارِ ملامتم نتوان کرد و به شکنجهٔ سرزنشم رنجه نتوان داشت ، چه این گستاخی به‌فرمانِ محبت است ، و این بے ادبی به‌تقاضایِ روزگار - آرے ، روزگار را اینچنین پیش آمد ها فراوانست و محبت را اینگونه خود نمائی بسیار - مور پایِ ملخ به سلیمان برده و اعرابی آبِ شور به سلطان - ذرّه اگر هیچیِ خود را شناختے ، خود را روکشِ مهر نساختے و پروانه اگر رسوائیِ آمیزشِ بال خود را باشعلهٔ شمع دریافتے ، روی از انجمن برتافتے - بلبل که برگل سراید

اگر نه محبت عذرخواهستے مرغ را با بهار چه نسبت و کاه که به کهربا گراید ، اگر نه جذبهٔ مهر درمیانستے ، خس را با کهربا چه پیوند ـ اگر گویند که جز به میانجیگری ِ دیده دل نتوان داد و نادیده روشناس نتوان شد ، گویم سخنوران آوازهٔ همزبانی و علاقهٔ همنفسی را پرستند ، نه چون صورت پرستان دل را بردر ِ دیده بگدائی فرستند ـ لاجرم اندیشه از دیر باز مرا برآن داشتے و این خواهش گاه گاه از دل سر برزدے که چون استغنای ِ جاه مانع ِ مسکین نوازی ست خوشتر آن باشد که نخست خود دلیری کنم و به نامه خود را بر خاطر ِ عاطر عرضه دهم تا این که درین روزها خان صاحب ِ مهربان **خوشوقت علی خان** را به **کانپور** خرامش اتفاق افتاد ـ چو درآن محفل از باریافتگان و مرا از دوستان ِ مهربان اند ، نامه به ایشان سپردم ، تا چون برسند و برسانند من نیز به پردهٔ گفتار ِ خویش بسراپردهٔ قرب جا یافته باشم و پردهٔ بیگانگی از میان برخاسته باشد ـ غبار ِ راه ِ کاروان و گرد ِ نمناک ِ گذرگاه ِ سیل یعنی **منتخب ِ دیوان ِ ریخته** که ورقے چند بیش نیست ، از جانب ِ خاکسار هدیهٔ آن بارگاه است و زبان ِ نیاز بدینگونه عذرخواه که چون از هر دو سو دلها را به مهرّ گرایش و محبت را به نامه و پیام افزایش روی خواهد داد ، **دیوان ِ** فارسی نیز

به‌نظرگاهِ التفات خواهد گذشت . حالیاً غزلے هم ازآن اوراق نگاشته می شود ، تا از سوزِ درونِ نامه نگار خبر تواند داد .

غزل :

حق که حق است سمیع است فلانی بشنو
بشنو گر تو خداوندِ جهانی ، بشنو

لن ترانی به جوابِ ارنی چند و چرا
من نه آنم بشناس و تو نه آنی بشنو

سوی ِخود خوان و به‌خلوتگهِ خاصم جا ده
آنچه دانی بشمار آنچه ندانی بشنو

پردهٔ چند به آهنگِ نکیسا بسرای
غزلے چند به هنجارِ فلانی بشنو

لختے آئینه برابر نه و صورت بنگر
پارهٔ گوش به من دار و معانی بشنو

هرچه سنجم به تو ز اندیشهٔ پیری بپذیر
هرچه گویم به تو از عیشِ جوانی بشنو

داستانِ من و بیداریِ شب هایِ فراق
تا نخسپی و به پاسم ننشانی بشنو

چاره‌جو نیستم و نیز فضولی نکنم
من و اندوهِ تو چندانکه توانی بشنو

زین که دیدی به جیحمم، طلبِ رحم خطاست
سخنے چند ز غم هایِ نهانی بشنو

نامه در نیمه ره بود که غالب جان داد
ورق از هم در و اینِ مژده زبانی بشنو

یا رب بساطِ آن خجسته‌بزم همواره گذرگاهِ بهاران باد و پیوسته نظرگاهِ امیدواران ، والسلام و الاکرام ۔

بنام نامی میر سید علی خان بہادر عرف حضرت جی

فرد :

در دل بہ تمنای قد موس تو شورے ست
شوقت چہ نمک دادہ مذاق ادہم را

جان بہ پای قبلہ راستان افشاندن بہ دل گذرانم ـ اگر گستاخی نبود ، کعبہ رہروان را گرد سر گردیدن آرزو کنم ـ اگر ادب دستوری دہد رسیدن نامہ ہای دلآویز و شنیدن نکتہ ہای مہر انگیز کہ مرا بہ خجستگی بخت من امیدواری میدہد ، برمن خجستہ تر باد ـ چون در آن چشم و دلم جا دادہ اند ، اگر از اوج گرائی سرم بہ سپہر ساید ، بجاست و اگر از خودنمائی جز خودم در نظر نیاید ، رواست ـ طالع یار خان صاحب بہ شمارۂ عنایتہای آن محیط کرم بیخود از خودم ربودہ اند ، و ارادت مرا چندانکہ بہ شمار در نگنجد بر افزودہ ـ کیستم تا بدین التفات ارزم و مرا در نکوئی این پایہ باشد کہ کس مرا تواند ستود و آرزومند دیدن من تواند بود و آنگاہ این چنین گرانمایہ و والا پایہ کسے کہ

گوهرش آبروی هفت دریاست ، و گلش رنگ و بوی هشت گلشن ـ شبلی با آن همه قطع نظر ها از ماسوی الله در صومعه به‌تمنای قدومش چشم براه و منصور با این همه ترانهٔ اناالحق در هنگامه به آروزی گفتارش گوش بر آواز ـ سبحان الله ، آنکه تجلی طور به پروانگی شمع جمالش ارزد بامن ارنی‌گوست ، و آنکه دیدارش تاب هر نظر نبود از من دیدار جوست ـ چه کنم عمرےست که همت من به کارے آویخته و سرگرمی ذوق مطلبے شرر به پیراهنم ریخته است ـ و آن خود کارےست نازک و مطلبےست دشوار که ازین پیش سالے چند به محکمه رزیڈنٹی دہلی در کشاکش مانده و روزگارے دراز در انجمن فرماندہان کلکته پیچ و تاب خورده ـ اکنون دو سال است که آن داوری به کشور لندن رفته و درآن دادگاه سنجیده میشود ، تا پاسخے ازان کشور و فرمانے ازان دادگاه در نرسد ، نتوانم بر جنبید و از دہلی بدر رفت ـ اگر خواہم که پارهٔ از حقیقت آن داوری به‌عرض رسانم ، گوینده را سر رشتهٔ سخن از درازی گم شود و شنونده را گوہر راز به‌کف نیاید ، بالجمله چشم براہے و دلم بجائےست و درین کشمکش که درون و بیرون مرا درہم دارد سفر نیارم کرد ، اما دانم که روزگار انتظار سر آمده و ہنگام کشود کار در آمده ـ بر آنم و همه این‌می سنجم که چون حکم قطع خصومت از ولایت رسد ،

زان پس جز آن مایه مدت که به انجام ضروریات سفر وفا تواند کرد ، به دہلی نیارامم و روی به **گوالیار** نہم و اگر روندگان بپا می روند ، من بسر پویم۔ امید که به پرورش یافتگان و زلہ‌ربایان مائدۂ فیض حضور فرمان شود که به اوقات خاص مرا و کار مرا در خیال آورده ہمت بدان گمارند که بزودی کار من سره گردد ، و مراد از در در آید ، تا پای ره پیمای من به خرامش کشاد پذیرد و جادۂ راه **گوالیار** پی سپر من گردد ۔ نهفته مباد که پس از رسیدن **طالع یار خان صاحب** به سه روز منشورے که سراسر رقم بخش رنگ و بیرنگی داشت ، در ڈاک به من رسیده و بمت را تعویذ بازو گردیده است و ہمچنین امیدوارم که روزے چند پیش از رسیدن این عرضداشت **سید امانت علی صاحب** رسیده آداب نیاز را به موقف قبول و غزلهای فارسی را به منظر التفات رسانده باشند ۔ درین نزدیکی **میجر صاحب** عنایت فرما **میجر جان جاکوب صاحب بهادر** دو تا نامه به مضمون طلب تاریخ تعمیر دولت کده به من فرستاده اند ۔ ورقے بجواب آن ہر دو مکتوب که مشتمل بر قطعۂ تاریخ است در نورد این پوزشنامه فرستاده می شود و چون کشاده عنوانست میتوان خواند ، و به مکتوب‌الیه رساند ۔ مکرمی مطاعی جناب **حکیم رضي الدین خان صاحب** که مرا به لطف و تفقّد

می نوازند و درین غمزدگی شادیِ من به دیدارِ ایشان است ، سلامِ نیاز می رسانند و چون من از دیدار طلبانند ـ زیاده حدِ ادب ـ

رقعه بخدمتِ مبارز الدوله ممتاز الملک حسام الدین حیدر خان بهادر

۱

حضرت قبلهٔ حاجات ، مدظله العالی، برادرم حسین مرزا سخنے چند از زبانِ من گزارده باشد ۔ ہنوز آن افسانه ناتمام است ۔ تامن بهملازمت نرسم و مفصل نگویم ، نتوان پذیرفت ۔ دیگرلاله پری چند صاحب نامهٔ نواب‌امین الدین خان صاحب موسومهٔ کرنیل اسکنر صاحب بهادر دارند ۔ چه خوش باشد که ہمراهِ حضور به خدمتِ کرنیل صاحب رسند و آن نامه بگذرانند و به یمنِ جنبشِ زبانِ گہرفشانِ حضور به کامِ دل رسند ۔ لاله صاحب به من می فرمایند که تو نیز ہمراه باش و من خود را ہیچکاره می بینم ۔ امید که این کار بهحسنِ التفاتِ ملازمان سرانجام پذیرد ۔ زیاده حدِّ ادب ۔

۲

حضرت نواب صاحب، قبله و کعبهٔ دوجهان، مد ظله‌العالی،

لاله هری چند صاحب به سپاسِ کرمهای بی اندازه عذب‌البیان و نامه نگار درین وادی با ایشان همزبان - هرگونه مکرمتے که دربارهٔ ایشان بظهور میرسد، و خواهد رسید منّتِ آن بر منست و خواهد بود - همانا که ایشان از ناسازیِ روزگار ستوه آمده سرِ آن دارند که در دنیا طلبی به مراتبِ بلند عروج نمایند - لا جرم تفقّدِ ملازمان را نردبانِ پایهٔ بامِ رفعتِ جاه شناخته و سپارش و گزارشِ نامه‌نگار را ذریعهٔ بدیعهٔ حصولِ التفاتِ جناب عالی انگاشته اند - چه خوش باشد که ایشان از گمانِ خود و من از رویِ ایشان شرمسار نباشم - زیاده حدِّ ادب -

بنامِ مبارز الدوله ممتاز الملک میرزا حسام الدین حیدر خان بهادر حسام جنگ

۳

قبلهٔ حاجات مد ظله العالی ، چون بندگانِ کم خدمت که از شرمساری سرپیش افگنند بخود فرومی روم و باصدگونه خضوع عرض میکنم که طبعم به فکرِ نثر نمیگراید و پاسخ‌نگاریِ این نامه از من نمی آید ـ زیراکه اگر خواهم که بهنجارِ خاصهٔ خود سخن رانم این چیستانها بدان ستایش و این مکتوب بدان جواب نیرزد ـ جوابِ این نامه چنانکه این نامه است سرسری بباید نه پهلوی و دری و اگر خواهم که روش بگردانم ، بر آئینه ناموسِ سخنوریِ مرا زیان دارد و چون حال چنین است ، امید که ملازمان نیز بندهٔ خودرا درین کشاکش نپسندند ، خاصه وقتے که خدمتے شایسته بجای آورده و نه پذیرفتن را به خوشترین نمطے تلافی کرده باشم و آن اینست که چهار رباعی بر ورقے زر اندوده ، چنانکه به بازارها می فروشند، نگاشته در نامهٔ موسومهٔ ظفرالدوله

به ظفرالدوله فرستاده آید و ایشان بحضورِ شاه عرضه دارند که مبارزالدوله در سپاسِ یادآوری و عطایِ مثنوی کورنش بجا آورده ، این چهار رباعی در چشم روشنیِ رؤیایِ صادقه فرستاده آمد ـ

قبله گاها ، درین صورت نوازشِ خسروی را سپاس ادا میگردد و خواهی نخواهی سخن تا شاه می رسد ، جوابِ نامهٔ فتح علی خان و ستایشِ کتابِ چیستان خود چه قدر کار است که از خامه نگارانِ عامه صورت نبندد و هذا :

رباعی :

بر دل از دیده فتحِ باب است این خواب
بارانِ امید را سحاب است این خواب

زنهار گمان مبر که خواب است این خواب
تعبیرِ ولایِ **بوتراب**[۴] است این خواب

رباعی :

بینائیِ چشمِ مهر و ماه است این خواب
پیرایهٔ پیکرِ نگاه است این خواب

بر صحّتِ ذاتِ شه گواه است این خواب
بیداریِ بخت پادشاه است این خواب

رباعی :

این خواب که روشناس روزش گویند
چون صبح مراد دلفروزش گویند

زان رو که به روز دیده خسرو ، چه عجب
گر خسرو ملک نیمروزش گویند

رباعی :

خوابے که فروغ دین ازو جلوه گرست
در روز نصیب شه روشن گهرست

پیداست که دیدن چنین خواب به روز
تعجیل نتیجهٔ دعای سحرست

زیاده حدّ ادب ، از اسدالله بیدستگاه ۔

۴

قبله و کعبهٔ دو جهان سلامت ، دوبار بدرالدین رسید و از جانبِ ملازمان دو غزل از من طلبید ـ در نخستین وهله گفتم مگر گوینده غلط کرده است و مثنوی را غزل دانسته ـ پاسخش هم برین قاعده گزاردم ـ رفت و باز آمد و گفت آنچه درکرتِ اول گفته بود ـ گفتم من وایمانِ من که پیمان بفرستادنِ دو غزل نبسته ام ـ اینک پس از رفتنش بعد از کاوکاوِ اندیشه‌های فراخ و تاب دادن سررشتهٔ خیال‌های دراز بخاطر گذشت که همانا حضرت نواب صاحب قبله دو شعر فرموده‌اند و گزارنده غزل می سنجد ـ می سنجد و هو هذا :

یاد باد آن ذوق کاندر قطعِ صحرایِ جنون
خودعصائے بود ، گردر پایِ خارے داشتم

اتفاقِ سفر افتاده به پیری غالب
آنچه از پای نیامد ز عصا می آید

ابیات :

تاسرِ خارِ کدامین دشت در جان می خلد
کز هجومِ ذوق می خارد کفِ پایم هنوز

نم ِ اشکے چو بہ‌خاکم بفشانی از مہر
خاک بالد بہ‌خود و مہر گیا خیزد ازو

بسکہ لبریز است زاندوہ ِ تو سرتا پای ِ من
نالہ میروید چو خار ِ ماہی از اعضای ِ من

خیز کہ راز ِ درون در جگر ِ نے دمیم
نالۂ خود را زخویش داد ِ شنیدن دہیم

ز سعی ِ ہرزہ بہ بیحاصلی علم گشتیم
چو باد بید پدید آمد از امالۂ ما

دست بستہ عرض میکنم کہ مقصود ِ من از تحریر ِ این ابیات نہ آنست کہ مشتمل بر مضامین ِ عطا تصوّر کردہ باشم ، اما چون اندرین ہنگام اوراق ِ مسوّدات ِ خودم در نظر بود ، شعرے چند کہ پارۂ مناسبت و ملایمت بہ مدّعا داشت ، عجالتہً انتخاب کردہ شد ۔ زیادہ حدّ ِ ادب ، راقم محمد اسداللہ ۔

۵

خداوندِ نعمت سلامت ، جوہریِ عرضِ جوہر بے ارز می گردد ۔ آبروی ِ عہدِ وفا برد ۔ ہر چند چون منے را سزد بہ ملازمان زحمتِ بیحساب دادن و پا از جادۂ ادب فراتر نہادن ، اما چہ کنم کہ چارۂ جز ِ ابرام ندارم ۔ بیکسی عذرخواہِ گستاخی ہای ِ منست ۔ ایدون صرفۂ خویشتن در آن می نگرم کہ ملازمان کس فرستادہ **اندر جیت و ہیرا لال** را بحضور بخوانند و درانجمن بنشانند وآنگاہ مرا یاد فرمایند ، تا بیاند و سر ِ کلاوۂ گفتگو بکشایم ۔ آنچہ گفتہ آید ، ماحصلِ آنہمہ حرف و سخن این باشد کہ **اسد اللہ** دام پرستِ شما و سررشتۂ توانائیش بہ‌دستِ شما ست ۔ حالیاً از اندوہِ تنگدستی دل ریش و درماندۂ بہ‌کارِ خویش است ۔ دستش گیرید و بہ‌یک ہزار روپیۂ دیگر بہ‌کارش آئید ۔ سعیِ شما ضایع نخواہد رفت و سودمند خواہد بود ۔ ہم برایِ شما ۔ چہ خوش باشد کہ ہم امر و عیارِ این اتفاق نیز گرفتہ آید تا ہرچہ پسِ این پردہ نہانست روی نماید ۔ زیادہ حدّ ادب ۔ دریوزہ‌گر **اسد اللہ** ۔

٦

جنابِ نواب صاحب قبله و کعبهٔ دوجهان مدظله‌العالی،
آدابِ کورنش بجا آورده معروض میدارد ـ بنده امروز آهنگِ ملاقاتِ یکے از صاحبانِ انگریز دارد ، لیکن از آنجا که مسکنش بیرونِ شهر در چهاؤنی قریبِ باغِ محلدار خان است، رهی از سطوتِ آفتابِ مرداد خیلے هراسان است ـ اگر پینس عنایت گردد ، در سایهٔ عطوفتِ گرامی راهگرای مدعا میتوان گردید ـ مگر التماس اینکه وقتِ ملاقات دوپهر روز برآمده قرار یافته است ـ به کهاران فرمان رود که هرگاه آدمِ فلانی بیاید ، پینس به همپایِ او برند ، چه آن وقت آن جناب در خوابِ راحت خواهند بود ـ زیاده جز تسلیم چه عرضه دارد ـ

فقیر محمد اسد الله ـ

به یوسف میرزا

نورِ دیدهٔ غالبِ آشفته‌نوا **یوسف میرزا** که چه گویم از رفتنش بر من چه رفت فرا رسیده باشند که هرزه ره بریدند و رنجِ رهروی کشیدند. جدهٔ ماجدهٔ خود را به **فرخ آباد** نیافته باشند. بارے سعادتے که در غمگساری و خدمتگزاریِ خالِ فرّخ فال اندوخته اند، مفتِ ایشانست. **میر مهدی** که به **جےپور** رفته اند، و یارِ عزیز **یوسف علی خان** که در **بنارس** جا دارند، سلامها به شما ارمغان می‌فرستند. کاش بیائید تا آنهمه که نزدِ من فراهم است از من بستانید. نامهٔ شما به‌من رسیده است و این که من می نویسم، پاسخِ آنست. زنهار با مردمِ آن شهر میاویزید و طرحِ ستیزه مریزید. گفتارِ موزون که آن را شعر نامند، در هر دل جایِ دیگر و در هر دیده رنگے دیگر و سخن سرایان را هر زخمه جنبشے دیگر و هر ساز آهنگے دیگر دارد. از دیده و دانستِ دیگران چشم پوشند و در افزونیِ آگاهیِ خویش کوشند. **اسد الله**.

رقعه به ذوالفقارالدین حیدر خان عرف حسین میرزا

عنایت فرمای ِ من ، دوست ِ هم عمر و هم سبق ِ شما رقعهٔ مختصرے به نام ِ شما فرستاده است و به نامهٔ که مرا نوشته است هم درین باب یعنی در طلب ِ کتاب فراوان ابرام کرده ـ من خود رقعهٔ دوست ِ شمارا نزد ِ شما میفرستم ، مناسب آنست که کتاب و اگر در آن باب عذرے باشد، جواب ارسال دارید تا هر چه فرستاده باشید ، فرستاده آید ، لیکن هم امروز که فردا رونده می رود ـ فیض ِ پریروزه مقدم ِ شما مژدهٔ نکوئی داد و مرا از بند ِ تپ رهائی بخشید ـ دیروز و شب فارغ بوده ام ، اگر مرا همچو دیروز خواهد گذشت ، از ظهور ِ تپ بهصورت ِ نوبه نیز ایمنی روی خواهد داد ، والسلام ـ

به منشی التفات حسین خان

اسد اللهِ آسیمه سرِ آشفته رای که نبشتن از گفتن نداند به والا خدمتِ مخدومِ معظّم و مطاعِ مکرّم عرضه می دهد هنرے و کمالے که ذریعهٔ التفاتِ والا نگهبان تواند بود ، کرا و حقِ خدمتے که دستاویزِ دریوزهٔ مکرمتے توان ساخت کجا ، مگر برتهیدستیِ من بخشند و بر ساده دلیهایِ من بخشایند که متاعِ شفقت را که سرمایهٔ بحر و کان بیعانهٔ آن تواند بود ، به هیچ خریداری میکنم ـ آمدم تا گره از رشتهٔ گفتار کشایم و سخن صاف ترک سرایم ـ بافرمانروایِ شهر مطلبے دارم و دانم که این فرمانروا تا محرّکے و مقرّبے نبوَد به دردِ دلِ سائل نمیرسد ، چه یک تنه به کار هایِ بسیار پرداختن و تنها کارِ جهانے ساختن همین آشوب می آورد ـ بالجمله مرا در عرضِ این مدّعا رویِ سخن به ملازمانِ مخدوم است ـ امید که لختے این اندوه‌نامه را که موشّح به‌نامِ نامیِ دادرس است بنگرند و هم ازین وقت در اندیشه گردِ آن برآیند که کدام روش پیش باید آورد تا طالب به مطلوب رسد ـ میر امام علی که با این نامه به

خدمت میرسند مأمور اند بدینگونه که اگر **منشی صاحب** ارشاد کنند نامهٔ موسومهٔ حاکم را به ملازمان سپرده بیایند و اگر این هنجار بهآئین نباشد هم به **میر امام علی** فرمان شود تا فردا هنگامِ نیمروز به دارالانشا رسیده نامه بهمیانجیگریِ جامعه دار به داور رسانند ، باقیِ حال قبولِ این التماس و نجاتِ من وابسته به چاره سازی و غمخواریِ خدّامِ عالی مقام است ، ورنه مکتوب الیه را دانم که چه مایه دیرفهم و نارس امت ، والسلام والا کرام -

به میان محمد نجف خان صاحب

از واماندگی به رسیدنِ درودے و از دردِ دل به شنیدن۔ سرودے از غبار به‌دامن تمایشے و از کاه به کهربا گرایشے، از زخم به مرہم پیامے و از رنجور به پزشک سلامے ، از مخمور به ساقی بیانے و از من به دوست داستانے تا ذوقِ ہمزبانی بر دل اشتلم کرد چشمه چشمه گفتار از لب به تراوش آورد ۔ چندانکه روانِ گویا را به سخن نعل در آتش است ، اندیشه فروماندۂ این کشاکش است که این خواہش چگونه روائی می تواند گُزید و سخن تا دوست چون تواند رسید ، مگر خامه به‌دستگیریِ شوق برخیزد ، و اندیشه را به پیوندِ خویش استواری بخشد ، تا گوہر کشانِ گنجینۂ راز از بیمِ دوریِ راه باز رہند و ہرچه از بہر فرستادن گرد آورده اند بدین رہروِ چالاک دہند ۔ بارے کاکِ فرمان پذیرِ امانت‌گزار را آفرین گویم که نویدِ بازیگری داد و به‌نیرو بخشیِ اندیشه و کامروائیِ شوق کمر بست ۔ چون آئین چنانست که ہرچند به‌اطمینان سپرند ہمه را در فہرست یک یک شمرند ۔ لاجرم گزارده می آید که سپردۂ زبان

به خامه و فرو ریختهٔ قلم به نامه نخست آرزوی دیدار است که پیرایهٔ عنوان گفتار است و آنگاه سپاس و درود دوتا نامهٔ دل افروز که هریک جهان تمنّا را چرخ و انجم و بوستان آرزو را ابر و باران توانه بود و دیگر بساط پوزش آراستن است و عذر کوته قلمی خواستن - ننگاشتن پاسخ از فراموشی و بیگانگی نیست که مرا بدین جرم توان گرفت - چه‌کنم غم روزگار آنچنان درهم نفشرده که دل را به‌اندازهٔ یک واشد در سینه جا تواند بود - اگر نفس است در سینه خونست و اگر نکته است در دیده غبار -

مثنوی :

ز ناسازی و ناتوانی بهم
دم اندر کشاکش ز پیوند دم

ز بس تیرگی‌های روز سیاه
نگه خورده آسیب دوش از پگاه

تن از سایهٔ خون به‌بیم اندرون
دل از غم به پهلو دو نیم اندرون

سلام مکرمی جناب محمد حمید الدین سلمه الله تعالی مرا دل‌افروز تر از آنست که تشنه را زلال و گدارا وایه و خسته را دارو - امید که دوست‌کام باشند و مرا از دوستان دیدار جوی شمارند ، والسلام -

به نواب ضیاءالدین احمد خان بهادر

۱

فرد :

غرقهٔ بحریم مارا در دیارِ ما مپرس
لقمهٔ کام نهنگیم از مزارِ ما مپرس

خجستگیِ خویِ فرزانه برادر را از من آفرین و خداوندِ آن خوی را از ایزد آن بخشایش که بخت وے از خویِ وے خجسته‌تر باد - فرستادنِ نامه و باز خواستِ پاسخ ازان خرش تر ، نه بدان اندیشه که ہردورا به دلپذیری یکسان شمرده باشم ، بلکه این بیدردی است و آن مهربانی - آن دلبری ست و این جانستانی - ہر چند سازگاریِ این خواهش به گوارائیِ ستمهایِ دلبران ماند، اما مرا خود از آسودگی کار ازان در گذشته که نیرو به کشیدنِ ناز وفا تواند کرد - اے روشنیِ چشمِ مردمی ، ازین پیش که خرامِ کلکِ مرا در نگارش آن هنجار بود که پیش ازانکه دیگران نگرند نگارنده را خود دل از دست رفتے - ازان روی بود که دمادم فرخ سروشانِ راز از فرازین گیتی به نهانخانهٔ دل فرود آمدندے و جنبشِ بالِ آن

بوقلون‌بالان به انگیختنِ گونه گون نقشها سر تا سرِ نشمین آذین بستے ۔ چون میانهٔ دل و زبان جز اندیشه حجابے نیست و آن پرده تنگ بود ہرآینه ہرچه به‌درون‌سو روی دادے، نگرنده آنرا از برون سو نگرستے ۔ اکنون که آن دلکشائیش نیست ، این خوشنما نمایش از کجا باشد ۔ نه نے ، شباب شبے بود و ضمیر شبستان و خیال شب‌باز و گرمیِ نظم و نثر ہنگامه ۔ اکنون که صبح پیری در دمیدن است نبینی مگر شمع و چراغِ انجمن فرو مرده و ہنگامهٔ شب بازیِ خیال برہم خورده ۔

فرد :

نه رقصِ پری‌پیکران بر بساط
نه غوغایِ رامشگران در رباط

آنچه درین ناخوش ہنگام از قسمِ گفتار به زبان رود ، گلہایِ پژمردهٔ شبانه از رویِ بساطِ بر چیده چیدن و گلدسته بستن است ۔ رنگے که افروزشِ نگاه آورد کو؟ بوئے که آرامشِ روان دہد کجا ؟ یارانِ بزم ویژه **غیاث‌الدوله نواب رضی الدین حسین خان بہادر** سلامہا میرسانند و من نیز به ہمدمانِ شما خاصه به **خواجه محمد علی خان** سلام میرسانم ۔

۲

برادر ، اشک و آهِ غالبِ نامراد یعنی آب و ہوای
اکبر آباد بہ شما ساز گار باد ۔ ہر چند از ہم دوریم ، اما اندیشۂ
فرزانگی پیشہ بہ سختنِ اندازۂ یکدلی بدان پایہ فرود آوردہ اند
کہ دوری نزدیکِ آن نتواند گردید ۔ گرفتم کہ خود از من
دور تر رفتہ اید ، اما چون ہنوزم در وطنید ، ہمانا کہ نزدیکِ
منید ۔ شادم کہ شوقِ دوراندیش دید و دل را درین سفر
با شما فرستاد ، تا ہم درین غربت دادِ شادمانیِ دیدارِ وطن
نیز توانم داد ، و زینہار اکبر آباد را بہ چشمِ کم ننگرند ،
و از رہگذر ہایِ آن دیار الحفیظ گوی و الامان سرای گذرند
کہ آن آبادچۂ ویران و آن ویرانۂ آباد بازی گاہِ ہمچون منِ
مجنونے و ہنوز آن بقعہ را در ہر کفِ خاک چشمۂ خونے ست ۔
روزگارے بود کہ درآن سر زمین جز مہرگیا نرستے و ہیچ
نہال جز دل بار نیاوردے ۔ نسیمِ صبح درآن گلکدہ بہ مستانہ
وزیدن دلہارا آن‌مایہ از جا بر انگیختے کہ رندان را ہوایِ صبوحی
از سر و پارسایان را نیّتِ نماز از ضمیر فروریختے ۔ ہر چند
ہر ذرّۂ خاکِ آن گلزمین را از تن پیامے بود دلنشین و ہر

برگِ آن گلستان را از جان درودے بود خاطرنشان ، اما تازگیِ وقتِ شما را در نظر داشته در دوپرده پرسش انگیخته بود و چشم براهِ آن داشت که نویسند و دریغ که هیچگاه ننوشتند که رخشِ سنگین دعای مرا به کدام ادا پذیرفت و دریا به پاسخِ سلامِ من به زبانِ موج چه گفت ـ حالیاً از همدمانِ شما به اقبال‌نشان **میرزا زین العابدین خان** دعا می رسانم ، و به **میر کرم علی صاحب** سلام ، والسلام خیر ختام ـ

خط به جوابِ خطِ جناب جمس طامسین صاحب، سکرٹر بہادر نواب گورنر اکبر آباد

۱

به جنابِ شوکت‌نصاب صاحبِ عالی مناقب والا شان امیدگاهِ خیراندیشان و قدر افزایِ نیاز کیشان زاد افضاله، آدابِ نیایش به‌اندازۀ ستایش بجا می آرد و به نیرویِ فرخیِ این ذریعه عرضه میدارد: منشورِ لامع النور به اضافۀ فـرّ فروغِ ورود سپهرِ تمنّا را رخشانیِ نیـّر آورد و بساطِ آرزو را غلطانیِ گوهر هم - عنوانش از نظرفروزی منتظران را اندوه ربای و هم مضمونش از دلنشینی آرزومندان را امیدفزای - تا چشم به سرمۀ سوادِ آن همایون نامه به‌نورِ بینش افروختم، به مشاهدۀ جلوۀ تمثالِ این آ گهی خرسندی اندوختم که هنوز شبِ انتظار را سحر ندمیده و حکمِ مقدّمه از دادگاهِ ولایت نرسیده است -

فرد :

تاخود پس از رسیدنِ قاصد چه رو دهد
خوش می کنم دلے به امیدِ خبر هنوز

بالجمله سپاس گزارِ آنم که چون منے را که ارزشِ لطف و کرم نداشت ، خجستگیِ خویِ فرزانه داورِ فریاد دادرس محرومِ رشحهٔ قلم نداشت ـ ہر چند از خاکِ وجودم ذره شاد کامِ تردستیِ ساق است ، لیکن از بسکه به پایانِ سمومخیزِ مدعاطلبی جگر سوختهٔ تموزِ نا کامیم ، تشنگیِ زلالِ التفات ہنوز باق ست ـ توقیعِ وقیعِ بارگاهِ گیتی‌پناهِ گورنری کلکته که از من نزدِ ملازمان مانده بود ، از نوردِ این قدسی مفاوضه باز به من روی نمود ـ یارب آن ذاتِ ملکی صفاتِ ملکوتی آیات را جهانگیری و جهانداریِ جاودان و اسبابِ مدعا بخشی و بنده‌پروری فراوان باد ـ عریضه نگارِ ہوا خواه، اسد الله ـ

۲

به خدمتِ کثیرالبرکتِ صاحبِ والا گهر عالی‌نظرِ بنده‌پرور ، عیارافزای سخنوران و امیدگاهِ ثناگستران زاد افضاله ، به رو دادنِ توفیقِ مدحتگری که عنوانِ صحیفهٔ نام آوری ست به خجستگیِ بختِ خویش مینازد و نیرویِ این خجستگی را که عبارت از فروغِ طالعِ سخنوری ست دستمایهٔ گزارشِ مدّعا میسازد - روزے که رهروِ جادهٔ بندگی به فرقِ فرقدان پاداشت ، یعنی درآن همایون انجمن که معیارِ افاضل است ، جا داشت - علی‌الرغمِ روزگار به فرّخیِ دیدارِ دمادم دل به شادمانی نهادے و خود را به ارزشِ التفات و سخن را به حسنِ قبول مژده دادے تا به مشاهدهٔ آن نوازشهایِ امیدافزا افسونِ آرزو در نهادِ شوق فرجامِ اثر گرفت ، به چشم‌داشتِ افزائشِ آبرو به خواهشِ رشحهٔ قلمے مبادرت رفت - هر چند از مقامِ ناشناسی زمزمهٔ تمنا ساز داد ، اما ادب که پرده سنجِ قانونِ حسنِ طلب است ، هم ازان پرده آواز داد که مدحِ ناگفته آفرین خواستن و بندگی ناکرده پاداش آرزو داشتن ، آن کدام آئین است و این کدام دستور - هر آئنه

اندیشه را هوای آن در سر افتاد که خود را خموش نپسندد و به آهنگ ستایش دلکشا پردهٔ بر سازِ سخن بندد۔ جگرپالائیِ غم و جان‌گدازیِ یأس و ناسازگاریِ منش و آشفتگیِ رای و تنگیِ دل و پراگندگیِ اندیشه و تیرگیِ هوش، اگر یکے ازین همه سخنورے را بسختی فراگیرد و نفسِ ناطقه که زندهٔ جاودانی و شمعِ آسمانی ست، در پیکرِ آن ستم‌زده فرومیرد۔ من که این همه را همه و جز این دیگر غمهایِ پردمه دارم، چگونه دادِ گفتار توانم داد و چسان مدّعا بسزا توانم گفت۔ ناچار به قصیده راه نبرده غزلے برہ‌آورد آورده ام۔ بر ضمیرِ معجز خمیرِ داورِ دادپیشهٔ شناسااندیشه بشرطِ تأمل نهان نخواهد ماند که به دستے که به هر سرِ انگشتش نے در بنِ ناخ نهان است، خواهشِ خامه را در نگارشِ غزل چه عنوانست۔ اگر از بےنوایان برگے به‌گلبنے پذیرند، چه شگفت و اگر از نالهٔ غمزدگان نشاطِ زمزمه گیرند، چه عجب! مرا خود ازین پس ناله به لب شکستن است و دل به امیدواریِ پاسخ بستن تا رأفت و عطوفت چه اقتضا فرماید و ازین پرده که پردهٔ سازِ ستایش است چه رخ نماید۔

غزل :

تا بسویم نظرِ لطفِ جهس ظلِ حسن است
سبزه ام گلبن و خارم گل نو خاکم چمن است

اے که تا نامِ تو آرایشِ عنوان بخشید
صفحهٔ نام به شادابیِ برگِ چمن است

کلکم از تازگیِ مدحِ تو دربارهٔ خویش
شارحِ انبته‌الله نباتاً حسن است

گوهرافشانیِ مدحِ تو به جنبش آورد
خامه ام راکه کلیدِ درِ گنجِ سخن است

هردم از رایِ منیرِ تو کند کسبِ ضیا
مهرِ تابان که فروزندهٔ این انجمن است

به خیالِ تو به مهتاب شکیبم که مگر
عکسِ رویِ تو درین آینه پرتو فگن است

راست گفتارم و یزدان نپسندد جزراست
حرفِ ناراست سرودن روشِ اهرمن است

آنچنان گشته یکے دل به زبانم که مرا
میتوان گفت که لختے ز دل اندر دهن است

راستی اینکه دمِ مهر و وفایِ تو به دل
باهم آمیخته مانندِ روان با بدن است

دوری از دیده اگر روی دهد دور نه
زانکه پیوسته ترا در دلِ زارم وطن است

داد را گرچه ہمایم بہ ہمایون سخنی
لیک در دہر مرا طالعِ زاغ و زغن است

جز بہ اندوہِ دل و رنجِ تنم نفزاید
نالہ ہر چند ز اندوہِ دل و رنجِ تن است

سینہ می سوزد ازان اشک کہ در دامن نیست
بہ جگر می خلد آن خار کہ در پیرہن است

بیکسیہایِ من از صورتِ حالم دریاب
مردہ ام بر سرِ راہ و کفِ خاکم کفن است

حیف باشد کہ دلم مردہ و پرسش نکنی
بہ جہان پرسشِ ماتم‌زدہ رسمِ کہن است

چشم دارم کہ فرستی بہ جوابِ غزلم
آن رضا نامہ کہ از لطفِ تو مطلوبِ من است

غالبِ خستہ بہ جان جای برآن در دارد
گر بہ تن معتکفِ گوشۂ بیت‌الحزن است

آئینۂ صیقل طلب و خستۂ مرہم جوی و گدایِ وایہ خواہ، نامہ نگار اسد اللہ۔

عرضداشت در تهنیت گورنری اکبر آباد بہ جمس ٹامسن صاحب بہادر نوشته شده است

بحضورِ وافرالسرورِ نوابِ عالیجناب داورِ فریدون فرِ سلطان شوکتِ شاه‌نشان عطارد پیشکار کیوان پاسبان دام اقباله ، و زاد اجلاله ، آدابِ بندگی که سرمایهٔ نازندگی ست به عنوانِ تهنیت بجامی آرد و والائیِ پایهٔ فرمانروائیِ خداوندِ هنرپسند را اوجِ کوکبِ بختِ خویشتن می شمارد - بنده را دلنشین است و نشگفت که خداوند را نیز خاطر نشان باشد ، که درآن روزِ دلفروز که به سراپردهٔ قرب دوباره راه یافته بود ، به همدمیِ طالعِ خجسته و سازگاریِ اخترِ مسعود توفیقِ گزارشِ این گفتار یافته بود که سطرے چند به توقیعِ خشنودی از رگِ کلکِ گهربار فروریزند و آن حرزِ کامیابی را به گردنِ بختِ عریضه نگار فرا آویزند ، تا چون نقشِ جهان داوری و گورنری به کرسی نشیند ، بندهٔ فرمان پذیر نقشِ تمنّایِ قبول در آئینهٔ آن نگارش کرسی نشین بیند - همانا از فرطِ عطوفت و رأفت بدین پاسخ سائل را آبرو و دل را نیرو بخشیده بودند که هرگاه آرزویِ بندهٔ

توقیع‌جوی روائی خواهد گرفت ، در روائیِ آرزویِ توقیعِ خوشنودی تفقد دریغ نخواهد رفت ـ خدا آگاه است و بنده خود گواه که آن وعده به گزین اداها وفا پذیرفت و مکرمتے به ظهور آمد که سپاسِ آن به هزار زبان نتوان گفت که درآن هنگام که تازه به زمین بوس رسیده بود و حقِ بندگی برآن آستانِ سپهر نشان نداشت آن همه نوازش مشاهده کرد ـ اکنون که دیرین بندهٔ آن درگاه و خاک نشینِ آن سرِ راه است ، هرآئینه بدان آرزو که هر روز به تشریفے امیدوار و هردم بخششے را خواستگار باشد ، آرایش یا فتن وسادهٔ گورنریِ اکبر آباد به وجودِ همایون ازآن رو که نشانِ قبولِ دعایِ سحر گاهیِ من است بر رخِ آرزو درِ دولت کشود ـ ازآن راه که آن دیار مسقط الرأسِ من است و مرزبانیِ من نیز هم درآن سرزمین بود ، امیدواری افزود ـ بندهٔ خالص‌الاخلاص بودم ، رعیتِ خاص شدم ـ در بندگی به عنایت استظهار داشتم ، در رعیت‌گری به رعایت سزاوار آمدم ـ به شادیِ آوازهٔ این نوید که برزبانها افتاده ، اگر صد هزار گنجِ گهر داشتمے بر فرقِ خلق افشاندمے و نشئهٔ خوشیِ بادهٔ این نشاط که دل را روی داده ، اگر از خرده گیران نترسیدمے خود را جم و پرویز خواندمے ـ زمینیان دعویِ این شادی آن وقت پذیرند ، و سپهریان عیارِ این شادمانی

آن ساعت گیرند که نهالِ تمنّای هواخواهان گلفشان گردد و اکبر آباد به وزیدنِ نسیمِ بهاری یعنی رسیدنِ موکبِ شهریاری گلستان گردد و من که سیه مستِ میِ شوقم به عندلیبیِ بهارستانِ اقبال بیخود از جای برخیزم ، و به‌گزارشِ حرفِ تهنیت هزار رنگ زمزمه از سازِ نطق فرو ریزم -

قطعه :

هوا عنبر فشانست و ابر گوهر بار
جلوسِ گل به سریرِ چمن مبارک باد

ربابّ نغمه نوازست و نے ترانه فروش
خروشِ زمزمه در انجمن مبارک باد

به بزم نغمهٔ چنگ و رباب ارزانی
به باغ جلوهٔ سرو و سمن مبارک باد

ز شمعها که به کاشانهٔ کمال برند
فروغِ طالعِ اربابِ فن مبارک باد

ز بادهها که به میخانهٔ خیال کشند
طلوعِ نشئهٔ اهلِ سخن مبارک باد

فضایِ آگره جولانگهِ مسیح دمے ست
ز من به همنفسانِ وطن مبارک باد.

چه حرفِ همنفسان ، فرخی ز بختِ منست
ز بختِ فرخِ من هم به من مبارک باد

به من که خسته و رنجور بوده‌ام عمرے
نشاطِ خاطر و نیروی تن مبارک باد

هزار بار فزون گفتم و کم است هنوز
گورنری به **جمس ٹامسن** مبارک باد

به‌اعتمادِ کرمِ خداوندے که ذریعهٔ ارجمندی‌ست در عرضِ این مدّعا مبادرت می رود که از شرفِ پاسخِ این تهنیت نامه ناکام نمانم ، تا به رسیدنِ عرضداشت فرارسیده اندازهٔ ارزشِ خود باز دانم ۔ نیّرِ دولت و اقبال سرچشمهٔ فروغِ بے زوال باد ۔

به شمس الامراء نائبِ والیِ حیدرآباد

رباعی :

والا نظرا ، سرا ، گرامی گهرا
کز فیضِ تو یافت رونق این کهنه سرا

یارب چه کسی که لفظِ شمس الامراء
جزوے ست ز اجزایِ رقم نامِ ترا

به‌موقفِ عرضِ بارگاهِ ارم کارگاهِ بندگانِ فرشته پاسبانِ حضرتِ فلک رفعت نوابِ همایون القاب قبلهٔ اهل عالم نائبِ وزیرِ اعظم دام‌اقباله و زاد افضاله می‌رساند۔ یزدانِ فیروزی‌بخشِ توانائی ده را سپاس که به این همه دوری مهجور نیست و اگر خود را از نزدیکان شمارد ، دور نیست ۔ برهانِ دعوی این که مخدوم و مطاعِ محمدیانِ آفاق مولانا عبدالرّزاق که شریفِ مدینه و صورتِ صدق و صفا را آئینه اند ، گذشتنِ ذکرِ خاکسار به بزمِ جاوید بهار ذکر کرده اند ، همه دانی و فیض رسانیِ نوابِ خدایگانی با غائب و حاضر و دور و نزدیک یکسان است ۔ زین پس آئینه را به صیقل مژده و گدا را به گنجینه نوید ۔ درد را به دوا و اشارت

و آرزو را به روائی امید ـ بهانا بخت را خوابِ گران سرآمد و دولت به دلجوئی از در درآمد ـ بر ضمیرِ منیر که آئینهٔ رازهای نهانست نهان نماند که شعر و سخن را با نهادِ کمترین پیوندِ روحانی ست و خامه از بدوِ فطرت در گهر افشانی ـ در آغاز ریخته گفتے و به اردو زبان غزل سرای بودے تا به پارسی زبان ذوقِ سخن یافت ، ازان وادی عنانِ اندیشه برتافت ـ دیوانِ مختصرے از ریخته فراهم آورد و آنرا گلدستهٔ طاقِ نسیان کرد ـ کما بیش سی سال است که اندیشه پارسی سگال است ـ با آن که از بیمِ شیروانِ سپهر در این کاروانسرای هزار در گوهرِ شهوارِ آبرو را پاسبان است و گردندگیِ خویِ ناسازگارِ زمانه را نگران ، به‌ذوق بخشیِ ادایِ رقصِ قلم سرمست است و به شادابیِ نوایِ سخن تردست ـ درین سپیده دم که بختِ غنوده به چشمِ نیم باز در من نگرست ، و بلبلِ طبع به‌تقاضایِ زمزمه بال فرو کوفت ، خدا را نیایش و خداوند را ستایش ساز داده آمد ـ بستنِ دل در لوامعِ سحری درے به رویِ کشاد تا در آن روشنی قصیدهٔ مشتمل بر شصت و هفت بیت پیوندِ نگارش پذیرفت ـ چه قصیده ، از سینهٔ که تابِ غم در آن آتش افروخت نیم سوخته آہے و از خرمنے که برق آن را پاک سوخت دود آلدوده گیاہے ـ فرخا بختِ عریضه نگار که

به دستمایهٔ چشم داشتِ قبول روزے چند دل به شادمانی نهد و درین تنهائی دادِ ہمدمیِ خویش دہد -

فرد :

به التفات نیرزم ، در آرزو چه نزاع
نشاطِ خاطرِ مفلس ز کیمیا طلبی ست

چنانکه ہوس می سنجد و آز میسگالد ، اگر بنده‌پرور را دل به پرسش گرم نگردد و مژه از مہر نم برون ندہد ، پندارم آن آہِ نیم سوخته را شعله فرو مُرد و آن گیاہِ دود اندود را باد ُبرد - آرے مدح سرائی ست ، نه معرکه آرائی ، عرضِ بندگی ست نه لافِ ارزندگی - کار با بختِ کارساز است - با زبانِ دراز ذریعهٔ سائل دعای دولت است به دعویِ خدمت -

قصیده :

اے مظہرِ کل در ازل آثارِ کرم را
منّت به سرِ لوح ز اسمِ تو قلم را
شمس‌الامرا کز شرفِ نسبتِ نامش
خور قبله ُبد اورنگ نشینانِ **عجم** را

یارب عنوانِ صحیفهٔ امارتِ خدایگانی از دفترِ قضا به توقیعِ بقایِ جاودانی رقم‌پذیر باد -

عرضداشت بنامِ نامیِ نواب مختار الملک نائبِ والیِ حیدر آباد

بہ عزّ ِعرضِ حضرتِ فلک رفعت نوابِ معلّٰی القاب آن ارسطویِ اسکندر مرتبہ آن آصفِ سلیمان کوکبہ آن نظام‌الملکِ ملک‌شاہ شکوہ کہ قبلۂ حاجاتِ مستمندان و کعبۂ آمالِ سخنورانند، میرساند۔

اگر در سر آغازِ عرضداشت معذرت صورت نپذیرد پیداست کہ دیگر این نگارش را محلّے و موقعے دست بہم نخواہد داد۔ ناچار پیش از آن کہ در دل گفتہ شود سخن در آن ہمی رود کہ عریضہ نگار درویشِ گوشہ نشینے بیش نیست۔ اگر در سخن گستری بلند آوازہ باشد، گو باش۔ ہر آئینہ خرد می سنجد کہ فرستادنِ نامہ بے آن کہ روشناسِ آستان‌نشینانِ آن درگاہ شدہ باشم جسارت خواہد بود و این جسارت جز تضعیفِ خویش ثمر نخواہد بخشید۔ اگر مشاہدہ شاہد نبودے کہ بندگان حاجتِ خود از خدا می خواہند وآن گستاخی و بے ادبی نیست، نتوانستمے عریضہ نگاشتن و پاسخ چشم داشتن۔ بلے، بندگان ہم از خدا می خواہند و

هم از خداوند - سررشتهٔ ردّ و قبولِ دعا و مدّعا بدستِ خداوند است، تا کرا رانند و کرا خوانند -

داد از تلخیِ زهرِ این غم و تیزیِ دشنهٔ این اندوه، قصیدهٔ مدحیه فرستاده باشم و ندانسته باشم که مطبوعِ طبعِ اقدس افتاد یا نه - این خود سخنے بود که در سراسیمگی به زبان رفت - هنوز این نیز ندانسته ام که به نظر گاهِ خدایگان گذشت یا خود آن عریضه در عرضِ راه تلف گشت - ناوکِ پیکانِ بام گاه گاه خطا میکند و چون تیرِ تخش به هوا میرود، گفتارِ مرا بختِ قبول و مدحِ مرا ارزشِ صله کجاست - بدین قدر التفات خشنودم که دبیرانِ همایون دفتر توقیعے بهنامِ من نویسند تا از رسیدنِ آن قصیده و عرضداشت آگهی یافته به رسائیِ طالع و بلندیِ اخترِ خویش ناز می کرده باشم :

تا چرخ کشد محملِ برجیس، بقا باد
نوابِ فلک محملِ برجیس شیم را

خط به منشی **فضل الله خان** برادرِ منشی **امین الله‌خان** دیوانِ راجه الور

۱

فرد :

تنگ است دلم حوصلهٔ راز ندارد
آه از نیِ تیرِ تو که آواز ندارد

ابرِ بهار اگر به کشایشِ فراوانیِ دستگاه همه گوهرِ شاهوار آفریند ، کشتِ کشاورز سرسبزی و باغِ کدیور شادابی از کجا بیند ـ همچنین پرتوِ مهر اگر در نمایشِ نیرویِ تصرّف جز به مغزِ خاک راه نبرد ، دانه را در خوشه و میوه را بر شاخ که پرورد ـ لاجرم خامه که میانجیِ بی‌زبانان است و زباندانِ رازدانان ، اگر جز بذله نداند نگاشت ، گزارشِ ما فی‌الضمیرِ سخنور از که چشم توان داشت ؟ آزادگان را عنوانِ نامه ساده خوشتر تا آن صحیفه صبحِ صادقِ جهانِ مهر و وفا تواند بود ، و دلدادگان را آغازِ نگارش به حرفِ مدّعا درخور ، تا به حذفِ زوائد که اینجا بمنزلهٔ نفیِ ماسواست ، اثباتِ حقیقتِ اخلاص تواند نمود و بهانا

من که جز راستی به دلم ننشیند و جز راست به زبان نگذرد ، درین انزوا که هم بندم بر دل است ، و هم به زبان ، شنوده ام که عرضداشتے از جانبِ من به نظرگاهِ التفاتِ راجهٔ سلطان‌نشان و گذرانندہ را در آن هنگام سپارشے به سزا و ستایشے به آئین بر زبان گذشته است ـ اگرچه از گذرانندهٔ عرضداشت یعنی مُطاعی منشی امین الله خان سپاس پذیرفتم و بر آن ستایش که به فرمانِ مهر و مهربانی بود ، آفرین گفتم ، لیکن به شگفتی فرو ماندم که عرضداشتے که من ننوشته باشم ، تا به مُطاع که رساند و مخدومِ کرم پیشه بے آن که من گفته باشم ، چگونه در آن انجمن از من سخن راند ـ من خود به شنیدنِ این آفرین بر خود نفرین و جیب و دامن به خونابهٔ چشم رنگین کرده ام که هیهات قدرِ دوست نشناختم و دیده روشناسِ کفِ پایش نساختم ـ کاش غالبِ بینوا خود حوصلهٔ بندگیِ خود از دوست درخواستے تا منّتِ غمخواریِ آن عریضه سپارِ ناشناسا که هنوزش ندانسته ام که کیست از میان برخاستے ـ یارب آن فرشته که مرا بهنجارے که من ندانم که از من برد هنجارِ من در نگارش از کجا آورد ، چه سرکردنِ این سره روش اندازهٔ مَلک نیست و در این که من می‌گویم هیچ گونه شک نیست ـ بارے آن خواهم که حضرت آن عرضداشت

را نگرند و به سراپای آن ورق گذرند و چون پدید آید
که سوادش این‌چنین نیست ، دانند که نگاشتهٔ کلکِ غالبِ
اندوهگین نیست ـ هر آینه از والا برادرِ خویشتن پرسند که
این نوشتهٔ نانوشته و این فرستادهٔ نافرستاده را نزدِ شما که
آورده است ـ صاحبِ من حکایت است نه شکایت ، تکلّم
است نه تظلّم ـ رسیدنِ کاغذِ نافرستاده نزدِ منشی امین الله خان
خیلے آب می بُرد و شگرفیِ این واقعه از سر هوش و از دل
تاب می برد ـ خدا را از بندِ اندوهم بر آرند و به کشفِ
این راز همت برگمارند ـ هم آن نامهٔ بوالعجب هنگامه را
بر خوانند و هم با برادرِ خود در پرسش سخن رانند و نیز
دمے که نوردِ آن ورق از هم کشایند ، خاتمِ خاتمه را به
گوشهٔ چشم مشاهده فرمایند ، اما پس ازان که به پرکارِ اندیشهٔ
تیزگردِ زودیاب سیر نگرستن و پرسیدن به پایان نرسد ـ
هر آئنه آن باید که بے آن که درنگ درمیان گنجد ، پاسخِ
نامه نگاشته و صورتِ واقعه شرح داده آید ، والسلام ـ

به منشی فضل الله خان از جانبِ حکیم احسن الله خان

۲

فرد :

شادم که گردشے به سزا کرد روزگار
بے بادہ کامِ عیش روا کرد روزگار

درین خجسته دور و فرّخ روزگار که ساقیِ دهر به تردستی انگشت نماست ، و آمالِ بزم به سرمستی روشناس شبنم‌افشانیِ نسیمِ ورودِ نامهٔ نامیِ گرامی برادرِ همایون نظر به بستا نسرای محبت رخِ سبزه را نکوئی و گل‌را تازه روئی افزود ـ همانا این زلالِ مشکبو که ارمغان فرستاده اند و نامش عرقِ کیوڑہ نهاده اند رحیقے ست به رایحه روان‌آسای و به‌جرعه خردفزای ـ نه رحیقے که فرخ سروش از بویِ آن گریزد و آشامیدنش رنگِ تردامنی ریزد ـ روان پرور عرقے ست از گلِ خوشبوی به آذر کشیده ـ گوئی موجِ آبے ست از شعلهٔ آتش سرکشیده ـ خوشا آبے که اگر به فرض موج زن گردد خضر را به مشاهدهٔ آن آب دردهن گردد ـ عرق می گویم و بسکه ازین گفتن خجلم ، همان از جبین فرو می ریزد ـ نه عرق ،

بلکه زبدهٔ اجزای گل کادی ست که فرعش اصل شادی ست ۔ تا گل بود ، صورت شهپر داشت ۔ پنداری ہوای پرواز در سر داشت ۔ آب و آتش را برآن پیکر نازک گماشتند ، و بال را به تف آتش گداخته ، بوی را به زنجیر موج آب نگاه داشتند ۔ اگر باده ہوش‌خیز بودے و ماء الورد تلخ نبودے ، دانستمے که می ناب است با گلاب آمیخته ، و اگر خوی چهرهٔ زیبا طلعتان به خور و آشام در خورستے ، پنداشتمے عرق است از عارض حور و رخسار پری فرو ریخته ۔ آن می سر جوش که جم به جام می زد و آن یاقوت سیّال که پرویز به پیمانه می پیمود ، گو مستی‌آور خردربای باش ، نشاط انگیز تر ازین عرق نخواہد بود ۔ با اینهمه ازین عرق داد که اگرچه تشنه‌لبی را لختے چاره گر آمد ، اما از جگرتفتگی ہیچ نکاست ۔ تا کام گرمی رگ اندیشه و بیتابی دل مهر ہیشه ہمچنان برجاست ۔ پس از سپاسگزاری ارمغان ہم درین نامه از والا نامهٔ اخوی شفیقی دیوان امین الله خان طال بقاؤه و زاد علاؤه سخن می رود و رشحهٔ این خامه را نازم که با آنکه نمک کمتر داشت ، تشنگی افزون کرد و ہم را که پیوسته از سخن پُر و از نوا خالی ست ، به شور آورد ۔ ہر کس داند که ہمه کس را اندوه خود از دشمن باید نهفت ۔ آه از من که من غم دل

بادوست نیز نمی توانم گفت - چون بار بار می گویند که بگوی ، دیگر چه‌گویم ، مگر ناگفته نمی دانند که روز زودگذر است و روزگار پُر خطر - هر آینه کارهای نازک درنگ برنتابد - اکنون که سخن بدین پایه فرود آمد ، به زمزمهٔ یکے از ابیاتِ دردمندانه عذرِ درازیِ سخن می خواهم -

بیت :

بر دلِ نازکِ دلدار گرانی مکناد
خواهشِ ما که جگرگوشهٔ ابرامے هست

حضرتِ والده صاحبه قبله دعا می فرستند و شادمانیِ قبولِ دعا هم به دعا میخواهند -

بنامِ مظفر حسین خان

۱

نظم :

اے کہ گفتی کہ درسخن باشد
حاصلِ جنبشِ زبان گفتن

تا ندانی کہ رازِ دل بادوست
جز بہ گفتن نمیتوان گفتن

خامہ را نیز در گزارشِ شوق
ہست دستے بہ داستان گفتن

گر قلم ور زبان ، ترانہ یکیست
این نوشتن شمار و آن گفتن

بہ قلم ساز میدہم گفتار
تا نگنجد درین میان گفتن

زانکہ دانم کزین خروش ، لبم
ریش گردد ز الامان گفتن

مشکل افتادہ است دردِ فراق
با مظفر حسین خان گفتن

هر چند دانم که اندازه‌دانان اختلاطِ زیاده بر آشنائی نپسندند ، و اداشناسان در نوردِ بیگانگی به دل کشائیِ مهر دل نبندند ، لیکن چه کنم که شیوهٔ من نیست در وفا آئینِ نو نهادن و چون تنک مایگانِ بدمعامله دوجا دل گرو نهادن - بے ہے درین سخن که در بیخودی به زبانِ من رفت برمن و کاروبارِ من خرده نتوان گرفت - دلِ غمزده داشتم که اعتقاد الدوله نو روز علی خان برد و پنهان از من به یکے از دیرین دوستانِ خویش سپرد - شگرف کاریِ محبت را نازم که شمعِ انجمنِ وصال نیفروخته به داغِ فراق آذر فشانم و گیرائیِ فسونِ اعتقادالدوله را میرم که به بزمِ قُرب نا رسیده در نوحه باشما ہمزبانم - کاش گفتارِ آن فریبنده نشنودمے و غم نامه که به نامِ نامیش بود نخوانده بودمے - اکنون نشترِ غم با رگِ جان سرگرمِ کاوش است و چشمه چشمه خونِ دل از دیده در تراوش - چگونه خود را از زاری نگاہدارم و دل را به کدام حیله از گردابِ خون بدر آرم - به روزگارِ جوانی روی از موی سیاه تر داشتم و شورِ سودایِ پری چهرگان در سر - مرا نیز زهر آبِ این بلا به ساغر ریخته اند و برہگذارِ جنازهٔ دوست غبار از نهادِ شکیبم برانگیخته - روز ہایِ روشن به ماتمِ دلدار پلاس نشین و کبود پوش بوده ام و شبهایِ سیاه به خلوتِ غم پروانهٔ شمعِ خموش

بوده ام - هم خوابه که وقتِ وداع از رشک به خدایش نتوان سپرد ، چه بیداد است ، تنِ نازنینش را به خاک سپردن و محبوبهٔ که از بیمِ چشم زخمِ نرگس به گلگشتِ چمنش نتوان برد ، چه ستم است نعشِ او را به گورستان بُردن -

فرد :

خاک خون باد که در معرضِ آثارِ وجود
زلف و رخ در کشد و سنبل و گل بار دهد

صیادِ دام گسسته ، صیدِ از بند بدر جسته را به آسودگی چه پیوند و گلچین گل از دست دادهٔ گلبن از پا فتاده را به خرمی چه آمیزش - تن دادنِ شاهد به همدمیِ عاشق اگرچه پس از یک عمر جانفشانی ست ، دلدادگان دانند که چه مایه مهرورزی و مهربانی ست - خوشا معشوقهٔ وفا سگال که تلافی را از بایست پایه برتر نهاده باشد و از هر که به غمزه دل برده هم به مهرش جان داده باشد - با این همه که غمِ مرگِ دوست جانگزاست و اندوهِ جدائیِ جاوید جگر پالا ، چون داد آنست که راستان از راست نرنجند ، خواهم که هم درین جانگزائی و جگر پالائی با خویشتن نسنجد که دارویِ بهِ ساختنِ این خستگی کجا ست و نیرویِ پنجه برتافتنِ مرگ کرا - خدا را درین سموم خیز وادی دور نروند و خود را درین جگرگداز غمزدگی به شکیب آموزگار شوند - هان و هان

ای دیده در سرمایهٔ عشقبازان و دستگاهِ هنگامه‌گرم‌سازان همین دل است که گاهے آنرا به تابِ کمر دهند و گاهے از چینِ گیسو بند بر پایش نهند ـ تنِ مرده را تابِ کمر کدام که دلے را از جای برانگیزد و چینِ گیسو کجا که خاطرے بدان آویزد ـ ترسم که این غمِ نا روا در دیدهٔ جان غبار آرد ، و رفته رفته مرگِ دل بار آرد ـ بلبل که به عشقبازی رسواست بر هر گلے که بشگفد زمزمه خوانست و پروانه که به هنگامه‌گرمسازی انگشت‌نماست ، بهر شمعے که رخ برافروزد ، بال فشانست ـ آرے شمعِ فروزنده در انجمن بسیارست و گلِ شگفته به چمن انبوه ـ پروانه را از مُردنِ یک شمع چه غم و بلبل را از ریختنِ یک گل چه اندوه ؟ دلدادهٔ تماشایِ رنگ وبو باشند ، نه فروبستهٔ بندِ یک آرزو و خوش آن که در بزمِ شوق آهنگِ نشاط از سر گیرند و فریبا نگارے که هم حالِ رفته بجا تواند آورد ، و هم خود تواند بُرد در برگیرند ، تا بکوریِ چشمِ دشمن شادمانی گرای آیند و بدین بیت که هم از نامه‌نگار است سرودسرای آیند :

فرد :

برما غمِ تیمارِ دلِ زار سرآمد
دیوانهٔ مارا صنمِ سلسله مو برد

صاحب من ، من و یزدان که آنچه گفته‌ام دلسوزی‌ست نه بد آموزی - اعتقاد الدوله که از من در ابرامِ خواهشِ نامه نگاری بحل باد ، مرا برآن آورد که نامه باسمِ سامی از جانبِ خود انشا کنم تا اندازهٔ دانش خویش در اندازه ناشناسی پیدا کنم - دلِ ساده که پیوسته به مهر رهنمون و از غمِ بیگانه و آشنا خونست ، اندوه گسارانه بجوش آمد و کلکِ لاابالی پوی را اندران جوشش بیراهه برفتار آورد - اگرچه صریرِ خامه در اندرزسرائی سازگار نیاید ، نامه را تا خوانده گذارند ، و از نگارنده در گذرند - رنجِ دل و آزارِ خاطرِ نازکِ خود را از آثارِ مهربانی کار فرما شمارند و کارِ مرا بعنوانِ فرمان پذیری نگرند - دلے که به هر اندیشه توانا و اندیشه که به چگونگیِ بود و نابود دانا باشد روزی باد - نامه نگار اسد اللهِ نامه سیاه -

خط به مظفر حسین خان
۲

یا رب ، درودِ فرزانهٔ فرخ فرہنگ فرخنده نشان به دیارِ رشکِ فرخارِ کلکته که اگر فردوس نتوان گفت ارم است ـ البته فرخ‌ترازآن باد ، که رنجِ راه و آشوبِ ناسازیِ آب و ہوا در برابرِ آن فرخی نمایش تواند کرد ـ زان پس که نقشِ دل نشینِ رسیدنِ دویار در آئینهٔ گیتی نما دیده شد به زبانِ دلربا بیانِ مشفقی اعتماد الدوله بہادر شنیده شد که درآن نامه که از کلکته بدان والا مقام نبشته اند ، به من که از دعا گویانم ، نیز سلام نبشته اند ـ خہے اندازِ یاد آوردن و زہے اندازِ از دل بردن ! بارے چون به کلکته رسیده اند چه خوش باشد که دلنوازی و کارسازی‌را اساسے استوار نہند و لا ابالی خرامِ عرصهٔ سخنوری یوسفِ کنعانِ معنی‌گستری به قلم غالیه‌سای و به نفس عطرفشان شیوا زبانِ روشندلان مکرمی امیر حسن خانِ بسمل را بامن آشتی دہند ـ ز نگارِ آئینه گران‌نشین نیست که لب به زدودن توان سود و خوشدلیِ درمیانهٔ ہم روی نتوان نمود ـ نوآموزان را

رگِ گردن ارزانی تا بدان ذریعه انگشت‌نما تواند شد و بدین زخمه سازِ شهرتے به نوا تواند آورد ـ من‌که دیرین دستان‌سنجِ این کهن دیرم و نوایِ سازِ من درین گنبدِ کبود پیچپده است ، اگر ہرزه در خروش آیم ، چون چنگ گوش تاب را شایم و اگر بفغان از سرِخامه بگذرم ، چون دف به سیلی در خورم ـ حاشا که در فنِ سخن جنگجوی باشم ـ یزدان داند که دانا نپسندد که سخن را که گران ارزد و متاعِ عالمِ قدس است از سبکسری به نابایست صرف کنند ـ

یاد دارند که نه اندران ناروا نگارش خامه در بنانِ من بود و نه خود آن نا سزا گزارش به فرمانِ من بود ـ مہرو وفایِ من با منشی عاشق علی خانِ مغفور آن میخواہد که تا امیر حسن خان را از جان دوست تر ندارم ، خود را از حق گزاران نشارم ـ ندانم این جوان مردِ تندخویِ ناسازگار منش را چه در سر افتاد که بامن که پیرِ غمزدۀ گوشه‌نشینم بدین بے مہری در افتاد ـ

فرد :

بدان معامله او بیدماغ و من بیدل
خوش آنکه معذرتے صرفِ ہرستم گردد

با آنکه عذر از آن سو می بایست ، پوزش ازین سو گزارده آمد ، تا آزادگان دانند که دلِ ما خستۀ زخمِ کین

نیست و ما را جز مهر و محبت آئین نیست ـ امید که آزادگی و مردی دریغ ندارند و از گذشته در گذشته خوی خود و خطای دوستان در گزارند والسلام بالوف الاحترام ـ

خط بنامِ مولوی محمد خلیل الدین بهادر

فرخ گهرا فرخنده نگاہا کہتران را مہین آمیدگاہا ،
ہر چند بسا روزِ روشن بہ شبِ تار رسید؛ ، بسا تیرہ‌شب را
فروغانیِ سحر دمید ۔ کوتاہیِ سخن ، روزگارے بدان درازی
سپری گشت کہ چون آن اجزایِ زمانی را حلقہ حلقہ بہم
در آورند ، سلسلۂ شمارِ سنین از آحاد تواند گذشت کہ نہ
ازین سو مطربِ نیازے ترانہ‌ساز مست و نہ ازان‌سو سازِ
نواشے بلندآواز ۔ نفسِ ہمنفس گداختۂ خجلتِ کم خدمتیِ
خویشم و ہم جگر سوختۂ تابِ بے پروائیِ دوست ۔ شرمساری را
آن پایہ کہ ہر گاہ اندیشہ بہ آشکار اساسِ نگارش نہد خویِ
شرم سطر سطر از صفحہ بہ شستن دہد ۔ بیمناکی آن مایہ کہ
ہم بسیچِ رقم سنجی لرزہ بر اندام آنچنان زور آورد کہ خامہ را
از دست و دست را از کار برد ، لیکن با این ہمہ دلِ
آزرم جوی بدان خورسنداست کہ چون طولِ زمان را بدرازیِ
حبل‌المتینِ امید پیمود ، آن سر آمد ۔ ازین لختے باز آمد کہ در
مہر ورزی چنگ بدان توان زد ۔ آوخ کہ ہیچ گاہ نپرسیدند
کہ برمن از چرخِ گردندہ چہ رفت و ستارہ چہ پیشم آورد و

این که نه مرده‌ام به‌کدام حیله از مرگ امان خواسته و به کدام آرزو دل بسته ام - به عهدِ **لارڈ بینٹنک** راستی روائی نگرفت و فیروزی به دشمن روزی شد - تا **لارڈ آکلنڈ** از **لندن** آید و ایوانِ گورنری‌را به وجودِ خویش آراید ، روزگارے ورق گرداند و هنجارِ داوری ، چنانکه بود ، نماند - والیِ **فیروز پور** از میان رفت و ولایتِ **فیروزپور** حکمِ قلمروِ سرکاری گرفت - خواهنده را به اندازهٔ دیرین باز یافت - برکلکٹریِ **دہلی** برات و از دریوزهٔ درِ دولتِ همچشهان نجات دادند - گورنمنٹ را مدعلی علیه و صاحبانِ **کورٹ آف ڈریکٹر** را داور قرار داده‌ام و داور را میانجیگریِ گورنمنٹ **به‌ولایت** فرستادم - روزگارِ فرمانروائیِ **لارڈ آکلنڈ** کران پذیرفت و هیچ کس از داد گاهِ بزرگ خبرے به من باز نگفت - چون **لارڈ النبرا بهادر** آبرویِ گورنری افزود ، جفاهاے رفته پیشش برشمردم و ندانم از ابلهی بود یا از کارآگهی که عرضداشتے **انگریزی** به نامِ نامیِ سلطانِ **انگلینڈ** که درین روزها ملکهٔ **بلقیس شکوهِ سلیمان** منش است به داورِ فرخنده‌گهر فرستادم و فرستادنش به بارگاهِ خسروی آرزو کردم - خواهشِ من روائی پذیرفت و نامهٔ **امیرالامرا سکرٹر بهادر** نگاشتهٔ پنجمِ اگست سنهٔ ۱۸۲۸ء در مقامِ **الهٰ‌آباد** به من رسید - می نویسد که فرمان چنانست که این عرضداشت به شمولِ کاغذِ ملک که به پایانِ ماه به سفینهٔ ڈاک خواهد

رفت به ولایت فرستاده شود ۔

تا اینجا سخن از سرگذشت بود تا در سر نوشت چیست و زین پس چها بر سرِ سودا زده گذرد ۔ درین گوشه نشینی که زاویهٔ خلوتِ جانگدازیِ من از دودِ دل چون گورِ کافر تاریک است چشم بدان سیاه کرده ام که شاهِ انجم سپاهِ اوده را ثنا گویم و به چشم‌داشتِ جائزه از خوانِ نوالش بهره جویم ، اما این کار بر نتواند آمد و این نقش درست نتواندنشست ، تا خوی روزگار داننده و سخن به گرمی نشاننده درمیان نباشد ۔ نے غلط گفتم اندازه دانان انبوه اند و شیوابیانان بسیار ۔ اینجا صاحب دلے باید بر سخنور مهربان و از دردِ دلِ آن بیچاره آگاه و باندازهِ کسائی و ارزشِ وے دانا ، تا گزارشے به سزا تواند کرد و سخنور را به سخنور تواند ستود و فرو ریختهٔ دست و زبانِ خسروِ ستایش‌شنو را به گدایِ ستایش‌سرای تواند رسانید ۔ معهذا شرط است که هیچ گونه بیگانگی و خویشتن‌نگاهداری درکار نباشد و گزارندهٔ سخن را پذیرفتنِ سپاس ازان گرانمایه دشوار نباشد ۔ اندیشه که سراپایِ هر کار را پرکار و چون پرکار گردنده به سراپایِ هر کار است ، این چنین یگانهٔ فرزانه و آشنایِ جوهرِ جوهر ستای با این همه استواریِ پیوندِ یک دلی که لختے ازان گفته آمد ، جز آن معدنِ مهر و مروت نشان نمی دهد ۔ هر آینه

دل در بندِ آنست که اگر پیِ دانوازی دل نهند و دستوری دهند آن‌ورق را که چون روزِ من سیاه و کاسهٔ گدائیِ سیاهیِ فر و جاه است، بنظرِ التفات فرستم، تا به آئینے که سزاوار دانند به پیش‌گهِ جهانیان رسانند، والسلام بالوف الاحترام -

نامه به نام مهاراؤ راجه بنے سنگھ بہادر
فرمانروای الور در رسید گل کیوڑه

بر ضمیر منیر و رای رأفت اقتضای مهاراجهٔ فریدون‌فر سکندر جاه بعد از شرح مدارج سپاس یادآوری که ہر آینہ نوعے از انواع مہرگستری ست ، مشہود میگرداند : خجستگی وزیدن فردوسی نسیم و شادمانی رسیدن گلهای قدسی شمیم نہ آنچنانست کہ اندیشۂ سخنوران توانا گفتار اندازهٔ گزارش آن تواند دانست ۔ صریر خامہ را درین مقام بدانگونہ نشاط زمزمۂ شادی داده اند کہ پندارم این نی بے نوا را منصب عندلیبی گلهای کادی داده اند ۔ زہے گل کادی کہ بہ‌گفتن گل و بہ دیدن گلدستہ و ہر گل ازان گلدستہ بے آن کہ بہ رشتہ بندلد بہم پیوستہ ، نہ گلدستہ ، بلکہ نامۂ پیچیدهٔ بہشتیان بہ زمینیان فرستاده اند و درآن نامہ از صفای وقت و خوبی مسکن خویش خبر داده اند ۔ بہ نازکی منشور بیداربختی بالین و بستر مہ جبینان و بہ‌تازگی توقیع سرسبزی حرف دعوی نازنینان ۔ والائی وجودش بر گوشۂ دستار باد جنبش پتر کلاه کیقبادی در سر انداختہ و زیبائی شہودش در موقف

انظار بین السطورِ فردِ فهرستِ متاعِ جنّت روشناس نظر ساختہ ۔ لباسِ شاہدِ گم گشتۂ کنعان اگر از حریرِ برگِ این گل نبودے پیرِ گوشہ نشین را بہ بوی پیرہن چشم روشنیِ اعادۂ نورِ بصر رو ننمودے ۔

مثنوی

خوشا کادی و بویِ جان پرورش
ز خود پترِ پروازِ بو شہپرش

شمیمِ روان‌پرورش داده اند،
وگر صورت شہپرش داده اند،

ازان روست کاین گل بہ نشرِ شمیم
نہ زیباست منّت پرستِ نسیم

تو گوئی بہارانِ فرخنده خوی
کہ رسّامِ رنگ است و قسّامِ بوی

پیِ تازه گلهای آردی‌بهشت
براتِ روان‌بخشیِ بو نوشت

شمیمے کزان تازه‌گردد دماغ
فزون آمد از طرفِ گلهایِ باغ

نگهداشت آن‌مایۂ دلفروز
بہ کادی بپخشید اندر تموز

تموز از دمش نوبهاران شده
شرفنامهٔ روزگاران شده

اگر حور را رختِ شادی بود
ز آکسونِ گلهایِ کادی بود

شمال و صبا پیشکارش به باغ
گل از شبنم آئینه‌دارش به باغ

بدین ار مغانے که فرّخ دم است
چنین تازه برگے درینجا کم است

بدانسان که جان راست از تن سپاس
فرستنده را باد از من سپاس

بود تا که زیبِ بساطِ سپهر
ز نسرینِ ماه و گلِ سرخِ مهر ،

هر آن گل که آرد به گلزار باد
مهاراجه را وقفِ دستار باد

خط بنامِ امیر حسن خان

فرد :

داغم ز سوزِ غم که خجل داردم ز خلق
بوئے کہ تن ز سوختنِ استخوان دہد

ہمانا گدای راه نشین پارۂ خویشتن آرای و لختے خودنمای افتاده است ۔ بگذارید تا دلقِ کہن را از پلاسِ فرسوده پینۂ چند بریکدیگر دوزد و رویِ دژم را از مویِ ژولیده حلقۂ چند بالای ہم فرود آویزد ۔ گوئی امروز گہرریزه‌پاشیِ نیِ قلم بہ ہوایِ طرفِ بساطِ بزمِ ارم رشکِ کسے ست کہ گران ارز گہرہایِ شاہوار درگنجینۂ ضمیرِ منیرش بسے است ۔ ہرآئینہ سودِ ہن در عذرِ گنہ خواستن است ، نہ بساطِ دعوی آراستن ۔ مگر نوابِ خجستہ القابِ فرزانۂ سپہر آستانہ برجیس پایہ و خدامِ فرخ فرجامِ سخن سرایِ سروش نوایِ روح‌الامین سرمایہ بر نواسنجِ بینوا بخشایند و از درِ این باز پرس در نیایند کہ چون دستگاہِ آرایشِ گفتار و صد کاروانِ متاعِ سخن دربار نداشت ، این مایۂ جرأت و این ہمہ نیرو از کجا آورد کہ در سخن‌پیوندیِ دوستان سخنے گستاخانہ رو بہ ما آورد ۔

فرد :

ز مشرِدین نبوَد خاتمِ گدا ، دریاب
که خود چه زہر بود کان تہِ نگین‌دارم

اگر دلِ دوست جوی درجوش است ، وگر زبانِ دوست ستای در خروش ، آئینِ من بدین ہر دو رنگ گدازشِ ہستی ست ، نہ بہ ریوو نیرنگ نازشِ مستی - پیش ازینم دلے بود خستۂ بندِ غم و روانے فرسودۂ ورزشِ راز تابہ نمودِ بے بودِ خویشم شناسا کردند ، پندارِ پیدائی نماند و گمانِ ہستی برخاست - دلے کہ گوئی نداشتم از ہم پاشید و بندے کہ پندارم نبود ، فرو ریخت - لاجرم آن روان افسرد و آن ورزش سرآمد - روزگارےست کہ خاکم بے غبارست و آتشم بے دود - نہ زبان را بہ نکتہ ہایِ جگر آلا کارے و نہ روان را بہ اندیشہ ہایِ خونابہ‌پالا سرے و مشاہدۂ بہار سامان صحیفہ ، رقمزدۂ کلکے کہ بہ رفتار تدرو را خرامش آموزد و بہ صریر ہزار را آرامش ، ہر نقشے کہ از سوادِ ورقش بر صفحۂ نمود نشستہ اعتقاد الدولہ را منشورِ فیروزی و ہر بادے کہ از کشادِ نوردش در عرصۂ شہود خاستہ ، غالب را نسیمِ نوروزی بود بہ دلربائیِ اندازِ ورود و دلے کہ اعتقاد الدولہ بہ بردنِ آن برخود نازد ، برمنِ بیدل زبانِ پیغارہ دراز کردے - ندانم از سینۂ بے کینۂ من

یا از دستِ توانا شستش در ربود ـ تشنه ، پیداست که به آشامِ
هر جرعهٔ که آبش نامند و به هنگامِ تشنگی آشامند ، شکیبد ـ
خوشا من و فرّخامن که به زلالِ خضرم از دل تف وتاب
بردند ـ اینک منم پیوندِ آمیزشِ سر و زانو گسسته و از
سرخوشی هوس را خیر باد و خود را 'دستت مریزاد' گویان
به نامه نگاری نشسته ـ جماعتے از قدسیان به یمین و یسارِ من
چشم روشنی گوی و طایفهٔ از حوران بر در و بامِ کلبهٔ من
رقاص ، به کوریِ چشمِ دشمنانے که سخن مدان و سخن
چین و هنوز چون چشمِ بد درکمین اند ، جامِ باده پیاپے
به گردش جرعه ریزد ـ به روشنیِ رویِ دوستانے که سازِ
آشنائی نوا و دردِ بیگانگی دوا از ایشان یافت ، خطِ پیاله
دمادم به تابشِ نظر فرو ریزد ـ آن داند که هم از یزدان
همیشه آن خواستمے که این گنبدِ گردنده لختے به زعمِ عدو
گردد ، تا کارِ من بادوست درین شگرف آویزش که هست و
نیست ، یکرو گردد که زین پس به بندِ مهر بندهٔ وفادار و
به فنِ سخن مخلصِ هوا دار انگارند و به یقین پندارند که
فلانی را زبان بادل یکے و زبان و دلش هردو با ماست ـ
من خود زندگی از بهرِ آن خواهم که مگر در همهٔ عمر
آزارِ خاطرِ مبارک را به پوزش تلافی توانم کرد و نیز بنده از
بندگانِ دوست روائیِ این خواهش دوست دارد که نامهٔ مرا

در نوردِ نامهٔ اغیار به شکنجه و روانِ مرا در بندِ دشوار کشادِ رشک رنجه روا ندارند ـ **اعتقاد الدوله** نیستم که بدین زبونی تن در دهم ـ عذرِ ندانستنِ مسکن و منزل مسموع نیست با اینهمه گمنامی و هیچ کسی زوشناسِ اعیانِ ڈاکم ـ نامهٔ مرا نامِ شهر و نامِ من که هم درین شهرم برعنوان بس است ـ افقِ غربیِ صفحه مشرقِ نیّرِ آرزوست که به تقریبِ گزارشِ آدابِ زمین بوس همین نگارش را به نظرگاهِ خاور اشتباهِ بنده‌نوازِ رهی پرور و مخدومِ والا تبارِ عالی گهر **مولوی محمد مسیح الدین خان بهادر** گذرانند و به دو قبله نماز گزاردنِ مرا از بدعت های حسنهٔ کیشِ یگانگی دانند ـ بختِ ازل آورد به فرّخی ابد پیوند باد ـ

خط به امیر حسن خان

خاقانی پایه صاحبا و خسروی سرمایه مطاعا ، نامهٔ نامیِ نام آور چون دولتِ دلخواه که ناگاه رسد ، هم ناگاه رسید و هم دلخواه آمد ۔ همانا دادِ اندازه شناسیِ شکیب دادند و مُزدِ انتظار پیش از انتظار فرستادند ۔ زهے مشکبار نامهٔ بهار کارنامه ۔

فرد :

از روی ِ نگار دلکشا تر
وز بادِ بهار جانفزا تر

بدین ارزش اگر خود را نازم و بدین شادی اگر بخت را ستایم ، هم من به نازش ارزم و هم بخت به ستایش ۔ آنکه درین نامه خود را به سخن ستوده اند ، گوئی با من از مهر همزبان بوده اند ۔ من و ایمانِ من از آنچه گفتند و گویند برتر اند و به ستایشے که برتر ازان در اندیشه نگذرد در خور ۔ پیکرِ نثر را جانند و زمینِ نظم را آسمان ۔ اگر میدانِ سخن را شاهسوار اند ، به فرمان بری غاشیه بر دوشیم ، و اگر دیارِ هنر را خداوندگار ، ما به بندگی حلقه در گوشیم ۔

از چیست که در نگارشِ این نامه، با آنکه فراوان مهربانی فرموده اند، جرعهٔ التفات بر غالبِ تشنه‌جگر بدان ادا نپیموده اند که چون سگالش مغزِ سخن را کاود، از الفاظ همه مهر و محبت تراود۔

فرد:

نگاهِ ناز به دل سر نداده چشمهٔ نوش
هنوز عیش به اندازهٔ شکرخند است

امید که درین راه بے پروا نروند و بامن که دینِ محبت دارم، هم بهر گردند ۔ از دستِ این نگارش خود ازان روی نالم که ترسم گفتارِ بد آموز به‌دل جاگرفته و هنوز آزار از خاطر برون نرفته باشد ۔ یارب چنین مباد و دوست را از من خبرِ مهر و وفا دلنشین مباد ۔

ابیات:

به تو ام زنده و نادیده سرا پای ترا
به گمانم ز سراپایِ تو کان جانِ منست
شرطِ اسلام بود ورزشِ ایمان بالغیب
ای تو غائب ز نظر مهرِ تو ایمانِ منست

زبانها باهم غزل سرای و دلها بایکدگر مهرگرای باد ۔ از اسدالله نامه سیاه نگاشتهٔ بست و دوم جولائی ۱۸۴۴ء ۔

به نواب حشمت جنگ بهادر

یزدانِ فیروزی آفرینِ فیروزگر حضرت نوابِ جم جاهِ انجم سپاه سلطان شوکت سلیمان حشمتِ مظفر را به افاضهٔ فروزهٔ فرخیِ فرهنگ و فیروزیِ بخت ناصر و نصیر باد ـ دیر است که والائیِ نهاد و فرهٔ فرزانگی و خجستگیِ خوی و فراوانی دانش و فروزانیِ اندیشه و فرخندگیِ گفتار و فروغ مندیِ رایِ فرتاب ضیا افزون تر ازآن که به پیمانهٔ هوش تواند گنجید از کردارگزاران راست گفتار می شنود و همه آن می بسیچد که اگر بخت همرهی کند راهِ بار دران دلکشا انجمن کشوده و سخنهایِ دل افروز از زبانِ گهر فشان شنوده آید ـ برخاطرِ عاطرِ راه یا فتگانِ شادُروانِ قرب که به ناصیه سائیِ طرفِ بساطِ آن بارگاهِ آفتاب کار گاه محسودِ من اند، نهان نماناد که نخستین بار که دولت به من روی آورد، آن بود که دوست دیرینهٔ من میرکرم علی صاحب از فرخ آبادِ فرخی سواد آمدند و لختے از آنچه در سر آغازِ این صفحه نبشته آمد، به من باز گفتند ـ چه گویم که آن شنیدن چه ولوله در نهاد افگند، و چه مایه جگر تشنگیِ دوباره شنیدن داد ـ ناگاه

روزگار برآرزومندیهای من بخشود - مکرمی **میر علی بخش صاحب** را به کلبهٔ احزان آورد - دو سه بار که باهم نشستیم و سخن سرای شدیم ، سرتاسرِ صحبت از من پرسش بود و از **سید صاحب** تحسین - از **سید صاحب** دعاً بود و از من آمین - زین پس هوایِ گردِ سر گردیدن روی به روز افزونی نهاد و آرزویِ زمین بوسیدن بر دلِ مستمند زور آورد - این بار که مشفقی **امداد علی خان بهادر** را به **دهلی** گذار افتاد ، ندانم به نیرویِ جاذبهٔ روحانیِ من یا به فرمانِ خوبی و بزرگیِ خویش به قدومِ خودم نواختند و زمینِ کاشانهٔ مرا از نقشِ پایِ ره پیمای رشکِ گلزارِ ارم ساختند - بسا گرانمایه سخنها به میان رفت و بسا نهفته رازها از دل به زبان آمد - هم درآن راز گوئی خانِ راز دان را به زبان گذشت که حضرت **نوابِ عالیجناب معلّی القاب** را نامِ **غالب** اغلب برزبان میگذرد ، و گفتارِ این آشفته نوا درآن بزم خوانده می شود - هر آئینه ، گاہے نامِ خود را به نام آوری می ستایم که برآن زبانِ معجزبیان گذشت و گاہے برگفتارِ خودم حسد می برم که پیش از من روشناسِ آن انجمن گشت - همانا از دیر باز گاه گاه این آرزو از دل سر برزدے که عریضه نگار گردم و سرمایهٔ چهل سال جگر کاویِ خویش یعنی مجموعهٔ اشعارِ فارسي به والا حضرت فرستم ، اما دور باشِ شکوهِ سروری در

دل خلیدے ، و جرأت بہ ورزشِ اینچنین گستاخی وفا نہ کردے ۔ اکنون چون شنید کہ گدا روشناسِ شاہ است و دانست کہ شاہان از غوغایِ گدا نرنجند ، این عرضداشت کہ پندارم خطِّ بندگیست رقم کرد و با آن سفینہ کہ فہرستِ داغہایِ سینہ تواند بود ، بہ خان صاحبِ جمیل المناقب سپرد تا چون برسند ، ارمغانِ درویش بہ سلطان رسانند ۔ بود کہ درویش نوازی صورتِ وقوع گیرد و ارمغان بہ مرحبا تلافی پذیرد ۔ نیّرِ دولت و اقبال سرچشمۂ فروغِ بے زوال باد ۔

به نامِ نامیِ جناب مجتهد العلماء حضرت مولوی سید محمد صاحب دامت برکاته

به عزِ عرضِ حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت خداوندِ داد پسندِ فریاد رس می رساند : گردِ سرگردیدن و زمین بوسیدن و رخ به خاکِ ره مالیدن پیشکش - پس از روان داشتنِ تعزیت‌نامه که دل را بر اخگرِ تافته باز داشته باشم ، تا آن دوسه سطر نگاشته باشم ، سه شنبه یاز دهمِ ماهِ صفر توقیعِ خدایگانی و پنجشنبه سیز دهمِ ماه عطیهٔ سلطانی تشریفِ ورود ازرانی داشت - از روانیِ خویِ شرم بربنِ موی لبِ جوئے ست - لاجرم آن که دراین چنین آب شناور باشد و نزدیک است که آبش به ته فرو برد ، چگونه از سپاسگزاری دم زند - گرفتم که سخن آرائی خودنمائی ست نه آخر چشمے و دلے دارم - در این چنین ناخوش هنگام که دیده به ماتمِ مردمِ دیده سیه پوش و شهر از آشوبِ ستیزِ کفر و اسلام پر خروش باشد ، بنده پروردن و بدان خوبی که در حوصلهٔ امکان نگنجد ، کار را سره کردن ، اگر معجزهٔ امامت ونیروی ولایت نیست ، دگر چیست ؟ زهے در

غمزدگی غمزدائی و در فروبستگی گره‌کشائی ـ درّ من قال ـ

ع خاموشی از ثنای تو حدّ ثنای تست

قطعهٔ تاریخ تعمیر نمونهٔ کربلا که بنای آن بر مدح بانی ست در نورد این عرضداشت پذیرندهٔ روانی ست ـ

نامه بنامِ حضرت مجتہدالعصر سلطان العلماء مولوی سید محمد صاحب

عرضداشتِ اسداللهِ نامه سیاه به نظرگاهِ سروشان گذرگاهِ خداوندِ خردمندِ دین پرورِ داد گستر و فرزانۂ یگانۂ ہما سایۂ ہمایون‌پایه ، منظرِ آگہی را خواجه ، عرش و فرشِ و کشورِ معنی را شهر یارِ قلم و علم ، دانش‌آموزِ بینش افروز ، مرتضوی گہر مصطفوی اثر حضرتِ فلک رفعت سلطانِ عالم که به تخمه و گہر قبلۂ راستانند و به عزّ و شرف آسمان آستان ۔

ابیات :

سید محمد آنکه جبینش ز نورِ حق
چون مه ز تابِ مہرِ منور لبالب است

گر علم کوکب است ، ضمیرش بود سپهر
ور دین بود سپہر دلِ خواجه کوکب است

گلدستۂ سلامے که در نوردِ نامۂ مکرمی مولوی حافظ عبد الصمد سلمه الله تعالٰی نہان بود تا ازان پرده رخ نمود ، نخست درخشندگیِ جواهرِ نگاه افزود ۔ پس از آنکه از رویِ

تسلیم به سر زده آمد، چشمکے چند از سرمستی بر افسر زده آمد ـ

فرد :

آید به چشم روشنیِ ذرّه آفتاب
بر ہر زمین که طرح کنی نقشِ پای را

من از شادیِ این سلام بدان دریوزه‌گر مانا که به یغمایِ ہفت گنجینهٔ پرویزش صلا زده باشند و فرهٔ ایزدی درآن کارسازی که اورنگِ سلیمان نیز ہم ازین گدا باشد ـ بارے ، زود نه دیر ، درآن قدسی صحیفه که به نامِ نامیِ نوابِ فرخ القاب مظفر الدوله سید سیف الدین حیدر خان بہادر طال‌بقاؤه نگاشتهٔ کلکِ معجز نگار است نگرسته شد که توقیعِ سرفرازی روائی گرفت و ہوش‌افزا پرسشے دربارهٔ این ننگِ آفرینش بکار رفت ـ ہم خواجه را در زمرهٔ نزدیکان از دور زمین بوسیدم و ہم خود را به نازشِ خجستگیِ سرنوشت گردِ سرگردیدم ـ اکنون اگر مرگ امان دہد ، من و زمزمهٔ تهنیت از زبانِ مہر و ماه شنفتن و خود را به ہمزبانیِ روشنانِ سپہر آفرین گفتن ـ

دانم که حوصله بر نشاط تنگی کند و دلِ سودازده این مایه گرمیِ بازار برنتابد ـ اگر به شادی نمیرم ، در زندگی از خوردنِ غمِ چشم زخم گزیر نیست ـ لاجرم درین گوشهٔ بے توشه لب از اِن یکاد خوانی دمادم فگار است ، و دست

از سپندسوزیِ پیاپے در آزار - داد آنست که اگر این پرسش به اندازِ بازپرس بودے ، ہم راهِ سخن بر من فروبستے و لرزه پیکرِ مرا خود درہم شکستے چون از رویِ مہر و آزرم است ، چرا نگویم و اگر نگویم ہم از من برمن ستم رود و در بر انجمن گفته شود که فلانی درگناه دلیر است و در پوزش ناپروا - زبانِ سخن سرای آله" گہرسفتن است نه سازِ آہنگِ ناسزا گفتن - نمیگویم که بدگفتن گناه نیست و ہمیگویم که گناهِ من جز پذیرفتنِ فرمانِ شاه نیست ، تا درین تا خوش ہنگام و ناروا ہنگامه دیگر چه فرمان رود -

راست می گویم و یزدان نه پسندد جز راست
حرفِ ناراست سرودن روشِ اہرمن است

در نگارش مثنوی مضمون از خسرو ست و لفظ از من ، چنانکه در رامش زخمه از مغنی و صدا از تار و نشگفت که با این ہمه ہمه از زبانِ من نبود و دیگران مصرعے چند افزوده باشند - اکنون گاهِ آنست که بساطِ شرم در نوردم و به ہنجارِ غزل نواسنج گردم تا پدید آید که خاک نشینِ کنجِ ناکامی در تهِ کلاهِ نمد چه شور در سر دارد و با گرانباریِ پیراہن و گلیم در ہوایِ سخن پروازش تا کجا ست -

یارب نیّرِ ذاتِ ملکی صفات تا طلوعِ آفتابِ روزِ رستخیز

در جهان افروزی و نیم پرتو ازآن‌همه روشنی به غالبِ
سیه‌روز روزی باد.

عرضداشت به نواب امداد حسین خان بهادر وزیرِ شاهِ اوده

به والا حضرتِ فلک رفعت جنابِ مستطاب همایون القاب صاحب السیف والقلم قبلهٔ عالم و اهلِ عالم دام اقباله ، عرضه می دارد - از دیر باز آوازهٔ والائیِ نهاد و فرخندگیِ رای و خجستگیِ خوی و رسائیِ اندیشه و روائیِ فرمانِ آصفِ جم نشان بیشتر از آنچه توان گفت می شنود و همگی سگالش درآن می رود که چه باید کرد تا روشناسِ نگاهِ التفات توان شد و خود را به پیش آمدِ اقبال چشم روشنی توان گفت - بارے چون گرایش راست بود ، کشایش درست آمد - دلِ سودازده را از غیب نقدِ این اندیشه به جیب ریختند که بهدامانِ گویایِ خموش یعنی خامه که سپهرِ سخن را سروش است آویزد ، تا آن همه سجدہ ہایِ نیاز که درٔ جبهه با خطِ سرنوشت توأم است ، به نقل و تحویل بر گوشهٔ بساطِ آن بارگاهِ ارمکارگاه فروریزد - از آنجا که سخنوری شیوه و ستایشگری آئین است - هم به مدحِ دلکش راهِ سخن کشود و در گهرسنجی از قصیده به قطعه دل بست -

فراوانیِ ذوقِ ستایش را نازم که اگرچه دلکشا قطعه که نظمش در پیدائیِ راز و پرده‌کشائیِ آرزو کارِ نثر تواند کرد، انجام یافت - و درآنِ نغمِ مانا به نثر ذکرِ قصیدهٔ مدحِ سلطانِ دارادربان به میان آمد - جگر تشنگیِ ذوقِ گزارش باقیمانده و قطعهٔ دیگر در روانی چون زلال از رگِ کلک تراوش یافت، چنانکه هر دو قطعه در نوردِ این عرضداشت از نظر می گذارد، و همانا مورم و آن خواهم که به دستگیریِ آصف به سلیمان رسم - گدایم و آن پسندم که به پامردیِ ارسطو به سکندر پیوندم - اکنون که سخن بدین جا رسیده، خواست که حدِّ ادب نگاه دارد و مور را به آصف و گدا را به ارسطو و خود را به خداوند سپارد - نیّرِ دولت و اقبال که سر چشمهٔ فروغِ بے زوال است، ابدی فروغ و جاودانی ضیا باد -

خط بنامِ انور الدوله نواب محمد سعد الدین خان بهادر شفق تخلص

۱

سبحان الله هر پرده آنچه ازو نوائے دارد و هر سر ازو هوائے، هم خامه را به رفتار آورد و هم زبان را به گفتار، همین سخن است و درین سخن نیست و هر آینه به والائیِ پایهٔ آن فرزانهٔ خجسته فر فرو رسد که سخن از بهرِ کسبِ شرف و افزونیِ ارزش ازان نگزیرد که خویشتن را از وابستگانِ دامنِ دولتش گیرد - بهانا در دفترِ قضا سکهٔ این سترگ دولت جاوید طراز به نامِ نامیِ قبلهٔ دولتیانِ روزگارِ فرخ گهرِ فرخنده تبار حضرتِ فلک رفعت نوابِ همایون انقاب توقیعِ روائی داشت که امروز به پیشکاریِ بختِ ازل آورد و توانائیِ خرد خدا آفرید قلمروِ اندیشه زیرِ نگین دارند و گنجِ گوهرِ معنی در آستین - زهے کشورِ سخن را مرزبانِ دادپیشهٔ فتوت اندیشه که به تردستیِ التفات غالبِ راه نشین را هم دران خرابه که نشیمنِ اوست، گام بگذاشته و سفینهٔ از نظم و نثر که دوائرِ الفاظش

را عیانِ ثابتهٔ کوثر و سلسبیل و تسنیم توان گفت ، به سویِ وے روان داشته اند ۔ در ستایش آن شگرفِ نظم و نثر که خراجِ نطق بر گردنِ کلیم نهد و مالشِ رشک به مسیح دهد کس چه سخن تواند سرود ، و اگر همه به چشمداشتِ بلند نامیِ خویش در سخن شناسی ستایش گر باید بود ، انگیزِ ادا و نشستِ کرشمه و فربهیِ معنی و استواریِ پیوند و رسائیِ انداز و دلربائیِ روش و روان بخشیِ آهنگ و شیوائی و دلآویزیِ هنجار را به کدام زبان توان ستود ، ویژه در بابِ این سحرِ نوآئین که در تخمیسِ غزلِ این آشفته نوا به کار رفت ، اگر نه ازان ترسم که نکته چنیان گفتارِ مرا خوشامد شناسند ، من دانم و دل که چه گفته شود و سخن از درازی به کجا رسد ۔

فرد :

عاجزم چون درثنایِ دوست با رشکم چه کار
می روم از خویش تا گیرد عطارد جایِ من

فیضِ ورودِ منشورِ رأفتِ قبلهٔ دوجهانے نوابِ خدایگانے دیده را جلا و دل را صفا داد ۔ نے دیده و دل را چشم روشنی گوی هم ساخت ۔ اگر نه نظاره گواهستے و مشاهده شاهد که قطره ها محیطسابست و ذره ها آفتاب‌اندای شورِ شگفتیِ این کار دیده و دل بهم بر زدے و مرا از فراوانیِ

شادی تن در پیرہن و جان در تن نگنجیدے - نهفته مباد که نیای ِ نامه نگار ترکے بود از نژاد ِ افراسیاب و پشنگ از ترکستان به ہند روی آورد در لاہور در ِ دولت ِ معین الملک را تکیه گاه و آرامش جای ساخت - ازآن رو که این دوده و آن خاندان یکے ست - خود را ازلی ناز پروردهٔ این دولت ِ ابد پیوند می شمارد ، با این ہمه چون خوی آنست و برنگرندهٔ نگارستان ِ سحر ِ حلال یعنی مجموعهٔ خیال ِ این خونابه چکان مقال پیداست که اخوان و احباب را که با من ہمچشم و ہمسراند آفرین گویم - اگر در مدح ِ ولی ِ نعمت ِ قدیم بیتے چند گفته باشم ، ذریعهٔ روشناسی و عرض ِ اخلاص تواند بود ، نه دستاویز ِ وایه طلبی و گدائی -

فرد :

در فن ِ سخن معتقد ِ حسن ِ قبولم
بر چشم نویسند برات ِ صلهٔ ما

بخت ِ ازل آورد به فرخی ابدپیوند باد -

نامه به نامِ انور الدوله نواب سعد الدین بهادر شفق تخلص

۲

بنامیزد بے نیازیهای یزدانِ بے مانند و همتا را نازم که ارنی گویِ طور را که به آوازهٔ لن ترانی ترانه فراموش نکرد و بدان دورباش پند نپذیرفت به بخیهٔ متدِ تشدیدِ تخترّ موسیٰ صعقا لبِ خواهش فرو دوختند و پروانهٔ که به هوایِ چراغ بال و پر زد از آتش نشکوبید ، هم درآتش سوختند و آنگاه با ذرّه که از همه هستی پذیرفتگان کمتر است و با من که از ذره کمترم چه میرود ۔ آنرا که ذرّه خوانند پرتوِ خورشید از شش سوی ناگرفت فراگرفت و این را که غالب نامند نظارهٔ مهرِ سهر شعاعِ نوابِ عالیجاه قدسی‌القاب‌شفق تخلص انورالدله خطاب ۔ همانا به‌هرصورت که نگری عینِ آفتاب که به عنوانِ نالهٔ صبحِ بهار هنگامه جاداشت ناگاه نظر فروز آمد ۔ اگر درین رخ افروزی و فروغ‌اندوزی داغِ همچشمیِ ذره جانگداز بستے ، خاکم

بەدہن ، خود را در ارزش از خداوندِ یدِ بیضا افزون تر گرفتے ۔ اینک در عالمِ خیال کہ آن خود جہانے دیگر و آن جہان را زمین و آسمان دیگر است بسویِ آن سرچشمۂ نور روی می آورم و بیخودانہ بدین بیت زمزمہ می‌سنجم ۔

بیت :

آید بہ چشم روشنیِ ذرّہ آفتاب
بر ہر زمین کہ طرح کنی نقشِ پای را

گفتگویِ ذرہ و آفتاب پیشکش از ہم کشودنِ نور و آن ورق کہ پروین و پرن از طرفِ عنوانش فرو می ریخت نگارستانے بہ نظر در آورد کہ چینیان را ، تا از رشک خون گریند ، بہ‌تماشا صلا زدم ۔ چشم بد دور و دیدۂ حاسد کور ، ہمدران ہر دو مخمس کہ پندارم در سفتہ اند و ہم درآن غزل کہ گفتہ اند نقشے کشیدہ اند کہ بہ مشاہدۂ نظر فریبیِ آن نقشِ نو آئین ارتنگِ مانی کاغذِ توتیا شد و تنگ لوشا تقویمِ پارینہ ۔ گذشتنِ آن اوراق بہ ہمیون نظرگاہِ جہانیان سکندرِ دارادربان و ہرچہ درآن انجمن بہ فرخی گذشت از رویِ نگارشِ ارسطو جاہی مخلصان امید کاہی نواب معظم الالقاب احترام الدولہ بہادر کہ بہ اسمِ سامیِ مشفقی حافظ نظام الدین است بہ‌طرزِ طرب‌افزائیِ ترانہ ہویدائی خواہد گرفت ۔ بلند آوازگیِ خامہ‌ٔ صور ہنگامہ‌ٔ سخن پیوندِ فرہمند دمندۂ جان در تنِ لفظ و زدایندۂ زنگ از آئینہ‌ٔ معنی ، بہ فروزۂ

فروزش همنفسِ صبح و به آمیزهٔ آمیزش همزبان **شفق مولانا سید امجد علی قلق** نه آنچنانست که دل را اگر پژمرده بلکه مرده باشد به سماع از جا بر نه انگیزد - انصاف بالایِ طاعت است، کارِ صنعتِ لفظ از پیشینیان پیش‌برده اند و رنگے تازه بروی لفظ و معنی آورده - جاودان مانند که درین فن سرمایهٔ نازشِ **ہندوستان** اند - پس از انجامیدنِ سره‌گفتارہای دلنشین خونے که در جگر جوش میزند از رگِ کلک فرومیریزم تا دیده وران هم از دور بنگرند که نامه نگار را مژه خونفشان است و دل دردمند - از دیر باز سردستانسرائیِ **اردو** ندارم - ہمانا از رضاجوئیِ شهریارِ **سلیمان** پیشکار است گاه گاه ناگاه رنگِ ریخته ریختن ویژه به فرمانِ بانویِ بلقیس پرستار است در **ریخته** بدین ردیفِ ناروا دل‌آویختن ، مگر در مقطعِ غزل سرمستانه ہوئے زده باشم-آن یکے که گمانِ کمالے که نداشت داشت پنداشت که رویِ سخن سویِ اوست در مقطعِ غزلے که سرود به ہنجارِ ستزه گام زدو دانست که گفتارِ مرا پاسخ سازد و من به‌سیه‌مستیِ این تهجرعه که فرو ریختهٔ خامهٔ من است -

ہر چه در گفتار فخرِ تست آن ننگِ من است

سر به سخن فرو نیاوردم و قطعِ نظر را دلیلِ قطعیِ امتیاز شمردم - آه از من که مرا زیان زده و سوخته خرمن آفریدند به ہمآئینِ نیاگانِ خویش سلطان سنجر وار کلاه و کمرے و

نه به فرهنگ فرزانگانِ پیش بوعلی آسا علم و هنرے - گفتم درویش باشم و آزادانه ره سپرم - ذوقِ سخن که ازل‌آورد بود رهزنی کرد و مرا بدان فریفت که آئینه زدودن و صورتِ معنی نمودن نیز کارِ نمایان است - سرلشکری و دانشوری خود نیست - صوفیگری بگذار و بسخن گستری روی‌آر - ناگزیر همچنان کردم و سفینه در بحرِ شعر که سراب است روان کردم - قلم علم شد و تیرهای شکستهٔ آبا قلم ، یا خود به‌روزگار دیده ورے نبود یا بود و به من نپرداخت - همانا در تیرگیِ روزگار من اندازهٔ شگرفیِ کارِمن کس نشاخت - فرجامِ کار اکنون که دندان فروریخت و گوش گران گشت ، موی سپیداست و روی پر آژنگ - دست به‌لرزه اندر است و پای در رکاب - ازآن همه سودا که در سربود جان کندنی و نان خوردنی به‌من ماند و بس - تا ازآنکه امروز کاشته ام فردا چه دروم -

فرد :

دوش بر من عرض کردند آنچه در کونین بود
زان همه کالایِ رنگا رنگ دل برداشتم

دلِ سودازده از اندوه بهم برآمد و در پردهٔ سازِ رباعی راهِ برون شدِ آهنگے کشوده است که تیزیِ آن آهنگ زخمه بر تارِ رگِ جان میزند و روان را همی به‌فغان آورد .

رباعی :

اے کردہ بہ آرایشِ گفتار بسیچ
در زلفِ سخن کشودہ راہِ خم و پیچ
عالم کہ تو چیزِ دیگرش می دانی
ذاتےست بسیطِ منبسط دیگر ہیچ

داغم کہ درین شادمانی فزا صحیفہ کہ جبینِ قلم در نگارشِ پاسخِ آن بہ سجدہ میفرسایم ، نامِ نامیِ فرخ گہر خواجہ ظہیرالدین خان بہادر بر زبانِ قلم نرفت ۔ ہر چند من از ادب نگویم و لیکن نپندارند کہ بر من ستم نرفت ۔ چون گفتنی‌ہا گفتہ شد و گردِ اندوہ از ساحتِ دل رفتہ شد وسادۂ جاہ و جلالِ بندگانِ آصف نشان صاحب السیف و القلم حضرتِ وزیرِ اعظم در نظر آوردہ زمین میبوسم و چشم دارم کہ زمین بوسِ مرا بہ‌حضرتِ آسمان رفعت رسانند ۔ دیگر بدان ستودہ نامور سلام و پیشگاہِ قبلۂ چشم و دل نواب سید محمد خان بہادر بندگی میفرستم و ہمچنین از بہرِ مکرمی مولانا سید امجد علی صاحب‌نیاز ارمغان است و برایِ شفیقی حافظ نظام الدین صاحب سلام رہ آورد ۔ رسائی‌ہا ارزانی باد ، والسلام بالوف الاحترام ۔

به نواب انور الدوله بهادر

۳

فرد :

اگر نه بهرِ من از بهرِ خودعزیزم دار
که بنده خوبیِ او خوبیِ خداوند است

در حضرتِ نوابِ اسلامیان‌مآب فرزانگان‌پناه که سجدهٔ من ننگِ سنگِ آن آستانست راهِ سخن کشودن نه آسانست ـ کاش ماه خورشید یا بخت فیروز و دولت جاوید بودے ، ناگزیر به بندگی می پذیرفتند یا بهرِ خود از خواجه نوازشِ نهانی گمان داشتمے تا میتوانستمے گفت که پرسشِ نهانی اگر نیست ، گو مباش ـ چون نمی پرسند چون گویم که چرا ؟ آرے از چون و چرا دم زدن آئینِ بندگی نیست ـ بارے اینقدر خود میخواهم که اگر دستوری دهند ، بپرسم که این دل را از دردِ شکستگی و آزارِ خستگی لبالب و این زبان را که از عذرِ گناهِ ناکرده پرست کجا برم ـ

بیهات در بیخودی کدام سخن از دهنم جست که جبینِ مرا به داغِ دعویِ بیگنهی طراز بست ـ همانا گناہے ہست

و ندانسته ام که چیست و من آنرا از سادگی نه از شوخ چشمی
به گناهِ ناکرده تعبیر میکنم - امید که برین بے خرد
بلکه بیخود بنده که میخواہد به خوش‌سخنی کار را از
پیش برد و به زور در دلِ خواجه جا کند ببخشایند و اگر
گناہے ہست آنرا ، ورنه ہمین جرمِ دعویِ بیگنہی را که
من خود بدان معترفم ببخشند -

در حضرتِ نوابِ قدسی خطاب **سید محمد خان بہادر** به‌آئینِ
بندگان بندگی و به‌نظر گاہِ خواجه **ظہیر الدین خان بہادر** ہمچو
دیدارطلبان تمنایِ وصال و بحضورِ جنابِ **میر امجد علی** صاحب
ارادتمندانه نیاز و بخدمتِ منشی **نادر حسین خان** صاحب **ہاشمی**
مانندِ مشتاقان سلام و بجنابِ حافظ **نظام الدین** صاحب مثلِ
ناامیدان شکوهٔ فراموشی عرضه میدارم ، تا بہره **از ہرسوی** و
وایه از ہر در چه رسد - بخت ہوادار ، دولت پرستار و
غالب به پرسش سزاوار باد - نگاشته و روان داشتهٔ
سه شنبه ہفتمِ محرم ۱۲۷۰ھ و یازدہمِ اکتوبر ۱۸۵۳ء -

۴

فرد :

ازان سرمایهٔ خوبی به وصلم کامِ دل جُستن
بدان ماند که مورے خرمنےرا در کمین باشد

نبشتنِ نامه بنامِ نامیِ آن سرورِ نام‌آور و فرزانهٔ روشن‌گهر هم برورق و خامه سپاس نهادن است و هم خود را افزونیِ آبرو دادن - به رسیدنِ همایون‌نامه که همانا همای اوجِ سعادت را نقطه و خطش دانه و دام است ، اگر من که از رویِ ارزش بدین خجستگی در خورستم برخویشتن ناز نکرده باشم ، هرآئینه اہرمن پرست و کافر ہستم - سرچشمهٔ نورِ درخشنده هور نزدیک و دور بخشندهٔ سور است ، ورنه کلبهٔ گدا از تنگی و تاری به سویدایِ دلِ مور ماند - بدان کے ارزد که مهرِ جهان آرا درآن تنگنا عرضِ جوہرِ تابندگی تواند داد -

غالبِ سیه روز را که ہیچ کس از ننگ نامش به نفرین نبرد ہمی ستایند و من ہمی نگرم که ستایش ہم بدانسوی بر میگردد - آرے نکوہیده را ستودن از ستودگیِ

منش و خوبیِ خوی نشان دارد - درآن بارگه فرستادنِ نسخهٔ پنج آہنگ را بجاآوردنِ فرمان دانست - یاد ندارم چه روی داد که نبشتنِ نامه و نهادنِ آن در کتاب نتوانست - بہانا دانسته باشم که منشورِ رأفت جز این کتاب جواب ندارد - با اینهمه آن گناهِ تنکمایه دار و گیرے داشت - چون نپرسیدند و توقیعِ خوشنودی نگاشتند ، دانستم که بخشیدند و دیوانه را مرفوع‌القلم پنداشتند از مخدومِ مکرّم جنابِ نادرحسین خان که ہم درآن نامه که پاسخِ آن در سرِ آن کتاب رفت به من سلام نبشته اند شرمسارم و به سرزنش سزاوار - نے نے اگر پاسخِ آن نامه نگاشتمے و جوابِ سلام فروگذاشتمے بزه‌مند بودمے - چشمداشت آنکه پوزش پذیرفته شود - خواہم که درین بار سلامِ من برآن ستوده خویِ فروہیده فرہنگ گفته شود - راستی این که دلدادهٔ آن انجمن و اہلِ انجمنم - بو که بر آرزومندیِ من ببخشایند و بدان بزم ره نمایند - ورق کران پذیرفت و داستانِ شوق باقی ست - چرخ و ستاره فرمان پذیر باد -

به انور الدوله بهادر

۵

فرد :

با خیلِ مور می رسی از ره خوش است فال
قاصد بگو کزان لبِ نوشین پیام چیست

مهر می تابد و ذره فروغ همی پذیرد ـ ابر می بارد و گیا همی بالد ـ چون التفاتِ حضرتِ نوابِ جاودان کامیاب که درپرتوگستری مهر اند و در رایگان بخشی ابر بامن ازین دست است و ذرّه مهر را نتوان ستود و گیا ابر را آفرین نیارد گفت ـ من که در هیچی از ذره کمترم و در خواری از گیا بیشتر ، بخشنده را بدین بخشش چگونه ثنا توانم خواند ـ حاشا که بادِ این پندار در سر داشته باشم ـ مرا خود سخن در آنست که سپاسِ سرهنگان ڈاکِ و آنگاه سپاسِ این مهربانیهای پیاپے توانم گزارد ـ

روزے گرامی‌نامه آوردند و روزے دو قصیده و دو مخمس و یک غلط‌نامه و دیروز سه نسخه مثنوی و یک رسالهٔ

مولدِ ہمایون و چہل و پنج تنگ تبرزد ۔ خوشا تبرزد کہ بدان ارزد کہ اگر حلاوتِ آنرا با شیرینیِ جان سنجیده باشم ارزیده باشم ۔ پلتۂ حیات از سبکی بہ ہوا استاده و پلۂ نبات از گرانی بہ زمین نشستہ ۔ پندارم آن مایہ شیرینی درین شکر انباشتہ اند کہ بر شیرین و شکر از شیرینی جز نام نگذاشتہ اند ۔ اگر شاہدِ ارمنی کہ کارفرمایِ کوہکن بود این مشاہده می نمود ، از ذوق آنچنان آتش در دہان میگشت کہ بےجنبش تیشہ و کوششِ فرہاد پیشِ چشمش جویِ شیر موجزن میگشت ۔ اگر آن حباب کہ در بہشت برویِ وے انگبین است اینچنین است کہ جز بہ تبر نشکند نشگفت کہ ہمین است ۔ آنان کہ گنجیدنِ دریا در کوزه نہ آسان دانند آن جوی را در تنگنایِ این قالب چگونہ روان دانند ۔ صرفہ در آنست کہ بند بند از شیرین سخنی بگسلم و در ستایشِ نبات شیوهٔ آرایشِ گفتار فرو ہلم ۔ اندیشۂ سر انجامِ سخنے کہ در شیرینی از شکر بیش است ہنوز پیش است ۔

یا رب ، چشم روشنیِ شادیِ کتخدائیِ چشم و چراغِ دودهٔ مردمی فروزان گہر فروزنده اختر **خواجہ منیرالدین خان بہادر** بہ کدام دستگاه ساز دہم ۔ نہ جمشیدم و نہ پرویز نہ مہرم و نہ ماه ۔ آن خود انجمنے ست کہ دارا در آنجا

سرهنگ است و سکندر پیشکار - کیوان دیدبان است و ناهید جامه‌سرای - چون منے را به‌اندازِ تماشا بار کجا و به تقریبِ تهنیت تابِ گفتار کجا - چه جویم جز این که گویم که این شادی و شادمانی خجسته و فرخ و این خجستگی و فرخی روز افزون باد -

نامهٔ نامی با آن کارنامهٔ جادوکلامی یعنی مثنویِ گرامی به خدمتِ وزارت پناهی مخلصان امید گهی احترام الدوله بهادر رسانده و چون لختے خوانده آمد در انجمن از هر سو صدایِ آفرین خاست - حضرتِ گیهان خدیو را اگرچه فیروزی فروزهٔ تندرستی هست ، از سراپرده کمتر برون میخرامند و بیشتر در مشکوی شاهی بر چاربالشِ عزّ و ناز می آرامند - بندگان‌را بار بدانسان که همی دادند نمیدهند و گوش به گفتار بدان ذوق که همی نهادند نمی نهند -

منکه هر سحر ناصیه بر آستان سودن آئینِ من است مثنوی و قصاید و هر دو مخمس پیوسته طرازِ جیب و آستینِ من است تا کدام روز گذرانده آید و کدام هنگام خوانده آید - چون این همه گفتار کران پذیرفت ، اکنون گاهِ آنست که به ورزشِ شیوهٔ گستاخی جرأتِ خویش و حلمِ خواجه آزمایم -

آه ازین نامه که نه از قبلهٔ و کعبه نواب سید محمد خان

بهادر نشانے آورد و نه از خواجه ظهیرالدین خان بهادر حرفے و نه از مولانا میر امجد علی صاحب حکایتے و داد از عنوان که پنداشتم فردِ فهرستِ محلّاتِ شهر است و بندِ جمع و خرجِ خانهٔ همسایگان ۔ اگرچه میدانم که کارافزائی نگارش به تهدید و تهدیدِ مشفقی حافظ محمد بخش صاحب است ، لیکن نمی دانم که نامه ها که پیش ازین داشته اند جز نامِ شهر و نامِ من هیچ نشان ننگاشته ۔ کدامین نامه گم شد که درین بار این همه نگار به کار رفت ۔ انبوهیِ نشانهای مسکن آنگاه رواست که مکتوب الیه از فرومایگان و در ناموری پایِ نامِ همسایگان باشد ۔ مرا از پیادگانِ ڈاک تا پوسٹماسٹر همه میدانند ۔ سی سالست که خانه و کاشانه فروخته کو بکو میگردم و مقامے معیّن ندارم ۔ هر جا که همی روم ، دوسه سال یا کمتر یا بیشتر می آسایم ۔ پیادهٔ ڈاک هانجا میرسد و نامه ها می رساند ۔ از بهرِ نام و ننگِ خودم جنگ نیست ۔ فرسودنِ خامه و آزردنِ بنانِ گهرفشان در نبشتنِ سر نامه برمن گران است ۔ پیش ازین جز ثنایِ حضرت و دعایِ دولت چه نویسم که آن حرزِ جان است و این وردِ زبان ۔ به خدمتِ شفیقی منشی نادر حسین خان صاحب سپاس میگزارم و سلام عرضه میدادم۔ دانستم که دیدنِ غالب را طالب اند ۔ حاشا که این داعیه تنها از آنسو باشد ۔ اگر بسیار فروتنی کنم، گویم که شریکِ غالبم اند ۔

خط به‌نام منشی هرگوپال تفته

۱

فرد :

میرسد گر به خویشتن نازد
غالب از خویش خاکسار تر است

درین هنگام که روزِ سیاهِ عمرم را شب است و دانی که روزِ سیاه را چگونه تیره شبے تواند بود از تاریکی تنگدل بودمے و از تنهائی با خویشتن در جنگ - جز دلِ سودا زدۀ من که چون مرا تنها نگرستے بیچاره ناچار بر بیکسیِ من سوختے - ظلمت‌کدۀ من چراغ نداشت - برمن بخشودند و کسے را سویِ من فرستادند که خستگیهایِ مرا مرهم آورد و دردِ مرا به همدمی چاره‌گر آمد و شبم را هزار اخترِ فروزنده در کنار نهاد - همانا از نطقِ خویشتن شمعے برافروخت که به روشنیِ آن شمعِ فروزان صفایِ گوهرِ گفتارِ خویش را که در هجومِ تیرگیِ بختِ من از چشمِ من نهان بودے آشکار دیدم - هان ، اے تفتۀ شیوه بیانِ نوآئین نوا ،

این فرزانهٔ یگانه یعنی منشی نبی بخش فروغانی گوہرِ فروہیده‌فرہنگ را در دیده‌وری به کدام پایه جا داده اند ـ با آنکه سخن می گویم و سخن‌گفتن می دانم ، تا این بزرگوار را ندیدم ، نفهمیدم که فهمیدنِ سخن چیست و سخن‌فهم کرا توان گفت ـ در افسانه ها دیده ام که خداوندِ ہستی بخش حسن را دو نیمه کرد ـ یک‌پاره ازآن به یوسف بخشید و یک‌پاره بر جہانیان افشاند ـ نشگفت که فهمِ سخن و ذوقِ معنی را نیز ہمچنین دو لخت کرده ، لختے به ستوده‌خوی داده نیمهٔ دیگر به دیگران ارزانی داشته باشند ـ گو چرخِ گردنده به کامِ من مگرد و بختِ غنوده سر از خوابِ گران بر مدار که من به نشاطِ ہمدمیِ این دوست از دشمنیِ روزگار فارغم و بدین دولت از دنیا قانع ـ جایِ شما سبز ، روز و شب گرمیِ ہنگامهٔ صحبت است و صحبتے نیست که شما را یاد نیاوریم و گلهٔ ہجرانِ شما با ہمدگر نسرائیم ـ دیروز که آدینهٔ پانزدہمِ ربیع‌الاول و نہمِ فروری بود نامهٔ شما رسید و پدید آمد که حالیاً از اکبر آباد به متھرا و از متھرا به‌کول رسیده اید ـ ازان دوہزار بیت که خود نوشته اید که در اکبرآباد گفته ام ، ما ہم در اوراقِ اخبارِ اکبر آباد غزلے مشاہده کرده ایم ، خوش گفته اند و به راہے که ما می خواستیم رفته اند ـ منشی صاحب نیز این نامه که

بنامِ من بود ، خواندند و به پیامی که ویژه ایشانرا بود ، فرا رسیدند و از من خواستند که چون نامهٔ شما را پاسخ گزارم ، ورقی که نبشته باشم به ایشان سپارم ، تا در مکتوبِ خود فرو پیچند و بسویِ شما روان دارند - فرمان پذیرفتم و همچنین کردم و امروز که شنبه فردایِ روزِ ورودِ نامی نامه بوده است ، این نامه به مخدوم سپردم - اگر زود رسد ، از مخدوم سپاس نپذیرند و اگر دیر رسد بر من خشم گیرند ، که چرا نامه به ایشان دادم و خود به ڈاک نفرستادم - عمر و دولت روز افزون باد - نامه نگار ، اسد الله ، شنبه ۱۰ فروری ۱۸۴۹ء

خط بنامِ منشی نبی بخش صاحب سررشته دارِ فوجداریِ ضلع علی گڑھ کول

۱

فرد :

گفتنی نیست که بر غالبِ ناکام چه رفت
میتوان گفت که این بنده خداوند نداشت

اندیشه گواه است و مشاهده که کاستن از بهرِ آراستن است ، و زدودن از برایِ نمودن ـ سرو را چون بیارایند ، بپیرایند ، و باده را تا بپیمایند ، به پالایند ـ نے پاره تا به بریدن پارهٔ ازان به خردگی نرود ، صورتِ قلم نتوان داد و کاغذ را تا به دریدن لخت لخت نشود ، نامه نام نتوان نهاد ـ آرے در کارگاهِ کون و فساد هیچ فساد بے کون و هیچ کون بے فساد نیست ـ از خاکم آفریدند و به سپهر بردند و چندے هم بدان پایه نگاه داشتند ، و سپس بر زمین زدند ، تا پیکرم چنان به خاک نقش بست که آن نقش به هیچ کزلک از خاک نتوان سترد ـ گوئی درین کون و فساد که ناگاه روی داد ، مرا

بُردند ، و خستهٔ را بجایِ من آوردند که مرگ از زیستن و خنده از گریستن نشناسد - یا رب این پیکر که به خاک نقش‌بست و این نقش که ازان پیکر به خاک نشست ، زود باشد که از رویِ خاک تهِ خاک سپرند - درین روزگار که از بندِ ستم ِستگار و به بندِ غم گرفتارم ، سخنورِ جادوبیانِ از خود رفته ، منشی **ہرگوپال تفته** را به سرم گذار افتاد - شنیدم که آن لطف‌گستر که به وطن رفته بودند ، اینک آمده اند - عجب آمد که به نامه ننواختند - ہانا ہمنشینی و ہم‌زبانیِ من با **تفته** ہم زبانی و ہم‌نشینیِ خویش بامن شناختند و حقّا که چنین است - دوش یکے از شاہزادگانِ **تمرخانیان** بزمِ سخن آراسته بود ، و سخن‌سنجان را به غزل خوانی خوانده ، مرا که به گفتنِ ریخته سرے نمانده ، اگرچه دل به سگالـش نبسته بودم ، امّا روزے که شب بدان‌انجمن بایست رفت ، خاصه ہنگامے که سواره ره میبردم ، بیتے چند بے خواست از دلِ غمزده سر بر زد ، چنانکه به شما می فرستم ، و می خواہم که ہم درین زمین غزلے گفته ، به من فرستند - از **اسدالله** نگاشتهٔ سه‌شنبه ، ۱۶ ربیع‌الاول و ۲۱ فروری ہنگام نیمروز -

خط به نامِ میر احمد حسین میکش تخلص

۱

بر ضمیرِ منیرِ خردمندِ ستوده خوی **میر احمد حسین میکش** که هرآینه آئینهٔ رازهای نهانست پیش ازان که گویم نهان نماناد، نهان نمانده باشد، که اینِ دلِ غمزده که از دردِ دوری به خون می تپد، چون می تپد - یاد آورند که رفتنِ ایشان به **پتودی** روا نداشته بودیم و باور دارندکه ماندنِ ایشان در آنجا روا نداریم - آخر نه درین شهر گوشه و توشه داشتند؟ شغلِ وکالتِ عدالتِ دیوانی چرا گذاشتند؟ درین فرخنده هنگام امیرِ سلطان شکوه **نصیر الدوله معین الملک تجمل حسین خان بهادر حشمت جنگ** که وساده نشینِ ایالتِ **فرخ آباد** است، همانا به روشنیِ فروغے که در گوهرِ اوست، گهرفشانیِ کلکِ مرا نگرسته و به من روی آورده، ورودِ من به **فرخ آباد** آرزوکرده - هرچند گوشه‌نشینی و نامرادی آئینِ من است، اما به مشاهدهٔ مهرے که این والاجاه با من می ورزد، آهنگِ آن دارم که پایِ خوابیده را به رفتار

آورم و از دہلی به فرخ آباد پویم و شارا با خویشتن برم ـ چه خوش باشد که پیوندِ اقامتِ پٹودی که نه بر اندازهٔ ارزشِ شاست بگسلید و ہم درین ہفته به من پیوندید ـ

فرد :

ہلاکِ شیوهٔ تمکین مخواه مستان را
عنان گسسته تر از بادِ نوبہار بیا

توفیقِ کار آگہی رفیق باد ـ

خط به شیخ بخش الدین مارہروی

۱

یزدان که از رازِ دلِ ہر ذرہ آگاہ است ، بہ راستیِ گفتارِ من کہ از ذرہ کمترم گواہ کہ تا بہ زبانِ دلنشین بیانِ شما شنودہ ام کہ حضرتِ برجیس رفعت علامی مخدوم الانامی جناب معلی القاب صاحبِ عالم طال بقاءہ' و زاد علاؤہ کہ مارہرہ را بہ خجستگیِ وجودِ مسعودِ ایشان شرفے بخشودہ اند کہ اگر بہ مثل بغداد را ترکِ صورتِ نوعی ممکن بودے ہرآئینہ بہ پیکرِ انسان برآمدے و گردِ آن بقعہٴ مقدس حاجیانہ بہ طواف در آمدے ۔ بہ گفتارِ غالبِ بے نوا سرے دارند ۔ بر طالعِ خویشتن می نازم و ہم از گفتارِ خویش بر خویش سپاس می نہم کہ بدین ذریعہ روشناسِ نگاہِ قبولِ مقبلے و نشانمندیِ بندگیِ صاحبدلے شدہ ام ۔ اگرچہ دو ورق کہ طرازِ چند غزل و اند رباعی داشت از بہرِ فرستادن بہ شما فرستادہ ام ، لیکن دل بدان مایہ خدمت کہ محقّر بود ، نیاسود ۔ دیوانے منجملہٴ دیوانہایِ

منطبعه پس از فراوان جستجو به کف آورده به ڈاک فرستادم ۔ کارپردازانِ ڈاک فرستادنِ آن نپذیرفتند و بازگرداندند ۔ ناچار به شما می فرستم ، تا به مهر هنگام که توانید بدان آئین که درخور دانید ، روان دارید و در بذلِ این تفقّد منّت پذیرِ خودم انگارید ، والسلام مع الاکرام ۔

خط به نامِ نواب عبدالله خان بهادر صدر الصدورِ میرٹھ

۱

به والا خدمتِ فلک رفعت نوابِ همایون خطاب فرخنده القاب که قبلهٔ حاجاتِ خیراندیشان اند و کعبهٔ آمالِ درویشان ، اسد اللهِ نامه سیاه را رخصتِ گردِ سرگردیدن و فرصتِ خاکِ ره بوسیدن ارزانی باد ، تا پس از آن که به پیشگاهِ قرب آبروی‌ِ بار و به دعویِ بندگی اقبالِ قبول از روزگار یافته باشد ، سپاسِ یادآوری و رهی‌پروری تواند گزارد ـ

فروغِ ورودِ منشورِ رأفت روشنانِ چرخ را چشم روشنی گویِ من و مرا چون شمعِ فروزنده چشم و چراغِ انجمن ساخت ـ بدین پرتوِ التفات که بر من تافت و بدین روائی که نقدم از دهر یافت ، اگر ذره‌هایِ به مهر روشناس را همنفسے و قطره‌هایِ به محیط آشنا را همچشم کسے توانم بود ، جادارد ـ خدّامِ بلند مقام که سرانجامِ قصیده به قصدِ نام‌آوری از غالبِ بے نوا چشم داشته اند ، مگر آن

فرسوده روانِ افسردهٔ دل را که هنوز نمرده است ، زنده پنداشته اند ـ

فرد :

گمانِ زیست ـ بود بر منت ـ ز بیدردی
بداست مرگ‌وبے بدتر از گمانِ تو نیست

کاش کشایشِ این کار چون صنعتِ نقّاشی و گلدسته‌بندی تنها به کوششِ دست و بازو صورت بستے ، تا چشم از خستگیِ دل پوشیدمے و فرمان پذیرانه در پردازشِ کار کوشیدمے ـ چه کنم، چون سرِ این رشته در دستِ دل است ـ تا دل برجای نباشد زبان سخن‌سرای نباشد ـ دیده‌ورانِ صاحبدل دانند که چه قدرہا دیده و دل بہم آمیخته شود ، تا نقشے بدان شگرفی که بالغ نظران پسندند ، انگیخته شود ـ این دلِ شکستهٔ بہم پیوسته که در سینهٔ من و ہمانا دشمنِ دیرینهٔ من است، زنہار به کارِ سخن گستری نیاید و معنی آفرینی را نشاید ـ

ابیات :

در پیکرم ز درد و دریغ است جان و مال
در بسترم ز خاره و خار است پود و تار

کاشانهٔ مرا در و دیوار شعله‌خیز
ہمسایهٔ مرا سر و دستار پُرشرار

چشمم کشوده اند به کردارهای من
زاینده نا امیدم و از رفته شرمسار

اگر داند که فلانی با اینهمه پریشانی سخن گفتن می تواند و من نیز دانم که میتوانم در مدحِ بندگانِ سپهر آستانِ امیرالمسلمین قبلهٔ دنیا و دین سرورِ سلطان نشان **نواب محمد سعید خان بهادر** بالقابه چرا سخن نرانم ، تا اگر درین گیتی لعل و گهر سود برده باشم خود درآن گیتی دین و ایمان زیان نکرده باشم ـ امید که دربارهٔ گرایش بدین ستایش نظماً و نثراً نامه نگار را اموات شمارند و به دعایِ سلامتِ ایمان که حسنِ خجستگیِ انجام بهان تواند بود ، یاد آرند ـ دولت و اقبال روز افزون باد ـ

به میرزا اسفند یار بیگ خان
دیوانِ مهاراجه الور

۱

فرد :

لوحش الله گهر افشانی ِ نال ِ قلمم
یارب ، آبشخورِ این ابرِ کدامی دریاست

همای ِ همایون ِ خامه را در عرض ِ سواد ِ این نگارش که همانا سایه‌گسترے ست بر فراق ِ سخن منت ِ ایثار ِ عطیهٔ تاجورے است ۔ گزارندهٔ سخن را کله‌گوشه به سپهر چون نساید ۔ سایهٔ مرحمت ِ این ابر که بجای ِ قطره گهر می بارد با کشت ِ آرزوی ِ هواخواہان نه آن کرده است که اگر ہر گوشه را صدفے پر از مروارید اندیشند ، خرد خرده تواند گرفت ۔ و ساده دیوانے به وجود ِ همایون اینچنین فرزانهٔ یگانهٔ حق شناس ِ حق‌گزار خجسته‌تر از آنست که حق ِ ستایش ِ ابن خجستگی به سخن گزارده آید ۔ اگر به وفور ِ سرمستی ِ سرور و انبساط بیخود نشوم و سخن را اندازهٔ بایست نگاه دارم می توانم گفت

این تهنیت نه خواجه راست ، بلکه مهاراجه راست ـ اقبال را به روز افزونی نوید و دولت را به فراوانی مژده ـ توانگران را به ایمنی بشارت و تهیدستان را به بخشش صلا ـ دادگری را روزِ بازار خواهد بود و خردوری را گرمیِ هنگامه ـ بیابانها خیابانها خواهد شد و دمنها چمنها ـ مرا که گوشه نشینم و چون چشمِ بد ازآن‌فرخ‌انجمن دور با کشور و اهلِ کشور چه کار و از آبادیِ ملک و آسودگیِ خلق چه سخن؟ چرا کامِ خویش از دهر نجویم و خود را چشم روشنی نگویم ؟ آخر نه از دیرین بندگانِ آن دولتم و از کهن خاک‌نشینانِ آن درگه ـ نشگفت که چون اساسِ کار به آئینِ دانش و داد نهند ، گوشه و توشهٔ دیرینهٔ من به من باز دهند ـ کوتاهیِ سخن ، خواجه را دولت و اقبال و جاه و جلال‌مبارک باد و چرخِ گردنده جز هنجارے که خواهند مگرداد ، والسلام بالوف الاحترام از درویشِ بے دستگاه ،اسد الله نگاشتهٔ جمادی الاولٰی ۱۲۶۶ھ روزِ شنبه ـ

به نامِ منشی رحمت الله خان

۱

سرآغازِ نامه به نامِ ایزدِ فرهنگ آفرینِ فرزانه برگُزین که دبستانِ کمالش را موبدانِ آذر برزینِ کودکانِ برزن اند و عنقایِ جهانِ جلالش را ستاره‌هایِ بلند آسمان دانه هایِ ارزن ، هوش درسر و نگه در چشم آفریدهٔ اوست ، و دانش هایِ بسزا و بینش‌هایِ خرد افزا برگزیدهٔ او ـ از سپاس گزاریِ دادار به صحیفه‌طرازی می گرایم و نامه را به نگارشِ پاسخِ نامهٔ دوست می آرایم ـ

همانا بزمِ انسِ فرزانهٔ یگانه در اندیشه میگذرانم و خود را با خواجه همنشین و هم‌سخن اندیشیده به‌زبانِ خامه که همچون دلِ نگارندهٔ نامه دو نیم است ، داستانِ دردِ دلِ خود میخوانم ـ حیف که خواهشِ دوست روائی نیافت و خدمتے که خواستند سرانجام نپذیرفت ـ روائی یافتنِ خواهش و سرانجام پذیرفتنِ خدمت آن میخواست که خامه بیراهه پوید ، و به فروغِ گوهرِ شب چراغِ سخن به ظلمت‌کده راه

جوید ـ انصاف بالای طاعت است ـ چه مایه سخن ریزه های پراگنده گرد باید آورد تا به‌پارسی زبان ویژه در نثر واسوخت توان نبشت ـ از پهلوانان پهلوی گوی هیچکس را ندیده ام که بدین روش زور آزموده و بدین هنجار سخن سروده باشد ـ ملاّ وحشی که از سخن پیوندان خراسان است ، در جریدهٔ نظم مسدّسی دارد که مردم آنرا واسوخت نامند و هرچند بر حافظهٔ خودم اعتماد نیست ، امّا نشگفت که این بیت هم ازان مسدّس باشد :

بیت :

تو نه آنی که غم عاشق زارت باشد
ور شود خاک برآن خاک گذارت باشد

حسبةً لله دانا دلان دیده ور فراهم آیند و واسوخت ملاّ را با واسوختهای اردو زبانان لکهنئو سنجند ـ حاشا که فارسی با هندی در شورانگیزی و ذوق‌افزائی برابر تواند بود ـ شأن پهلوی و پارسی بلندتر ازانست که بدین پایه فرودش آورند ـ کرشمه های لولیان هند و شورشهای دلدادگان این طایفه جز به زبان این طایفه گزارش نپذیرد و این‌گونه تشرهات در نورد گفتار پارسی زبان صورت قبول نگیرد ـ لفی چند از ریخته‌گویان دهلی و لکهنئو طرح تازه ریخته اند و در تغزّل از زبان زنان لواهای دل آهنج

انگیخته ـ سرایندگانِ آن پرده سرمست میخرامند و اینچنین شعر را **ریختی** همی نامند ـ آهنگِ گفتنِ **واسوخت** در زبانِ **دری** بدان ماند که درین خجسته زبان **ریختی** گویند ـ درازیِ سخن پیشکش، **واسوخت** در **فارسی** نتوان گفت در نثر خود امکان ندارد و در نظم ذوقِ **اردو** زبان ندارد ـ نامه برین پوزش انجام می پذیرد که **غالبِ** بے برگ و نوا شرمسار است، و از خواجه به پذیرفتنِ پوزش امیدوار، والسلام بالوف‌الاحترام ـ

به نامِ آغا بزرگِ شیرازی وفا تخلص نگاشته شد

رباعی :

صبح شد خیز که روداد اثر بنمایم
چهره آغشته به خونابِ جگر بنمایم

پنبه یکسو نهم از داغ که رخشد چون روز
آخرے نیست شبم را که سحر بنمایم

امروز سپیده دم که گرمیِ هنگامۀ درخشیدنِ روز است ، نظرگاهِ التفاتِ مخدوم در خیال آورده ام و هم در خیال از دور زمین می بوسم . اگر سنجند که دیوانه آئینِ ادب فروگذاشت و در نامه‌نگاری شوخ چشمی کرد ، واعجبا ، نے نے وفا نپسند و آزرم روا ندارد که این چنین خواجۀ سربزرگ کوچک‌دل چنان پندارد . چرا نسنجند که برآئینه فراوانیِ آرزو برین داشته باشد و ناله به‌رهمنونی و گرمخونیِ میرزا خاور فرخ‌گهر نگاشته درازنامیِ فاصلۀ دل و زبان از حدیثِ شوق مالا مال است . اگر همه از دل به‌زبان بایستے سپرد ، نیز بر نتافتمے و نیرویِ نطق به‌شمارِ

گهرهای راز وفا نکردے۔ بمیدون که باید نخست از دل به‌زبان دادن و آنگاه از زبان به شگاف خامه در آوردن و سپس از خامه به روی ورق فروریختن ۔ این سه‌گونه اشتلم را چگونه تاب و توانم آورد ۔ دانم همانا خوش است که دیده از دیدار بهره گیرد و دل به رامش همزبانی آرایش پذیرد ۔

درین روزگار که **میرٹھ** آرامش‌گاه است و راه کوتاه ، اگر از جانب نے بست خاک‌نشینان گذرند و فروماندگان تنگنای اندوه را به پرسش دریابند دور نیست ۔ یارب این آرزو نوائی‌پذیر باد ۔ عمرے ست که نی بینوا در بیان **غالب** هرزه سرا چون شاخ گل از نسیم ، نے نے غلط گفتم ، چنانکه بید از باد می رقصد ۔ هرچند ندانم این لاابالی پوی در رقص کدام ره می سپرد ، امّا به‌فریب تلنگ سخن سنجی دل از دست می برد ۔ خویشتن را نازم که بااینهمه پیوند که نال قلم را با رگ جان مستے فریب نخورده ام و بر خود گمان فرزانگی نبرده ۔ آرے ، چون منے را این پایه دانش نه بس باشد که خود را نادان دانیے ۔ ارزش خود ازین فزونتر چه تواند بود که فروهیده فرهنگان را نام من بر زبان گذرد و دانند که فلانی از سخن‌گستراںست

خلیجم ، ولے نور چشم محیطم
غریبم ، ولے روشناس جهانم

بہ مضمارِ دعوی خداوندِ رخشم
در اقلیمِ معنی جہان پہلوانم

گرفتم کہ از تخمِ افراسیابم
گرفتم کہ از نسلِ سلجوقیانم

دل و دستِ تیغ‌آزمائی ندارم
رہ و رسمِ کشورکشائی ندارم

چہل سال توقیعِ معنی نبشتم
سزد گر نویسند صاحب قرانم

بہ چشم‌داشتِ ایثارِ عطیۂ قبول و آوازۂ نویدِ وصول سہ غزل ارمغان می فرستم - چون آرامشجایِ خواجہ در نظر نیست ، نامہ بہ میرزا خاور می سپرم ، والسلام -

خط باسم ِسامی ِ مولوی رجب علی خان بہادر

۱

ولی نعمت سلامت ، بہ رسیدن ِ این پرند و پروین ِ
پرن مانند کہ شعاع ِ مہر و پرتو ِ ماہ بہم تافتہ اند تا
بافتہ اند پنداشتم کہ آیہ ٔ رحمت برمن از بالا فرود آمد ۔
لاجرم سر ِ سودازدۂپرشور در سجود آمد ۔ بہانا از
نور آگین ردا کہ این ہمہ تیرگی زدہ است پرتو ِ شمع ِ دامان ِ
آل ِ عبا ست ۔ ہر چند دجلہ دجلہ خوی ِ شرم از ہر بن ِ مو تراود
و صلہ ٔ اندیشہ مغز ِ دل کاود کہ ہرگاہ یک ورق ازین سو ارمغان
رسد، ازآنسو گرانمایہ طیلسان رسد ، لیکن ازان رو کہ این ہمہ
بخشش از مہر نشان میدہد و خبر ازآن میدہد کہ رازے
درین پردہ نہفتہ اند و بہ بندگی ِ نیاگان ِ خودم پذیرفتہ اند ۔
جای ِ آنست کہ ہم امروز سپاس‌گزار باشم و ہم بہ فرخی ِ
فرجام ِ فردا امیدوار ۔ منت پذیرفتن از ترک و تاجیک
ننگ است ۔ بار ِ احسان ِ اولاد ِ خداوند کہ خواجگانند
بندہ پرور و پادشاہانند گیتی بخش چرا برنتابم ؟ نہ آخر

هر گره را کشایش و هرگونه کام روائی از خداوند میخواهم خداوندزاده ، ویژه آنکه کرم شیوهٔ اوست و بخشیدن بروے گران نیست ، اگر همه گنجِ گهر به من فرستد ، سپاس برمن چرا گرانی کند ؟ گفتارِ سپاس اگرچه به‌حقیقتِ ایمان انجامید گران نمی پذیرد ـ هرآئینه در آئینه خیال هیچ چاره جز تسلیم صورت نمی گیرد ، والسلام مع الا کرام ـ

به مولوی رجب علی خان

۲

خدای داد گر را سپاس و بخت خداداد را آفرین که خواجهٔ ما خسته نواز و رهی پرور است با بستگان کمند سرے دارد و به آویختگان فتراک نظرے

فرد :

خود پیش خود کفیل گرفتاری من است
هر دم به پرسش دل مایوس می رسد

آهنگ آنست که نامه به نگارش ساز داده آید و هنوز ندانسته ام که زخمه برین تار به چه هنجار روان توان کرد و از پرند مشکفام سخن کدام نورد از هم باید کشود ـ

یارب آن نیایش نامه که در ماه مارچ سال یکهزار و هشتصد و پنجاه و یک عیسوی روان داشته ام تا مارچ سال دگر کجا ماند ؟ نه نامه هرزه عنوان و نه فرستنده که عبارت از مولانا محمد باقر است ناپروا ـ همانا آن نامه خود از فراوانی بار مضامین شوق‌بر برندگان آن‌مایه گرانی کرد که آن‌به

سبک‌روی گرانمایگان یعنی بریدان ڈاک انگریزی راہے بہ‌طول دو صد کروه بجز بہ‌عرض یکسال نتوانستند برید ۔ بارے گلہ دیررسیدن عرضداشت آنچنان دلنشین نیست کہ سپاس زود رسیدن این منشور عطوفت کہ ہمیدون پاسخ نگار آنم آنرا از یاد نبرد ۔ داد آنست کہ در نگرانی نیز بار گلہ گرانی نداشت ۔ اگر گاہے تا گاہے در اندیشہ گذشتہ باشد کہ خدام مخدوم پاسخ چرا ننبشتند ، خود را برآن فریفتہ باشم کہ چون نگارش من در گزارش روحانی ارمغانے یعنی تفسیر سورہ ہل اتٰی بود ، ہرآئینہ جواب نداشت ۔ این بار از میرزا خاور نیز سپاس پذیرفتم کہ بہ سخن دلیری کرد و بنده را پیش خواجہ نام برد تا یاد آوردند و بہ روان داشتن نامہ روان‌پرور اند ۔ فرمان رفتہ است کہ جزوے از تاریخ تاجداران تیمرخانیہ بہ‌نظرگاہ آن والی ولایت ولای مرتضوی فرستم ۔ ذرّه پرورا مہرگسترا ، آن سواد جزوے چند بیش نیست بعد حمد و نعت و منقبت و مدح والی عصر و سبب تالیف کتاب کہ آئین نامہ طرازان ہنگامہ آراست از کشورکشایان تا نصیرالدین سلطان ہمایون سخن رانده ام باقی داستان بہ فرداست ، امید کہ اگر مرگ امان دہد ، بنده فرمان‌پذیر بہ زود فرستادن آن اجزاء از بندگی و فرمان پذیری نشان دہد ۔ اوراق تفسیر سورہ‌والفجر در سرآغاز

این ماه نظرفروز آمد و سوادِ آن بیاض از راهِ مردیکِ دیده به سویدای دل فرورفت ـ نشگفت که فصلے ازآن باب در ورقے جداگانہ رقم پذیرد و غازۂ عارضِ نامۂ اعمالِ من گردد ـ

به عابد علی خان

خانِ آگاه دلِ همه دان و نامِ آورِ بلند نام دلنشین نشان ـ همانا فرزانهٔ فروزنده فرهنگِ شیوا شیوهٔ روشن روشِ همایون روان را به دانش آفرین گفتن خود را به داد متودنست رویدادِ این فرخیِ خدا داد از رویِ داد آنست که پیش ازین باور نداشتمے و دشوار پنداشتمے که ازین پس خامه در دستِ کس بدین هنجار جنبد ـ اکنون که دلکشا نامه را نورد از هم کشوده آمد خرامشِ کلکِ سیه مست دل از دست برد ـ و اندازهٔ نگارش مژدهٔ یگانگی و همزبانی آورد ـ گرایشِ اندیشهٔ آن یکے از دور بسویِ این دیگرے ، ویژه درآن کنونه که از شوہهایِ آشکاری و انگیزه هایِ آز و آرزو نشان نبود ـ نشان آنست که این دو روانِ آزاده در فرازین گیتی همدمِ یکدیگر و در روان‌گرد همسایهٔ هم بوده اند ـ اگر درین جهان مر این دو پیکر را آمیزش دست بهم ندهد ، گو مده و اگر روشناسی درمیان نباشد ، گو مباش ـ بارے چون خود هم درین نامه همی نویسند که از دیر باز ترا می شناسیم و به نیرو بخشیِ این وانمودِ همه سود با خودم

گستاخ و به سخنم دلیر ساخته اند ـ نمی شکوهم و همیگویم که دیر یاد آورند و اندرین نورد برمن ستم رفت ـ ستمے دیگر آنکه از بهرِ فرستادنِ نگارشهای خویشتن دستوری می جویند ـ گوئی نمی دانند که آرزومندانِ ناتواناِدلِ ناشکیبامنش این مایه درنگ که در آمد شدِ دو نامه از دو سوی روی دهد ، نیز برنتابند ، در روشنگری آئینهٔ گفتار بهآیینِ زدودنِ زنگار ـ از خود به ناچابکی خشنود نخواهم شد و اندرین کار هم از کارفرما که آن فرخ گهر اند و هم از کارگزار که بر آئینه من خواهم بود ، سپاس خواهم پذیرفت هر روز از فراوانی شادی به خجستگیِ نوروز و جامِ بادهٔ مرغ دست‌آموز باد ـ از اسدالله نگاشتهٔ پنجشنبه هفتمِ اپریل ۱۸۵۳ع -

به قاضی عبدالجمیل بریلوی

فرزانهٔ شیوا شیوهٔ روشن روش برگزیدهٔ ربِّ جلیل حضرتِ مولوی عبدالجمیل که این نمودِ بے بود و رسمِ بے مسمٰی یعنی غالبِ بے برگ و نوا را یاد آورده اند، همانا دودمانِ خوبی را چشم‌وچراغ اند و گلزارِ نکوئی را صبح و نسیم. دلکشا نامهٔ مهر پیوند در گیرنده به غزلے چند به ورودِ خویش نه درے بروی دل کشود که شاهدانِ راز ازآن راه به نهانخانهٔ ضمیر در نیایند. خواهش سلک و اصلاح مهر افزود چندانکه دیده بدان سواد ذو ختم، نازیبا صورتے به‌نظر در نیامد. هنجار و روش خود از نیروهای درونی ست. آرے نیِ خامه در بنانِ هرکس خرامے دیگر دارد. آموزش را درین پرده ره نیست و اگر گویند هست، برآئینه میتوانم گفت که نیست، مگر به همنشینی و همزبانیِ آموزگار و بسر بردنِ روزگار در سره کردنِ گفتار. چون صحبت صورت ندارد و گفته آمد که هرچه به هر نمط گفته اند نه غلط گفته اند. می باید حلقه بر دل زد و همت از مبدءِ فیّاض دریوزه کرد. به‌کثرتِ مشق

و فراوانیِ ورزش و پیرویِ راهروانِ راهدان کشایشهائ
روی خواهد نمود و اندیشه را دستگاه و گفتار را سرمایه
خواهد افزود - دانش و کنش یاری دهِ یکدیگر باد - از اسدالله
نگاشته شنبه، بست وهشتمِ صفر ۱۲۶۹ هجری -

به نامِ خواجه ظهیرالدین خان بهادر

یزدان را سپاس که خواجه رہی‌پرور است و ازآن رو که بنده را خواجه‌پرست آفریده اند ، اگر در گزارشِ ایزدی سپاس خواجه را با خویشتن ہمزبان خواہم نیز درخور است ۔ با آنکه در آشنائی و مہرافزائی حکایت بے شکایت نمک ندارد ، چون خود به نگارش خامه نفرسوده باشم ، نسزد که از دوست گله‌سنج بوده باشم ۔ گفتارِ من در نامهٔ پیشین با عالیجاہی انور الدوله بہادر آن بود که از مخلصان پناہی خواجه ظہیرالدین خان بہادر و امیدگاہی نواب سید محمد خان بہادر چرا سخن نراندند ۔ بارے رسیدنِ مکرّمی حافظ نظام الدین آنہمه گردِ ملال از پیشگاہِ دل رفت و کشایشِ نوردِ صفوت نامه درآن ساحت بساطِ انبساط گسترد ۔ روزگارِ نگرانی سرآمد و دولتے که دل میخواست از در درآمد ۔

چشم دارم که به نظرگاہِ عطوفتِ نوابِ فرخ القاب از جانبِ من زمین بوسند و به پاسخِ سلامے که به من نبشته اند بندگی عرضه دارند ۔ دیده بکفِ پایِ عرش پیمایِ سودن و فروریختهٔ کلکِ گہربار ہم از زبانِ پروین‌نشان

شنودن آرزو دارم ـ والاجاهِ عالیشان **خواجه معین الدین خان بهادر** را گردِ سر گردم که بندهٔ برادرِ خویشتن را بندهٔ خویشتن پنداشتند ـ امید که منشها بسویِ مهر رهنمون و مهر از ہر دو سو روز افزون باشد ـ منتت می‌پرستم و سلامے که در فروتنی از بندگی گذرد میفرستم ـ فرخ اخترِ فرخنده‌گہر **خواجه عبدالله خان بهادر** که اگرچه از رویِ نگارش پدید نیامد که کیستند ، امّا از گزارشِ **حافظ صاحب** ہویدائی گرفت که بوستانِ جاه را خرامنده سرو اند و آسمانِ دولت را تا بنده ماه ـ نامه‌نگار را به ثناخوانی و دعا گوئی پذیرند و اگر به‌تلافیِ سلامے که فرستاده اند جان برافشانم ، بر بے بضاعتی و کم خدمتی خرده نگیرند ـ دولت با پاینده و روزہایِ خوش پیاپے آینده باد ـ نامه نگار **اسد الله** ـ

به نواب علی بهادر مسندنشینِ بانده

به حضورِ موفورِ السرور جنابِ همایون القاب نواب صاحبِ جمیل المناقب عظیم‌الشان قلزمِ فیض و محیطِ احسان دام اقباله، که برآئینه امیدگاهِ گوشه نشینانند نی خامهٔ بے برگ و نوا را به نوا می آورم ، اما این رازِ دارِ بے زبانان در بندِ نوردِ این نواسنجی همچون نالِ خویش به پیچ اندر است و از من که کارفرمای وہم سراسیمه‌تر است ۔ همانا فراوانیِ آهنگ و انبوهیِ راز در پرده دری است ، ورنه ساز را که به هر زخمه زمزمه فرو ریختن خوبیِ اوست چه باک از نواگستری ست۔ می سنجم که چون وسادهٔ سروری را به وجودِ مسعودِ خویش رونق افزوده اند از انجا که روشناسِ آن خاندانم و اگر فروتنی نکنم ، میتوانم گفت که از یگانگانم۔ مرا می بایست که آئینِ وفا نگه داشتمے و نامه درتهنیت نگاشتمے ۔ از من آن نشد و یزدان داند که آن نه از ناسازی و بے پروائی بود ، بلکه خود را ناچیز پنداشتم و زحمتِ ندیمانِ بزمِ انس روا نداشتم ۔ اکنون که بحرِ عطوفت موج زد و این همه گهرهای شاهوار یکنایه فرو ریخت ، به حیرتم که

در عذرِ کوتاهیِ ہمّتِ خویش سخن رانم یا دراز دستیِ عطایِ آن والیِ ولایتِ مہر و ولا را سپاس گزارم - ہم غم از دل بردند و ہم دل ربودند - ہم اندوه کاستند و ہم امید افزودند - بارے پاسخِ آن جانفزا نامہ و دلکشا صحیفہ کہ جوشِ جیحون و ریزشِ لآلی عبارت از ورودِ آنست ساز میدہم و بہ ہر جنبشے کہ خامہ را درآن منشورِ رأفت روی داده است بہمدمی دمِ تسلیم نشان باز میدہم -

اوراقِ اشعار را کہ گوئی فردِ فہرستِ گنج خانۂ معنی بود نورد از ہم کشودم و ہر دو مخمّس و مسدّس و غزلیات را فرو خواندم - زہے لطفِ طبع و جدّتِ ذہن و سلامتِ فکر و حسنِ بیان - ہر گاه در آغاز چنین بوده اند بشرطِ دوامِ ورزش و التزامِ مشق حقا کہ در اندک مایہ مدّت علمِ یکتائی خواہند افراشت - فرمان بجای آوردم و آن شاہدانِ معنوی را بہ حکّ و اصلاح آرایش کردم - اگر پژوہشِ این راز و محرمیِ پردۂ این ساز آرزو دارند ، از ریختہ گویان گفتارِ میر و میرزا و از زمزمۂ پارسی گویان کلامِ صائب و عرفی و نظیری و حزین در نظر داشتہ باشند ، نہ در نظر داشتنی کہ سوادِ ورق از دیده بہ دل فرود نیاید ، بلکہ ہمہ کوشش درآن رود کہ جوہرِ لفظ را بشناسند و فروغِ معنی را بنگرند و سره را از ناسره جدا

کنند ـ نسخهٔ **پنج آہنگ** کہ اگر نہ از من بودے گفتمے **فارسی** را قانونے است خردپسند ـ بسا نکتہ ہای ژرف در آن بکار رفتہ است و فراوان ترکیب ہای شگرف و لغتہای نغز بہ نگارش در آمدہ :

راست میگویم و امید کہ باور دارند

دیوانِ فارسی و دیوانِ ریختہ و دیگر از نظم و نثر ہر چہ فروریختۂ کلکِ لا ابالی خرامِ من **است** ، **کافر** باشم اگر یک ورق نزدِ من یا خود نسخہ از آنِ من باشد ـ ہمدمان مسودہ ہا بردند و فراہم کردند و جا بجا بہ کالبدِ طبع فرو ریختند و آنہا را سوداگران بردند و بہ شہرہای دور دست فروختند ـ بہ پذیرفتنِ فرمان مردم را سو بسو گماشتم ـ رفتند و جستند ـ **دیوانِ فارسی** و **دیوانِ ریختہ** فراچنگ نیامد ، مگر نسخهٔ از **پنج آہنگ** یافتہ شد ، چنانکہ آنرا شرمسارانہ بہ عالیخدمت روان داشتہ ام ـ دیگر ہر چہ دست بہم خواہد داد ، روان داشتہ خواہد شد ـ ہر چند از دیر باز بہ گفتنِ ریختہ نمیگرایم و بہ **پارسی زبان** سخن میسرایم ، لیکن چون رضایِ خاطرِ حضرتِ ظل اللہی در آنست کہ اینگونہ گفتار بدان حضرتِ فلک رفعت ارمغان می بردہ باشم ، ناچار گاہ گاہ **ریختہ ہمی** گویم ـ سوادِ غزلے چند کہ ہنوز از کفم بدر نرفتہ بر میدارم و در نوردِ این نیایش نامہ فرو

می پیچم - بنگرند و دل بدان نهند که خامه را اینچنین گفتار و زمزمهٔ این هنجار پدید آید. خامه عیارِ جوهرِ اخلاص میگیرد و نامه به دعا پایان می پذیرد - یارب حضرتِ نوابِ عالیجناب را. که نظرگاهِ روشنانِ سپهراند، بیجگاه گزندِ چشمِ زخمِ روزگار مرساد و چراغِ این دولتِ خداداد تادمِ صبحِ قیامت روشن باد -

به روح‌الله خان

بنامیزد درین ورق که چون سوادِ آنرا بنگرند و نورد از ہم کشایند در یابند که تمنّا را مردمِ چشم است و آرزو را جگرگوشه ـ نخست بخدمتِ خدامِ مخدومِ خادم نواز ،

رباعی :

آن پیکرِ اتحاد را تاب و توان
و آن کالبدِ وداد را روح و روان

نے نے به نتفس زنده کنِ ہمنتفسان
آن ہمنتفسِ مسیح **روح الله خان**

سلامے که گلگونهٔ رخِ پیام تواند بود ، ارمغان میفرستم و سپس پاسخِ نامهٔ مخدوم زادهٔ شیوا شیوهٔ روشن روش ، آن بخوبیِ خوی و به خجستگیِ سرشت نهمین بهشت و به فرتابِ دانش و فروغِ گهر ہشتمین اختر ارزش فزایِ نام و نشان مولوی حافظ **غیاث الدین** خان طال بقاوه ، و زاد علاوهٔ ، میگذارم ـ یارب این ستوده خوی را چه در ضمیر گذشت که نامِ چون منے که رنجِ خاطرِ مناجاتیانم و ننگِ زمرهٔ

خراباتیان بر زبانِ کلکِ دلاویز صریر گذشت ـ اینکه درنامهٔ خویش غالبِ گمنام را که در نکوہیدگی نام آور است ، بہ فروہیدگی ستوده اند ـ اگر غلط نکنم ، از غلط نمائیهای فرزانهٔ یگانه میر قاسم علی خان صاحب خواهد بود که ذرّه را بہ خورشیدی ستوده باشند و قطره را دجله وا نموده ـ من که دوستان را دوستِ وفا پیشه ام از دیر باز درین اندیشه‌ام که مخدومی رہی پرور خواجهٔ فرخنده فر کجاست ـ بہ رسیدنِ این خامه که در نوردِ نامهٔ شفیقی وحید الدوله بهادر رسید ، نیز ندانستم که نیرِ ورودِ سید صاحبِ غالب ستای بہ سر زمینِ کانپور تافته است یا خود این نامه که از جانبِ شماست از شارستانِ لکهنئو روانی یافته دلِ سودا زده از کشاکش نرست و نگرانی بجا ماند ـ چون بہ زبانِ خامه در فرستادنِ نامه راهِ سخن کشوده اند ، چرا چنین نکنند که عنوانِ نامه بہ نامِ من نگارند و ہم از آنجا در ڈاک روان دارند و آن نشانهای روشن که مرا برعنوان می باید نبشت بر من بر شمارند ـ بازی بدین یک کرشمه که محبت درکارِ من کرد و بدین فسون که نوایِ خامهٔ شما بر من دمید ہم دیده دیدارجوی آمده است و ہم زبان آفرین گوی ـ در قلمروِ شادی و شادمانی فرمانروا باشند ، والسلام مع الاکرام ـ

به میر واجد علی خان بلگرامی

مصطفوی گهرا ، در پردهٔ سلامے کہ می فرستم خود به ہمایون انجمن می رسم و می گویم کہ اگر تکرارِ تجلّی رواستے اندیشہ از رسیدنِ دومیں نامہ ہمین خواستے - بارے آن حرزِ روان آسایِ توان فزا رسید و در بُنِ ہرموی تن جداگانہ جانے دمید - مبالغہ نپندارند اگر درین بار نیز ہمان دشوارپسندی بکار میرفت ، خواہش کارفرمائی نمیگرفت و من از شرم آب گشتمے و خود را از سر گذشتمے - چون کار برکارگزاران آسان کردند ، آفرین گفتم و سپاس پذیرفتم - گذشتنِ نظم و نثر به پیشگاہِ خداوندِ افسرو گاہ و ہرچہ ہنگامِ گذراندن در شناساگری گفتہ آمد و در شنیدن از شناماوری بر زبانِ معجز بیان رفت خود از عبارتِ توقیع و بشارتِ ارمغان پیداست۔ ہرزہ خروشی درخدمت فروشی آئینِ آزادگان نیست۔ یزدان جز داد نپسندد و داد آنست کہ **غالب** نہ تنہا درین کار کوشش کرد ، بلکہ **احترام الدوله** بہادر شریکِ **غالب** است - نے نے از من به دستورِ فرزانہ رساندن و ازان یگانہ به شہنشاہ گذراندن - خواہشِ من جز نکوئی نیست و کیست

که نکوئی نخواهد و پهانا آن میخواهم که دانا دلِ همه دان و دیده ورِ همه بین مولانا ظهیر الدین نامهٔ بنامِ نامیِ ستودهٔ نام آور بدانسان که فرزانگان را سزد بر نگارند و در نوردِ صحیفه که شمارا به پاسخِ این نگارش به من میباید نوشت سویِ من روان دارند - سوادِ این نظمِ نامنتظم که برین دو ورق در نظر ها سیاهی میکند اگر نه در خورِ آنست که خدّامِ مولانا را از نظر گذرد ، لیکن اگر حکایتِ من قال بجایِ خود بگذارند و برعایتِ ما قال بگذرانند ، جا دارد -

به نام میرمهدی

۱

نورِ چشمِ جهان بینِ من که جهان را به رویش دیدمے
از من به آفرین خوشنود باد ـ فرستادنِ مزد انتظار پیش
ازان که نگرانی بر دل گرانی کند ، شادی افزود و بهانا
حقِ آرزم دیدهٔ دیدار جوی نگه داشتند و از سوادِ نامه
سرمه ارمغان فرستادند ـ خوبیِ شهرِ جیپور و شیوائیِ شیوهٔ
والی شهر دل نه چنان از جا بر انگیخت که اگر بیخود
بدانسوی نشتابم ، خود را از سرزنشِ خویش نگاه توانم
داشت ـ اینچنین گہرہایِ گرانمایہ از معدنِ آفرینش نه زود
زود می خیزد ـ مهرِ جهانتاب را در پروی پای تا زانو
سوده گردد تا بدین آب و رنگ گوہرے پیکر پذیرد ـ بهانا
چون دو ہزار سال بر فرمان روائیِ بکرماجیت گذشت ، مهاراجه
رام سنگھ بهادر آفریدند تا جهانیان بدین دیدن بدان شنیدن
گروند و دانند که سیرِ چرخ و انجم بیکار نیست ـ یزدانِ
دادگر اینچنین فرماندهِ حق شناسِ حق پژوه را زندگیِ جاوید

بخشد و میر احمد حسین و میرزا قربان بیگ نامهٔ شما را خواندند و به ذوقِ شربتِ بفتصد من نبات ہر دو تن را آب در دہن گشت ـ سخن از بادهٔ ناب نبود ، ورنه مرا نیز دل از جارفتے ـ فرمانِ شما بجا می‌آرم و ہفت بیت که پریروز بنظرگاهِ خاقانِ سپہرآستان گذرانده ام بر حاشیهٔ مکتوب می نگارم ، والسلام ـ

۲

نزدیکان را نشاط و دوران را بشارت که شاه فرمان داد و حاجت روائی ِ بارگاه ِ سخن‌گستران را ایوان ِ نظارت نشان داد که روز ِ آدینه بست و پنجم ِ فروری بدان خجسته نشیمن بیائید و جام ِ سخن بریکدگر پیمائید ۔

گروہے از شاہزادگان ِ بابریہ و تنے چند از آزادگان ِ شهر فراہم آمدند ۔ جا بر مردم تنگی کرد ۔ گوئی پیکر اندر پیکر ہمی خزید ۔ نخست سلطان الشعرا شیخ محمد ابراہیم ذوق زخمہ بر تار زد و غزل ِ سلطان را بدان نوا برخواند که زہرہ از سپہر فرود آمد ۔ سپس شاہزادہ یوسف دیدار ِ ہمایون آثار میرزا خضر سلطان بہادر غزل ِ طرح بدان لحن سرود که پنداری پروین بر بساط ِ بزم افشاند میرزا حیدر شکوہ و میرزا نور الدین و میرزا عالی بخت ِ عالی را ساز ِ سخن بلند آہنگ شدہ ۔

غالب ِ آشفتہ نوا که بر پہلوی ِ عالی جاداشت دہ بیت از خویشتن خواند ۔ محوی نام امردے از مے آشامان ِ خمکدۂ صہبائی نشید ِ مستانہ زد ۔ میرزا حاجی شہرت کہ بیش ہفتاد

بیت در زمینِ طرح بر سامعهٔ انجمن‌نشینان عرضه داد ـ من به بهانهٔ آب تاختن از بزم بیرون آمدم و راهِ غمکده گرفتم. درِ دکانها کشوده بود و چراغها روشن ـ همانا نیمه از شب نگذشته بود که بر بوریای بینوائی دورِ جام دادِ روانی داد ـ باده آشامیدم و ختمِ بامداد به ارک همایون روی آوردم ـ هر چهار سلطان زاده که نامِ نامی آنان بر زبانِ قلم رفت زمزمهٔ شبانه تازه کردند ـ من نیز غزل دوباره خواندم. از همدمان شنیده شد که شب در هنگامه سرآمد و نزدیک به دمیدنِ سپیدهٔ سحر بر شکست ـ گویند سلطان الشعرا پایانِ انجمن دو غزل از خویشتن سرود ، اما نه در طرح ـ امروز بست و یک روز در نوروز باقیست تا بلبلِ طبعِ مرا به کدام نوا در خروش آورند ـ در نامهٔ شما سخنے که دل‌را از جای بر انگیزد نبود و این خود غلط است که اجنٹ به جے پور همی آید ـ آرے نمی آید ـ از گوالیار به اجمیر می رسد و هم درآن بقعه می آساید ـ دو غزلِ پیشین وسومین این غزل ، شمارا که منع میکند که پیشِ راجه نخوانند ؟ چرا نخوانند اگر توانند ، بخوانند ، بلکه این کاغذ که من می فرستم بگذرانند ـ نے نے ، برادر ، این رای نه نکوست. بمیانجیگریِ راول روشناش شده ام ـ هر آئینه نباید که هیچ نگارش از جانبِ من جز به توسّطِ وے بگذرد ـ شما از

پیشِ خود نیز اگر نگذرانید، خوشتر - شنونده سخنور نیست، سخن‌رس نیست، سخن دان نیست که به شنیدنِ سخنِ نغز دلش از شادی ببالد و از شما سپاس پذیرد و ارمغان را گرامی دارد - مرا خود اندکے خون در سینه گرم شده بود؛ ناگه از جوش فرونشست -

خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم

غزلها را خود نگاه دارید و دیده و گوش را به پژوهشِ راز گمارید و آنچه بشنوید و بنگرید، بمن نگارید - **جان‌لارنس** که کلکٹر و مجسٹریٹِ دہلی دیار بود، کہین برادرِ این **ہنری لارنس** است که توقیعِ اجنٹیِ **راجستان** دارد و ہمیدون در قلمروِ **لاہور** کمشنر است و فرمان‌روایِ بزرگ است - این را از که پرسم - جہانے داند و من نیز ہمی دانم- بیا برادر، ہمه را بگذار و از ہمه بگذر و غزلِ طرح بنگر-

بنامِ مولوی عبدالوہّاب لکھنوی

بخدمتِ خدّام پس از پذیرفتنِ سپاس، یادآوری سخن در آن می رود که از آنجا که به سرزمینِ آگره پانهاده اند و آن خاک مسقطالرأسِ من است ۔ اگر گویم که ہم ازینجا سر بدان پای سوده ام ، جا دارد ۔ خواہش آنست که ہنگامِ رویِ آوردن بسویِ لکھنئو سازِ نوازش بہ‌جنبشِ زخمۂ خامہ دگرره بہ نوا آیدو پس از رسیدن بدان خجستہ‌شہر ہرگاه بہ‌فرگاہِ خداوند گرایند ، نخست خود را در من محو کنند و چون ہمہ من شده باشند ، خواجہ را گردِ سر گردند و زمین بوسند و پیامِ گدا در حضرتِ سلطان‌العلماؒ بدین سان برگزارند که این دل نام قطرۂ خونِ خام تواترِ پرسشہای ِ اندوه‌اندوز بر نتافت ۔ ناگزیر بہ نبشتنِ قطعہ کہ مصرعِ چارمینش اینست ۔

آمده سالِ رحلتش "داغِ جگرگداز ، ہای"

رخِ صفحہ را بہ خونِ جگر اندوده و نیز آن خواہم کہ ہرگونہ کہ خداوند را نگرند و ہرچہ از زبانِ خداوند شنوند ، بزبانِ خامہ بامن بازگویند ۔ نواب محمد علی خان بہادر را بہ‌فرزانگی و یگانگی می ستایم و بہ‌مشاہدۂ سلامے کہ از رویِ نگارشِ مخدوم

پدید آمد که بەدستِ چپ و ازان رو که دل ہم درین پہلوست ، گوئی از تہِ دل نگاشتہ اند ۔ بر آن بنانِ پروین‌فشان روان می فشانم ۔ گویند در گردانِ عرب دلاورے بود طاہر نام کہ درکارزار بہر دو دست یکسان تیغ می زد ۔ آنرا ذوالیمینین می خواندند ۔ ہرآئینہ آن ذوالیمینینِ سیف بود و نواب کہ بہ ہردو دست ہرگونہ خط می نویسند ذوالیمینینِ قلم اند ۔ یارب مشفقی مرزا حاتم علی مہر را چہ در دل فرود آمد کہ پس ازآن کہ درِ نامہ و پیام باز بستند پایانِ این ورق را بەدستخطِ خویش از سلام طراز بستند ۔ حسنِ اخلاق توان گفت ۔ آرے ، حسنِ اتفاق است کہ درآن انجمن بودند ۔ چون شنودند کہ نامہ بسویِ کہ میرود ، گفتند چہ بہ ازین کہ ما ہم سلامے نبشتہ باشیم ۔ ناچار منِ بیچارہ را باچنین دلے کہ از گلہ لبریز است ازان نگزیرد کہ سلامِ مہر از راہِ مہر ہم بسویِ مہر برگردانم تا رسمِ السلام علیکم و علیکم السلام بجا آوردہ باشم ۔

بنامِ سلطان زاده بشیرالدینِ میسوری

رباعی :

عشق است زخس سرخ گل و نسرین را
از تیرگیِ سہا مہ و پروین را
و ز من کہ گدایِ کوچۂ میکدہ ام
جم مرتبہ شہزادہ **بشیر الدین** را

مورِ کفِ دستِ **سلیمان** یعنی بندہ کہ نظر کردۂ سلطانِ بلند آستانست بہسیدنِ نویدِ وصول و بشارتِ قبول در بندِ آنست کہ روزگار را چہ مایہ آفرین گوید و بخت را چہ قدر ستاید زبانِ سپاسگزاریِ **سلطان** کراست ؟ ورودِ شرف‌افزا نامہ بافتادنِ سایۂ شہپرِ ہما ماند کہ چون‌منِ غمزدہ را فرمان‌روایِ مصرِ شادمانی ساخت ۔ ہمانا ، چنانکہ سایۂ ہمایِ ہمایون نشانِ قہرمانیِ مرحلۂ آب و گل است ، این سوادِ سویدا مداد طغرایِ دارائیِ قلمروِ جان و دل است ۔ ورقِ اشعارِ خود ابرے بود دُربار دریا دریا دُر در بارکہ بدان اندازہ مروارید بارید کہ خامۂ چشم صورتِ گنجینۂ گوہرِ معنی گرفت ۔ داد آنست

که اگر دانشوران دادِ سخن دهند ، شهسواریِ میدانِ سخن سلطان راست ، تاغاشیه بردوشِ که نهند ! نامه نگار خود از دیر باز سرِ سخن‌سنجی ندارد ـ نه گهر در ترازوست و نه زور در بازو ـ شست و شش مرحله از مسیرِ عمرِ سبکسیر پیموده آمد ـ پنجاه سال هنگامِ مهرورزی و عشقبازی با نکو محضرانِ دهلی گرم داشته آمد تا درین مدت چه مایه دوستانِ یکدل فراهم آمده باشند ـ ناگاه چرخِ تیزگردان پیوندهای ِ روحانی را بدانسان برید که خون از رگِ جان فروچکید ـ ازان بے مهر عزیزان که همه را نیارم شمرد ، درین تیز بارانِ حوادث و ناسزا کارراز نماندند مگر خستهٔ چند ـ اینک من و به داغِ کشتگان نژند زیستن و بر حالِ خستگانِ خود گریستن ـ خستهٔ دهره دهرم و ماتمدارِ شهر و اهلِ شهر و از نقشهای ِ پیشین در نثر سه ارتنگ است ، پنج‌آهنگ ، مهرِ نیمروز و دستنبو ـ دو تا روشناسِ نظرِ آن والا منظر شده ـ سومین نیزنشگفت که درآنجا رسیده باشد و اگر نرسیده است پس از یافتنِ آ گهی میتوانم فرستاد ـ نظمِ اردو سفینهٔ افزون نیست ـ کلیاتِ اردو آن خود بدان نیرزد که پیشِ فارسانِ مضمارِ فارس آنرا نام توان برد ـ دیگر کلیاتِ فارسی ، بخاطرِ خطیر خطور نکند که کلیاتِ فارسی ما داریم، چه اگر خواهد بود همان دیوانِ منطبعه خواهد بود که یک نیمه از کلیات است ـ

کوتاهیِ سخن، **دستنبوی** اگر هست، همین گلدستهٔ بے رنگ و بو یعنی **مجموعهٔ نظمِ فارسی** و اگر نیست، هر دو نسخه یکجا فرستاده شود ـ چشم براهم تا چه فرمان رود ـ بےبے، در معرضِ طلبِ کاپتره های فقیر حرفِ پرسشِ مقدارِ قیمت چرا بر زبانِ قلم رفت؟ هنجارِ نوازشِ نیاز مندانِ بے نوا نه اینست ـ بے سرمایه ام، نه فرومایه ـ سخنورم ـ نه سوداگر ـ موئینه پوشم، نه کتاب فروش ـ پذیرندهٔ عطایم نه گیرندهٔ بها ـ هر چه آزادگان فرستند، نذرست و هر چه شاهزادگان به آزادگان بخشند، تبترک ـ بیع و شریٰ نیست، چون و چرا نیست ـ هرچه فرستاده ام، ارمغان هست و هرچه خواهم فرستاد ارمغان خواهد بود ـ شبها شبِ عید و روزها روزِ نوروز باد ـ

به گل محمد خان ناطقِ مکرانی

از غالبِ هرزه سرا به ناطقِ رنگین نوا سلام - همانا از خمار به نشهٔ و از سراب به دجله و از هیچ به همه و از نیست به هست تسلیم - رسیدنِ مهرانگیزنامه بر من فرخ و آن فرخی را در گزارش اندازه ناپدیدار - فرستادنِ نامه سویِ من پنداری مرده راگل بر مزار افشاندنست - لا جرم نشاطِ ورودِ نامه را آن تازگی منجند که روانهایِ از تن گسسته را درآن پاینده گیتی از ارمغانهایِ روحانی روی دهد - نه آن غالبم که دمادم سخن سرودمے و پیوسته در بندِ آرایشِ گفتار بودمے - نه آن غالبم که اگر نه شراب از آب افزون خوردمے ، از غم خون گریستمے و از غصه خون خوردمے ، بلکه آن غالبم که تنم از دل خسته‌تر است و دل از پیمانِ دلربایان شکسته تر - چشم از رمد به پیمانهٔ پر خون مانا و تن از داغ به سروِ چراغان مشابه - درد را بهرِ بنده جداگانه پیوند - خون را بهرِ پارهٔ جگر جوششِ دیگر - بالجمله سر آغازِ پائیزِ پار بود که نخلِ زندگی رابرگریز روی نمود - نه ماه که مدتِ بهم پیوستنِ اجزایِ آخشیچی پیکر است ، در ناسازگاری و رنجوری گذشت و درین روزگار تن از بستر چون

صورت از دیبا هیچگاه جدا نگشت ـ گفتم مگر ـروز فرو رفت و روزگار سرآمد ـ ناگاه ازآن قلزمِ خون بساحل آوردند و نه زنده و نه مرده ، همچنان فرو گذاشته ـ ع

مردار بود هر آنکه او را نکشند

اینجا همدمان نقشے نه بخواستِ من انگیخته اند و مجموعِ گفتارِ مرا از قصیده و قطعه و غزل و مثنوی بهکالبدِ انطباع ریخته اند ـ هرگاه انطباع بهانجام میرسد، یک نسخه بهرِ شما میفرستم ـ تأملے که بدان ناقدِ نقدِ سخن رو داده است حق است ، نخست عبارتِ قدسی مفاوضه نقل کنم ـ سپس پاسخ بر طرازم ـ مخدوم می نویسد که در یک شعرِ مثنویِ درد و داغ کاتب لفظے بصورتِ پنجه به قلم داده است ـ آیا این چه لفظ است، اگر نفس‌الامر پنجه باشد، پس خوک سم دارد نه پنجه و اگر اطلاقِ سم و پنجه به یک محل روا باشد و نزدِ شعرا جائزالاستعمال ، پس اعلام باید فرمود تا پے به حقیقتِ آن برده باشم ـ غالبِ خونین نفس سراید ،

فرد :

راست میگویم و یزدان نپسندد جز راست
حرفِ نا راست سرودن روشِ اهرمن است

به تیزیِ دمِ ذوالفقار و بهفروغِ گوهرِ حیدرِ کرار سوگند که هیئتِ پایِ خوک در نظرم نبوده است ـ اگرچه‌این نوعِ آفرینش را

در ویرانه و خرابه ها بسیار دیده ام ، اما ژرف‌نگهی بکار نبرده ام - گمانِ من آن بود که خوک همچون سگ و گربه پای دارد - اکنون از رویِ نوشتهٔ شما در نظر جلوه کرد که خوک سم دارد و پنجه ندارد - کاش نامهٔ شما پیش ازآن که کلیات نقشِ انطباع پذیرد، بمن رسیدے تا درین مصرع

خوک شد و پنجه زدن ساز کرد

بجایِ پنجه زدن بد نفسی نبشتمے- دانم که مرا ازین واقعه غمین نتوان بود- اگر سهو رفته است ور غلط ، در حقیقتِ پایِ خوک رفته است نه در پنجارِ سخن - ناشناسا بودنِ سخنور از چگونگیِ پایِ خوک مرا در زیان ندارد - بر چند ذوقِ همزبانی نمیگزارد که کلک و ورق از کف نهم و نامه انجام دهم ، چون گفتنی بپایان رسید، ناچار ورق در نوردیده آمد ، والسلام -

به مولانا محمد عباس بهوپالی

والا یزدانِ ہست و بود آفرین کہ گماشتنِ وخشور و فرستادنِ منشور از آلایِ اوست بیمر نیایش و آورندۂ گرامی منشور ہمانا ہمایون وخشور را کہ پس از وے ازان ده و دو پیره وخشور کہ بازپسینِ آن گروه با خداوند در نام انبازی دارد بہ ہر ہنگام ہریکے بجایِ اوست بے اندازه ستایش ۔ اگر دربن مرده دلی سویِ کلک و کاغذ گرایش میرود ، بیمنِ توانائیِ آن نیایش و نیروفزائیِ این ستایش میرود ۔ غالبِ سخن گزار را بسا دوستانند کہ سوادِ مردمِ چشم گذرگاهِ آنان نشده و درسیہ خیمۂ سویدایِ دل میہمانند ۔ نیرنگِ روزگارِ دو رنگ نگرستن و بہ‌سرشکے کہ در شدّتِ خنده از چشم کشاید گرستن دارد۔ حاشا کہ این چنین پست پایۂ بلندنام کہ خود از فروماندگی خاک نشینِ یک شہر باشد و بمیانجیگریِ نامہ و خامہ روشناسِ اعیانِ دہر باشد جزمن در دہر توان یافت ۔ از دیر باز نبشتنِ نثرِ بہ پارسی زبان آئینِ من نیست ۔ نامہ‌ہا یکدست بہ اردو نبشتہ میشود ۔ اینک خواجۂ روشن گہر فرخ اثر حق پرستِ حق شناس مولانا محمد عباس کہ ہم ازآن گروهِ پر شکوه است کہ

بامن به‌زبانِ قلم راهِ سخن کشوده اند از **بهوپال** فرمان فرستاد که **غالبِ** فرسوده‌روان در **پارسی‌زبان** بنامِ آن همه دان نامه نویسد ـ یارب این فرمان چون بجای آرم و در نامه چه نویسم ـ بارے جنبشِ خامه لفظے چند که اگر به خواندن ارزد به ستودن نیرزد بر رویِ ورق فرو ریخت ، تا آن ورق بهم پیچیده سویِ کار فرما روان داشته آمد ـ چشمداشت آنکه برگِ سبز از درویش به تحفگی پذیرفته آید ـ

به مولوی محمد حبیب‌الله منشیِ نواب مختار الملک نائب والیِ حیدرآباد

یزدان را به بخشندگی سپاس و بخت را به فرخی آفرین و آرزو را به‌روائی نوید - همانا امید افزا نامه یافته ام که پندارم فردِ فهرستِ کالایِ آلائے است که از فرازستان بروی زمین زی من فرو فرستاده اند، یا گنجنامهٔ گران‌ارز گنجے است که در نا آغاز روز بنامِ من از مهر مُهر برآن نهاده اند - بر آئینه بدین رو نیز شادمانم که رنگا رنگ متاعِ سعادت در راه است و هنگامِ پدید آمدنِ گنجینهٔ مراد نزدیک - هر چند نامه نه منشورِ خدایگانست، نازشِ من به فروغ‌مندیِ این نشانست که نامِ چون منِ گوشه‌نشینے روزِ خوش بینے درآن همایون دفتر نبشته آمد -

فرد :

غالب به خود ببال که گشتیم روشناس
در دفترِ وزیر نوشتند نامِ ما

شگفت آور روداد ے ست گفتنی و بدین مایه گرایش که از دور بر صریرِ خامه گوش نهند سپاس پذیرفتنی - در ماهِ گذشته که

به فضای ِ عمرفزای ِ سال اگست پیشاپیش و صفر از پس همی گذشت - **منتخب ِ دیوان ِ ریخته** که تازه به کالبد ِ انطباعش فروریخته اند در مومین جامه نهاده بهنظرگاه روشنان گذرگاه ِ حضرت ِ فلک رفعت آصف ِ سلیمان منزلت فرستاده ام - چون ورود ِ سامی صحیفه بر اثر ِ ارسال ِ پارسل اتفاق افتاد ، در اندیشه همی سنجم که مگر این نگارش حسب الحکم ِ پیشگاه ِ وزارت بوده است و بمیان نیامدن ِ سخن از رسید ِ **سفینهٔ اردو** و خواهش ِ **مجموعهٔ نظم ِ فارسی** در گیرنده بدین اشارت بوده است که این بکار نیاید ، پیشکش آن باید - ع

زہے تصوّر ِ باطل زہے خیال ِ محال

ماه ِ نیم ماه می خواهند - آن خود اسمے است که مسمّی ندارد - چون از سرنوشت گردن نتوان پیچید ، سرگذشت بازگویم - هر گاه یک نیمه از **پرتوستان** انجامید و **مهر ِ نیمروز** نام یافت ، تا نقش راست کرده آید ، لختے درنگ ورزیده شد - ناگاه کارفرما را روز فرورفت و روزگار سرآمد و دولت ِ دیرینهٔ **ترکمانان ِ قراچاریه** سپری گشت - **ماه ِ نیم ماه** همچون ماه ِ بست وهشت شبه ناپدیدار و نام ِ وے به عنوان ِ بے نشانی در **مهر ِ نیمروز** آشکار ماند - هستی ِ ناپذیرفته را چون پذیرفتم- هر آئینه چون **پنج آهنگ** و **مهر نیمروز** و **دستنبو** دارند ، آنچه اکنون فرستم همان **مجموعهٔ**

نظمِ پارسی تواند بود که جامه گرد آور خود هیچ گاه نداشت و شهریاران هرچه داشتند درین رستخیز نمونه آشوب به یغما رفت۔ پس از تباهیِ این شهرِ آراسته و فرونشستنِ آن گردِ برخاسته یکے از جاهمندان که نامه‌نگار را از خویشاوندانست گردِ پژوهش برآمد۔ چون ژندهٔ پاره پاره بهم دوخته قریبِ پنجاه جزو فراز آورد۔ اینک در بندِ آنم که به بندِ انطباعش در آورند که درین صورت متاع فراوان و خواستاران را یافتنِ آن آسان خواهد بود۔ اگر نقش ننشست نغز دورست۔ نویسندهٔ میجویم تا او بر نگارد و رهی روان دارد۔ دست‌مزدِ کاتب مصرفِ انطباعِ کتاب نیست که برمن گران باشد و دستم بدان نرسد۔ بارے بودنِ خواجه از نامور نشانمندانِ ملازمتِ وزیرِ ارسطو نظیرِ سکندر همتا خود از رویِ نگارشِ سراسر آرشِ نامی نامه‌که بنامِ خود از من به نشانِ دفترِ نواب مختار الملک خواسته اند پیدائی گرفت۔ امید که درویش‌نوازی را پایه فرا تر نهند و رازجوی را آگهی دهند که پیوندِ خواجه با دفترِ وزارت به علاقهٔ کدام منصب و گوهرِ فروزنده از کدام معدنست تا به‌الفاظیکه با اسمِ سامی از روی بایست فراخور افتد دانا شده باشم و سررشتهٔ اضافات را در نهانخانهٔ مافات گم نکنم۔ دیگرآن خواهم‌که رسیدن‌و نارسیدنِ دیوانِ اردو باز دانم و نیز بدانم که طلبِ کلیاتِ فارسی چنانکه گمان برده ام بفرمانِ حضرتِ نوابِ معلی‌القاب است یا همین از

جانبِ جنابِ صحیفه طراز - در ہر دو صورت فرمان‌پذیری آئین خواہد بود ، والسلام بالوف‌الاحترام - سه شنبه ، یازدہمِ ربیع الاول ۱۲۷۸ ہجریِ نبوی -

عرضداشت به اسم سامیِ اشرفِ شاہزادگان میسوریہ اعلیٰحضرت

سلطان محمد بہادر

رباعی :

سبحان‌الله ، شانِ اعلیٰ حضرت
باشد فلک آستانِ اعلیٰ حضرت
خواہم کہ برآن عتبہ ، نہم رویِ نیاز
در زمرهٔ بندگانِ اعلیٰ حضرت

ازآن روکہ آغازِ نگارش بہ تسبیحِ اسمِ مقدسِ باری ست ، برآئینہ این نیایش نامہ ذریعۂ ہزارگونہ امیدواری ست ۔ از جملۂ چشم‌داشت‌ہا یکے آنکہ بر فلک‌زده سخنور بخشایند و عتاب نفرمایند کہ چرا اندازهٔادب نگاه نداشت و چون روشناسِ ما نیست ، بکدام جرأت عریضہ نگاشت ۔ ہانا ورقے چند از مدادِ دودِ دل بہ سواد آورده بود ۔ والانظرے را از بہرِ نظارهٔ آن ہمی جست ۔ خرد نظرگاهِ خدایگانِ ہمہ‌دان نشان داد و گفت اگر تاب بردنِ پیشکش نیست بسرِ رشتۂ بام میتوان فرستاد ۔ گرمخونی شوق بہ رہنمونیِ خرد افزود ۔ فرستندهٔ ارمغان

ہم از دور زمین بوسید و جبین بر آستان سود ۔

فرد :

شادم کہ توئی تا بہ تو ہنگامہ کنم گرم
ورنہ ز کجا یافتمے قیصر و جم را

روشن ترک این کہ در دہ سالگی آثارِ موزونیِ طبع پیدائی گرفت تا لختےسرمایہٴ دید و دانست فراز آمد ۔ زبان اندازِ گزارش و کلک آئینِ نگارش یافت ۔ اکنون کہ عمرِ گذران بہ‌ہفتاد رسید، چنان بخاطرِ ناشاد رسیدکہ مسوّدہ ہایِ پنجاہ سالہ تحریر فراہم کردم و با وجود و عدمِ استطاعت مصارفِ طبع بکالبدِ انطباع در آوردم ۔ ازان نسخہا کہ نگار پذیرفت یک نسخہ بسبیلِ پارسل ارسال داشتہ ام ۔ روزِ روانگیِ عرضداشت و پارسل یکےست ۔ دانم کہ نامہ نخست خواہد رسید و پارسل سپس ۔ اگر پس از رسیدنِ نامہ و پارسل آ گہی نیندوزم و در رسیدن و نارسیدن دو دل باشم ، واے برمن و برروزگارِ من ۔ اینکہ آشکارا پاسخ نمی طلبم از ادبست ۔ نے نے خواہشِ جوابِ نیایش نامہ بعنوانِ حسن طلب است ۔ چاربالشِ عزّ و جاہ بہ یمن وجودِ مسعودِ خدایگانی در پایہ بر تر از اورنگِ سلیمانی باد ۔

خط به نامِ

منشی جواهر سنگھ جوهر

امروز خونگرمی مهرورزے را که از دل رسته و به انامل پیوسته است می جنباند تا به جنبشِ انامل خامه را برفتار آورد ـ همانا از پویه قلم آن خواسته باشد که هرچه در دل است بروی ِ ورق فروریزد ـ فرارسند و دریابند که نامه‌های ِ شما پیهم رسیده ـ پاسخِ آنها نیز هم چنان پیهم به پدرِ بزرگوارِ شما سپرده شد ـ این نامه که امروز می نگارم و می خواهم که بسبیلِ ڈاک روان دارم ، بپاسخ دو صحیفهٔ باز پسین است نگاشتهٔ ۲۲ نومبر و رقم‌زدهٔ ۲۱ نومبر که هر دو بهنگام خویش بمن رسید ـ نخستین چون شوقیه بود ، جواب نخواهد دومین را پاسخ اینست که رقعه مهریِ کامگارِ اقبال آثار **مرزا عباس** طال بقاوه رسید ؛ شادمان ساخت ـ حالِ وے به بزرگان گفته شد تا شادمان شوند ، اگر هنوز **وزیر آباد** نرفته باشد دعایِ من و همگان بهوے رسانند و این نامه بوے نمایند ، تا جوابِ نامهٔ خویش یافته باشد ـ دیگر آن نامه که بنامِ **رای چهجمل** بود سلمه الله تعالی روزِ ورودِ نامهٔ شما بدان

ستوده **خوی** فرستاده آمد ـ شامگاه سوی ِ من آمد و **هیرا سنگهه** را ُمسّد ُعمُره ، با خود آورد ـ نامهٔ شما را که بنام ِ من بود پیش از رسیدنش چاک کرده بودم ـ ورقی بپاسخ ِ نامهٔ شما بمن فرستاد ـ امروز آنرا درین ورق فرو می پیچم و به ڈاک میفرستم ـ درین ہنگامہ که دران مرز و بوم شیوع یافته ، از بهر ِ شما و **عباس بیگ** نگرانی میرود ـ یزدان حافظ و ناصر ِ شما ہر دو تن باد ـ فرایاد ِ شما خواہد بودکه ُکلهی از پوست ِ برّه داشتم ـ حالیاً آنرا کرم خورد و سرم بے کلاه ماند ، اگرچه کلہ نمی جویم اما لنگ ِ ابریشمی چنانکه در **پشاور** و **ملتان** سازند و اعیان ِ آن قلمرو بسر پیچند می خواہم اما لنگیکه رنگهای ِ شوخ برنایانه نداشته باشد و حاشیه سرخ نبود و معهذا پرادزہای ِ نازک و طرازہای ِ نغز داشته باشد و تارہای ِ زر و سیم را دران صرف نکرده باشند و ابریشم ِ سیاه و سبز و کبود و زرد دربافتن آن بکار رفته باشد و غالب که دران دیار این چنین متاع زود و آسان بہدست آید ، بجویند و بهمرسانند و سوی ِ من در ڈاک روان دارند و قیمت ِ آن بردارند، تا بها نخواہند نوشت نخواہم ستد ـ ہدیه و ارمغان آنست که نا خواسته فرستند و آنچه خواستهٔ کسے باشد ہدیه نمی تواند بود ، از گفتار ِ من آن نسنجند که ہدیه از شما نپذیرم ، لا بلکه لنگ را خریدارم و ہر چه نا خواسته باشد آنرا پذرفتار ـ بهر حال در فرستادن ِ لنگ درنگ و در

نگاشتن قیمت تـکلف نکنند و نیز سلام من بشوق تمام بخدمت
سیدی و مولائی مولوی رجب علی خان بهادر سلمه الله تعالیٰ
رسانند والدعأ نگاشتهٔ صبح آدینه یکم دسمبر ۱۸۴۸ع چهارم
محرم‌الحرام ۱۲۵۱ هجری -

۲

چشم و چراغِ دودهٔ مردمی و مردمِ دیدهٔ من منشی **جواهر سنگھ جوہر** را روز افزونیِ دولت روزی باد - دیرست که مارا یاد نکرده اند و ما جگرِ تشنه و خود را بہ زلال خبرے که از کنارِ نامه موسومهٔ **رائے چھجمل** تراود تسکین میدہم - کار مکرمی **مولوی میر اکبر علی** صاحب ساخته باشند چون بسیار نوشته‌ایم دیگر چه نویسم - نبشته ایم که اینان را بجایِ من باید دانست و دانسته‌ایم که دانسته باشند درین قلمرو که شما را فرمانده ساخته اند ، بزرگی دیگر است که او را ہرآئینه گرامی بایدداشت و باوے چندانکه در حوصله وقت گنجد نکوئی باید کرد که ہانا آن بزرگ **مفتی غلام حیدر** نام دارد و آموزگار مرزبان زادهٔ بے پدرست - دیگر فیروزه‌ہایِ کسائی و رسائی او را از **میر اکبر علی** صاحب میتوان پرسید مسودهٔ روزنامهٔ روداد اورنگ نشینان چغتائیه بدست **ہیرا سنگھ** روان داشته ایم و ہنوز از رسیدنش نشان نیافته ایم - اگر رسیده است بنویسید ورنه از **ہیرا سنگھ** بازپرس کنند والدعا از **اسدالله**

جمعه یازدہم جون ۱۸۵۲ء -

۳

جانِ من ،

نامهٔ شما دیر است تا به من رسیده است . پاسخ جو نبودورنه درین روزِ سیاه نیز نبشتنِ نامه دریغ نداشتمے . از روزِ عید بلکه از شبِ عید خاقان رنجور است و تا امروز که یک شنبه بست و سومِ شوال است بهان شدتِ تپ و فواق و اسهال است تا دیگر چه رو نماید و برمن که در سایهٔ دیوارش غنوده‌ام‌چه رود . قصیدهٔ تهنیتِ عید هم خوانده نشد تا به انطباع چه رسد هیرا سنگه فرمانِ شما بجا آورد و در بندِساختنِ زین وستام است ، اما حرکتِ کودکانهٔ وے تماشا دارد . میگویدکه سرمایهٔ من‌که آن نیز عطیهٔ مهین برادراست بیش از ده و دو روپیه نیست و صرفِ ساختنِ زین افزونتر ازین است ، میتوانم وام‌گرفت ، امّا چون ماهِ شوال بپایان رسد مشاهرهٔ آموزگار از کجا دهم ؟ گفتم چون زین ساخته شود ، فردِ حساب بفرست ، برادرت زر مندرجه و آنچه از بهرِ تو قرار داده است خواهد فرستاد . از اسدالله .

به نامِ دوتن از فرزانگانِ پنجاب

آن یکے سپہر مردمی را مہر و آن دیگرے ماه یعنی ہمایون پایہ **مرزا محمد خان** و ہما سایہ **مولانا مفتی برکت الله** کہ ستایش‌گرِ **غالبِ** آشفتہ‌نوا بوده اند ہمانا خود را بہ صفتِ درویش‌نوازی ستوده اند۔ خریداریِ دکانِ بے رونق کارِ نیکویانست ہر چند صفاتِ حسنۂ انسان را از رویِ شمار اندازه پدیدار نیست ، اما عدل و بذل را سرآمدِ نیکوئی‌ها شمرده اند چنانکہ **فردوسی** فرماید :

تو داد و دہش کن فریدون توئی

حضرات دربارهٔ **قاطعِ برهان** و منکرِآن شیوهٔ داد و دهش ورزیده اند و از راستی و درستیِ سخن و دهش بخشیدن تسکین بہ‌منِ فقیر ۔ تا بہ‌گیتی خواہد زیست ثنا خوان شما و دعا گویِ نور نظر **منشی جواہر سنگھ جوہر** کہ ہرآئینہ باعثِ روشناسیِ من با عزیزان است خواہد بود ۔ دو شنبہ بستمِ ذی قعده ۱۲۸۱ھ **غالب** ۔

به نام آغا محمد حسین ناخدای شیرازی

نخلبندِ حدیقهٔ تحقیق آبیارِ گل و نهالِ و گیاه
ناخدایِ سفینهٔ معنی آن محمد حسینِ والا جاه
سویِ من تا گرفت روی آورد بر سرم گل ز نامه زد ناگاه
رندی و راستی شعارِ من ست مومنم لا الٰه الا الله
به ستودن اگرچه شادم کرد من همان ناکسم، سخن کوتاه
من که می رنجم از نگه که مرا در نظر نیست غیرِ روز سیاه
ویژه در آرزویِ دیدنِ اوست که نگه داشتم به دیده نگاه

قلمروِ مهر و وفا را دادپیشه داور آغایِ نام آور که سخن در ستایش این تاهوکش یاهوسرای سروده است - همانا خود را از رویِ انصاف بشیوهٔ خسته‌نوازی و درویش‌ستائی ستوده است - یادآوری را قدردانی آنگاه پنداشته باشم که بر خود گمان کمالے داشته باشم - از آنجا که از عزّ و جاه بهره و از علم و هنر نشان ندارم ، هر آئینه ازان نگزیرد که سپاسِ قدر افزائی بجا آرم - نگارش خواجه دوبارهٔ نکوئیِ قاطعِ برهان نامه نگار را بشگفت زار افگند ، چه این سواد نا مقبولِ طبایعِ دانشمندان هند افتاده است - دعویِ مرا مسلّم نمی دارند و گفتار مرا نمی پسندند و ازآن میان یکے که در زور آزمائی و

مردم‌گزائی شیرِ شرزه و مارِ گرزه را ماند بے ہنرے خیره‌سرے از پارسی نا آگہے و از تازی بیخبرے ۔ چشمش چنان فرو گرفت که ہمچون‌دیوانگان کف برلب آورد و ازآن کف بدانسان که تگرگ از ابربارد یخچهٔ چند فرو ریخت ۔ خواجه سنجیده باشد که چه گفتم و ازین چه خواستم ۔ فرومایهٔ کتابی نوشت و درآن‌فردکاس نامه جامعِ برہان قاطعِ را که یکے از عوامِ دکن است ہمه دانی نام گرفت و غالب را که جز زباندانیِ فرزانگانِ پارس گناہے ندارد بزبانِ خامه بباد دشنام گرفت ۔ مبالغه نپندارند و چنان اندیشند که چون مخنثان در ستیزه‌کف برکف زنند و از قومِ ہنود در موسم هولی سوقیان به پلنگ و دائره دف زنند چه‌گویند ہمان گفت بلکه لختے ناسزا تر ازان گفت ۔ حیف که گیتی را بداوری‌گاهِ سخن چون میر علی شیر محتسبے و چون مولوی جامی مفتئے نیست تا این آدم پیکرِ دیو سار باد افراهِ نکوہشِ بیجا و کیفرِ نفرینِ نارو ا یافتے ۔ ناچار بدینمایه خوشنودی که ہرگاه ہوشمندانِ سخندان این نگارشِ بی آرش را خواہند نگریست باد بروتِ آن شعر از شعر نشناس موجبِ ریش خندِ وے خواہد بود ، خود را تسلی دادم ۔ گلهٔ دشمن پیشکش از دوست ہمه آن می خواہم که چون رسمِ نامه‌نگاری از ہر دو سو بمیان آمد ، دیگر این سلسله از ہم نگسلد و آمد و رفت نفس آسا متواتر و متوالی ماند ۔ سنشهایِ یکدگر مهر گرای و مهرِ درمیانه ہم جاوید پای باد ۔

به نامِ نامیِ میر غلام باباخان صاحب بهادر

عالیجاها والا پایگاها ،

ورودِ قدسی صحیفه دل را توان و تن را روان افزود ۔ الله الله خریدارانِ دکانهایِ بے رونق چنین می باشند که درویشے دلریشے اندوهگینے گوشه‌نشینے را به نامه یاد آورند ۔ به دہلی مہرِ سپہر در پرتو گستری تابش از ذرهٔ خاک دریغ ندارد و ابرِ بہار که گل و لاله و ریحان را پرورد بر شوره‌زارِ نرگسستان بارد ۔ امید که سپس در فہرستِ مخلصانِ خالص الاخلاص نامِ من نبشته شود ۔ سیّاحِ جہانگرد را بندِ گران برپایِ زمین پیمای نہاده اند ۔ چنان کنند که دوشِ وے زیرِ بار تیمار عیال نفرساید و از بندِ اندوه آزاد باشد ۔ دانم که ہم چنین خواہد بود ۔ فراوانیِ محبت برین داشت ، والسلام بالوف الا حترام ۔ روز افزونیِ مہر را طالب ، فلک زده غالب ، ۱۲ ، شنبه ہفتمِ مئی ۱۸۶۴ء ۔ فقط ، اڑا جاؤں ، کیا دیوانه ہوں ۔ لاکھ لاکھ شکر ہے که میں آپ کی عنایت سے بزرگوں کی دعا سے خوش و خرم ہوں اور

اپنی عزت اور آبرو سے بسر کرتا ہوں ۔ خدا ایک وقت تم کو یہاں لاوے تو سب حال کھل جاوے ۔ زیادہ کہنا زیادہ ہے ۔ فقط

نامه به نام نامی

منشی نولکشور صاحب مالک مطبع اوده اخبار

بنامیزد امروز سخن میگویم با کسے که دیده رویش نادیده است و دل به مہرش گرویده ، دیده دیدارجوی اوست و روی دل به سوی او ۔ برسر سواد این نامه که از دوست به من رسید ، میان مردم چشم و سویدای دل ستیزه روی داد ۔ آن ہمی خواست که ہمه او را باشد و این می جست تا ہمه برباید ۔ من درمیان آمدم و از پرخاش باز داشتم تا یکے بہره برگرفت و آشتی پدید آمد ۔ دیده را فروغ مبارک و دل را فراغ ارزانی ۔ در پارسی زبان بسا سخن گفته ام و ہم نامه ہا نگاشته ۔ اکنون که دل از ناتوانی سگالش بر نمی تابد ، کار برخود آسان کرده ام و ہرچه می باید نبشت در اردو مینویسم ۔ گوئی گفتار درنامه فرو می پیچم و بہر دوست می فرستم ۔ حاشا که در اردو زبان تیز سخن آرائی و خودنمائی آئین باشد ۔ آنچه با نزدیکان توان گفت ، به دوران نوشته میشود ۔ مدّعا ہمان گزارش مدّعا ست و دیگر ہیچ ۔ اینک فرمان شما پذیرفتم ، و در نامه

به پارسیِ آمیخته به تازی سخن گفتم ـ سه نسخه در نثر دارم پنج آهنگ و مهرِ نیمروز و دستنبو ـ نشگفت که در لکهنئو نیز مردم این نامه های نامی داشته باشند ـ اگر ذوقِ نگریستنِ نگارشِ پارسی دارند ، چرا این سوادها را فراهم نیارند ـ مرا خود هنگامِ آنست که با کافور و کفن کار افتد ـ شصت و پنج سال زیستم و پنجاه سال سخن گفتم ـ آخرِ هر آغاز را انجامے هست ـ رسیدنِ اوده اخبار ازان سو در هر ماه چهار بار و رسیدنِ زر ازین سو در هر سال دو بار ، اگر منظور دارند ، منظور است ـ به اقبال نشان ، میان داد خانِ سیّاح دعا میفرستم و به دوستے گفته ام تا به پارسی غزلے چند نوشته دهد ـ همینکه بمی آرد به سویِ شما روان می دارم ـ نگاشته و روان داشتهٔ چهار شنبه ۱۸ ماهِ جولائی ، ۱۸۶۰ع ـ

خاتمهٔ پنج آہنگ

یزدان داند و مدّعیانِ دانش را توفیقِ دانستن دہد تا دانید که خامهٔ **غالبِ** سیه نامه مسلکِ دشوار گذارِ **پارسیِ** آمیخته به **تازی** را به کدام دلآویز رفتار پیموده است ۔ درین شصت و ہشت ساله زندگی که جزو در بازی و کل در سخن طرازی گذشت و بسا گزین روشہا در نثر نظر فروز آمد ، از دو سال در بندِ آن بوده ام که نگاشته ہایِ گذشته را بہرِ شیوه‌ربایان فراہم آورم و دیگر در خامه‌فرسائی اندازِ خودنمائی فروہلم تا درین روزگار که سنینِ ہمایونِ ہجریه ، ہزار و دو صد و ہشتاد در شمار آمد ۔

روشن دلِ فروغانی گہر مہرورزِ آزرم‌گستر منشی **نولکشورِ** نام آور را بدین ویرانهٔ **شاہجہان آباد** نام‌گذار افتاد ۔ از آنجا که درویش نوازی خویِ اوست ، به کلبهٔ احزانِ من روی آورد ، به شادمانیِ دیدارش خود راچشم روشنی گفتم ۔ مجموعهٔ نثرہایِ پیشین که این صحیفه یکے از آنہاست ، از والا برادرِ ہمایون فر نواب خجسته القاب **ضیاء الدین خان بہادر** ، آن سپہرِ

عزّ و جاه را رخشان نیّر و آن بهر اوجِ سروری آفتاب ذرّه پرور

به دین و دانش و دولت یگانهٔ آفاق
به عمر کهتر و از روی رتبه مهترِ من

اگرچه اوست ارسطوی و من فلاطونم
بود به پایه ارسطویِ من سکندرِ من

به سپنج گرفت و باخود به لکهنئو برد تا این کلامِ تا مطبوع را به پیرایهٔ طبع آراید ـ بر دقیقه رسان هویدا باد که درین عبارت از جزو شانزده و از کل پنجاه مرادست ـ بهانا اشارت به قاعدهٔ شمارِ اعداد است و چون دو سال برآن فزون گردد هژده سال پیکر پذبرد و پنجاه سال نیِ بے برگ را به هنجارِ اورامه سرایانِ پارس به نوا داشته ام ـ

اکنون آن روش نرو گذاشته ام ـ سپس مافی‌الضمیر را که بر یارانِ نزدیک و دور عرضه باید داد ، در زبانِ اردوی و آن هم سرسری و از تکلّف بری رقم خواهم کرد ، تا زندگی آسان گردد ـ

غالب بریدم از همه خواهم که زین سپس
کنجے گزینم و بپرستم خدای را

فقط ـ

اشاریه

اسامی و القاب و مناصب اشخاص و اسامی قبائل

اقوام و ادارات

اسامی جغرافیائی

کتب و مجلات و آثار متفرقہ

السنہ

تعلیقاتِ پنج آهنگ

ان تعلیقات میں ہر خط کی تاریخ کا اندراج کیا گیا ہے اور جہاں یہ تاریخ یا اس کا کوئی جزو ہمارا متعین کردہ ہے اسے قلابین میں لکھا گیا ہے۔ اس مقصد سے کہ عبارت پھیلنے نہ پائے اور تعلیقات کی ضخامت مجلس کے معین کردہ حدود سے نہ بڑھے، تاریخ کے تعین میں بحث و استدلال کو ترک کر دیا گیا ہے، البتہ ضروری اشارے کئے گئے ہیں۔ اکثر خطوط کی تاریخ کا تعین انھی مطالب سے ہوتا ہے جو خط میں درج ہیں۔

آہنگِ پنجم

خطوط کے اہم مطالب کے حوالے سے تاریخِ تحریر کا تعیّن

(عنوان میں مکتوب الیہ کا نام ہے ۔ حوالے کے ہندسوں میں پہلا مکتوب الیہ کا ترتیبی شمارہ، دوسرا مکتوب الیہ کے نام کے خط کا اور تیسرا خط کا مسلسل شمارہ ہے ۔)

بنام سید علی اکبر خان متولی امام باڑہ ہوگلی

۱ : ۱ : ۱ ہوگلی کے آموں کی فرمائش ۔

(کلکتے کے سفر سے دہلی واپس آنے کے کچھ مدت بعد کا خط ہے ، اور آموں کی فصل میں لکھا ہے ۔ **غالب** ۲۸ نومبر ۱۸۲۹ء کو دہلی واپس پہنچے تھے ، اس لیے ہو سکتا ہے کہ یہ خط اگلے سال یعنی ۱۸۳۰ء کے موسم گرما میں لکھا گیا ہو ۔)

۱ : ۲ : ۲ **نواب امین الدین احمد خان ابن فخر الدولہ دلاور الملک نواب احمد بخش خان بہادر رستم جنگ کلکتے** روانہ ہوئے ہیں، ان کی مہمانداری اور ہر ممکن امداد کی سفارش ۔ یہ خط **پنج آہنگ** (۱۸۳۵ء) میں ہے ۔

[ستمبر ۱۸۳۴ء]

۲ : ۱ : ۳ **بنام منشی محمد حسن**

یہ خط پنج آہنگ (۱۸۳۵ء) میں شامل ہے -
[اسی مکتوب الیہ کے دوسرے خط سے پہلے کا خط معلوم ہوتا ہے - یعنی ۱۳ ستمبر ۱۸۲٦ء سے پہلے کا -]

۲ : ۲ : ۴ اس خط سے پہلے غالب نے **سبحان علی خان** کو **لکھنؤ** خط لکھا تھا - ایک عرضی وزیر دربار **اودھ** کو بھیجی تھی اور اس کے ساتھ شاہِ **اودھ** **نصیر الدین حیدر** کی مدح کا قصیدہ - یہ خط عرضی اور قصیدہ، تینوں چیزیں **راجہ صاحب رام** کے وکیل کو **لکھنئو** بھیجی تھیں اور درخواست کی تھی کہ وزیر دربار **اودھ** **روشن الدولہ** کے ملاحظے میں لائی جائیں تاکہ قصیدہ شاہ **اودھ** کے دربار میں پیش ہو سکے- یہاں جس قصیدے کی طرف اشارہ ہے اس کا پہلا مصرع ہے : گربہ سنبل کدۂ روضۂ رضوان رفتم

غالب نے **راجہ صاحب رام** کو ایک رقعہ لکھا کہ **لکھنؤ** میں اپنے وکیل کو ہدایت کریں کہ **سبحان علی خان** کے نام کا خط اور مذکورہ عرضی اور قصیدہ مکتوب الیہ **منشی محمد حسن خان** کو بھیج

دیں ، لکھنؤ غالب کو پہنچے پورے چالیس دن ہو گئے تھے لیکن دربار میں رسائی نہ ہوئی تھی ۔ یہ خط پنج آہنگ (مطبوعہ ١٨٤٩ء) میں ہے ۔

[چہار شنبہ ١٣ ستمبر ١٨٢٦ء]

٢ : ٣ : ٥ مکتوب الیہ منشی محمد حسن کو عہدہ ملنے پر مبارک باد ، شاہِ اودھ نصیر الدین حیدر کے لیے غالب نے جو قصیدہ کہہ کر بھیجا ہے اس میں بادشاہ اور وزیر دونوں کی مدح ہے ۔ مکتوب الیہ سے کوشش کی درخواست کہ قصیدے کا صلہ ملے اور اطمینان سے کاکتے کی طرف بڑھنے کا سامان ہو ۔ منشی محمد حسن سے درخواست کہ دربار میں قصیدہ گذرانے اور غالب کا حال بیان کرنے کی کوئی تقریب نکالیں ۔ یہ خط پنج آہنگ (مطبوعہ ١٨٤٩ء) میں ہے ۔

[ستمبر ١٨٢٦ء ، ١٣ تاریخ کے بعد کا خط معلوم ہوتا ہے]

٣ : ١ : ٦ بنام مرزا علی بخش خان بہادر

یہ خط سے دہلی فیروز پور لکھا ہے ۔ غالب نواب احمد بخش خان بہادر سے ملنے فیروز پور گئے تھے

تا کہ وہاں سے کلکتے کی طرف روانہ ہوں لیکن وہاں
سے زادِ راہ کے لیے کوئی مدد نہ مل سکی اور پھر
دہلی واپس آنا پڑا۔ اب نواب احمد بخش خان کے
کے نام ایک عرضداشت دے کر میر امام علی کو
فیروز پور بھیجا ہے - یہ خط پنج آہنگ قلمی
۱۸۳۵ء میں ہے -
[کلکتے روانہ ہونے سے پہلے کا خط ہے یعنی
اگست ۱۸۲۶ء سے پہلے کا]

۳ : ۲ : ۷ یہ خط مداری خاں کے ہاتھ فیروز پور بھیجا ہے اور
لکھا ہے کہ میرا سامان مداری خان کے ہاتھ بھیج دیں
اور منا حقہ بردار کے پاس جو چیزیں رکھوائی تھیں
وہ بھی بھیج دیں ، اگر نواب احمد بخش خاں کے
دہلی آنے کی خبر غلط ہو تو اطلاع دیں تا کہ میں
خود فیروز پور پہنچوں ۔ یہ خط پنج آہنگ قلمی
۱۸۳۵ء میں ہے -
[سابقہ خط سے پہلے کا ہے یعنی اگست ۱۸۲۶ء سے
بہت پہلے کا]

۳ : ۳ : ۸ یہ خط کلکتے سے لکھا ہے اپنے کلکتے پہنچنے کی
کی اطلاع دی ہے غالب کو فخر الدولہ نواب

احمد بخش خان کی وفات کی اطلاع ایک دوست میر فضل سوالی خان سے ملی اور پھر کلکتے میں مرزا افضل بیگ اور دوسرے لوگوں سے - نواب احمدبخش کی وفات اکتوبر ۱۸۲۷ء میں ہوئی تھی -
پنج آہنگ قلمی ۱۸۳۵ء میں ہے (بعد از ۴ شعبان ۱۲۴۳ھ [(بعد از ۱۹ فروری) ۱۸۲۸ء]

۳ : ۴ : ۹ یہ خط بھی کلکتے سے لکھا ہے - غالب کا مقدمہ دہلی کے رزیڈنٹ کو دیا گیا ہے - یہ خط پنج آہنگ قلمی ۱۸۳۵ء میں ہے - [بعد از ۱۹ فروری ۱۸۲۸ء]

بنام مولوی صدر الدین خان صدر الصدور

۴ : ۱ : ۱۰ [جون ۱۸۳۵ء سے بہت پہلے کا خط]

۴ : ۲ : ۱۱ اس کا گلہ کہ مرزا اسد بیگ کا کام کر دیا لیکن مرزا زین العابدین خان کے لیے سفارش قبول نہ کی ، مرزا فضل بیگ کی سفارش غالب کی جس غزل کا ایک شعر اس خط میں آیا ہے وہ ۱۸۳۸ء سے پہلے کی ہے - [۱۸۳۵ءسے بہت پہلے کا خط ہے]
یہ دونوں خط پنج آہنگ ۱۸۳۵ء میں ہیں -

بنام نواب مصطفیٰ خان

۵ : ۱ : ۱۲ اس خط میں غالب نے اپنی [تقریباً] چالیس سالہ

فارسی شاعری کی طرف اشارہ کیا ہے اور خط کے آخر
میں اپنی غزل درج کی ہے جس کا پہلا مصرع ہے :
من بہ وفا مردم و رقیب بدر زد
یہ غزل ۱۸۳۸ء سے پہلے کی ہے - [۱۸۳۵ء]

۵ : ۲ : ۱۳ شیفتہ نے تذکرۂ گلشِ بے خار غالب کا مسودہ
کو بھیجا تھا - [۱۸۳۵ء]

۵ : ۳ : ۱۴ اس خط میں ہے کہ مرزا احمد بیگ تپاں کا انتقال
چار سال پہلے ہوا ہے - تپاں کا سال وفات ۱۸۳۳ء ہے
[یہ خط ۱۸۳۵ء کا ہوا]

۵ : ۴ : ۱۵ غالب نے اپنی جس غزل کا شعر اس خط میں لکھا
ہے وہ ۱۸۳۸ء سے پہلے کی ہے یہ خط جولائی اور
اگست کی گرمی کے زمانے میں لکھا ہے - [؟]

۵ : ۵ : ۱۶ غالب کی جس غزل کا شعر(خاطر دلدار نازک است)
اس خط میں درج ہوا ہے وہ ۱۸۳۸ء سے پہلے
کی ہے - [؟]

۵ : ۶ : ۱۷ خط کے عنوان کا شعر غالب کی جس غزل کا ہے
وہ ۲۱ جنوری ۱۸۳۸ء سے پہلے کی ہے -
شیفتہ سے خط نہ لکھنے کا گلہ ، اس کی تصریح کہ یہ
خط خالص فارسی میں لکھا ہے - ۲۲ اپریل [سال؟]

۵ : ۷ : ۱۸ آموں کی فصل ابھی ختم نہیں ہوئی ہے

[ستمبر اکتوبر سال ؟]

شیفتہ نے آموں کی فصل کے شروع میں آٹھ ٹوکری آم بھیجے تھے ان کا شکریہ ادا کیا ہے -

[اپریل مئی، سال ؟]

۵ : ۹ : ۱۹ پہلے دو شعر رباعی کے عنوان سے درج ہیں۔ ظاہر ہے رباعی کے اوزان سے ان کا کوئی تعلق نہیں - دہلی سے شیفتہ جہانگیر آباد گئے ہوئے ہیں - غالب نے یہ خط انہیں جہانگیر آباد بھیجا ہے -

دوم ماہ رمضان [سال ؟]

خطوط شمارہ ۱ تا ۹ پنج آہنگ (۱۸۳۵ء) میں ہیں -

۵ : ۱۰ : ۲۰ شیفتہ حج کر کے واپس آئے ہیں۔ غالب نے خبر سنی ہے اور یہ خط لکھا ہے -

[شیفتہ سفر حج سے ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۵۶ء ۱۵ فروری ۱۸۴۱ء کو دہلی واپس پہنچے تھے - اس کے چند دن بعد کا خط ہے]

۵ : ۱۱ : ۲۱ خط میں شعر غالب کی اس غزل کا ہے جو انھوں نے یکم ربیع الاول ۱۲۴۴ھ ۱۱ ستمبر ۱۸۲۸ء سے پہلے کہی تھی - اس غزل کے بعض شعر بعد کے ہیں ، لیکن یہ شعر اس تاریخ سے پہلے کا ہے - [؟]

۵ : ۱۲ : ۲۲ شب شنبہ ۱۷ مارچ ۱۸۴۳ء کے مشاعرے کا ذکر
'گریبانم نمی آید' 'دامانم نمی آید' بحر ہزج مثمن سالم
غالب نے لکھا ہے کہ میں نے اسی دن غزل کہی
تھی وہ پڑھی۔ اس کا مطلع غالب نے خط میں
درج کیا ہے۔ اصل خط کے ساتھ پوری غزل ہوگی۔
آئندہ مشاعرے کے لیے طرح دی گئی۔
پنجشنبہ ۲۳ مارچ [۱۸۴۳ء]

۵ : ۱۳ : ۲۳ جمعہ (۲۴ مارچ ۱۸۴۷ء) کے مشاعرے میں
غالب ''ملک نخواست'' ''ملک نخاست'' پڑھی اور پھر
طرحی غزل سنائی جس کا مطلع خط میں درج ہے۔
شاید اصل خط میں پوری غزل لکھی ہو۔ آئندہ
مشاعرے کے لیے ضیاء الدین احمد خاں نیر درخشاں
نے طرح دی ''صد سال می توان بہ تمنا گریستن''
(مصرعہ عرفی)

[شنبہ ۲۵ مارچ ۱۸۴۳ء۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے
کہ غالب نے اپنا ''گریستن'' والا قصیدہ ۳۱ مارچ
۱۸۴۳ء کے مشاعرے میں پڑھا ہوگا۔ یہ معلوم ہے
کہ مشاعرہ ہر ہفتے جمعہ کا دن گذر کر شب شنبہ
کو ہوتا تھا]۔

۵ : ۱۴ : ۲۴ **غالب** مشاعرے میں شریک ہوئے جمعے کے جمعے شنبہ کی شب میں ہوا کرتا تھا ۔ غالب نے اپنا 'گریستن' ردیف کا قصیدہ پڑھ کر سنایا ۔

[شنبہ یکم اپریل ۱۸۴۲ء]

غالب نے اپنی جس غزل کا اس خط میں ذکر کیا ہے وہ ۷ اپریل کے مشاعرے کے لیے کہی تھی اور ۳۱ مارچ یا یکم اپریل کو آزردہ کو بھیجی تھی ۔ [یہ خط شنبہ ۸ اپریل ۱۸۴۳ء یا اس کے چند دن بعد کا ہو سکتا ہے]

۵ : ۱۶ : ۲۵ یہ منظوم خط جو دراصل نثر مرجز میں ہے ، اور مجموعی طور پر بلینک ورس یعنی غیر مقفی نظم کا نمونہ معلوم ہوتا ہے ، نظامی گنجوی کی نثر مرجز کے نمونے پر لکھا گیا ہے ۔

۵ : ۱۷ : ۲۶ خط کے عنوان کا فارسی شعر غالب کی جس غزل کا ہے وہ ستمبر ۱۸۳۵ء سے پہلے کی ہے ۔ جو رباعیاں اس خط میں درج ہیں غالب کے دیوان فارسی کتابت شدہ ۱۸۳۸ء اور دیوان کے دوسرے نسخے کتابت شدہ ۱۸۴۱ء میں نہیں ہیں ، لیکن ۱۸۴۵ء کے مطبوعہ دیوان فارسی میں ہیں [اس لیے یہ خط ۱۸۴۱ء اور ۱۸۴۵ء کے درمیان کا ہو سکتا ہے]

خطوط ۱۰ تا ۱۷ پنج آہنگ (مطبوعہ ۱۸۴۹ء)
میں شامل ہیں ۔

بنام میر اعظم علی مدرس اکبرآباد

۶ : ۱ : ۲۷ عنوان کی رباعی غالب نے جنوری ۱۸۳۸ء سے پہلے کہی تھی ۔ غالب نے اس خط میں لکھا ہے کہ مجھے اکبر آباد کی سکونت ترک کیے سولہ سال نہیں بلکہ بیس سال ہوئے ۔ خط میں مثنوی کا جو شعر درج ہے وہ غالب کی مثنوی چراغ دیر کا گیارھواں شعر ہے ۔ غالب نے یہ بھی بتایا ہے کہ کلکتے سے واپس ہوئے چھ سال ہوئے ہیں یہ خط پنج آہنگ قلمی ۱۸۳۵ء میں ہے ۔ [یہ خط ۱۸۳۴ء کا ہے ۔ اگر غالب اکبر آباد سے ۱۳ سال کی عمر میں یعنی ۱۸۱۰ء میں دہلی آئے تھے تو ضرور پھر آگرے واپس گئے ہوں گے اور ۱۸۱۴ء میں ترک سکونت کر کے دہلی آئے ہوں گے ۔ یہ خط اس بنیاد پر بھی ۱۸۳۴ء کا ہے کہ اُن کی کلکتے سے واپسی ۱۸۲۹ء کے بعد یہ چھٹا سال ہے]

بنام مولوی کرم حسین خاں سفیر شاہ اودھ

۷ : ۱ : ۲۸ فخرالدولہ نواب امین الدین احمد خان اس وقت

لکھنؤ میں ہیں ۔ کلکتے جاتے ہوئے وہاں ٹھہرے ہوں گے ۔ یہ خط ۱۸۳۵ء کے قلمی نسخے میں ہے ۔ [۱۸۳۴]

بنام سبحان علی خان

۸ : ۱ : ۲۹ عنوان کی رباعی جیسا کہ دوسرے شعر سے واضح ہے **غالب** نے **سبحان علی خان** کے لیے کہی تھی ۔ پہلی مرتبہ ۱۸۴۵ء کے مطبوعہ دیوان میں درج ہوئی ہے ۔ مذکورہ رباعی اگرچہ غالب کے دیوان فارسی میں سالہا سال بعد شامل ہوئی لیکن ۱۸۲۶ء میں کہی گئی تھی ۔ تاریخ کے تعین کے لیے اس خط کو سابقہ خط کے ساتھ پڑھنا چاہیے جو **مولوی کرم حسین خان** کے نام ہے) یہ خط پنج آہنگ (۱۸۳۵ء) میں ہے ۔

۸ : ۲ : ۳۰ مکتوب الیہ کی مدح میں شعر نہ کہنے کی معذرت کی ہے ۔ سابقہ خط سے کچھ پہلے کا خط معلوم ہوتا ہے ۔ یہ خط پنج آہنگ (۱۸۳۵ء) میں ہے ۔ [۱۸۲۶ء]

۸ : ۳ : ۳۱ **غالب** نے مکتوب الیہ کو لکھا ہے کہ میرا قصیدہ شاہ **اودھ** کی مدح میں اور اس میں عرضداشت ایک مدت پہلے آپ کو مل چکی ہے ۔ آخر میں امید ظاہر کی ہے کہ مکتوب الیہ کے ذریعے سے قصیدہ شاہ کے

حضور پیش ہو سکے گا اور صلہ ملے گا۔ آخری شعر
غالب کی جس غزل کا ہے وہ جنوری ١٨٣٨ء سے
پہلے کی ہے۔ یہ خط پنج آہنگ (١٨٤٩ء) میں ہے۔
[١٨٢٦؟]

بنام شیخ امام بخش ناسخ

٩ : ١ : ٣٢ غالب نے لکھا ہے کہ میں نے دوسری اگست کو
اپنا منتخب دیوان ریختہ آپ کو ڈاک سے بھیجا ہے۔
لیکن دو مہینے سے جواب کا منتظر ہوں۔ اب ٢٦
جمادی الاول ہے۔ انگریزی تاریخ نہیں معلوم۔ یہ خط
پنج آہنگ (١٨٣٥ء) میں ہے۔
[٢٦ جمادی الاول) ١٢٤٩ھ مطابق ١١ اکتوبر
١٨٣٣ء۔ اس سال ٢ اگست سے ١١ اکتوبر تک
دو مہینے نو دن ہوتے ہیں]

٩ : ٢ : ٣٣ خط میں جو غزل درج ہے وہ غالب نے ستمبر
١٨٣٧ء کے بعد اور جنوری ١٨٣٨ء سے پہلے کہی
تھی۔ یہ خط پنج آہنگ (١٨٣٥ء) میں ہے۔
[١٨٣٧ء]

٩ : ٣ : ٣٤ اس خط میں حسب ذیل اہم واقعات کی طرف اشارہ
ہے (١) غالب کے خلاف دو قرض خواہوں کی ڈگری

منظور ہوگئی ہے ۔ (۲) ولیم فریزر ریذیڈنٹ دہلی
کے قتل کا حادثہ (۲۲ مارچ ۱۸۳۵ء) کو ہوگیا ہے ۔
الہ آباد سے سرکار انگریزی کے چھ حکام میں سے ایک
اس معاملہ کی تحقیق و تفتیش کے لیے دو شنبہ ۱۷ ماہ
صفر (سہ شنبہ ۱۷ صفر؟ ۱۲۵۱ء ۱۳ جون ۱۸۳۵ع)
دہلی آیا ہے ، جس کے دوسرے دن غالب نے یہ کو
خط لکھا ہے یہ خط پنج آہنگ (۱۸۳۹ میں ہے ۔
(۳) ناسخ نے اپنے خط میں سبحان علی خان کی طرف
سے جو کچھ لکھا تھا وہ غالب کے لیے مایوس
کن تھا غالب نے کہا کہ میں صرف اتنا چاہتا تھا
کہ میرا کہا ہوا قطعہ شاہ اودھ کے ملاحظے میں
آجائے اور میرا تعارف دربار میں کرا دیا جائے
غالب نے جو شعر لکھا ہے وہ ان کی ایک
غزل کا ہے جو ۱۸۳۸ء سے پہلے کی ہے ۔
[سہ شنبہ ۱۸ صفر ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۵ جون ۱۸۳۵ء]

۹ : ۳ : ۳۵ غالب نے لکھا ہے کہ ''مرزبان میوات'' (نواب
شمس الدین والی فیروز پور) کو پھانسی ہو گئی
(۱۸ اکتوبر ۱۸۳۵ء) ۔ اب کلکتے کی صدر
عدالت سے کوئی فیصلہ ہوگا ۔ مجھے اس جاگیر سے

سرکار انگریزی کے فیصلے کے مطابق ایک رقم ملتی
تھی ۔ اب دیکھیے سرکار مجھے کیا دیتی ہے ۔ جو
پہلے ملتا تھا وہ میرے حق سے بہت کم تھا ۔ یہ خط
١٨٣٥ء کے نسخے میں شامل ہے ۔
[٨ اکتوبر ١٨٣٥ء کے کچھ دن بعد اور ١٨ جون
١٨٣٦ء سے بہت پہلے جو غالب کی پینشن کے بارے
میں سرکاری فیصلہ صادر ہونے کی تاریخ ہے]

بنام صاحب عالم مرزا محمد سلیمان شکوہ

یہ خط پنج آہنگ (١٨٣٥ء) میں ہے ۔
[؟]

بنام حکیم احسن اللہ خان

١١ : ١ : ٣٦ غالب نے لکھا ہے کہ دیباچۂ **دیوان ریختہ** اور
دیباچہ **گل رعنا** بھیج رہا ہوں ۔ یہ خط ١٨٣٥ء کے
نسخے میں ہے ۔
[١٨٣٣ء تاریخ نگارش دیباچہ **دیوان ریختہ** کے کچھ
بعد کا خط ہے ۔ کلکتے کے ہنگامے کی یاد تازہ ہے]

بنام الف بیگ

١٢ : ١ : ٣٧ **الف بیگ** کے بڑھاپے میں بیٹا ہوا تھا ۔ **الف بیگ**

نے غالب سے نام کی فرمائش کی تھی - غالب نے مندرجہ قطعہ بھیجا -

[جولائی ۱۸۳۸ء کے کچھ بعد کا اور دسمبر ۱۸۴۱ سے بہت پہلے کا خط ہے -] مذکورہ قطعہ غالب کے دیوان فارسی کتابت شدہ جولائی ۱۸۳۸ء کے ایک حاشیے میں درج ہے اور پھر ۱۸۴۱ء کے کتابت شدہ دیوان کے متن میں درج ہوا ہے - اس میں بچے کا نام غالب نے ہمزہ بیگ تجویز کیا ہے- یہ خط ۱۸۳۵ء کے نسخے میں ہے -

بنام مولوی نور الحسن

۱۳ : ۱ : ۳۸ عنوان میں غالب کا شعر جس غزل کا ہے وہ ۱۸۳۸ء سے پہلے کی ہے - غالب مکتوب الیہ کی فرمائش کے مطابق اپنا مجموعۂ نثر انہیں بھیجنا چاہتے ہیں - اس لیے کہ اس کے مؤلف کے بارے میں غالب نے لکھا ہے کہ بھائیوں میں اس سے زیادہ عزیز کوئی نہیں - ظاہر ہے یہ علی خان بخش رنجور ہیں - غالب کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتاب حال ہی میں مرتب ہوئی ہے اور ابھی چھپی نہیں ہے - مکتوب الیہ کے والد سے غالب نے بہت عقیدت کا اظہار

کیا ہے ۔ اس کے علاوہ مولوی **عبدالقادر**، **کریم خاں** اور **گل محمد خاں ناطق** کو سلام لکھا ہے اور مولانا **اکبر علی شیرازی** کو بھی ، جن کا تعارف **نورالحسن** نے اپنے خط میں کرایا تھا ۔ مولوی **عبدالقادر** صاحب سے بھی ، جن کا اوپر ذکر ہوا **غالب** کا تعارف غائبانہ تھا ۔ خط کے آخر میں جو غزل درج ہے وہ خاص طور پر **مولانا اکبر علی شیرازی** کو سنانے کے لئے بھیجی ہے اور لکھا ہے کہ تازہ کہی ہے ۔ یہ خط ۱۸۳۵ء کے نسخے میں شامل ہے ۔

[خط میں جو غزل درج ہے وہ غالب نے ستمبر ۱۸۳۷ء سے پہلے کہی تھی ۔ یہ خط کلکتے **غالب** سے کی واپسی (۱۸۲۹ء) اور ستمبر ۱۸۳۷ء کے درمیان لکھا گیا ہوگا ، اس لئے کہ خط میں **غالب** نے کہا ہے کہ مجھے اس بات کی بے حد مسرت ہے کہ تمھیں اب فارسی نثر نگاری کا شوق ہے اس لئے کہ جن دنوں تمھیں کلکتے میں دیکھا تھا تمھیں پڑھنے لکھنے سے قطعاً دلچسپی نہ تھی ۔)

بنام مولوی حافظ محمد فضل حق

۱۴ : ۱ : ۳۹ **لالہ ہیرا لال** سے معلوم ہوا تھا کہ بروز پنجشنبہ

۲۵ ربیع الاول (۱۲۵۱ھ مطابق ۲۱ جولائی ۱۸۳۵ء)
حضرت صدرالدین آزردہ کے محلے میں ان کے مکان کے
گرد کے مکانات میں آگ لگی تھی، لیکن ان کا مکان
محفوظ رہا ۔ خط میں غالب کا شعر اس غزل کا ہے
جو انھوں نے کلکتے کے مشاعرے میں پڑھی تھی
اور اس پر اعتراض بھی ہوا تھا ۔ آتش زدگی کے
واقعے کی خبر سن کر غالب نے ان کی اور مولوی
عبدالحق (ان کے بیٹے) کی خیریت پوچھی ہے۔ (خط میں
پنج شنبہ ۲۵ ربیع الاول مذکور ہے سال درج نہیں ۔
اس بنیاد پر کہ یہ خط پنج آھنگ کے قلمی نسخے
کتابت شدہ ۱۸۳۵ء میں شامل ہے خط کی تاریخ
تحریر کا سال تقویم کی رو سے ۱۲۵۱ھ مطابق
۱۸۳۵ء قرار پاتا ہے ۔ ایسی خبر سن کر غالب نے
خط دوسرے ہی دن لکھا ہوگا ۔] اس لیے تاریخ جمعہ
۲۶ ربیع الاول ۱۱۵۱ھ، ۲۱ جولائی ۱۸۳۵ء ہو
سکتی ہے یا پھر اس کے ایک آدھ دن بعد ۔]

۱۴ : ۲ : ۳۰ عرفی کے قصیدے کے جواب میں غالب نے ان
دنوں ایک قصیدہ کہا تھا ، جو اس خط کے ساتھ
آزردہ کو بھیجا تھا اور رائے مانگی ہے ۔ یہاں خط کے
آخر میں قصیدے کے شروع کے دو شعر درج ہیں

اصل خط کے ساتھ پورا قصیدہ بھیجا ہوگا ۔

[مذکورہ قصیدہ غالب کے **دیوان فارسی** کتابت شدہ جولائی ۱۸۳۸ء میں نہیں ہے ، دسمبر ۱۸۴۱ء کے نسخے میں ہے ، اس لیے اس خط کی تاریخ تحریر بھی جولائی ۱۸۳۸ء اور دسمبر ۱۸۴۱ء کے درمیان قرار پاتی ہے ۔ یہ خط **پنج آہنگ** کتابت شدہ ۱۸۴۰ء میں شامل نہیں ہے]

بحضور شاہ اودھ (از طرف مبارز الدولہ حسام الدین حیدر)

۱۵ : ۱ : ۴۴ [۱۸۴۰ء سے پہلے کی تحریر ۔]

۱۵ : ۲ : ۴۵ (یہ بھی سابقہ عرضداشت کی نوعیت کی عرضی ہے یا اسی مضمون کا دوسرا مسودہ ہے ۔ یہ عرضی سابقہ عرضداشت سے کچھ پہلے ، یا کچھ دن بعد عرض مکرر کے طور پر ، بھیجی گئی)

۱۶ : ۱ : ۴۶ **بنام مولوی سراج الدین احمد**

[۱۸۳۵ء کا خط]

[اس خط میں ''دیوان فارسی'' اور ''مجموعہ نثر'' کے جو ''منتخب دیوان ریختہ'' کے بعد بھیجا جا رہا ہے بھیجنے کا ذکر ہے ۔ ''مجموعہ نثر'' سے مراد ''پنج آہنگ'' ہے ۔

اس بنا پر یہ خط اکتوبر (۱۸۳۵ء) کے بعد کا ہے -]

۱۶ : ۲ : ۴۷ [۱۸۳۵ء سے پہلے کا خط]

۱۶ : ۳ : ۴۸ ۲۷ رجب [۱۲۴۶ھ] ۱۲ جنوری [۱۸۳۰ء] [۱۸۳۵ء سے پہلے کا خط ہے - اس سال سے پہلے اور سفر کلکتہ سے غالب کی ۱۸۲۹ء میں واپسی کے بعد قمری اور شمسی تاریخوں کا مذکورہ تطابق ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء میں واقع ہوتا ہے -] اس خط میں کلکتے میں وبا (ہیضہ) پھیلنے کا ذکر ہے جو ۱۸۲۹ء میں بھی پھیلی تھی اور پھر شدت سے ۱۸۳۰ء میں بھی -

۱۶ : ۴ : ۴۹ یہ خط پنج آہنگ کے ۱۸۳۵ء کے قلمی نسخے میں شامل ہے -

۱۶ : ۵ : ۵۰ ۱۸۳۵ء کے نسخۂ پنج آہنگ میں شامل ہے - [جس سال مرزا افضل بیگ کو مقرب الدولہ اور خان کا خطاب ملا ہے اس سال ۱۷ ماہ مبارک رمضان [۱۲۴۶ھ] کے چند دن بعد کا خط ہے [مارچ ۱۸۳۱ء] -

١٦ : ٦ : ٥١	١٨٣٥ء کے نسخۂ پنج آہنگ میں شامل ہے۔ [اس سال کا خط ہے جس سال کرنیل ہنری املاک کا انتقال ہوا ہے۔ ٢٧ جنوری ١٨٣١ء سے پہلے کا خط ہے، جو گورنر جنرل کے غالب کے خلاف فیصلے کی تاریخ ہے۔
١٦ : ٧ : ٥٢	[یہ خط ١٨٣٥ء کے نسخہ پنج آہنگ میں شامل ہے۔ خط شمارہ ١٧ : ٦ اور ١٧ : ٨ کے زمانۂ تحریر کا ہے۔]
١٦ : ٨ : ٥٣	[یہ خط مکتوب شمارہ ١٧ : ٦ کے کچھ دن بعد کا ہے۔]
١٦ : ٩ : ٥٤	[چہار شنبہ ٤ مئی (١٨٣٠ء) مطابق ١١ ذی‌قعدہ (١٢٤٥ھ) کے چند دن بعد کا خط ہے۔] سفر کلکتہ سے واپسی کے بعد اور مقدمہ پنشن کے ١٨٤٢ء والے فیصلے کے درمیاں ٤ مئی کا تطابق ١١ ذی قعدہ سے، جو خط میں مذکور ہے، ١٨٣٠ء/١٢٣٥ھ میں ہوتا ہے۔ یہ خط پنج آہنگ کے قلمی نسخے

کتابت شدہ ۱۸۳۵ء میں شامل ہے۔

۱۶ : ۱۰ : ۵۵ [ستمبر ۱۸۳۴ء کا خط ہے۔ یہ وہ تاریخ ہے جب نواب امین الدین احمد خان جائداد لوہارو کی واپسی کے مطالبے کے سلسلے میں کلکتہ گئے تھے، جس کا ذکر اس خط میں ہے۔ غالب کا شعر جو اس خط میں درج ہے انکی جس غزل کا ہے وہ جنوری ۱۸۳۸ء کے کتابت شدہ دیوان میں شامل ہے۔]

۱۶ : ۱۱ : ۵۶ خط کے آخر میں جو تاریخ اکتوبر ۱۸۳۴ء درج ہے درست معلوم ہوتی ہے۔ یہ خط مرزا احمد بیگ تپاں کے انتقال (جون ۱۸۳۳ء) کے بعد کا ہے۔ خط میں بھی مرزا احمد کی اولاد کا ذکر جس طرح آیا ہے اس سے واضح ہے کہ مرزا کے انتقال کو ایک طویل مدت گزر چکی ہے۔ یہ خط پنج آہنگ کتابت شدہ ۱۸۳۵ء میں شامل ہے۔ عنوان کا شعر غالب کی جس غزل کا ہے وہ ۱۸۳۸ء کے کتابت شدہ دیوان کی ہے۔

١٦ : ١٢ : ٥٧ یک شنبہ ٤ ستمبر [١٨٣١ء]
یہ خط نسخہٴ پنج آہنگ (کتابت شدہ ١٨٣٥ء) میں شامل ہے -

١٦ : ١٣ : ٥٨ جمعہ ١٣ اپریل [١٨٣٢ء]
یہ خط نسخہٴ پنج آہنگ کتابت شدہ ١٨٣٥ء میں شامل ہے -

١٦ : ١٤ : ٥٩ شنبہ ٥ جنوری [١٨٣٣ء]
نسخہ پنج آہنگ کتاب شدہ ١٨٣٥ء میں شامل ہے -

١٦ : ١٥ : ٦٠ جمناداس کے قرضے سے سبکدوشی کا ذکر ہے- ڈگری ١٨٣٥ء میں ہوئی تھی - یہ خط نسخہ پنج آہنگ کتابت شدہ ١٨٣٥ء میں شامل ہے -

١٦ : ١٦ : ٦١ ٢٨ دسمبر ١٨٣٣ء- یہ خط پنج آہنگ قلمی ١٨٣٥ء میں شامل ہے-
اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ایک سال سے مولوی سراج الدین احمد نے انھیں کوئی خط نہیں لکھا تھا - غالب نے بھی اسی طویل مدت کے بعد یہ خط لکھا ہے -

یہ غالب کی سخت مالی پریشانیوں کا زمانہ تھا۔

١٦ : ١٧ : ٦٢ یہ خط مسٹر انڈریو اسٹرلنگ کی موت کے دوسرے دن لکھا گیا۔ سہ شنبہ ١٦ ذی الحجہ [١٢٣٥ھ] [٢٣ مئی ١٨٣٠ء]
پنج آہنگ کے ١٨٣٥ء کے قلمی نسخے میں شامل ہے۔

١٦ : ١٨ : ٦٣ مولوی سراج الدین احمد نے اپنے خط میں مرزا احمد بیگ تپان کی موت کی (جو ٨ جون ١٨٣٢ء سے چند دن پہلے واقع ہوئی) اطلاع دی تھی۔ یہ اس کے جواب میں تعزیتی خط ہے۔ پنج آہنگ کے ١٨٣٥ء کے نسخے میں شامل ہے۔ [جون ١٨٣٣ء]

١٦ : ١٩ : ٦٤ [مارچ سال ١٨٣٢ء] نسخہ پنج آہنگ کتابت شدہ ١٨٣٥ء میں شامل ہے۔ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنشن کا مقدمہ ابھی زیر غور ہے۔ [قبل از ٢٧ جنوری ١٨٣١ء]

١٦ : ٢٠ : ٦٥ لارڈ کونڈش بینٹنک کی دہلی میں تیسری دفعہ آمد اور انعقادِ دربار کے بعد کا خط

ہے ۔ کلکتے سے نئے گورنر جنرل دہلی آنے والے ہیں ۔ مرزا احمد کے انتقال کے بعد کا خط ہے ۔ پنج آہنگ قلمی ١٨٣٥ء میں شامل ہے ۔ [جون ١٨٣٣ء کے بعد]

١٦ : ٢١ : ٦٦ نواب امین الدین احمد کلکتے روانہ ہو چکے ہیں ۔ اس کے فوراً بعد کا خط ہے ۔ (ستمبر ١٨٣٤ء)

پنج آہنگ کے ١٨٣٥ء کے نسخے میں شامل ہے ۔

١٦ : ٢٢ : ٦٧ ١٢ ماہ اکتوبر [١٨٣١ء] مطابق ٥ جمادی الاولی [١٢٤٧ھ] یہ خط پنج آہنگ کے ١٨٣٥ء کے قلمی نسخے میں شامل ہے ۔ کلکتے سے غالب کی ١٨٢٩ء میں واپسی کے بعد کا خط ہے ۔

١٦ : ٢٣ : ٦٨ اس خط میں حاکمِ معزول کا اشارہ کولبرک کی طرف ہے اور منصوب سے مراد ہے فرانسس ہاکنس ریزیڈنٹ دہلی ۔

یکشنبہ دوم جمادی الثانی [١٢٤٥ھ] مطابق دوم نومبر [١٨٣٠ء] کے دوسرے دن یا

چند دن بعد کا لکھا ہوا ہے ۔ اس خط میں غالب نے اپنے بخیریت دہلی واپس آنے کی اطلاع دی ہے ۔ یہ خط پنج آہنگ کے ١٨٣٥ء کے نسخے میں شامل ہے ۔

١٦ : ٢٣ : ٦٩ خط میں غالب کا جو مقطع آیا ہے وہ اس مطلع کی غزل کا ہے :

لبم از زمزمۂ یاد تو خاموش مباد
غیرِ تمثالِ تو نقشِ ورقِ ہوش مباد

خط میں مرزا احمد بیگ خاں (تپاں) کی بیماری کا ذکر ہے ۔ تپاں کا انتقال ٨ جون ١٨٣٣ء سے چند دن پہلے ہوا ۔ اسی سال کا خط معلوم ہوتا ہے ۔ قلمی پنج آہنگ ١٨٣٥ء میں شامل ہے ۔

[قبل از جون ١٨٣٣ء]

١٦ : ٢٥ : ٧٠ شنبہ ٣١ جنوری [١٨٣٢ء] یہ خط پنج آہنگ کے ١٨٣٥ء کے نسخے میں شامل ہے ۔ مولوی فضل حق خیرآبادی کے سر رشتہ داریِ عدالتِ (دہلی) سے مستعفی ہونے

کے فوراً بعد کا خط ہے ۔ یہ بہادر شاہ ظفر کی ولیعہدی کا زمانہ ہے ، یعنی ستمبر ۱۸۳۷ء سے پہلے کا اور غالب کی ۱۸۲۹ء میں کلکتے سے واپسی کے بعد کا۔

۱۶ : ۲۶ : ۷۱ [۱۸۳۶ء میں ۲۲ جون کے چند دن بعد کا خط یہ خط] ۱۸۳۵ء کے نسخۂ پنج آہنگ میں شامل ہے ۔

۱۶ : ۲۷ : ۷۲ [جون ۱۸۳۳ء سے پہلے کا خط] یہ تاریخ مرزا احمد بیگ تپاں کی وفات کی ہے ، جن کا ذکر اس خط میں ہے ۔ یہ خط پنج آہنگ کے قلمی نسخے مکتوبہ ۱۸۳۵ء میں ہے ۔

۱۶ : ۲۸ : ۷۳ یہ خط پنج آہنگ کے ۱۸۳۵ء کے قلمی نسخے میں شامل ہے ۔
خط ۱۷ : ۲۷ کے کچھ بعد کا معلوم ہوتا ہے ۔

۱۶ : ۲۹ : ۷۴ پنج آہنگ کی دوسری تدوین (۱۸۳۵ء) کے بعد کا خط ہے ۔ غالب پنج آہنگ کا نسخہ چند دن بعد کلکتے بھیجنے والے ہیں ۔ چونکہ یہ خط پنج آہنگ کے ۱۸۴۰ء کے

نسخے میں نہیں ہے، اس لیے ۱۸۴۰ء کے بعد کا ہوا ۔

١٦ : ٣٠ : ٥٧ اس خط میں غالب کے چاروں شعر ان غزلوں کے ہیں جو ۱۸۳۸ء سے پہلے کی ہیں۔ رباعی بھی اس سال سے پہلے کی ہے۔ خط سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب اپنا دیوان مرتب کرکے بعض احباب کو بھیج چکے ہیں ۔ قرائن سے ظاہر ہے کہ یہ اشارہ دیوان فارسی کی طرف ہے ، جو ۱۸۳۵ء میں مرتب ہوا اور ۱۸۳۷ء ، ۱۸۳۸ اور ۱۸۴۱ء میں اس کے قلمی نسخے اضافوں کے ساتھ تیار ہوئے۔ خط میں صراحت ہے کہ اس وقت غالب کی عمر ۴۴سال کی ہے ، اس لیے یہ خط ۱۸۴۱ء میں لکھا گیا ہے ۔ غالب کے دیوان فارسی کا چوتھا قلمی نسخہ جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا، چونکہ دسمبر ۱۸۴۱ء کا کتابت شدہ ہے اس لیے یہ خط اس سے پہلے کا ہوا ۔ یہ خط پنج آہنگ کے ۱۸۳۵ء اور ۱۸۴۰ء کے نسخوں میں نہیں ہے ۔

بنام رائے چھجمل کھتری

۱۷ : ۱ : ۷٦ یہ غالب کے کلکتے روانہ ہونے سے کچھ مدت پہلے کا خط ہے ، یعنی اگست ۱۸۲٦ء سے پہلے کا۔ اس زمانے کا ہے جب غالب کلکتے کے سفر سے پہلے فیروز پور گئے ہوئے تھے -

۱۷ : ۲ : ۷۷ خط سے معلوم ہوتا ہے کہ کلکتے سے لکھا ہے - جمعہ پنجم ذی قعدہ [۱۲۴۲ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۸۲۷ء]

۱۷ : ۳ : ۷۸ [غالب نے یہ خط کلکتے جاتے ہوئے اثنا‌ٔ سفر میں کانپور پہنچنے کے بعد لکھا ہے - یعنی ۲۹ ذی قعدہ (۱۲۴۲ھ) ۲۴ جون ۱۸۲۷ء]

۱۷ : ۴ : ۷۹ یہ خط غالب نے کلکتے جاتے ہوئے بنارس پہنچنے کے بعد لکھا ہے - [جولائی ۱۸۲۷ء]

۱۷ : ۵ : ۸۰ خط میں جو قرائن موجود ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خط غالب نے کلکتے پہنچنے کے تقریباً ایک مہینے بعد لکھا ہے - [اواسط مارچ ۱۸۲۸ء]

۱۷ : ۶ : ۸۱ یہ خط کلکتے سے لکھا ہے۔ [فروری ۱۸۲۸ء اور نومبر ۱۸۲۹ء کے درمیانی زمانے میں]

بنام مولوی سید ولایت حسن خان

۱۸ : ۱ : ۸۲ یکم جنوری ۱۸۳۸ء اس خط میں **غالب** کا شعر 'نہانی بشنو' ۱۸۳۸ء سے پہلے کی غزل کا ہے۔ یہ خط **پنج آہنگ** کے ۱۸۳۵ء کے قلمی نسخے میں شامل ہے۔ مکتوب الیہ کے نام میں ''حسن'' ('حسین' کے بجائے) صحیح ہے۔

۱۸ : ۲ : ۸۳ یہ رقعہ **غالب** نے اپنے قیام **کلکتہ** (۱۸۲۸ء—۱۸۲۹ء) کے دوران میں لکھا ہے۔ نسخۂ **پنج آہنگ** (قلمی ۱۸۳۵ء) میں شامل ہے۔

۱۸ : ۳ : ۸۴ کلکتے سے **غالب** کی واپسی کے بہت بعد کا خط ہے۔ **پنج آہنگ** کے قلمی نسخے مکتوبہ ۱۸۴۰ء میں نہیں۔ ۱۸۴۹ء کے مطبوعہ نسخے میں شامل ہے۔ [بعد از ۱۸۴۰ء و قبل از ۱۸۴۹ء]

۸۵ : ۱ : ۱۹ **بنام شیخ امیر اللہ سرور**

اس خط میں **غالب** نے لکھا ہے کہ میرا پنشن کا مقدمہ چار سال سے کونسل کے سامنے پیش ہے ۔ **غالب** نے گورنر جنرل کی کونسل میں ۱۸۲۸ء میں دادخواہی کی تھی۔ مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۳۵ء - [۱۸۳۲ء]

بنام حکیم مومن خان

۸۶ : ۱ : ۲۰ [قبل از ۱۸۳۵ء یہ خط] **پنج آہنگ** کے ۱۸۳۵ء کے قلمی نسخے میں شامل ہے ۔ **غالب** کی جو رباعی اس خط میں درج ہے وہ ان کے جولائی ۱۸۳۸ء کے کتابت شدہ **دیوان فارسی** میں بھی ہے ۔

بنام مولوی محمد علی خان صدر امین باندا

۸۷ : ۱ : ۲۱ [۱۸۲۷ء میں ۲۸ دسمبر سے چند دن پہلے کا خط] یہ خط **غالب** نے **کلکتے** جاتے ہوئے **باندا** سے آگے بڑھ کر اثنائے سفر میں لکھا ہے ۔

۸۸ : ۲ : ۲۱ [۱۸۲۷ء ۲۸ دسمبر سے چند دن پہلے کا] سابقہ خط کے بعد کا ہے ۔

٢١ : ٣ : ٨٩ جمعہ، نہم یا دہم ماہ [جمادی الثانی ١٢٤٣ھ مطابق ٢٨ دسمبر ١٨٢٧ء] بنارس سے لکھا ہے -

٢١ : ٤ : ٩٠ شعبان [١٢٤٣ھ، ساتویں تاریخ کے فوراً بعد، فروری ١٨٢٨ء میں ٢٣ تاریخ کے فوراً بعد] غالب کا جو شعر خط کے آخر میں درج ہے ان کے اس قصیدے کا ہے جو انھوں نے ١٨٢٦ء میں کہا تھا - یہ خط کلکتے پہنچنے کے دو تین دن بعد لکھا ہے -

٢١ : ٥ : ٩١ [مارچ ؟ ١٨٢٨ء] کلکتے سے لکھا ہے۔ غالب کی درخواست گورنر جنرل کی کونسل میں پیش کرنے کے لیے لے لی گئی ہے -

٢١ : ٦ : ٩٢ [صفر ١٢٤٤ھ اگست ١٨٢٨ء] ٨ ذی‌الحجہ کو جو خط کلکتے سے اسی مکتوب الیہ کو بھیجا تھا اس کے جواب کے انتظار میں تقریباً دو مہینے گذر چکے ہیں -

٢١ : ٧ : ٩٣ ٦ شعبان [١٢٤٤ھ مطابق ١١ فروری ١٨٢٩ء] یہ خط کلکتے سے لکھا ہے - ٦ شعبان ١٢٤٣ھ کا نہیں ہو سکتا - اس

لیے کہ غالب اس سال ۴ شعبان کو کلکتے
پہنچے تھے ، دو دن آرام کرنے کے بعد
ہوگلی گئے تھے اور وہاں سے واپسی کے بعد
اسی مکتوب الیہ کو خط (شمارہ ۴) لکھا تھا۔
اس خط (شمارہ ۷) میں قرائن موجود ہیں کہ
کلکتے میں ان کے قیام کو ایک طویل مدت
گزر چکی ہے لہذا یہ تاریخ ۶ شعبان جو خط
میں مذکور ہے ۱۲۴۴ھ کی ہوئی ۔
(اس مکتوب الیہ کے نام کے یہ سب خط
پنج آہنگ مطبوعہ ۱۸۴۹ء میں اور اس
کے بعد کی ہر اشاعت میں شامل ہیں)

بنام نواب محمد علی خان عرف میرزا حیدر صاحب

۲۲ : ۱ : ۹۴ غالب نے اس خط میں لکھا ہے کہ گذشتہ
سال میں نے شاہ اودھ کی مدح میں قصیدہ
کہہ کر ایک عرضداشت کے ساتھ قطب
الدولہ کو بھیجا تھا ۔ باغ دودر کے تحقیق
نامے (صفحہ ۹۱) میں ہم نے اس سے متعلق
توضیحات درج کی ہیں ۔ مذکورہ قصیدہ
غالب نے ۱۸۴۹ء میں بھیجا تھا [اس لیے
یہ خط ۱۸۵۰ء کا ہوا ۔]

خط کا پہلا شعر **غالب** کے ایک ترکیب بند کے ایک بند کا مطلع ہے جو ۱۸۴۱ء کے کتابت شدہ دیوان میں شامل ہے، لیکن ۱۸۳۸ء کے مکتوبہ **دیوان** میں نہیں۔ دوسرا شعر **غالب** کی جس غزل کا ہے وہ سب سے پہلے ۱۸۳۵ء کے مطبوعہ **دیوان** میں ملتی ہے۔

(یہ خط **پنج آہنگ** مطبوعہ ۱۸۴۳ء اور بعد کی اشاعتوں میں شامل ہے۔)

بنام میجر جان جاکوب

۲۳ : ۱ : ۹۵ [قبل از ۱۸۳۵ء] یہ خط اور وہ تقریظ جس کا اس خط میں حوالہ ہے **پنج آہنگ** کے ۱۸۳۵ء کے نسخے میں شامل ہے۔

۲۳ : ۲ : ۹۶ یہ وہی خط ہے جس کا حوالہ مکتوب الیہ کے نام کے اس خط میں ہے جو **باغ دودر** (صفحہ ۱۲۷) میں شامل ہے۔ باغ **دودر** کے اس خط میں **غالب** نے **پنج آہنگ** والے خط کی تاریخ سہ شنبہ ۲۸ فروری بتائی ہے۔ باغ دودر کے خط کی تاریخ تحریر جو اسی

سال کا ہے غالب نے ۲ مارچ ۱۸۴۳ء درج کی ہے ۔ [سہ شنبہ ۲۸ فروری ۱۸۴۳ء]
خط کے آخر میں میجر جان جاکوب کی کوٹھی کی تاریخ تعمیر کا جو قطعہ درج ہے اُس کے مادۂ تاریخ سے سال ۱۲۴۵ھ حاصل ہوتا ہے [۱۲۴۵ھ/۳۰-۱۸۲۹ء]

۲۳ : ۳ : ۹۸ خط کے آخر میں اُس کنوئیں کی تاریخ کا قطعہ ہے جو میجر جان جاکوب نے بنوایا تھا ۔ قطعے میں پہلا مادۂ تاریخ 'چشمۂ فیض ابدی' میجر صاحب کا بھیجا ہوا ہے جو غالب نے نظم کردیا اور دوسرا 'خرشید زمین' 'دل' کے تعمیے کے ساتھ خود غالب کا فراہم کردہ ہے۔ یہاں 'خرشید' واو کے بغیر ہے پنج آہنگ کے زیر نظر متن (صفحہ ۴۲۸) میں یہ لفظ واو کے ساتھ غلط چھپ گیا ہے ۔ ہر مادے سے سالِ تاریخ ۱۲۵۵ھ حاصل ہوتا ہے ۔
[۱۲۵۵ھ/۴۰-۱۸۳۹ء]

۲۳ : ۴ : ۹۹ عنوان کی رباعی غالب کے جولائی ۱۸۳۸ء کے کتابت شدہ دیوان میں شامل ہے ۔ اس

خط میں **غالب** نے اپنے جس **دیوان** کا نسخہ نقل کرا کے بھیجنے کا وعدہ کیا ہے وہ ظاہر ہے اُن کا **فارسی دیوان** ہے ، جو پہلی مرتبہ ۱۸۴۵ء میں چھپا ۔ [یہ خط مسلم طور پر ۱۸۴۵ء سے بہت پہلے کا ہے اور قوی احتمال ہے کہ ۱۸۳۵ء سے پہلے کا ہو ، اس لیے کہ یہ قرائن سے ظاہر ہے کہ یہ رباعی پہلی بار اسی خط میں جو **میجر جان جاکوب** کے خط کے جواب میں ہے درج ہوتی ہے اور **میجر** صاحب کے اس خط کی تعریف میں ہے۔ **دیوان** کے اُس نسخے میں بعد میں درج ہوئی جو جولائی ۱۸۳۸ء میں لکھا گیا ۔ اس سے پہلے اشعار مکتوبی مندرجہ **پنج آہنگ** کے ۱۸۳۵ء کے نسخے میں ملتی ہے ۔]

۲۳ : ۵ : ۱۰۰ **غالب** نے اس خط میں بتایا ہے کہ اُن کا **دیوان ریختہ** جو **مطبع سید الاخبار دہلی** میں چھپ رہا ہے اسی مہینے میں مکمل ہو جائے گا ۔ **دیوان** کی یہ اشاعت شعبان ۱۲۵۷ھ مطابق اکتوبر ۱۸۴۱ء کی ہے ، اور چونکہ اس سال ماہ **شعبان** معظم ۱٦ اکتوبر کو

ختم ہوا ہے ، اس لیے یہ اشاعت ١٧ اکتوبر
سے پہلے کی ہوئی اور یہ خط بھی اس تاریخ
سے پہلے کا اور ١٧ ستمبر کے بعد کا ہوا ۔
شعبان کی پہلی ١٨ ستمبر کو تھی ۔ [شعبان
١٢٥٧ھ/١٧ ستمبر اور ١٧ اکتوبر کے
درمیان ، ١٨٤١ء] خطوط شمارہ ٢ تا ٥
پنج آہنگ مطبوعہ ١٨٤٩ء میں شامل ہیں ۔

بنام میاں نو روز علی خان

٢٣ : ١ : ١٠١ یہ خط پنج آہنگ قلمی ١٨٣٥ء میں شامل
ہے ۔ پھر چونکہ غالب نے اس خط میں
کہا ہے کہ پنج آہنگ چونتیس سال کے
'نفس سوختن' کا حاصل ہے ، اس لیے یہ خط
١٨٣٥ء کا ہوا ۔ یہ ٣٤ سال غالب کی عمر
کے ہیں، ابتدائے درس آموزی کے بعد سے شروع
کر کے ، نہ کہ اُن کی فارسی نثر نگاری کے
جو ١٨٣٥ء سے پہلے کی مدت میں کسی
طرح قابل تصور نہیں ۔ یہ بھی معلوم ہوتا
ہے ، کہ یہ خط ١٧ ستمبر سے پہلے کا ہے
اس لیے کہ اس میں پنج آہنگ کی طباعت

کے امکان کا ذکر نہیں جو خط شمارہ ۲۳ : ۵ : ۹۹ میں ہے [۱۸۴۱ء ، ۱۷ ستمبر سے پہلے] خط کی عبارت میں 'چہل و چہار' کے بجائے 'چہل و سہ' ہونا چاہیے -

۲۴ : ۲ : ۱۰۲ غالب نے اس خط کے ساتھ پنج آہنگ کا قلمی نسخہ بھیجا ہے جس کا سابقہ خط (۲۴ : ۱ : ۱۰۰) میں وعدہ کیا تھا اور یہ نسخہ اُس وقت لکھوانا شروع کر دیا تھا - [۱۸۴۱ء ، اواخر سال] مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۳۵ء -

بنام امین الدولہ آغا علی خان

۲۵ : ۱ : ۱۰۳ غالب نے جو غزل اس خط کے آخر میں درج کی ہے وہ اُن کے دیوان فارسی کتابت شدہ ۱۸۳۸ء میں شامل ہے - خط میں دیوان فارسی بھیجنے کا وعدہ کیا ہے جو ۱۸۳۵ء میں مرتب ہوا تھا اور منتخب دیوان ریختہ خط کے ساتھ بھیجا ہے ، جس کا دیباچہ ۱۸۳۳ء میں لکھا تھا - قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اردو دیوان مطبوعہ تھا جو بھیجا

ہے ، یعنی ۱۸۴۱ء کی اشاعت جس کے بعد
دیوان فارسی کی طباعت کی توقع تھی ۔
[۱۸۴۱ء] مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۳۵ء ۔

بنام میر سید علی خان (غمگین) عرف حضرت جی

۲٦ : ۱ : ۱۰۴ غالب نے اس خط میں کہا ہے کہ پنشن کے مقدمے کو لندن گئے دو سال ہو گئے ہیں ۔ ان کے مقدمے کے کاغذات ۱۰ مئی ۱۸۳۷ء کو لندن بھیجے گئے تھے ۔ (اس طرح اس خط کی تحریر کا سال ۱۸۳۹ء ہوا اور مہینہ مئی یا سال کے نصف اول کا کوئی مہینہ ۔) مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۴۹ء ۔

نواب حسام الدین حیدر

۲۷ : ۱ : ۱۰۵ [۱۸۴۹ء سے پہلے کا خط] مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۴۹ء ۔

۲۷ : ۲ : ۱۰٦ [۱۸۴۹ء سے پہلے کا خط] مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۴۹ء ۔

۲۷ : ۳ : ۱۰۷ [۱۸۵۳ء سے پہلے کا خط] مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۳۵ء ۔

۲۷ : ۴ : ۱۰۸ غالب کی جن غزلوں کے اشعار اس خط میں درج ہیں ۱۸۳۸ء کے کتابت شدہ دیوان فارسی کی غزلیات میں سے ہیں۔ [۱۸۵۳ء سے پہلے کا خط]

۲۷ : ۵ : ۱۰۹ [۱۸۵۳ء سے پہلے کا خط] مشمولہ پنج آہنگ، ۱۸۵۳ء۔

۲۷ : ۶ : ۱۱۰ [۱۸۵۳ء سے پہلے کا خط] مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۵۳ء

بنام یوسف میرزا

۲۸ : ۱ : ۱۱۱ [۱۸۵۳ء سے پہلے کا خط] مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۵۳ء۔

بنام حسین میرزا

۲۹ : ۱ : ۱۱۲ [۱۸۴۹ء سے پہلے کا خط] مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۴۹ء۔

بنام منشی التفات حسین

۳۰ : ۱ : ۱۱۳ یہ وہی خط ہے جس کا حوالہ خط شمارہ ۱ : ۱ : ۱ میں آیا ہے۔ یہ خط غالب نے کلکتے سے دہلی لکھا تھا۔ مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۴۹ء۔ [۱۸۲۸ء]

۲۷ : ۴ : ۱۰۸ غالب کی جن غزلوں کے اشعار اس خط میں درج ہیں ۱۸۳۸ء کے کتابت شدہ دیوان فارسی کی غزلیات میں سے ہیں۔ [۱۸۵۳ء سے پہلے کا خط]

۲۷ : ۵ : ۱۰۹ [۱۸۵۳ء سے پہلے کا خط] مشمولہ پنج آہنگ، ۱۸۵۳ء۔

۲۷ : ٦ : ۱۱۰ [۱۸۵۳ء سے پہلے کا خط] مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۵۳ء

بنام یوسف میرزا

۲۸ : ۱ : ۱۱۱ [۱۸۵۳ء سے پہلے کا خط] مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۵۳ء۔

بنام حسین میرزا

۲۹ : ۱ : ۱۱۲ [۱۸۴۹ء سے پہلے کا خط] مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۴۹ء۔

بنام منشی التفات حسین

۳۰ : ۱ : ۱۱۳ یہ وہی خط ہے جس کا حوالہ خط شمارہ ۱ : ۱ : ۱ میں آیا ہے۔ یہ خط غالب نے کلکتے سے دہلی لکھا تھا۔ مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۴۹ء۔ [۱۸۲۸ء]

بنام میاں نجف خان

۳۱ : ۱ : ۱۱۴ مثنوی کے تین شعر جو اس خط میں آئے ہیں غالب کی "ابر گہر بار" کے ہیں ، لیکن خط میں جو تیسرا شعر ہے وہ مثنوی میں دوسرے دو شعروں سے پہلے ہے۔
یہ شعر مثنوی میں مناجات کے بعد کی حکایت میں آئے ہیں ۔
"ابر گہربار" ۱۸۴۵ء کے مطبوعہ دیوان میں نہیں ہے - ۱۸۶۱ء کے قلمی دیوان (رامپور لائبریری) میں پہلی دفعہ ملتی ہے - [۱۸۴۵ء اور ۱۸۴۹ء کے درمیان] مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۴۹ء ۔

بنام نواب ضیاء الدین احمد خان

۳۲ : ۱ : ۱۱۵ خط میں جو شعر 'نشاط ـــــ رباط' درج ہے غالب کی مثنوی ابرگہر بار کا ہے ، مناجات کے بعد کی حکایت کا۔ [۱۸۴۵ء اور ۱۸۴۹ء کے درمیان] معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط دہلی سے لوہارو لکھا ہے - مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۴۹ء -

۳۲ : ۲ : ۱۱٦ یہ خط دہلی سے **اکبر آباد** (آگرہ) لکھا ہے۔ مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۴۹ء [۱۸۴۹ء سے پہلے]

بنام جمس طامسین
(JAMES THOMASON)

۳۳ : ۱ : ۱۱۷ **غالب** نے اس خط میں کہا ہے کہ میرے مقدمے کا فیصلہ ابھی لندن سے صادر نہیں ہوا ہے۔ چونکہ مقدمے کے کاغذات لندن میں ۱۰ مئی ۱۸۳۷ء کو بھیجے گئے تھے۔ اس لیے یہ خط اس تاریخ کے بعد کا ہے۔ فیصلہ ۱۸۴۲ء کے شروع میں ہوا تھا۔ جمس ٹامسین ۲۱ دسمبر ۱۸۴۲ء تک سکریٹری تھے۔ اس سال ۲۱ دسمبر سے گورنر ہو گئے تھے۔ [مئی ۱۸۳۷ء اور اوائل سال ۱۸۴۲ء کے درمیان]۔ مشمولہ پنج آہنگ ۱۸۴۹ء

۳۳ : ۲ : ۱۱۸ اس خط کے ساتھ جو مدحیہ غزل ہے وہ ان کے ۱۸۴۱ء کے کتابت شدہ **دیوان فارسی** میں نہیں ہے۔ ۱۸۴۵ء کے مطبوعہ **دیوان** فارسی میں ہے۔ یہ خط بھی اسی زمانے کا ہے۔ پھر چونکہ **جمسن ٹامسین** ۲۲ دسمبر

۱۸۴۳ء سے گورنری کے عہدے پر فائز
تھے اور یہ خط انھیں اس حیثیت سے لکھا
گیا ہے کہ وہ گورنر کے سکریٹری ہیں ،
جیسا کہ شروع کے عنوان سے جو پہلے
خط کا ہے (اور یہ خط بھی اسی کے تحت
ہے) نیز خط کے تخاطب اور انداز بیان سے
واضح ہے ، [اس لیے اس کی تاریخ تحریر
۱۸۴۱ء اور ۲۱ دسمبر ۱۸۴۳ء کے درمیان
قرار پاتی ہے] مشمولہ **پنج آہنگ** ۱۸۴۹ء -

۳۳ : ۳ : ۱۱۹ **جمس ٹامسن** کو گورنری کے عہدے پر
فائز ہونے کی مبارکباد دی ہے اور مدحیہ
قطعہ کہہ کر بھیجا ہے - جمس ٹامسن
۲۲ دسمبر ۱۸۴۳ء کو گورنر ہوئے تھے -
[دسمبر ۱۸۴۳ء ۲۲ تاریخ کے چند دن بعد]
مشمولہ **پنج آہنگ** ۱۸۴۹ء

۳۴ : ۱ : ۱۲۰ **بہ شمس الامرا نائب والی حیدر آباد**

اس خط میں **غالب** نے کہا ہے کہ میں کم و
بیش تیس سال سے فارسی میں شعر کہہ
رہا ہوں - خط کے آخر میں جس قصیدے

کے شروع کے دو شعر میں وہ وہی قصیدہ
ہے جو کلیات میں ٥٦ واں ہے اور نواب
وزیر محمد خان والی ٹونک کی مدح میں ہے -
در اصل یہ قصیدہ شمس الامرأ کی مدح
میں تھا، جس کے شروع کے مذکورہ دو شعر
نکال کر اور ان کے بجائے پانچ شعر بڑھا کر
قصیدہ دوسرے ممدوح کے نام کر دیا گیا ۔
راقم کے پاس غالب کے ایک معاصر میر فرحت
اللہ خاں (غلام علی خاں وحشت کے والد)
کی بیاض ہے جس میں انھوں نے صرف
غالب کا فارسی کلام جمع کیا ہے ۔ اس
میں یہ قصیدہ اپنی سابقہ اصلی صورت میں
ہے ۔ غالب کے دیوان فارسی کتابت شدہ
١٨٣١ء میں بھی یہ قصیدہ ان الفاظ کے
ساتھ درج ہے "بعنوان روشنگری آئینہ سخن
بہ چشمداشت قبول از شمس الامرأ نواب
محمد رفیع الدین خان بہادر نائب والیِ
حیدر آباد ۔"

موجودہ صورت میں اس قصیدے کے شروع

۱۸۴۳ء سے گورنری کے عہدے پر فائز
تھے اور یہ خط انھیں اس حیثیت سے لکھا
گیا ہے کہ وہ گورنر کے سکریٹری ہیں،
جیسا کہ شروع کے عنوان سے جو پہلے
خط کا ہے (اور یہ خط بھی اسی کے تحت
ہے) نیز خط کے تخاطب اور انداز بیان سے
واضح ہے، [اس لیے اس کی تاریخ تحریر
۱۸۴۱ء اور ۲۱ دسمبر ۱۸۴۳ء کے درمیان
قرار پاتی ہے] مشمولہ **پنج آہنگ** ۱۸۴۹ء -

۳۳ : ۳ : ۱۱۹ **جمس ٹامسن** کو گورنری کے عہدے پر
فائز ہونے کی مبارکباد دی ہے اور مدحیہ
قطعہ کہہ کر بھیجا ہے - جمس ٹامسن
۲۲ دسمبر ۱۸۴۳ء کو گورنر ہوئے تھے -
[دسمبر ۱۸۴۳ء ۲۲ تاریخ کے چند دن بعد]
مشمولہ **پنج آہنگ** ۱۸۴۹ء

۳۴ : ۱ : ۱۲۰ **بہ شمس الامرا نائب والیِ حیدر آباد**

اس خط میں غالب نے کہا ہے کہ میں کم و
بیش تیس سال سے فارسی میں شعر کہہ
رہا ہوں - خط کے آخر میں جس قصیدے

کے شروع کے دو شعر میں وہ وہی قصیدہ ہے جو کلیات میں ٥٦ واں ہے اور نواب وزیر محمد خان والی ٹونک کی مدح میں ہے۔ در اصل یہ قصیدہ شمس الامرأ کی مدح میں تھا، جس کے شروع کے مذکورہ دو شعر نکال کر اور ان کے بجائے پانچ شعر بڑھا کر قصیدہ دوسرے ممدوح کے نام کر دیا گیا۔ راقم کے پاس غالب کے ایک معاصر میر فرحت اللہ خاں (غلام علی خاں وحشت کے والد) کی بیاض ہے جس میں انھوں نے صرف غالب کا فارسی کلام جمع کیا ہے۔ اس میں یہ قصیدہ اپنی سابقہ اصلی صورت میں ہے۔ غالب کے دیوان فارسی کتابت شدہ ١٨٤١ء میں بھی یہ قصیدہ ان الفاظ کے ساتھ درج ہے "بعنوان روشنگری آئینہ سخن بہ چشمداشت قبول از شمس الامرأ نواب محمد رفیع الدین خان بہادر نائب والیِ حیدر آباد۔"

موجودہ صورت میں اس قصیدے کے شروع

کے پانچ شعر یہ ہیں :

اے ذات تو جامع صفتِ عدل و کرم را
وے بر شرفِ ذاتِ تو اجاع امم را

در امر ترا قاعدہ ثابت کہ بہ تسلیم
بر فرقِ سکندر شکنی ساغرِ جم را

در نہی ترا ضابطہ محکم کہ بہ تہدید
در سجدۂ حق سودہ شود جبہہ صنم را

حقا کہ زاسم تو عیانست کہ در شرع
فرزانہ وزیری شہِ بطحا و حرم را

(یہ شعر وزیر محمد نام کی مناسبت سے کہا ہے)

معذورم اگر نامِ تو در بحر نگنجد
در کوزہ چسان جای دھم دجلہ و یم را

علیگڑھ یونیورسٹی میں غالب کے کلام کا جو مجموعہ شیفتہ کلیکشن میں ہے اس میں بھی (بہ شمارہ جلد ١٣٦ کتاب ١٧٠ فہرست شیفتہ کلیکشن لٹن لائبریری علی گڑھ، ١٩٣٢) - یہ قصیدہ 'ای ذات تو' راقم نے ١٩٤١ء میں دیکھا تھا - جس غزل کا شعر اس خط

میں درج ہے وہ غالب کے **دیوان فارسی**
کتابت شدہ ۱۸۳۸ء میں موجود ہے۔ (یہ
خط **پنج آہنگ** مطبوعہ ۱۸۴۹ء میں شامل ہے۔)

بنام مختار الملک نائب والی حیدر آباد

۳۵ : ۱ : ۱۲۱ اس خط کے آخر میں جو شعر درج ہے وہ
آسی قصیدے کا آخری دعائیہ شعر ہے،
جس کے پہلے دو شعر **شمس الامراء** کے
نام کے خط میں آئے ہیں۔
(دیکھیں **باغ دودر** صفحہ ۱۴۷ اور اس کا
تحقیق نامہ صفحہ ۲۰۷ و صفحہ ۱۲۲)
[۱۸۵۳ء سے پہلے کا خط]
بنام منشی فضل اللہ خان

۳٦ : ۱ : ۱۲۲ شروع کا شعر **غالب** کی جس غزل کا ہے وہ
۱۸۳۸ء سے پہلے کی ہے۔ اسی مکتوب الیہ
کے نام کا ایک خط **باغ دودر** میں ہے۔
(مذکورہ خط سے متعلق ملاحظہ ہو **باغ دودر**
کا **تحقیق نامہ** صفحات ۳۴ و ۳۵)
(یہ خط **پنج آہنگ** مطبوعہ ۱۸۴۹ء میں
شامل ہے۔)

۳۶ : ۲ : ۱۲۳ (یہ خط پنج آہنگ مطبوعہ ۱۸۴۹ء میں شامل ہے -)

بنام مظفر حسین خان

۳۷ : ۱ : ۱۲۴ شروع کا قطعہ غالب کے **دیوان فارسی** کتابت شدہ جولائی ۱۸۳۸ء کے حاشیے پر درج ہے اور پھر **دیوان** کے ۱۸۴۱ء کے متن میں شامل کیا گیا ہے - اس خط میں شعر ''موبرد'' جولائی ۱۸۳۸ء سے پہلے کی غزل کا ہے -
(یہ خط پنج آہنگ مطبوعہ ۱۸۴۹ء میں شامل ہے -)

۳۷ : ۲ : ۱۲۵ اس خط میں **غالب** کا جو شعر درج ہے وہ جولائی ۱۸۳۸ء سے پہلے کی غزل کا ہے -
(یہ خط ۱۸۴۹ء کے مطبوعہ نسخہ **پنج آہنگ** میں شامل ہے -)

بنام مولوی محمد خلیل الدین

۳۸ : ۱ : ۱۲۶ اس خط میں **غالب** نے کہا ہے کہ میں نے ایک درخواست انگریزی میں **ملکہ وکٹوریہ**

کو اپنی پنشن کے بارے میں بھیجی ہے -
یہ درخواست غالب نے ۲۹ جولائی ۱۸۴۲ء
کو گورنر جنرل کی وساطت سے بھیجی
تھی۔ اس کے علاوہ خط میں جو قرائن ہیں ان
سے ظاہر ہے کہ یہ خط جس زمانے میں
لکھا گیا ہے وہ لارڈ الن برا کا عہد حکومت
(۱۸۴۲ء تا ۱۸۴۴ء) ہے -
[۱۸۴۲ء کے اواسط کا خط]

بنام مہاراؤ راجہ بنے سنگھ راجہ الور

۳۹ : ۱ : ۱۲۷ اس خط کے آخر میں غالب کا کہا ہوا
مثنوی نما قطعہ درج ہے جو کیوڑے کے
پھول کی تعریف میں ہے -
(یہ خط پنج آہنگ مطبوعہ ۱۸۴۹ء میں
شامل ہے -)

بنام امیر حسن خان

۴۰ : ۱ : ۱۲۸ اس خط میں پہلا شعر غالب کے ایک
قصیدے کا ہے، جو دسمبر ۱۸۴۱ء سے
پہلے کہا گیا تھا۔ اور دوسرا شعر غالب

کی غزل کا ہے جو ان کے **دیوان فارسی** کتابت شدہ ۱۸۴۱ء کے ایک حاشیے پر درج ہے اور اس کے بعد ۱۸۴۵ء کے مطبوعہ **دیوان فارسی** میں شامل ہوا ہے۔ (یہ خط **پنج آہنگ** کے نسخے ۱۸۴۹ء میں شامل ہے۔)

۳۰ : ۲ : ۱۲۹ غالب نے اس خط کے آخر میں تاریخ درج کی ہے، ۲۲ جولائی ۱۸۴۴ء۔

بنام نواب [تجمل حسین خان] حشمت جنگ بہادر

۳۱ : ۱ : ۱۳۰ (یہ خط **پنج آہنگ** کے نسخے مطبوعہ ۱۸۴۹ء میں شامل ہے۔) مکتوب الیہ کی تاریخ وفات ۱۰ نومبر ۱۸۴۶ء ہے۔

بنام مولوی سید محمد مجتہد

۳۲ : ۱ : ۱۳۱ یہ خط مکتوب الیہ کے اس خط کے جواب میں ہے جو سہ شنبہ ۱۱ ماہ صفر کو موصول ہوا تھا اور اس کے بعد پنج شنبہ ۱۳ صفر کو دربار **اودھ** سے عطیہ ملا تھا جو مکتوب الیہ کی وساطت کا نتیجہ تھا۔ خط کے آخر میں جس قطعے کا ذکر ہے اور جو اس

خط کے ساتھ بھیجا گیا تھا احتمالاً وہ قطعہ ہو سکتا ہے جو مطبوعہ کلیات نظم فارسی (طبع نولکشور) میں انچاسواں ہے۔ اس قطعے کا عنوان ہے تاریخ تعمیر مسجد و امام باڑہ۔ اس کے مادۂ تاریخ سے سال ۱۲۴۴ھ برآمد ہوتا ہے، جس کی مطابقت ۱۸۲۸ء (جولائی تا دسمبر) اور (۱۸۲۹ء) جنوری تا جون سے ہے۔ چونکہ غالب سفر کلکتہ سے ۱۸۲۹ء میں ۲۸ نومبر کو دہلی واپس آئے تھے اس لیے یہ خط اس کے بعد کے زمانے ۱۲۴۸ھ (مطابق ۱۸۳۲ء) کا ہوسکتا ہے۔ صفر کی ۱۱ تاریخ ۶ سہ شنبہ کو جس کا خط میں حوالہ ہے اس سال پڑتی ہے اور یہ سال امامباڑے کی تاریخ تعمیر سے قریب ہے۔ (یہ خط ۱۸۴۹ء کے مطبوعہ نسخے میں شامل ہے)

۳۲ : ۲ : ۱۳۲ اس خط میں شعر 'پای را" غالب کی جس غزل کا ہے وہ جنوری ۱۸۳۸ء سے پہلے کی ہے۔ دوسرا شعر 'اہرمن است' جس غزل کا ہے وہ ۱۸۳۸ء کی دوسری چوتھائی

کے بعد کی اور دسمبر ۱۸۴۱ء سے پہلے کی ہے ۔ اس خط میں **غالب** نے اپنی "**مثنوی بے نام**" کے بارے میں صفائی پیش کی ہے اور کہا ہے کہ اس کا مضمون بادشاہ (**بہادر شاہ**) کا ہے اور الفاظ میرے ۔ [چونکہ اس مثنوی کی تصنیف کا واقعہ ۱۸۵۳ء کا ہے ، اس لیے یہ خط بھی اسی سال کا ہوا ۔] یہ خط **پنج آہنگ** مطبوعہ ۱۸۵۳ء میں شامل ہے ۔

بنام نواب امداد حسین

۴۳ : ۱ : ۱۳۳ ۱۸۴۸ء کے اواخر میں **غالب** قصیدہ پیش کرکے **واجد علی شاہ** کے دربار سے صلہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے ۔ یہ خط اسی سلسلے کا ہے ۔ اس بارے میں دیکھیں **باغ دودر** صفحات ۱۷۱ ۱۷۳ و ۱۷۵ اور کتاب کے **تحقیق نامے** میں متعلقہ تعلیقات ۔ یہ خط ۱۸۴۹ء کے مطبوعہ نسخہ **پنج آہنگ** میں شامل ہے ۔

[باحتمال قوی دسمبر ۱۸۴۸ء کا خط]

بنام انور الدولہ نواب سعد الدین خان شفق

۴۴ : ۱ : ۱۳۴ اس خط میں شعر ''جای من'' **غالب** کے جس قصیدے کا ہے وہ جولائی ۱۸۳۸ء سے پہلے کا ہے۔
(یہ خط ۱۸۴۹ء کے مطبوعہ نسخے میں شامل ہے۔)

۴۴ : ۲ : ۱۳۵ خط میں جو شعر ''پای را'' آیا ہے وہ **غالب** کی ۱۸۳۸ء سے پہلے کی غزل کا ہے۔
اس خط میں **غالب** کے سہرے اور 'ننگ من است'' والے قطعے کا ذکر آیا ہے۔
شعر ''دل برداشتم'' **غالب** کی ۱۸۴۲ء اور ۱۸۴۵ء کے درمیان کی غزل کا ہے اور رباعی ۱۸۴۵ء کے بعد کی ہے۔
(یہ خط پنج آہنگ مطبوعہ ۱۸۵۳ء کے اضافات میں ہے۔)

۴۴ : ۳ : ۱۳۶ عنوان کا شعر غالب کی ۱۸۴۲ء اور ۱۸۴۵ء کے درمیان کی غزل کا ہے۔ خط کے آخر میں تاریخ تحریر درج ہے : ۷ محرم ۱۲۷۰ھ، ۱۱ اکتوبر ۱۸۵۳ء۔

۴۴ : ۴ : ۱۳۷ عنوان کا شعر غالب کی جس غزل کا ہے وہ دسمبر ۱۸۴۱ء کے کتابت شدہ **دیوان فارسی** کے حاشیے کی غزلیات میں سے ہے۔
(یہ خط **پنج آہنگ** کے مطبوعہ نسخے ۱۸۵۳ء کے اضافات میں ہے۔)

۴۴ : ۵ : ۱۳۸ عنوان کا شعر غالب کی ۱۸۴۲ء اور ۱۸۴۵ء کے درمیان کی غزل کا ہے۔
(یہ خط **پنج آہنگ** مطبوعہ ۱۸۵۳ء کے اضافات میں ہے۔)

بنام منشی ہرگوپال تفتہ

۴۵ : ۱ : ۱۳۹ عنوان کا مقطع غالب کی جنوری ۱۸۳۸ء سے پہلے کی غزل کا ہے۔

یہ خط **پنج آہنگ** مطبوعہ ۱۸۴۹ء میں شامل ہے۔ **پنج آہنگ** میں **تفتہ** کے نام کا صرف یہی ایک خط ہے۔ **باغ دودر** میں گیارہ خط اور ہیں۔

خط کے آخر میں **غالب** نے تاریخ تحریر درج کی ہے: شنبہ ۱۰ فروری ۱۸۴۹ء۔

بنام منشی نبی بخش (حقیر)

۴۶ : ۱ : ۱۴۰ عنوان کا شعر فردات غالب میں سے ہے -
یہ خط پنج آہنگ مطبوعہ ۱۸۴۹ء میں
شامل ہے - خط کے آخر میں غالب نے
تاریخ تحریرکا دن اور مہینے کی عیسوی شمسی
اور اسلامی قمری تاریخ بتائی ہے لیکن سال
درج نہیں کیا - اس کے علاوہ ہمارا خیال
ہے کہ غالب نے یہاں دو شنبہ کے بجائے
"سہ شنبہ" سہواً لکھا ہے - سہ شنبہ
[دو شنبہ] ۲۶ ربیع الاول ۲۱ فروری
[۱۸۴۸ء]

بنام میر احمد حسین میکش

۴۷ : ۱ : ۱۴۱ خط کے آخر کا شعر غالب کی جس غزل
کا ہے وہ ان کے دیوان فارسی کتابت شدہ
جنوری ۱۸۳۸ء میں شامل ہے -
(یہ خط پنج آہنگ مطبوعہ ۱۸۵۳ء کے
اضافات میں ہے -)

شیخ بخش الدین مارہروی

۴۸ : ۱ : ۱۴۲ (یہ خط پنج آہنگ مطبوعہ ۱۸۴۹ء میں

شامل ہے ۔)

بنام نواب عبداللہ خان

۴۹ : ۱ : ۱۴۳ شعر "گمان تو نیست" غالب کی جس غزل کا ہے وہ غالب کے مجموعے "گل رعنا" مرتبہ ۱۸۲۸ء میں شامل ہے ۔ خط کے آخری حصے میں جو اشعار ہیں وہ غالب کے نعتیہ قصیدے "آن بلبلم کہ درچمنستان بہ شاخسار" کے ہیں جو اُن کے دیوان فارسی کتابت شدہ جنوری ۱۸۳۸ء میں شامل ہے ۔

(یہ خط پنج آہنگ مطبوعہ ۱۸۵۳ء کے اضافات میں ہے ۔)

بنام میرزا اسفندیار بیگ

۵۰ : ۱ : ۱۴۴ عنوان کا شعر غالب کے جس قصیدے کا ہے وہ ۱۸۴۵ء کے بعد کہا گیا تھا ۔ یہ خط پنج آہنگ مطبوعہ ۱۸۵۳ء کے اضافات میں ہے ۔
خط کے آخر میں غالب نے تاریخ تحریر درج

کی ہے ، لیکن قمری مہینے کی تاریخ نہیں بتائی جمادی الاولی ١٢٦٦ھ [روز شنبہ ١٦ یا ٢٣ یا ٢٠ مارچ یا ٦ یا ١٣ ماہ اپریل ١٨٥٠ء]

بنام منشی رحمۃاللہ خان

٥١ : ١ : ١٣٥ یہ خط پنج آہنگ مطبوعہ ١٨٥٣ء کے اضافات میں شامل ہے۔

بنام آغا بزرگ شیرازی وفا تخلص

٥٢ : ١ : ١٣٦ عنوان کے دو شعر جنھیں مصرعوں کی تعداد کی بنیاد پر بطور تفنن رباعی کہا ہے، غالب کی جس غزل کے ہیں وہ ان کے دیوانِ فارسی کتابت شدہ دسمبر ١٨٣١ء میں شامل ہے اور جولائی ١٨٣٨ء کے بعد کہی گئی ہے۔ خط کے آخر میں قطعے کے جو اشعار ہیں ان کے آخر میں غالب نے کہا ہے کہ میں چالیس سال سے معنی نگاری کر رہا ہوں ۔ اس لحاظ سے یہ اشعار ١٨٥٢ء کے نظم کردہ معلوم ہوتے ہیں ۔

(یہ خط پنج آہنگ مطبوعہ ۱۸۵۳ء کے اضافات میں شامل ہے ۔)

بنام مولوی رجب علی

۵۳ : ۱ : ۱۴۷ اس خط میں غالب نے مکتوب الیہ کے عطیے کا ذکر کیا ہے ۔ مولوی صاحب نے انھیں دستار کا تحفہ بھیجا تھا ۔ باغ دودر کے خطوط (صفحہ ۱۲۷ اور ۱۲۸) سے اس عطیے کے موصول ہونے کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے ۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے باغ دودر کے تحقیق نامے میں متعلقہ تعلیقات ۔

مولوی رجب علی صاحب نے غالب کے لیے جواہر سنگھ جوہر کے ذریعے دو دستاریں بھجوائی تھیں جن میں سے ایک جوہر نے لاہور سے فوراً بھیج دی تھی اور دسمبر کی تیرھویں تاریخ کو غالب کو مل گئی تھی، لیکن دوسری دستار انھیں تیئیس دسمبر ۱۸۴۸ء کے بعد ملی ۔ یہ خط وہ ہے جس کا حوالہ انھوں نے جواہر سنگھ جوہر کے نام کے خط میں دیا ہے ، جو باغ دودر میں جوہر کے نام

کا آٹھواں خط ہے ۔ اس خط کی تاریخ تحریر تیئیس دسمبر ١٨٤٨ء ہے، اس لیے یہی تاریخ زیر نظر خط کی بھی ہوئی ۔ یہ خط پنج آہنگ مطبوعہ ١٨٥٣ء کے اضافات میں شامل ہے ۔
[٢٣ دسمبر ١٨٤٨ء]

١٤٨ : ٢ : ٥٣ خط کی عبارت کے شروع میں جو شعر درج ہے وہ غالب کی ١٨٣٨ء سے پہلے کی غزل کا ہے ۔
خط سے معلوم ہوتا ہے کہ جو خط مکتوب الیہ کو مارچ ١٨٥١ء میں بھیجا گیا تھا وہ انھیں مارچ ١٨٥٢ء میں ملا ۔
یہ خط پنج آہنگ مطبوعہ ١٨٥٣ء میں شامل ہے ۔
[مارچ ؟ ١٨٥٢ء]

بنام عابد علی خان

١٤٩ : ١ : ٥٣ خط کے آخر میں تاریخ تحریر درج ہے :
پنج شنبہ ٧ اپریل ١٨٥٣ء

بنام قاضی عبدالجمیل [جنون] بریلوی

١٥٠ : ١ : ٥٥ خط کے آخر میں تاریخ تحریر درج ہے مگر

غلط ہے :

شنبہ ۲۸ صفر ۱۲۶۹ھ

یہ خط **پنج آہنگ** مطبوعہ ۱۸۵۳ء میں شامل ہے ۔ اس خط کی اصل **غالب** کے چند دوسرے اصل خطوط کے ساتھ نقوش ، لاہور کے مکاتیب نمبر (۱۹۶۸ء) میں شائع ہو چکی ہے اور اسی شمارے میں راقم نے اپنے مضمون میں ان کے اسلوب کا تعارف کراتے ہوئے **پنج آہنگ** کے اس غلط اندراج کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

[صحیح تاریخ ہے : ۲۸ صفر ۱۲۶۵ھ/ ۲۳ جنوری ۱۸۴۹ء]

بنام خواجہ ظہیر الدین خاں

۵۶ : ۱ : ۱۵۱ یہ خط **پنج آہنگ** مطبوعہ ۱۸۵۳ء کے اضافات میں شامل ہے ۔ ایک سابقہ خط شمارہ ۳ بنام **نواب انور الدولہ** کے بعد کا ہے ، جس کی تاریخ تحریر ہے :

سہ شنبہ ۷ محرم ۱۲۷۰ھ ۱۱ ماہ اکتوبر ۱۸۵۳ء [اواخر اکتوبر ۱۸۵۳ء]

بنام نواب علی بہادر

۵۷ : ۱ : ۱۵۲ اس خط میں **دیوان فارسی** (مطبوعہ ۱۸۴۵ء)، **دیوان ریختہ** (مطبوعہ ۱۸۴۱ء) اور **پنج آہنگ** (مطبوعہ ۱۸۴۹ء) کا ذکر ہے۔ **پنج آہنگ** کا مطبوعہ نسخہ مکتوب الیہ کو بھیجا ہے۔
یہ خط **پنج آہنگ** مطبوعہ ۱۸۵۳ء کے اضافات میں شامل ہے۔
[۱۸۴۹ء کے بعد اور ۱۸۵۲ء کے نصف دوم سے پہلے کا خط]

بنام روح اللہ خان

۵۸ : ۱ : ۱۵۳ خط میں جو رباعی درج ہے وہ **غالب** کے کسی معاصر مجموعۂ کلام میں شامل نہیں ہوئی۔ البتہ آہنگ دوم میں درج ہے۔
(یہ خط **پنج آہنگ** مطبوعہ ۱۸۵۳ء کے اضافات میں ہے)۔

بنام میر واجد علی خان بلگرامی

۵۹ : ۱ : ۱۵۴ یہ خط **پنج آہنگ** مطبوعہ ۱۸۵۳ء کے اضافات میں شامل ہے۔

بنام میر مہدی

٦٠ : ١ : ١٥٥ یہ خط **پنج آہنگ** مطبوعہ ١٨٥٣ء کے اضافات میں شامل ہے ۔ **باغ دودر** میں **تفتہ** کے نام کے چھٹے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ **مہاراجہ جے پور سوائی رام سنگھ** کو **غالب** کے کلام کا اشتیاق پیدا ہوا تھا ۔ **باغ دودر** (صفحہ ١٦٣) کا خط ١٨٥٢ءمیں دسمبر کے دوسرے ہفتے کا ہے ۔ (دیکھیں **باغ دودر** کا **تحقیق نامہ** صفحہ ٧٦ و صفحہ ٧٧) **تفتہ** کے نام کے چھٹے خط میں جس کا ہم نے ذکر کیا **غالب** نے کہا ہے کہ ایک مخلص دوست نے جےپور سے اطلاع دی ہے کہ مہاراجہ جےپور تمھارا کلام جو **اخبار سلطانی** میں‌چھپتا ہے شوق سے پڑھتے ہیں ۔ **غالب** کے یہ مخلص دوست یہی **میر مہدی** ہوں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ **میر مہدی** کا یہی زیرِ نظر خط ہے جس کے موصول ہونے کے بعد **غالب** نے **تفتہ** کو مذکورہ خط لکھا تھا ۔ پھر **باغ دودر** کے خط ۷ بنام **تفتہ** میں **غالب** نے لکھا ہے کہ میں نے

اپنا دیوان ریختہ راجہ جےپور کو بھیجا ہے ۔ یہ خط ١٩ دسمبر ١٨٥٢ء کا ہے ۔ [اس پس منظر میں زیر نظر خط کی تاریخ تحریر دسمبر ١٨٥٢ء کے دوسرے یا تیسرے ہفتے کی کوئی تاریخ معلوم ہوتی ہے ۔]

١٥٦ : ٢ : ٦٠ غالب نے اس خط میں گذشتہ مشاعرے کا حال لکھا ہے اور بتایا ہے کہ یہ مشاعرہ بروز جمعہ (٢٥ فروری کو) منعقد ہوا تھا پھر لکھا ہے کہ آج نو روز کی آمد میں ٢١ دن باقی ہیں ۔ اس طرح یہ خط فروری کے آخری دن سے ایک دن پہلے کا ہوا ۔ ١٨٤٩ء کے بعد اور ١٨٥٤ء سے پہلے ٢٥ فروری کو جمعہ کا دن ١٨٥٣ء میں آتا ہے ۔

[اس طرح اس خط کی تاریخ ہوئی ٢٨ فروری ١٨٥٣ء]

مولوی عبدالوہاب لکھنوی

١٥٧ : ١ : ٦١ یہ خط پنج آہنگ (مطبوعہ جنوری ١٨٦٨ء مشمولہ کلیات نثر فارسی غالب) کے اضافات

میں ہے ۔ مادۂ تاریخ کا جو مصرعہ اس خط
میں غالب نے لکھا ہے اس سے سال ۱۲۷۶ھ
مطابق ۱۸۵۹ء (جولائی تا دسمبر) اور
۱۸۶۰ء (فروری تا جون) برآمد ہوتا ہے ۔
یہ خط اسی مدت میں کسی تاریخ کو لکھا
گیا ہے ۔
[۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹-۶۰ء]

بنام سلطان زادہ بشیر الدین میسوری

۶۲ : ۱ : ۱۵۸ رباعی اسی خط کے لیے کہی گئی ہے ۔
غالب کے کسی مجموعۂ کلام میں شامل
نہیں ہوئی ۔
یہ خط پنج آہنگ کے اُس متن کے اضافات
میں ہے جسے غالب کے کلیات نثر فارسی
میں شامل کر کے جنوری ۱۸۶۸ء میں شائع
کیا گیا ۔
اس خط میں غالب نے بتایا ہے کہ میرا
کلیات نظم فارسی نہیں ، دیوان فارسی جو
اُس کا نصف ہے چھپا ہے ۔
اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ خط کلیات نظم

کے سال طباعت ۱۸۶۳ء سے پہلے کا ہے اور دستنبو کی تاریخ اشاعت اول ، نومبر ۱۸۵۸ء کے بعد کا ۔ اس لیے کہ دستنبو کا ذکر اس خط میں اس طرح آیا ہے کہ اس کا مطبوعہ صورت میں موجود ہونا واضح ہے [نومبر ۱۸۵۸ء اور ۱۸۶۳ء کے درمیان]

بنام گل محمد خان ناطق مکرانی

۶۳ : ۱ : ۱۵۹ اس خط میں شعر 'اہرمن است' **غالب** کی جس غزل کا ہے وہ سال ۱۸۴۱ء کے بعد اور سال ۱۸۴۵ء کے اختتام سے پہلے کہی گئی تھی اور باحتمال قوی ۱۸۴۳ء میں خط سے معلوم ہوتا ہے کہ **غالب** گذشتہ سال کے موسم خزاں سے بیمار ہیں اور اب اس بیماری کو نو مہینے ہو گئے ہیں اور ان دنوں آن کا **دیوان فارسی** زیر طبع ہے ۔ یہ خط پنج آہنگ مشتملہ **کلیات نثر** ۱۸۶۸ء کے اضافات میں شامل ہے ، لیکن مذکورہ **دیوان فارسی** وہ ہے جو **مطبع دارالسلام دہلی** میں ۱۸۴۵ء میں چھپا تھا ۔ [اس پس منظر میں اس خط

کی تاریخ تحریر ۱۸۴۵ء میں اواخر مئی
کے لگ بھگ قرار پاتی ہے -]

بنام مولانا محمد عباس بھوپالی

۶۴ : ۱ : ۱۶۰ یہ خط پنج آہنگ مشتملہ کلیات نثر مطبوعہ
۱۸۶۸ء کے اضافات میں شامل ہے -
سہ شنبہ ۴ ربیع الاول [۱۲۷۵ھ]، ۱۲]
اکتوبر ۱۸۵۸ء] از روی انشای نور چشم -

مولوی محمد حبیب اللہ (ذکا حیدر آبادی)

۶۵ : ۱ : ۱۶۱ اس خط میں غالب نے اپنا جو مقطع درج
کیا ہے وہ اس غزل کا ہے جو انھوں نے
۱۸۶۱ء میں غالباً ۱۵ اکتوبر اور ۱۲ نومبر
کے درمیان کہی تھی - یہ غزل غالب کے
ایک اردو خط میں درج ہوئی ہے جسے
جناب غلام رسول مہر نے ۱۵ اکتوبر
۱۸۶۱ء کے ایک خط اور ۱۲ نومبر ۱۸۶۱ء
کے ایک دوسرے خط کے درمیان جگہ دی
ہے - (خطوط غالب، مرتبہ غلام رسول مہر
خط ۱۲ بنام علائی -) لیکن مذکورہ مقطع
کے بجائے اس غزل میں جو کلیات نظم فارسی
مطبوعہ ۱۸۶۲ء میں شامل ہے دوسرا مقطع ہے:

غالب بقول حضرت **حافظ** بفیض عشق
ثبت است برجریدهٔ عالم دوام ما
ظاہر ہے "نام ما" والا مقطع **غالب** نے بعد
میں بدل دیا ۔ اس خط کے آخر میں تاریخ
تحریر درج ہے : سہ شنبہ ١١ ربیع الاول
١٢٧٨ھ [١٦ ستمبر ١٨٦١ء] ۔ تقویم کی
رو سے ١١ ربیع الاول کو دو شنبہ تھا نہ
کہ سہ شنبہ ۔ یہ خط **کلیات نثر غالب**
مطبوعہ ١٨٦٨ء کی **پنج آہنگ** کے اضافات
میں شامل ہے ۔

١٦٦ : ١ : ١٦٢ **بنام اعلیٰ حضرت سلطان محمد بہادر**

عنوان کی رباعی اسی خط کے لیے کہی گئی
ہے ۔ اس خط میں **غالب** نے اپنی عمر ستر
سال کی بتائی ہے ۔ (یہ خط **کلیات نثر غالب**
مطبوعہ ١٨٦٨ء کی **پنج آہنگ** کے اضافات
میں ہے ۔)

خط کے آخر کی عبارت میں جو شعر درج
ہے وہ **غالب** کے اس قصیدے کا ہے جو
در اصلِ شمس الامرأ میر محمد رفیع الدین

کے لیے کہا گیا تھا لیکن بعد میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ **نواب صاحب ٹونک** کے نام کر دیا گیا۔ اس قصیدے کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ [یہ خط ۱۸۶۷ء کا تحریر کردہ ہے۔]

بنام جواہر سنگھ جوہر

۶۷ : ۱ : ۱۶۳ یہ خط اور اس کے بعد کے دونوں خط کلیات نثر فارسی مطبوعہ ۱۸۶۸ء کی پنج آہنگ کے اضافات میں ہیں۔
اس خط کے آخر میں **غالب** نے تاریخ درج کی ہے: جمعہ یکم دسمبر ۱۸۴۸ء/چہارم محرم الحرام ۱۲۵۱ھ؟
لیکن یہ قمری تاریخ غلط ہے ۵ محرم ۱۲۶۵ ھجری چاہیے۔

۶۷ : ۲ : ۱۶۴ اس خط کے آخر میں تاریخ درج ہے: جمعہ ۱۱ جون ۱۸۵۲ء

۶۷ : ۳ : ۱۶۵ اس خط میں **غالب** نے لکھا ہے کہ عید کی رات سے **بادشاہ** بیمار ہے اور آج شنبہ ۲۳ شوال تک وہی حال ہے۔ یہ بھی کہا ہے کہ میں اپنا قصیدہ پیش کیا کرتا مکمل بھی نہیں کرسکا۔

اس سلسلے میں دیکھیں خط ۸ بنام **تفتہ** (**باغ دودر** صفحہ ۱۶۵) ، جس میں **بہادر شاہ** کے لیے تہنیت عید کے قصیدے کا ذکر ہے۔ **باغ دودر** کے مذکورہ خط میں تاریخ تحریر کا سال غلط درج تھا یعنی ۱۲۸۰ھ جسے ہم نے **تحقیق نامے** میں اس خط کی توضیحات میں صحیح کیا ہے۔ یہ دراصل ۱۲۷۰ھ ہونا چاہیے۔ **غالب** نے جس قصیدے کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا مطلع ہے :

روز بازار عیش امسال است

مہ خرداد و عید شوال است

باغ دودر کے اس خط میں **غالب** نے بتایا ہے کہ وہ یہ قصیدہ عید الفطر کے دن پیش کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ مذکورہ خط کی تاریخ تحریر جمعہ ۱۹ ماہ رمضان ۱۲۷۰ھ ہے جسے اصل نسخے میں کاتب نے غلطی سے ۱۲۸۰ھ لکھ دیا ہے۔ ہم نے تقویم سے یہ غلطی صحیح کی۔ اس طرح زیر نظر خط کی تاریخ تحریر ہوئی :

شنبہ ٢٣ شوال [١٢٧٠ھ مطابق ١٩ جولائی ١٨٥٤ء]

بنام دوتن از فرزانگان پنجاب

٦٨ : ١ : ١٦٦ یہ خط کلیات نثر فارسی مطبوعہ ١٨٦٨ء کی پنج آہنگ کے اضافات میں ہے -

خط کے آخر میں تاریخ تحریر درج ہے :
دو شنبہ بستم ذی قعدہ ١٢٨١ھ [مطابق ١٧ ماہ اپریل ١٨٦٥ء]

بنام آغا (کذا) محمد حسین ناخدای شیرازی

٦٩ : ١ : ١٦٧ شروع کا قطعہ اسی خط کے لیے کہا گیا - مختلف قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خط میں "فرومایہ کتابے نوشت" کا اشارہ مؤید برہان کے مؤلف مولوی احمد علی کی طرف ہے ، جس کا سال اشاعت ١٨٦٥ء ہے - یہ خط کلیات نثر فارسی مطبوعہ ١٨٦٨ء کی پنج آہنگ کے اضافات میں ہے -
[١٨٦٥ء]

بنام میر غلام بابا خان

۷۰ : ۱ : ۱۶۸ خط کے فارسی متن کے آخر میں تاریخ تحریر درج ہے : شنبہ ہفتم مئی ۱۸۶۴ء
(خط کا فارسی متن تاریخ تحریر پر ختم ہوتا ہے اور اس کے بعد پس نوشت کے طور پر چند سطریں اردو میں لکھی ہیں ۔)
یہ خط کلیات نثر فارسی مطبوعہ جنوری ۱۸۷۱ء کی پنج آہنگ کے اضافات میں ہے ۔

بنام منشی نولکشور

۷۱ : ۱ : ۱۶۹ تاریخ تحریر درج ہے : چہار شنبہ ۱۸ جولائی ۱۸۶۰ء

خاتمہ پنج آہنگ

یہ خاتمہ پہلی مرتبہ کلیات نثر فارسی مطبوعہ ۱۸۶۸ء کی پنج آہنگ کے لیے لکھا گیا اور اس میں درج ہوا۔ یہاں ہمارے متن کی طباعت میں پہلی عبارت اور دوسری عبارت کے درمیان فصل غلط ہے۔ جملہ جس پر طباعت میں پہلی عبارت ختم ہوئی ہے دوسری عبارت میں جاری ہے۔ اس خاتمے میں غالب نے اس وقت اپنی عمر اڑسٹھ (۶۸) سال بتائی ہے اور کہا ہے کہ دو سال سے میری یہ کوشش تھی کہ اپنی تحریریں جمع کروں اور چھپواؤں اب ۱۲۸۰ھ/(۱۸۶۳ء) میں منشی نولکشور کا شاہجہان آباد آنا ہوا اور غریب خانے پر ملنے آئے تو انھوں نے میری نثر کی کتابیں جن میں سے ایک یہ پنج آہنگ ہے برادرم نواب ضیاء الدین خاں بہادر نیر رخشاں سے لے لیں اور طبع کرنے کی غرض سے لکھنئو لے گئے۔

اس خاتمے میں غالب نے یہ بھی کہا ہے

کہ میری عمر کے ۱۶ سال لہو و لعب میں
گذرے اور پچاس برس تخلیق شعر و ادب
میں ، ۱۶ میں ۲ (شیر خوارگی کے) بڑھا کر
اٹھارہ سمجھنا چاہیے ، باقی پچاس برس کاوش
فن کے ہیں ۔ پچاس کو غالب نے اپنی زندگی
کے 'کل' اور سولہ کو 'جزو' سے تعبیر کیا
ہے ۔ جس کی بنیاد حساب جمل پر ہے ۔
اب اپنے دل کی جو بات کہنی ہوگی سرسری
طور پر اردو میں لکھا کروں گا تا کہ
زندگی دشوار نہ ہو ۔

خاتمے کے آخر میں یہ شعر ہے :

غالب بریدم از ہمہ خواہم کہ زین سپس
کنجے گزینم و بپرستم خدای را

یہ مقطع جس غزل کا ہے وہ جنوری ۱۸۳۸ء
سے پہلے کی ہے ۔ دو شعر کا قطعہ جو
نیر رخشاں کی مدح میں ہے اسی خاتمے میں
ملتا ہے ۔ **پنج آہنگ** کا یہ خاتمہ **غالب** نے
۱۸۶۵ء میں لکھ کر بھیجا ہوگا ، لیکن ان کا
کلیات نثر فارسی مطبع نولکشور لکھنؤ میں
جون ۱۸۶۸ء میں چھپ کر شائع ہوا ۔

تتمہ تعلیقات پنج آہنگ

بنام میاں محمد نجف

۳۱ : ۱ : ۱۱۴ یہ خط نسخۂ میر مہدی مجروح (پنج آہنگ کتابت شدہ ۱۰ دسمبر ۱۸۶۱ء) میں نہیں ہے - معلوم ہوتا ہے کتابت میں سہواً حذف ہوا ہے -

۱۹۶۹ء کے مطبوعہ نسخے میں ہے - (دیکھیں نسخۂ 'مجروح' ورق ۱۲۵ ب و ورق ۱۲۶ الف) -

بنام نواب ضیاالدین

۳۲ : ۳ : ۱۱۶ اس خط کا عنوان اور شروع کی چند سطریں از آغاز تا الفاظ 'بازخواست پاسخ' نسخۂ میر مہدی مجروح میں نہیں ہیں - یہ حذف صریحاً کاتب کا سہو ہے - یہ خط بھی ۱۹۶۹ء کے مطبوعہ نسخے میں ہے - (دیکھیں نسخہ مجروح ، ورق ۱۲۵ ب و ۱۱۶ الف) -

بنام مولوی سید محمد صاحب مجتہد

۴۲ : ۲ : ۱۳۲ یہ خط نسخہ میر مہدی مجروح میں نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ حذف بھی سہواً ہوا ہے، اس لیے کہ ۱۸۵۳ء کے مطبوعہ نسخے میں یہ خط شامل ہے۔

بنام منشی فضل اللہ خان از جانب حکیم احسن اللہ خان

۳۶ : ۲ : ۱۳۲ یہ خط بھی نسخہ میر مہدی مجروح میں نہیں ہے۔ یہ حذف بھی سہواً ہوا ہے۔ ۱۹۴۹ء کے نسخے میں یہ خط ہے۔

بنام مولوی عبدالوہاب لکھنوی

۶۱ : ۱ : ۱۵۷ یہ خط نسخہ میر مہدی مجروح میں نہیں ہے، حالانکہ اس کے بعد کا خط درج ہے جو سلطان زادہ بشیر الدین میسوری کے نام ہے۔

نسخۂ مجروح اسی خط پر ختم ہوتا ہے۔ چونکہ نسخۂ مجروح جس کی کتابت دسمبر ۱۸۶۱ء میں ختم ہوئی، اس لیے پنج آہنگ مطبوعہ ۱۹۶۸ء میں اس خط کے بعد کے جو خط :

۶۳ : ۱ : ۱۵۹ بنام گل محمد خان ناطق مکرانی

۶۴ : ۱ : ۱۶۰ بنام محمد عباس بھوپال

۶۵ : ۱ : ۱۶۱ بنام محمد حبیب اللہ

۳۵ : ۱ : ۱۶۲ بنام مختارالملک

۶۶ : ۱ : ۱۶۲ بنام شہزادہ سلطان محمد

۶۷ : ۱ : ۱۶۳

۶۷ : ۱ : ۱۶۴ بنام جواہر سنگھ جوہر

۶۷ : ۱ : ۱۶۵

۶۸ : ۱ : ۱۶۷ بنام دوتن از فرزانگان پنجاب

۶۹ : ۱ : ۱۶۷ بنام محمد آغا حسین ناخدای شیرانی

درج ہیں وہ بھی نسخۂ مجروح میں شامل نہیں ہیں ۔ اسی طرح حسب ذیل دو خط بھی نہیں جو ۱۸۷۱ء کے مطبوعہ نسخے میں بڑھائے گئے ہیں ۔

۷۰ : ۱ : ۱۶۸ بنام میر غلام بابا خان اور

۷۱ : ۱ : ۱۶۹ بنام منشی نولکشور ۔ اس طرح نسخۂ مجروح میں پنج آہنگ مطبوعہ ۱۸۵۳ء کے آخری خط کے بعد صرف ایک خط کا اضافہ ہوا ۔

پنج آہنگ کے قلمی نسخوں کے ترقیمے

۱۸۳۵ع کا قلمی نسخہ

ترقیمہ : کتاب ہذا کہ نام پنج آہنگ دارد بخط
فقیر حقیر احمد حسین ساکن سکندرہ راؤ
در بلدۂ دہلی باختتام رسیدہ ۱۲۵۱ بعہد
شہنشاہِ زمان اکبر شاہ

(پنج آہنگ کے اس آخری صفحے پر جس پر یہ ترقیمہ شروع کی تین سطریں متن کی ہیں اور آخر میں چوتھی سطر کے درمیان لکھا ہے 'تمام شد' ۔ ان الفاظ "تمام شد" کے بائیں طرف غالب کے نام کی چھوٹی بیضوی مہر ہے اور دائیں طرف سید محمد سعید کے نام کی مستطیل مہر ہے ، جن کی ملکیت میں یہ نسخہ ۱۲۶۱ ہجری میں آیا تھا اور انھی احمد حسین سے انھیں ملا تھا جو نسخے کے کاتب ہیں ، جیسا کہ کتاب کے پہلے ورق کے پہلے صفحے پر یعنی ورق ۱ - الف پر اس یادداشت سے ظاہر ہے :

"کتاب ہذا از مشفقی مکرمی عنایت فرمای منشی
احمد حسین خان گرفتہ نگینِ نامش کہ بر صفحۂ ورقِ

ہذا ثبت بود موقوف نمودہ نگینِ نامِ خود را بر
صفحۂ اول ثبت کردم

العبد

سید محمد سعید عفی عنہ بتاریخ بستمِ ماہِ محرم ۱۲۶۱
ہجریِ قدسیِ صلی اللہ علیہ وسلم ۔" اس صفحے کے وسط میں
کتاب کا نام ان الفاظ میں درج ہے : "نسخۂ پنج آہنگ تالیف
مرزا نوشہ صاحب غالب" دوسرے صفحے پر بھی جس سے
کتاب کا متن شروع ہوتا ہے اوپر دائیں گوشے میں **سید محمد سعید**
کے نام کی مستطیل مہر ہے اور پھر اسی صفحے کے حاشیے پر
یہ الفاظ درج ہیں :

"کتاب ہذا فی الملکِ سید محمد صالح پسرِ سید احمد سعید
مرحومِ مغفور است ۔ دیگری را برین دعوانیست ، تحریر
بتاریخِ پانزدہم (کذا) رمضان المبارک ۱۳۰۹ ہجریِ صلعم
بقلمِ محمد صالح ۔

کتاب کے آخر میں مذکورہ ترقیمے کے بعد ایک نسخہ
خطِ شکستہ میں درج ہے ۔ کتاب کی تقطیع ۱۵ × ۲٦ سینٹیمیٹر،
مسطر ۱۵ سطری ، اور کل اوراق ۸۹ ہیں ۔ خط روشن نستعلیق
ہے ، لیکن ورق ۵۴ ۔ الف کے تقریباً نصف سے ورق ٦۱ ۔ ب
تک آہنگِ **دوم** (دیکھیں ہمارا دیباچہ) کے خطوط میں اضافے
کے لیے تقریباً ساڑھے پندرہ صفحے بیاض چھوڑ دیے گئے تھے

پھر ورق ۴۵ ۔ الف کے تقریباً نصف سے ورق ۵۷ ۔ الف تک نیم شکستہ خط میں خطوط کا اضافہ دوسرے قلم سے ہے اور اس کے بعد بارہ صفحے بیاض ہی ہیں۔ پوری کتاب میں عنوانات شنگرفی لکھے گئے ہیں ، لیکن آہنگِ دوم کا آخری خط بے عنوان ہے ۔)

۱۸۴۰ع کا قلمی نسخہ

ترقیمہ : نسخۂ پنج آہنگ تصنیفِ جنابِ اسد اللہ خان و معروف مرزا نوشہ بموجب حکم احترام الدولہ رئیس الحکما حاذق الزمان حکیم سید احسن اللہ خان صاحب بہادر ثابت جنگ بخطِ خامِ بندہ سید غلام عباس ولد سید حسن علی ساکن کول محلہ حبیبگنج و بالفعل وارد بشاہجہان‌آباد بتاریخ بست و سوم ماہ مئی ۱۸۴۰ عیسوی مطابق بستم ربیع الاول ۱۲۵۶ ہجری بروز شنبہ بوقت چہار گھڑی روز باقی ماندہ بود صورتِ اختتام پذیرفت ۔

۱۸۶۲ع کا قلمی نسخہ

ترقیمہ : ”کتابِ ہذا بتاریخِ ہفتم شہرِ جمادی الثانی ۱۲۷۸ ہجریہ قدسیہ روزِ سہ شنبہ دو پاس از روز گذشتہ باصرار و انشراحِ خاطرِ فرخندہ‌سیر نورالبصر قرۂ باصرۂ

بخت بلندی غرہ ناصیہ، سعادت مندی گنجینہ، ارادت و فرخندگی مقبلِ بارگاہِ لم یزلی سید مہدیِ موسوی معروف میر مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ عن آفاتِ الدہرِ بقلم سید حسن موسوی مشہور میر حسن اختتام یافت ۔"

نسخے کی تقطیع $7\frac{1}{2}'' \times 12\frac{1}{4}''$، مسطر ۱۵ سطری اور مجموعے میں پنج آہنگ کے اوراق کی تعداد ۱۵۹ ہے خط نہایت روشن نستعلیق اور عنوانات شنگرفی ہیں ۔)

پنج آہنگ کی ۱۸۴۹ع کی اشاعت کا اشتہار

پنج آہنگ کی اولین اشاعت کا اشتہار **اسعد الاخبار**، آگرہ (بابت ۱۲ مارچ ۱۸۴۹ع) میں چھپا تھا، جو منظوم ہے۔ جناب قاضی عبدالودود صاحب نے یہ اشتہار اپنی کتاب **ماثر غالب** میں درج کیا ہے اور تعلیقات میں بجا طور پر لکھا ہے کہ قرائن سے واضح ہے کہ یہ اشتہار خود **غالب** کا نظم کردہ ہے، اگرچہ غلام نجف خاں کی طرف سے ہے جو **غالب** کے شاگرد تھے:

اشتہارِ پنج آہنگ

مژدہ اے رہروانِ راہِ سخن
پایہ سنجانِ دستگاہِ سخن

طے کرو راہ شوق زودازود
آن پہنچی ہے منزلِ مقصود

پاس ہے اب سوادِ اعظم نثر
دیکھیے چل کے نظم عالم نثر

سب کو اس کا سواد ارزانی
چشمِ بنیش ہو جس سے نورانی

یہ تو دیکھو کہ کیا نظر آیا
جلوۂ مدعا نظر آیا

ہاں یہی شاہ راہِ دہلی ہے
مطبعِ بادشاہِ دہلی ہے

منطبع ہو رہی ہے پنج آہنگ
گل و ریحان و لالہ رنگا رنگ

ہے یہ وہ گلشنِ ہمیشہ بہار
بارور جس کا سرو و گل، بیخار

نہیں اس کا جواب عالم میں
نہیں ایسی کتاب عالم میں

اس سے اندازِ شوکتِ تحریر
اخذ کرتا ہے آسمان کا دبیر

مرحبا طرزِ نغزگفتاری
حبذا رسم و راہِ نثّاری

نثرِ مدحت سرائے ابراہیم
ہے مقرّر جو اب پئے تعلیم

اس کے فقروں میں کون آتا ہے
کیا کہیں کیا وہ راگ گاتا ہے

تین نثروں سے کام کیا نکلے
آن کے پڑھنے سے نام کیا نکلے

ورزشِ قصۂ کہن کب تک
داستانِ شہِ دکن کب تک

تا کجا درسِ نثر ہائے کہن
تازہ کرتا ہے دل کو تازہ سخن

تھے ظہوری و عرفی و طالب
اپنے اپنے زمانے میں غالب

نہ ظہوری ہے اور نہ طالب ہے
اسد اللہ خانِ غالب ہے

قول حافظ کا ہے بجا اے دوست
ہر کرا پنج روز نوبتِ اوست

کل وہ سر گرمِ خود نمائی تھے
شمعِ بزمِ سخن‌سرائی تھے

آج یہ قدر دانِ معنی ہے
بادشاہِ جہانِ معنی ہے

نثر اس کی ہے کارنامۂ راز
نظم اس کی نگار نامۂ راز

دیکھو اس دفترِ معانی کو
سیکھو آئینِ نکتہ دانی کو

اس سے جو کوئی بہرہ ور ہوگا
سینہ گنجینۂ گہر ہوگا

ہو سخن کی جسے طلب گاری
کرے اس نسخے کی خریداری

آج جو دیدہ‌ور کرے درخواست
تین بھیجے رپے وہ بے کم و کاست

منطبع جب کہ ہو چکے گی کتاب
زرِ قیمت کا ہوگا اور حساب

چار سے پھر نہ ہوگی کم قیمت
اس سے لیویں گے کم نہ ہم قیمت

جس کو منظور ہو کہ زر بھیجے
احسن اللہ خاں کے گھر بھیجے

وہ بہارِ ریاضِ مہر و وفا
جس کو کہتے ہیں عمدة الحکماء

میں جو ہوں در پیِ حصولِ شرف
نام عاصی کا ہے غلامِ نجف

ہے یہ القصّہ حاصلِ تحریر
کہ نہ ارسالِ زر میں ہو تاخیر

چشمۂ انطباع جاری ہے
ابتدائے ورق‌شماری ہے

○

طباعتی اغلاط کی چند ضروری تصحیحات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵	۱	پیشترو	پیشرو
۱۶	۷	بجویند	نجویند
۱۹	۱۴	آفرینده	آفرینندہ
۲۲	آخری	گر دیدہ	نگردیدہ
۲۳	۱۴	نپرداختہ تسطیر	نپرداختہ است و صفحہ
		نوید است و	کاغذ را بہ پیرایۂ
		صفحۂ کاغذرا	تسطیر نوید
۲۴	۱۸	بلطف	تلطف
۲۵	۹	گلہای	گلہای نشاط
۳۲	۱	جراثت	جراحت
۳۲	۱۱	ذاعقہ	ذائقہ
۷۷	۵	افربہی	فربہی
۹۲	۱	لا امیدی	نا امیدی
۹۷	۲	بر افتاد	بر افتاد
۱۱۶	۸	سبکسیر	سبکسر
۱۱۶	۹	آشفتہ	آ کفتہ
۱۱۶	۱۴	ذاتوانی	ناتوانی
۱۱۶	۱۶	میریز و	میریزد
۱۶۸	۷	آزاد از	از آواز
۱۶۸	۷	و رای	درای
۱۶۸	۹	آزردی	آرزوی
۲۰۳	۸	اسلام	سلام
۲۱۸	۴	فضل بیگ	افضل بیگ
۲۱۹	۱۱	اکبر علی	علی اکبر
۲۳۲	۸	بیگ احمد	احمد بیگ
۲۴۶	۸	امید گاہ	امید گاہ
۲۴۳	۱۳	خبر	جز
۲۴۷	۷	یمین	یمین
۲۴۹	۸	حسن	حسین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۹	۱۵	چو	چون
۲۵۵	۹	ہوا خواہ	ہواخواہ
۲۵۹	آخری	گر	گہر
۲۶۰	۱۲	باشد	باشند
۲۸۴	۱	چاقو	چاتو
۳۰۶ ، ۳۸۹	۱۱ ، ۱	حسین	حسن
۳۱۰	۲	جام جہان نما	جامِ جہان نما
۳۱۱	۲	مرلک	مرگ
۳۱۱	۵	امیدہ	رمیدہ
۳۱۱ ، ۳۱۲	۷ ، ۱۰	فرانس	فرانسس
۳۱۱	۱۱	چای	جای
۳۱۱	۱۱	کے ست	کیست
۳۱۴	۸	روری	روی
۳۱۵	۵	اہ	راہِ
۳۴۱	۱۵	باختر	باختر
۳۶۲	۲۳	نہ پائے	نویدے
۳۶۴	۲	روائی	خامہ روائی
۳۶۵	۱۸	برد ارود	برادرِ خود
۳۸۴ ، ۳۹۴	۱	حسین	حسن
۳۹۵	۱۸	داع	وداع
۴۱۹	آخری	بالدا	باندا
۴۲۸	۱۳	خورشید	خرشید
۴۳۵	۷	پسیج	بسیچ
۴۶۲	۹	خرش	خوش
۴۷۴	۷	عنبر	عبیر
۵۴۵	۵	وے	ولے
۵۷۹	۴	ایندوہ	اندوہ
۶۰۲	۱۱	پلنگ	چنگ
۶۰۲	۱۳	محستبے	محتسبے
۶۰۷	۳	دانید	دانند